

(Reading Room)

خدا بخش لائبریری



۵۷ — ۴۲

Khuda Bakhsh Library

Ac: N. 75468

Date ۲۰۰۹-۹۱



خدا بخش اوپنٹل پبلک لائبریری

| | | | |
|----------------|-----------------|----------------|--------------|
| رجسٹریشن نمبر: | ۲۳۴۲۲/۷۷ | قیمت فی شمارہ: | ۲۰ پچیس روپے |
| شمارہ: | ستاروں تار تار | سالانہ: | ۳۰۰ روپے |
| قیمت: | فیٹر ۵۵ سو روپے | ۹۰ روپے | ۱۲۰ روپے |



مصطفیٰ کمال انجمنی سٹیوٹنٹ پریس، پراپرٹیز کنٹرولر، دہلی میں چھپ کر نکلا۔ قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے۔

چراغِ حیرت

نقد و تحسین کی لکھنؤ

رہنے چلے

عرب

نعت

۔ نعت، نظم، جگر مراد آبادی

جگر مراد آبادی

نادر و مطبوعات

۔ مقدمہ

پہلے افراد الحسن

ایک - بارہ

۔ قوارخ ناظر العسر

منشی و کشور

اردو گدھرا

۔ کیا اردو کی لڑائی میں مسلمان ہتھیار ہیں؟

ڈاکٹر سوپ سنگھ

۱۷۷

اردو ادب

۔ اردو ادب کدھر؟

ڈاکٹر سید محمد عقیل

۱۸۳

اردو دانشوری

۔ دانشوری کی تعریف اور اردو میں دانشوری

جناب سید حامد

۲۰۵

کی بازیافت کے امکانات

۔ اردو میں دانشوری کی روایت

ڈاکٹر محمد حسن

۲۱۱

تازہ دانشوری

۔ ایک پل ایسا بھی آجاتا ہے

جناب احمد مدیم قاسمی

۲۱۵

۔ تم چپ رہو، ہم چپ رہیں

جناب منظور سیدی

۲۱۹

۔ عمر حاضر میں ادب کا کردار

جناب مظفر علی سید

۲۱۷

دانشور غزلگو:

- ۲۳۵ جناب مستنعم حسن نعیم
 ۲۵۲ جناب امین رضوی امین رضوی

اقبال:

- ۲۶۵ ڈاکٹر شہد اقبال خطوط اقبال بخط اقبال

ابوالکلام آزاد:

- ۲۶۱ جناب محمود واجد تقدیم اول
 ۲۶۲ پرنسپسز بابا اشرف تقدیم ثانی
 ۲۸۰ ابوالکلام آزاد خطوط آزاد بخط آزاد زکریا جمالی
 ۳۲۱ جناب محمود واجد زکریا جمالی کے بارے میں
 ۳۲۶ زکریا جمالی کے بارے میں کچھ اپنے کچھ مولانا آزاد کے بارے میں
 ۳۵۰ زکریا جمالی کے بارے میں دارالاشاد و گلشن میں مولانا آزاد کا درس قرآن

دریا بادی:

- ۳۷۰ مولانا ڈاکٹر کمال الدین حسین بہاؤی عبدالماجد دریا بادی کا اپنی تصنیفات کا کلام

ڈاکٹر حسین:

- ۳۷۳ پرنسپسز عبدالرحمن خان ڈاکٹر صاحب

قاضی عبدالودود:

- ۳۹۱ ڈاکٹر علی حیدر نعیر سارم خان بہار دکنی مع مقدمہ
 ۴۱۱ قاضی عبدالودود یادداشتہاے ودود

بازر میاں قسٹ:

- ۴۴۱ جناب راجندر سنگھ بیدی راجندر سنگھ بیدی کی اولین تحریر
 "فرشتہ"

مشرق وسطیٰ کے سفرنامے:

۵۴۴

عبداللہ شاہ اور صاحبزادے:

ہستاریخ علوم میں مسلمانوں کا مقام

۵۵۱ ● فلکیات میں مسلمانوں اور عربوں کا مقام

• عربوں کے علم الفلک کا یورپ پر اثر

۵۸۵ - آثار طبری کی تاریخ میں مسلمانوں اور عربوں کا مقام . . .

قرآنیات:

۱۔ ابتدائی حصہ کے چند متعلق مسلمان اور
قرآن پاک کے تراجم

۴۱۳ — چینی زبان کے لغت و قرآن میں

اے گنہگار! اللہ بخیر و عافیت

۶۲۱

مناقب علی بن ابی طالب

اسلام اور ہندو مت:

۱- اسلام اور ہندو مت کی بعض مشترک تعلیمات

برکتکم مت:

● اگر از غمتی صاحب ادب دارد و جناب یاداندگیانی

۱. رنگ فرمیه :

۱۲۴۔ سند عبدالرزاق از ابن ابی شیبہ

بابی مسجد، وام جہنم بھی، مستانِ عزات:

۸۶۹ جناب مرزا جان محمد رفیع الشما

تقسیم کی طرف:

۸۶۶ حضرت شیخ محمد جان ہاتھی دہائی کی داستانِ نزول — خطبہ استقبالیہ

مشرق کی کتاب خانے:

۸۸۱ ترکا کا ایک غیر معروف کتب خانہ پرہیزگار احمد آتش

۸۹۷ ماستبول کے کتب خانے ڈاکٹر محمد رفیع

۹۱۷ بروم کے کتب خانے کے چند فارسی خطوط ڈاکٹر سید نعیم الدین

کتاب خانہ خداداد بخش:

۹۲۳ خداداد بخش پرست خطوط فارسی ڈاکٹر اختر احمد مدنی

مراۃ العلوم کے تصانیف

حصہ انگریزی:

..... حیدر علی اور تاجپو سلطان کے عہد میں مذہب پرہیزگار محمد حسن

۱۳-۱ اور سیاست

۲۳-۱۳ کشمیر میں اسلام پرہیزگار محمد حسن

حرفے چند

کسی اچھے تاریخی کلمے کچھ ایسی بات کہی تھی کہ جب کوئی نئی کتاب چھپ کے بازار میں آتی ہے تو میں پڑھنے کے لیے کوئی پرانی کتاب اٹھا لیتا ہوں۔ پوری تو نہیں لیکن کچھ اس سے مٹی جتنی کیفیت ہم لائبریری کے خادموں پر بھی گزرتی رہی ہے اور جی چاہتا ہے کہ پڑھنے والے نئی چیزیں پڑھیں تو کبھی کبھار پرانوں پر بھی نظر ڈالتے ہیں۔ ۱۹۹۱ء سے جرنل کو کچھ ایسا ہی موزون کی کوشش جاری ہے۔

اس احوال کے پس پردہ اصل مشاعرہ ہے کہ پڑھنے والوں کو وہ سب کچھ مل سکے جو انھیں نہیں مل پارہا ہے تاکہ اس سے وہ کچھ حاصل کر سکیں جو ابھی تک نہیں کر پاے۔ ایڈیٹر کو اس پر بے کے شہادت سے بہت کچھ فائدہ ہوا اس لابی جابا کردہ اس فائدہ کو صرف اپنے لیے سینٹ کے نزدیک ہے۔

— ضمیر

نعت

جگر کی یہ نعت تھری یونس سلیم صاحب
 کا تھو ہے۔ شاعر نے یہ نعت یونس صاحب کے
 والد مرحوم یوسف صاحب کو اپنے ہاتھ سے
 لکھ کر دی تھی۔ ہم اس کے موجودہ مالک کے عزیز
 ہیں کرامتوں نے یہ نعت اب تک ہمارے
 لیے اٹھا رکھی تھی۔ غالباً یہ اب تک بھپی نہیں
 اور عکس تو یقیناً نہیں!

جگر صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

نعت ابراهيم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نعت ابراهیم خلیل

نعت ابراهیم خلیل

له از لب عارفان

نادر مطبوعات

تاریخ نادر العصر

مفتی ذیل کشور

مقدمہ



ڈاکٹر انوار الحسن

مقدمہ علوم سائنس و ادب، عربی و اسلامیات،

لاہور، پاکستان



شرقی علوم و فنون کی دنیا میں مشرقی نوکشتہ کی ذات محمدت تعارف نہیں کیوں کہ انھوں نے انیسویں صدی کے ہندستان میں اپنی انتھک کوششوں اور بے پناہ وادارہ دارانہ جہتوں سے نہ صرف علوم و فنون کی ایک دیرپا مثال روشن کی بلکہ اسکی صنعتی ترقی کی عزت بھی عیاں کی اور تعمیر کی قدیم اچھیا۔ ان کے مشہور ماہر نوکشتہ پرسیہ کی شاہیں نے اب ہندستان کے پڑے پڑے شہروں بلکہ لندن میں بھی قرائتیں لکھنویوں کا قیام کرکے اور پڑیا کرکے شہر بنڈت میں کاغذ برسی کا پیرا کارخانہ انکی صنعتی و تعمیری صلاحیتیں بڑی چمک اور ہر صنعتی تھیں شان دار تحقیف ہندستان میں اپنی فہمت کا یہ ادارہ دارانہ حق میں کی نظرسپس ملتی کہتنی جی ساہیہ کا وہاں مل کر بھی مرقوس میں دو کیم بنی نہیں اسے سکیتیں جو کیم اسٹیم سے جی چکے۔ فی انکی سہرت اور ہندی و پنجابی زبانیں اس کے پریس کی جہت میں۔ انھوں نے سازباز کے قیمتی دلی مایوں کے زمانہ کی سہرت سے چکر وگوں تک پہنچا اور اس طر اتات مرقی غنی عورت نام دی۔ لایہ بریوں اسکوہوں کا پیرا داروں اور یا پیرا داروں کا قیام اور ان کی ادارتیں جی بڑی فیامی اور اریا دلی سے کرتے تھے۔ غریبوں کو جی اور نہ ذرت مندوں کی عافیت اور اہل علم کی قدرتی عزت واران کے عتبہ کا احترام کرتے تھے۔

تخصیص و تالیف کا شوق بھی جاری رہا۔ میرٹھ عائد بہ توفیق و احسان "راجہ ناک" کے تحت تالیف ہو گئی۔
 حیدرآباد میں کافی عرصہ اور اہمیت سترہ برس انھوں نے قدیم خاندان و جہتی سہارنپور کی تیار کیا۔ یہاں کی یہ مختلف تاریخ و تہ
 کا ہے۔ ابتدا میں لکھنؤ کے دور پر غور و تہذیب اور ہندوستانی شد و س کے بارے میں بھی مختصر بحث کی گئی ہے۔ ہندوستان کی
 معینات کا، گزشتہ دور و معلومات، انگریزوں کے لکھنؤ کی تعمیر و ترقی، ان کے سرکاروں کی شکایات، ان کا بیان بہت عمدہ ہے۔ یہاں
 پر لکھی ہے اور اس کا نام ہے۔ "راجہ ناک" کے تحت تالیف ہو گئی ہے۔

[illegible]

کی دہشتِ مغلیہ دور کے فضلاء نے کیے تھے۔ یعنی کاجر جہاں تجارت بہت مشہور ہے۔ اس کے اٹھارہ حصے ہیں جس کو مطیع نے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ اس کے ساتھ رامائن کے متعدد فارسی تراجم طبع ہوئے جن میں رامائن مسیحی 'رامائن' امر پرکاش وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ہندی نو لکھنؤ نے سی رکتھ نہیں کیا انھوں نے ہندو مذہب کی کئی سوتجوں کی بڑی کتابوں کے اردو زبان میں تراجم شائع کیے کیونکہ اس زمانہ میں اردو ہی ایک ایسی زبان تھی جو سارے ملک میں رائج تھی۔ خاص طور پر شمالی ہندوستان کے باشندوں کی کثرت اس زمانہ کو ذریعہ ظہار خیال مانئے ہوئے تھی 'ہول چال' کے زمانہ میں اردو تھی۔

مسلمانوں کا مستند بھی اٹھ چکا یہ تاریخ تو علیٰ وارث فارسی زبان میں تھا۔ منشی نوکشور نے پہلے ان زبانوں میں مطبوعات کے نسخے حاصل کیے۔ وہ اس کے بعد مطبوعات مخطوطات تلاش کیے۔ وہ ان کو ماہر زبانوں کے زیرِ نظر کون کئی مکتبی یا خانگی ہو تو درست کر دیں۔ اس طرح بہت بڑے بڑے شائقِ کتاب کے کتب خانوں پر بہت مفید خوشی و امداد فرمائی۔ ان کی کتب کے فارسی ترجمے بھی میں کرائے۔ یہ ترجمے برائے وہ ہندوستان میں بہت عرصہ قبل ہو چکے تھے مگر بہت کم کی قیمت بھی اتنی تھی۔ ان کے مسودات محض کتب خانوں اور عالموں کے پاس محفوظ تھے۔ ان سے مماثل یا غارِ یتا حاصل کر کے طبع کرائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ تمام مستند کتابوں کو اپنے شعبہ تحفیف و ترجمہ کے دانشوروں کے ذریعہ ان زبانوں میں منتقل کرایا۔ اس کے لیے بہت بڑا سرمایہ خرچ کیا۔ حدیثِ تغیبہ و رفیقہ کی شاید ہی کوئی مستند کتاب جو اس کا ترجمہ ہو وہیں نہ ملے۔ وہ بعض مشہور و نامور کتب میں بھی ملے۔ اس کے علاوہ مسابقت کی کچھ کتابیں تو وہ تصحیح کر لیں۔ ان میں سب سے بڑی ایک کتاب "تغیبہ و رفیقہ" برعکس ہے۔ حوالہ کتاب کی رو سے اس میں سب سے بڑی تغیبہ ہے اور "تغیبہ و رفیقہ" بڑا مشکل ہے۔ اس کی بڑی تغیبہ ان دور کی رو سے بہت مشکل ہے۔ وہ اس کی دو اور کتابیں سنیں۔ ان کے کتب خانوں میں بھی سب سے بڑی کتاب "تغیبہ و رفیقہ" ہے۔ ان کی تصحیح و ترجمہ کے لیے وہ جو محنت و زحمت کرے۔ وہ ان کی کتابوں کی تصحیح و ترجمہ کے لیے بہت بڑا سرمایہ خرچ کیا۔

منشی و مکتور نے علامہ فیض کی سبوروں میں نقطہ فقیر قاسمات کی حسان م سواہج پہنایا ہے۔ اس کا مستند نسخہ رک کوکند کے کسی تاجر وادارت سے حاصل ہو تھا۔ اس خط عربی رس میں مارشک کی مستند کتاب قلم کی کافی رسائی میں ترجمہ کنی سوساں پہلے یوں کے رسائی خبروں کے رسائی میں ہو تھا۔ اس کی مستند تفسیر مختلف کتاب ناموں میں موجود تھیں۔ لیکن اس وجہ سے اس کی مکتور نے اپنے مکتور سے شائع کیا اس میں رک و وقت حاصل ہے۔ مکتور نے سب سے زیادہ توجہ دو زبانوں اور سنی کتابوں کی طاعت و تساعت پر صرف کی۔

ان کی شاعت محدود رہی۔ قومی یکجہتی کے لیے اس وقت عوامی اداروں کے علاوہ حکومت نے بڑے پیمانہ پر جو تحریکیں چرائی ہیں ان پر لاکھوں روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔ لیکن منشی نو کشور نے تنہا اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر بھاری ہیں۔ انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے مختلف طریقوں سے کوشش کی۔ دونوں مذاہب سے ایک دوسرے کو واقف کرانے کے لیے دونوں کی مذہبی کتابیں ان کی پسندیدہ زمانوں میں طبع کرائیں۔ کاروبار کے سلسلہ میں دونوں مذاہب کے کارکن شائد سے شائد ملا کر کام کرتے تھے کبھی کسی قسم کا حقد پیدا نہیں ہوا۔ وہ علماء اور صوفیاء کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بقول ناظر کا کوردی مرحوم۔

چند ممتاز ہندو بزرگوں کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ جو احترام بزرگانِ دین کا منشی نو کشور کرتے تھے وہ بہت کسلان بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ واقعہ بھی بے شک اہلک کی اشاعت میں منشی نو کشور کی قدر آئندہ درخشاں ہیں۔

اودھ اخبار کے ذریعہ انھوں نے ملک و قوم کی بہت خدمت کی ہندو مسلم اتحاد اور یک جہتی کے لیے جو تحریک ہوتی تھی اودھ اخبار اس کی خوب تشہیر کرتا تھا۔ دونوں قوموں کے تہواروں کے موقع پر خاص نمبر شائع ہوتے تھے۔ مضامین اور نظمیں لکھنے والے ادیب و شاعر ہندو بھی ہوتے اور مسلمان بھی۔ اس اخبار کے اڈیٹر ہندو بھی رہے اور مسلمان بھی۔ سب سے زیادہ مشہور و مقبول اڈیٹر تن ناتھ سرشار تھے جن کے زیرِ قلم کا بیچ فسانہ آزاد کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ اس فحیم فسانہ کا اردو زبان و ادب کی تاریخ میں ایک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ اودھ اخبار نے اردو زبان و ادب اور صنعتِ صحافت کی جو خدمت کی اسے کسی دور میں بھلا یا نہیں جاسکتا ہے۔ منشی نو کشور نے پہلی بار مضامین کا معاوضہ دیے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اخبار کے نام گزار اور نمائندے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں متعین کیے اس میں بھی ان کو اولیت کا شرف حاصل تھا۔ انھوں نے غایتِ خلق اور احیاءِ علوم و طباعت و اشاعت وغیرہ کے جو منصوبے بنائے تھے ان کو اپنی زندگی میں تکمیل تک پہنچایا۔ وہ کار واری آداب سے بھی خوب واقف تھے اور ملک کی تہذیبی اور ثقافتی ضروریات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کی دلچسپیاں کار و باری زندگی تک محدود نہ تھیں وہ علم و دوست و عالم شناس تھے۔ صاحبِ کمال فنکاروں کے بڑے قدر والے تھے ان کے مطبع میں ہر علم و فن کے ماہرین کا اجتماع تھا۔ سب کے ساتھ ان کا رتاؤ چھا تھا۔ سب کو فکر و محاش سے آلودہ کر کے ان کی خدمات سے استفادہ کرتے تھے۔ انھوں نے سماجی خدمات نہایت غلصہ سے انجام دیں۔ ان کی کوشش سے لکھنؤ میں جلسہ تہذیب کا قیام عمل میں آیا تھا جو ہندو مسلم کی دکان پر مبنی گیا۔ اس انجمن

کے جلسوں میں وہ تقریریں کرتے تھے، اور حق بات کہنے میں حکومت کی خفگی کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے۔ اس کا اندازہ اودھ اخبار میں ان کی شائع شدہ تقاریر و تبصروں سے ہوتا ہے۔ حکومت یوپی کے حکام خاص طور پر ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ ملک کے متحدہ والیان ریاست اس بات کے خواہش مند ہوئے کہ ان کو وزارت اعلیٰ کی کرسی تفویض کر دیں لیکن انھوں نے اپنے لیے خدمت ملک و قوم کا جو منصوبہ بنایا اور جس پر عمل پیرا تھے اس کو کسی قیمت پر تھوڑا گوشہ نہ تھا۔ مہاراجہ سے پورے پیشکش کا ذکر ان کے سوانح نگاروں نے کیا ہے۔

علمی و ادبی مقولوں میں بھی ان کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ مرزا غالب سے ان کے تعلقات کا حال علیحدہ عنوان سے کیا جا چکا ہے۔ غالب ان کو بس نظر سے دیکھتے تھے اس کے لیے ایک خط کا اقتباس پیش نظر ہے جو غالب نے والہی خاں رعنا کے نام لکھا تھا کہ :

منشی نوکشور صاحب یہاں آئے تھے۔ مجھ سے ملے بہت خوبصورت، درخوش سیرت، سعادت مند اور

مقبول پسند آدمی ہیں تمہارے وہ مداح اور میں ان کا شائق ہوں ؟

لکھنؤ کے علماء اہل دانش و شعراء سے بھی ان کے مراسم تھے۔ اور ادبی محفلیں اور مشاعروں میں ذوق و شوق سے شرکت کرتے تھے۔ میر انیس کی مجالس میں خاص طور پر شریک ہوتے تھے۔ خود مطبع میں انھوں نے مشاعرے کی محفلیں منعقد کرائیں۔ ان کے مشاعروں میں نواب مظفر علی خاں اسیر سابق وزیر دارا اودھ بھی شریک ہوتے تھے۔ لکھنؤ اور اودھ کے دوسرے نوابین اور رؤساء خوشگوار اسم قائم تھے۔ اور ان میں سے بعض کی مدد سے نادر و کیاب کتابوں کے مخطوطات حاصل کرتے تھے۔ علاوہ فرنگی محلہ سے بھی روابط قائم تھے۔ مذہبی کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں ان کے مشوروں سے استفادہ کرتے۔ بعض علماء ان کے مطبع سے بھی وابستہ رہے۔ مولانا فرالدین فرنگی محلی سے خاص دوستانہ رسم و رواج تھی، انھوں نے ام فرانی کی مشہور تصنیف گیمیانے سعادت کا ترجمہ اردو میں کیا تھا۔ اس کا ردیاچہ خود منشی نوکشور نے ہی تحریر کیا تھا۔ منشی نوکشور چاہتے تھے کہ علوم و فنون کے پیش بہذیروں اور قدیم تہذیبی و دھرمیوں کو

زندہ رکھا جائے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں سرکاری اور نجی کتب خانوں کو جو مقصد پہنچا تھا اس کو انھوں نے خود دیکھ لیا تھا۔ وہ انتراج سلطنت اور دھڑ اور شاہی خانہ دلوں کے مصائب سے بہت متاثر تھے۔ جب مطبع کا کاروبار شروع کیا تو اس کو یہ فکر اس گیر ہوئی کہ مختلف ذرائع سے نادر و کیاب مخطوطات تلاش کر کے ان کی اشاعت کا نظم کریں خاص طور پر ان مذہبی حلقوں اور تاریخی فیضیہ مدارس پر زیادہ توجہ کی، جن کی اس زمانہ میں ضرورت تھی۔ ان کے ساتھ مداحوں و مصائب کے نصاب میں شامل ہونے والی کتاب کی

تحفہ کرنیل میڈ

TOHFAH COLONEL ABBOTT.

یعنی واسطیہ ادگار نام جن کا کرنیل ساڈ میں ایک ایسٹ حبیبہ ہائڈر شہر لکھنؤ کے
نشی نول کشوپر پریس میں نے مختصر کیفیات بہت تواریخ او وہ عمدہ اجیل شاہی

تواریخ نادر العصر

طبع ایسٹ انڈیا کمپنی نے غلام شاہ کے لکھنؤ میں کرنیل صاحب مختصر ایسٹ حبیبہ ہائڈر شہر لکھنؤ کے
ایک بولین رعایا و باغیافت ہو عجلت تمام واسطیہ پیش حبیبہ ہائڈر شہر لکھنؤ کے

مقام لکھنؤ میں

کا گزراں مطبع نشی نول کشوپر پریس میں نے مختصر کیفیات بہت تواریخ او وہ عمدہ اجیل شاہی

فہرست مطالب تواریخ نادر العصر

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱ | ذکر حالات گزینل صاحب | ۱ |
| ۲ | گزینل صاحب کا ولایت جانا | ۹ |
| ۳ | شکریہ روزگار عمائد شہر | ۱۰ |
| ۴ | جواب شکریہ از جانب کشر صاحب | ۱۲ |
| ۵ | مضامین تمیید شکریہ و اوصاف صاحب موصوف | ۱۵ |
| ۶ | قصائد و اشعار | ۱۶ |
| ۷ | ابتداء | ۱ |
| ۸ | ہندوستان کے راجاؤں کا سلسلہ | ۱۱ |
| ۹ | علم کا بیان | ۴ |
| ۱۰ | ہندو مذہب کا طریق | ۱۱ |
| ۱۱ | ہند کا حال | ۶ |
| ۱۲ | ہند کے باشندوں کا ذکر | ۸ |
| ۱۳ | جدول جمعہ بیات ہند | ۷ |
| ۱۴ | پادشاہان اسلام | ۱۱ |
| ۱۵ | نسطرہ کا کہنہی و متحدہ عادات ہند اوسے زمانہ کا | ۹ |

فہرست مطالب تواریخ نادرا و پسر

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۷ | نادر کا حال | ۱۷ |
| ۲۸ | ذکر محمد دولت ملکہ معظمہ | ۱۸ |
| ۲۹ | رونق تازہ | ۸ |
| ۳۰ | جدوں ریاست اسے متبدد ستانی | ۱۹ |
| ۳۲ | جغرافیہ اودہ | ۲۰ |
| ۳۲ | اودہ کا بیان مع اسما و ضلاع | ۲۱ |
| ۵۲ | ریاست اودہ حال نواب سعادت خان برہانپور | ۲۲ |
| ۵۴ | حال نواب صفدر جنگ | ۲۳ |
| ۵۷ | جنگ میر قاسم خان با انگریزان | ۲۴ |
| ۶۱ | ذکر نواب شجاع الدولہ | ۲۵ |
| ۶۲ | ریاست اسے تبدیل کنندہ کی شورشیں | ۲۶ |
| ۶۴ | وقائع احمد خان جنگش | ۲۷ |
| ۶۶ | ذکر نواب آصف الدولہ | ۲۸ |
| ۶۳ | ذکر مرزا فرید علیخان | ۲۹ |
| ۷۵ | ذکر نواب سعادت علیخان | ۳۰ |

فهرست مطالب تواریخ نادری العصر

| نمبر شمار | مضمون | صفحه |
|-----------|---|------|
| ۲۸ | ذکر نواب غازی الدین حیدر پادشاه | ۸۳ |
| ۲۹ | ذکر سلطنت نصیر الدین حیدر پادشاه | ۹۱ |
| ۳۰ | ذکر شاجان | ۱۰۳ |
| ۳۱ | ذکر نصیر الدین محمد علی شاه پادشاه | ۱۰۶ |
| ۳۲ | ذکر امجد علی شاه پادشاه | ۱۱۱ |
| ۳۳ | ذکر سلطنت واجد علی شاه | ۱۲۰ |
| ۳۴ | تذکره تعمیرات مکتوبه ذکر اکتاف تعمیرات موجوده | ۱۳۶ |
| ۳۵ | ذکر باشندگان مکتوبه | ۱۶۸ |
| ۳۶ | خاتمه | ۱۷۳ |

درین

خاک

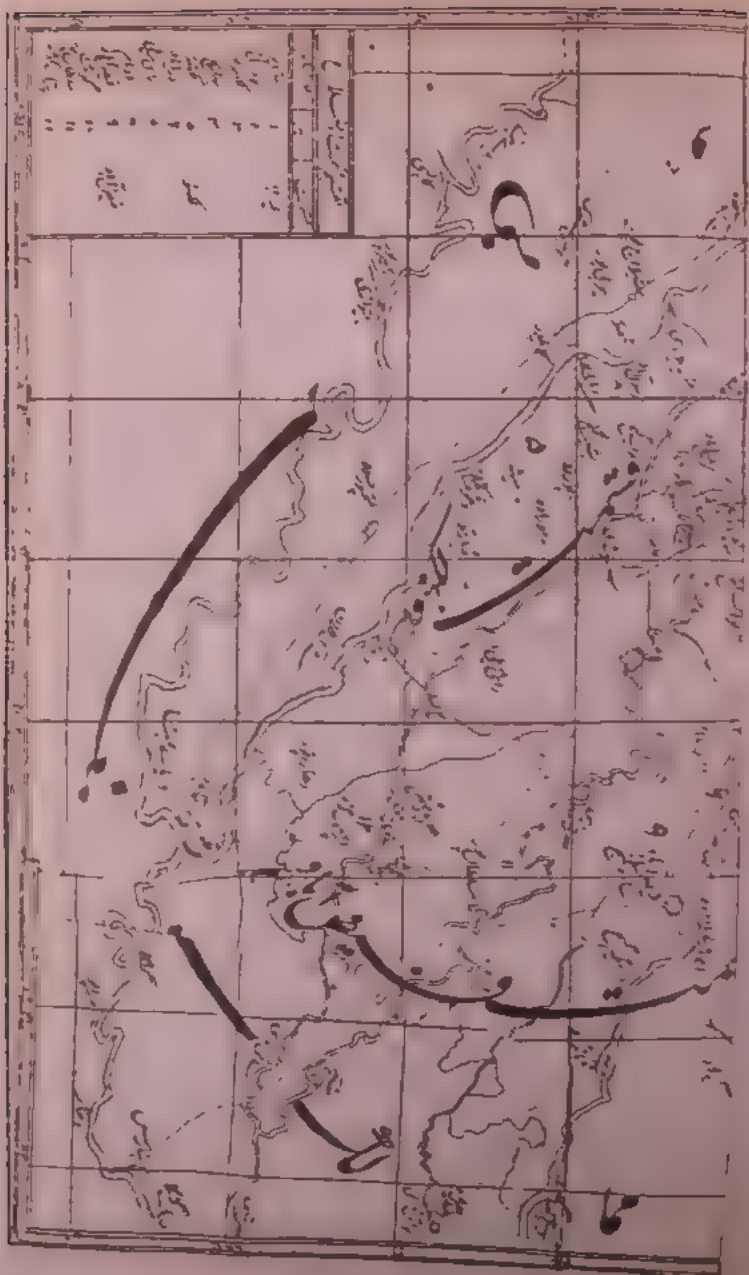
در

در

در

در

نموده
بیت و قیاسات





بکھوٹان

بکھوٹان
بکھوٹان
بکھوٹان

ہواستعنان

این نامہ کہ خاں کرپڑیا
توفیق قبول روزیش باد

راقم حروف پیچیدہ نزل کثرت جامع ابراق ناظرین اولی الایصال
خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ جب غدر شدہ اے کے بعد یہ سپہ سالار
ملک پنجاب سے شہر اکبر آباد میں پونجا بعد چند سے یعنی اخیر شدہ
لکھنے کا اتفاق ہوا یہاں جناب فیضاب کرنل میٹ صاحب بہادری
لازمت کیلئے خاصیت سے جو ہوشیار پور متعلقہ پنجاب کی دینی
سے عمدہ جلیلہ کٹھری و سپرنٹنڈنٹ قسمت لکھنے متعلقہ صوبہ اور پڑھتے
لائے تھے ساعت سعید میں عزت و امتیاز حاصل کی بسا پنجاب میں
مطابق متعلقہ راقم کا مسرت تمام قدروانی حکام سے مشہور شہر فوجی
جناب صاحب مروج سے باوجود کم ہضاعتی کے اسباب و آلات
کلکتے سے یہاں لایا اوسوقت سے آج تک باوجود نشیب و فراز
خاص غلامی جناب محترم ایہ کے سبب سے یوں فائدہ مارتی رہی
موقع احوال ضرر میں برعکس فائدہ سے حاصل ہوئے اب کہ شدہ
صاحب محترم ایہ پانچ برس کے بعد آسایش و معافی و صحبت مہربانی کے
لیے پندرہ مہینے کی فرصت لیکر عازرہ ولایت ہونے لگے

موصوف کے احباب کیا صاحبانِ نبی رتبہ کیا روسا و عماد شہر کو
 جدائی اور کی بہت شاق گندی اس قریب میں پاس نامے پر
 گئے دعوتین ہو میں لہذا بقول آئندہ فکر ہر کس بقدر محبت اور ست حقیر
 بھی موقع مناسب جھک جتنے عشرے کے اندر یہ مجالِ تالیفات قدس
 سے انتخاب کر کے اور کچھ اپنی یادداشت سے بڑھا کر اس ضیافت
 مرجات کو پیشکش خدامِ عالی مقام کیا کہ تشریف آوری بطور یادگار نفیر
 بازوی بیگار رہے اور اس نام نامی سے مجبور اور میرے مطبع کو
 تبرک حاصل ہو اگر قبولِ فخر ہے عز و شرف چنانچہ قبل اظہارِ مطلب
 اولاً حالاتِ تشریف آوری صاحبِ محترم الیہ کے ہندوستان میں اور
 کارگزاریہایِ عظیمہ بعد اسکے وکرا پاس نامہ کا جو روسا و عماد نے
 جس عنوان کے ساتھ پیش کیے گئے تشریح حقیقتِ حال اور اخیر میں
 قصائد و قطعات جو صاحبِ ممدوح کی مدح میں اس مطبع کے متوسلوں نے
 موزین کیے ہیں لکھے اگرچہ یہ وہ محترم استخفاف کے قابل نہ تھا لیکن

کند ہر کس بقدرِ شوق منت گزارا یہاں

زیارانِ تھنہ دیگر ز مظهرِ جانبِ پارہا

کرنیل ایس اے ایٹ صاحب دار کٹر کٹر



LIEUT.-COLL. S. A. ABBOTT,

COMMISSIONER, LACKEOW DIVISION.

*Book, my life are, perfectly may attend to
whomend. new and cret.*

حال ابتدا سے آمد جناب کرنیل ایس ای
ایمٹ صاحب بہادر کا ہندوستان میں

ششترع میں کرنیل صاحب ہندوستان میں ولایت میں داخل ہوئے
دوسری سال اسی عہد پر مقرر ہو کر سہ ماہ ۲۲ء میں ہندوستانی بیج کو
بھیج کر غنہ روز کر بعد دہائی تبدیل ہو کر ۱۵ء میں ہندوستانی میں مقرر ہوئے
اور اسی فوج کو ساتھ ساتھ ششترع میں شیخا والی کی لڑائی میں موجود
رہے جب سہ ماہی گڑھی فتح کی گئی اور وقت صاحب موصوف چند کی پیشانی
پر شہر بیدس لڑی اور صاحب مدح سالو میں بھی رہے اور ترجمہ ہوئے ششترع
میں ماتحت کرنیل سرسہری لارنس صاحب مرحوم کو اور وقت میں کیا
محکمہ پائیش کے ہشت مقرر ہوئے پانچاویں وقت میں وفات کرنیل لارنس صاحب
روز بروز جان میں دوستی ملی آئی صاحب موصوف جبکہ عہد افقہ کا ملا
ضلع کو رکھو۔ والد آباد کی پائیش کی ششترع میں بندوبست کا حکم دیا
تعلق ہوا اور انھوں نے ضلع کا پور و جو پور کو سید ضلع بنا کر ضلع
واقع تبدیل کئے کو پائیش کیا اور جب ششترع میں تخفیف مصارف کے
سبب کرنٹ لڑی پائیش کو محکمہ کی تخفیف کی صاحب موصوف لارنس وقت
میں عہدہ کیا پائیش کا تھا فسر کہ یہ اختیار جسٹری بہرہ کب گورنر جنرل
اور اسٹریٹس فوج کو جو کابل سے لوٹی آتی تھی فیروز پور کو جانا تھا مقرر

یہ سب سبب پائیش میں ہوئے

جو سے ششہائے من جب کپ ٹوٹا صاحب موصوف بعد از ایدیکانگ
 یعنی مصاحب لارڈ ایلن یا صاحب گورنر جنرل کو مقرر ہو کر مہماں ہشتم الیہ
 کلکتہ کو گئے ماہ اکتوبر سنہ مذکور میں صاحب موصوف تخت کرنل
 چند صاحب بہادر سنی بی اجٹ گورنر جنرل اضلاع غربی و شمال کے
 اسٹنٹ مقرر ہوئے اور ماہ جون ۱۸۴۳ء تک ضلع لدھیانا و فیروز پور
 انڈیا کے تعلق رہا اس ۱۸۴۳ء میں دن پامی پٹنن نے جو بندہ کو جاتی
 تھی بغاوت کی اور خون اس بات کا ہوا کہ سکھوں کا ارادہ تھا کہ نیک
 ہی رہتے کنارے دریا سے تلج کے ایک فوج خالصہ کی جا کر تعمیر ہوئی
 مگر چونکہ رات کی وقت ان کے سردار مارے گئے وہ یوں لاہور کو آئے
 بغاوت سے بھری ہوئے واپس آئے چند روز بعد صاحب موصوف کو مکر
 بیامیش و بندوبست ضلع کیشل کا ہوا مگر اختتام اسکا مزہ کا بوجہ
 حاکم ثانی سکھوں کے کہ جہاں دسمبر ۱۸۴۳ء میں ہوا اور وقت برادشت
 صاحب نے خاص چٹھی لکھ کر صاحب موصوف کو طلب کیا کہ آ کے
 انھرام رسد فوج جو جمع ہو رہی تھی آئیں صاحب بہادر سب نظام
 اسکا کر کے بچاؤ کوں گھڑ سے پر سوار ہو جناب گورنر جنرل بہادر
 سے انبائے میں جا کر اس وقت خبر ہو چکی کہ سکھوں کی فوج دریہ
 تلج کے پار اتر آئی ہے تب صاحب موصوف کو حکم ہوا کہ کسوی

سپاہ پر جا کے فوراً ۲۹ رجمنٹ اور ایک نمبر فیوزیرس پلیس لے آئے
 اور سیوٹ پتھیل حکم صاحب موصوف گھوڑے پر سوار ہو کر شام
 کسولی سپاہ پر جو ۴۵ میل تھا پہنچے اور دوسری صبح فوج کو
 ہمراہ لیکر روانہ ہوئے اور گھوڑے عرصے میں کمپ گورنر جنرل
 میں داخل ہوئے اس بروقت مدد فوج سے ہارڈنگ صاحب
 نے دشمن کا مقابلہ مقام فیروز پور میں کیا اور میجر براؤنٹ صاحب
 و صاحب موصوف بھی لڑائی پر مصروف رہے مگر ایڈیکالک یعنی
 صاحب گورنر جنرل کلاہیکے ٹکی اور فیروز پور کی لڑائی میں
 سنبھلا ۱۲ افسر ۵ صاحب گورنر جنرل کے جوارڈ ہارڈنگ صاحب کے
 ہر کام تھے کام آئے اور میجر براؤنٹ صاحب بھی اذیتیں
 ایک صاحب تھے جوار سے گئے اور ۵ صاحب گھایل ہوئے کمنجھل
 اور کمر صاحب موصوف بھی ایک زخم رسیدہ تھے یعنی صاحب موصوف
 کو ایک گولی بائیں اٹہ سے ہو کر نکل گئی اور ایک گاندھو کر ٹرسٹیک
 پہلی میں جا گری چھہ ہفتہ تک صاحب موصوف اس درد و تکلیف
 میں فیروز پور میں مقیم رہے جب صحت ہوئی تب حکم ملا کہ دیہات میں جا کر
 تمبر رسیدگی کریں اس کا رگزار ہی کی تعریف کی رپورٹ ولایت میں
 ہوئی اور تب کہنا صاحب سپاہ کو عہد پر وٹ میجر کا صاحب گورنر ہارڈنگ

گورنر جنرل نے ایک تحفہ اور لقب انگریزی ایڈیکٹنگ سے
 انگریزی صاحب کا عطا فرمایا اور وہ لقب آج تک سب صاحبان
 گورنر نے جو بعد لارڈ ہارڈنگ مقرر ہوئے برقرار رکھے۔
 ایچ انگرام بندوبست ضلع کتھیل و لڈ و ایسٹر صاحب شہنشاہ
 میں منسلع انبالہ میں مقرر ہوئے جب سکھوں کی دوسری لڑائی
 ہوئی صاحب موصوف اسی ضلع میں مستقر تھے وہ بھی وقت
 نہایت آزمائش و بیدار مغزی و بہادری کا تھا کہ شہنشاہ میں ہوشیار پور
 کے عہدہ صاحب بن کر مقرر ہوئے اور اس ضلع میں عرصہ کے
 صاحب موصوف نے کمال رفاہ و آسائش رسانی خلافت سے
 نئے انتظام انگریزی کو اسی ضلع میں بنایا صاحب ہی کا کام تھا
 اور وہاں سے تھوڑے دنوں کے بعد بوجہ ناسازی مزاج
 پندرہ مہینے کی خدمت لیکر ولایت کو تشریف لیگئے ماہ فروری
 ۱۸۵۷ء میں راجست فرمائی شہنشاہ میں بلوہ ہوا چنانچہ شہنشاہ
 ۱۸۵۷ء کی بابت صاحب موصوف کی مفصل کارگزاریاں پنجاب کی پورٹ
 میں مندرج ہیں ایس ایم غدر کا انتظام ایسا عمدہ کیا کہ نہ آسائش
 رعایا میں خلل آیا نہ دست اقرع باغیان سے ایس ضلع کو سرخوش
 کمال بیدار مغزی و بہادرانہ طریق سے ضلع ہوشیار پور کا انتظام

برقرار رکھا کہ آنروے سٹیج کے سب ضلعوں میں تھیں
 ونازہ بلوہ مشعل تھی اور گریڈ پیش میں غدر کے نتیجے میں
 لوٹ مار جو خرابی سے شہر بپا تھا مگر صاحب موصوف کے
 انتظام و حلاق و غریب پروری سے جون تک نہ مری کرلی
 سرہنری لانس صاحب بہادر چوکی چیف کمشنر اور دوتھے
 یجرا میٹ صاحب بہادر کو قائم مقام کمشنر لکھنؤ فرما کر تیار بنی
 خبر بھیجی تھی لیکن تا کی باغیوں نے مستقل شہر دہلی ہنگامہ غدر
 میں کاٹ ڈالا تھا اس سبب خبر پونہ جیکہ مشہورہ میں
 سر رابرٹ نیگرمی صاحب بہادر چیف کمشنر بنے اور ہی
 عہدہ کمشنری لکھنؤ پر مستقل فہرہ پایا اور ماہ اپریل میں لکھنؤ
 شریف لاسنے اب لکھنؤ میں تشریف لائے ہوئے چوبیس
 پانچ برس ہوئے اور اسی جگہ عہدہ کرنیلی کا حاصل کیا
 اس زمانہ پر آشوب غدر میں اس عہدے پر لکھنؤ میں فوج
 ہوئے تھے کہ شہر اور جائزہ پڑا تھا اکثر مقامات پر آدمیوں کی
 لاشوں کی بو سے دماغ مڑا تھا خلق اللہ میں بھی
 اپ ڈر سے کاپتے تھے فوج میں باغیوں کی لوٹ مار
 غدر سے شہر بپا تھا اور آواز قوب و تفنگ سے افسانہ مگر

شب در در مستعد جنگ رہتے تھے چنانچہ خاص تدابیر حسب
 موصوف نے اس قسمت کی قسمت کو بیدار کیا رفاہ پسند
 اور آرام دہی سے رعایا کو تسکین دی اور آبادی میں توجہ
 فرمائی غرض عدل و رحم صاحب موصوف کا بیان کی حد سے
 بہت خونِ خطر اپنے وطن کو آسے خانہ آبادی و دولت روز افزوں
 سے آبادی شہر مونی شہر کی لوٹ اور داک اور چوریوں کا اندازہ
 کیا گیا غرض یا پنج برس فافہ و آسودگی خلافت میں ایسی توجہ
 کی کہ آج کے دن صاحب موصوف کے مامداد صاف کو
 یاد کر کے فخرِ جہانی کا قلق سہا نہیں جاتا۔

غرض ابتدا سے آمد بندوستان میں اس ۱۲۳۱ھ تک
 ۳۴ برس بندوستان میں سبب خدا آسائش و حافی تہناتی
 نصیب کرے اب بن شریف صاحب مجتہد ایدہ کا ۵۲ برس کا عمر
 اس بیان سے جانا چاہیے کہ صاحب مجتہد اب نے کیسی بی شہادت
 سہین ابتدا آمد بندوستان سے اہم کاموں کی انجام دہی کیا
 اس ۳۴ برس میں جس مقام پر رہے رفاہ و خد و کار سرکاری
 اپنی آسائش پر مقدم سمجھے اور خصوصاً اس پانچ برس کی کشتہ نشینی
 ۱۰ لاکھ آدمی کو اللہ رحمت دلی و انصاف صاحب موصوف کا راجحہ

کریل امیت صاحب بہادر کمشنر

کشمور کا رخصت پروا لیت کو تشریف لیا

ای خرم از مرغ خشت از مرغ بزرگ رفت بی کل ریت ہا

ریت کی ہم ہوتا ہے سہ تنہا وہ سنہ کے چہ نثرین تین تہریں ابریا

ایجاب معی تھا کہ یہاں سے لکھنؤ میں صاحب اکشر قسمت

کے بعد سب نے ورین خواہوں میں سب سا ہوگا ورین و زوی کر می بین

و صاحبان میل تقدیر کی منعقد ہوئی کریمہ بین محبت مری سب

ہر ورین مری و سب کو عدالت تفتیش روز کے سب نے پونچھی

حسرت ہی پر بھی سب سب قریب کہہ کہ سہ میں تھے کہانی

نماز تہاں و قضا اور سب کے بیان کی یہاں کجائش نہیں سب

مقتدرت و ابریت جناب محترم یہ سب شہ کے جوہر و سادہ و عوام

و عوام ان سب کا دل کجاں متاثر کرتا ہے محترم ایتھار سب

ورنہ و سانی و فراموشی و عدالت نور و ان کا تشریف مری

چنانچہ آرزو یہ ہیں کہ فیصلہ و سب و عدالت و سب کے

نواب سب کے بہادر کی تحریک سب پارہ پنی چنی متاثر کیا

حاصل کی امید سب کے عوام میں سب سب کے تشریف لیا

نقل سپاس نامہ از جانب شہزاد گلزن

وروسا و عمائد شہر لکھنؤ

سپاس نامہ خدمت کرنیل سائرس ایکس ایٹ صاحب ہاؤسٹرن
 سمت لکھنؤ و انگریزی ایڈکان جناب سستپال علی نقاب ذاب گورنر
 جنرل بہادر ویسٹ کے کشور ہند خداوند ملک از طرف جو شاہزادگان و
 عزیزان خاندان شاہی و ریسان و صاحبان و غیرہ ساکنان شہر لکھنؤ
 خاص کے نقاب حسن الدولہ بہادر نے پیش کیا +

حوکہ بعد فتح لکھنؤ و دفع باغیان و تسلط سرکار دولت دار گورنمنٹ انگلشیہ
 و روزاجلد س فرامی آپ کے عہدہ کشتری لکھنؤ پر جو اخلاق و محبت و تہذیب
 و شرفا پروری و عدل ستیری نسبت ہم لوگوں کے آپ کی جانب سے
 ظہور میں آئیں اسے شکریہ میں اس کے ہم لوگوں کی زبان قاصر ہے
 آپ کی بیدار مغزی و معاملہ فہمی کی نسبت تعریف و توصیف کرنے کی کیا
 حاجت انفصال مقدمات سے ظاہر ہے آپ کے انصاف و عدل کے
 کوئی شخص شاکی کی طرح حق تلفی کا نہیں ہے بلکہ واضح ہے بعد ایام عہد کے
 اس شہ تباہ ویرانہ کو اپنی عنایت سے ہم لوگوں کی قدر دانی
 و بھونے کے لئے سر نو آباد کیا ہر فرد بشر آپ کی محبت و اخلاق سے راضی

و شا کر سہا پ کے عہد سعادت میں بر طرح کا چین و آرام رہا اس عہد
جلیلہ کا بخوبی بندوبست و انتظام ہوا چاہے ایک باشندگان شہر کو آپ نے بڑی
وضاحت سے بجا یا مظلوموں کو ظالموں کے پیچھے سے چھوڑ دیا تو حق سے
باطل کو جدا کیا عدل اُستری در عایا پروری سے ہر کہ وہ کو مطمئن
روشا دکھا جس سے ہم سب آپ سے بدل اضی و ممنون و شاکرین
ہم لوگوں کو آپ کی مفارقت سے جو بد تشریف بری ولایت کے
بقرب غصت کے جو کچھ پہنچا ہوا ہے زبان قلم تحریر میں آسکے
اس لیے لیکن کچھ اختیار نہیں بجز اسکے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ
آپ کو سب حفظ و امان میں رکھے و بخیر و عافیت تمام منزل مقصود کو
پونہ جا سے اور جد آپ کی ملاقات سر تا آیت برفی جاہ و حشم بہیم
لوگوں کو نہرت اندوز کرے ترصد کہ اتنا ان مفارقت بہتر مثل ساگر
شفقت و محبت و عنایت و عفت نسبت ہم لوگوں کے مدعی
و مصلحت رسالہ نقد مرقوم ہمارا و ماہی مستند از روز سنہ
او سکوساعت مکرا جناب علی القاب صاحب خزائن سے موافق یہ تمہارا
جو کہ جواب پاسنامہ میں نصاحت خدا باہ سے حوالہ زبانِ نبشانی کر کے
آؤ بیذکر کہ میں شان بن بابرا را دیجی نیک گو بار ہی بسکہ مجرم طلب سے جفا
اور کہ منشی متابل ہی اسطے حسب الامر تصحیح شد ایضاً یہ طریق آباد

جواب سپاسنامہ از جانب کمریل سائرس کلسیٹ
 صاحب بہادر کشتہ لکھنؤ فی طب نبوہا میں لکھو
 بہادر شانبہادگان اہل امان و مہمان شہر لکھنؤ
 اسی نہ ہو پانچ برس کا عرصہ گزارا تو حسب طلب صاحب کی خدمت
 میں بڑے شکر کی صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ سب صاحبوں کو
 جملہ جیلہ شہر کی قسمت کمر کے پنجاب سے ملے گی جس سے
 شہر لکھنؤ فیان سے صاف ہو جائے گا جس سے ملک و سرکار کا
 سے جسے سو برس کا کئی پرورش کی رفعت سے اور تمام
 ہندوستان میں علم و دولت بن گیا شہر لکھنؤ میں کثرت مورچہ دار بندین
 ویرمی تھی مایہ شہر فارموشی و شہر جدید فوج سے کامی سے ہندو
 و دکنستان سے عادت و تہذیب و تمدن سے ایک ہی اور جہاں
 رعایا بقت و شکل تمام میں انتظام ہوا اور ایک موقوف نہوی
 اس کے صاحبان جو آپ سے نہایت سے سپاس میں تحریر فرما
 سے کہ ہم غلاموں سے دیا اوس سے کی ہیں۔ اسے جو مال
 مایہ آپ شانہ و بکون و مایہ و عادی شہر لکھنؤ سے خود نہیں
 اور تمام و افسانہ سے ہی میں لکھنؤ میں صیت میں ہو

جواب صاحب فرماتے ہیں کہ جسے راستی کو حاصل سے محمد و کیا اس میں
 ہم سے فخر کی بہت زیادہ توصیف ہوئی ہے یقین ہے آپ صاحبان کو نہ پتا
 ہونے چاہیے کہ تباہ کنے لھاؤں سڑی میں اعتقاد غلطیوں سے
 بدیع یہ ہے کہ بریک آپ صاحبان میں سے وہ دفعہ میں کہ وہ ترغیب
 قدرہ میں دین و نیک ہی و شوق بہت گھٹا ہی میں کہ شورش و ادا فرماؤ
 اور بڑی مدد یہ ہے کہ آپ صاحبان خود ہی سے کہ انکار و محتاجان کے
 اپنے عورت و کار و بار میں اپنی وقت توجہ میڈوں میں انگریز صاحبان
 میں سے ہیں کہ کئی صفائی میں نہایت بہتر ہوگا کہ آپ صاحبان
 کو اندیشہ کہ ہمارے توجہ میں فرماؤں و رہنمائی و اسطے صحت تائید
 دینا جسے تجویز کریں کہ یہ مشیت خود غلام ہو گیا و انتظام انصاف ہی میں
 ہی آپ کی امداد کو کوشش سے فائدہ بہتر ہی ہو سکتی ہے آپ صاحبان
 نے اس سے تقریر میری یا جوڑی وغیرہ کے طلب فرمائے جاتے ہیں تو
 وہ کو تکلیف تصور کر کے تین ہاں اس میں یہ تجویز باعث بہتر ہی ہے
 صاحبان کا ہے کہ ان کے وسیع سے پوچھتی رہے پتا وہ وہ وہ
 حاصل ہوگا اور غلام ہوگا کہ انتظام بہت نام نہاد رہا ہے بلکہ
 راستے احماسی دیکھنے حاصل ہو کر صاحبان مجسٹریٹ چیف و دیگر
 وکٹری فرماتے ہیں کہ اس سے کہ آپ کو تجویز لکھا میں یہ فرماتے ہیں

یہ مفید ہر ایک صاحبوں و خاص عام کے ہوگا ہماری نہایت خوشی ہے
 کہ آپ صاحبان میں سے جسے صاحب آنیری مجسٹریٹ مقرر کیے جاویں
 چند عرصہ گذرے کہ یہ امر تجویز ہوا تھا یقین ہے کہ اس واسطے متوی رہا کہ اسکا
 انتظام پنجاب میں جہاں اجرا ہوا اسحان دیکھا جاوے کہ کو قعین ہے
 کہ پنجاب میں یہ انتظام بہت مفید ہوا ہو امید ہے کہ جہو موقع مبارکبادی
 دینے کا وہ باب جلد بنے شرک آہنی کے آپ صاحبوں کو سنے کہ اس
 شرک سے شہر لکھنؤ کا پورہ ملی دھکتے ایک ہو جائیں گے اور اس شرک
 سے آپ صاحبوں کو نہایت فائدہ ہوگا کہ آپ قند و منزلت زمانہ میں گے
 اور دور دریش سامان میں کوشش تمام پیش قدمی کریں گے اور پیچھے رہیں گے
 اسی شانہ و کمان و نواب صاحبان و ریسان لکھنؤ میں شکر دلی اور کراچیاں
 کہ آپ نے اس طرز شائستہ سے مجمع دعای ہودی دی اور میری
 مراجعت کی آرزو فرمائی یقین ہے کہ آپ صاحبان کو کہ ہما اول لکھنؤ میں
 ہے اور ہم نہایت رنج سے واسطے گورہ آرام لینے اپنے وطن کے
 شہر سے جدائی کرتے ہیں الہامی آرزو ہے کہ اگر زندہ رہے اور
 اس عرصہ پذیرد یا پیش صیہ میں صحت حاصل ہو گئی تو ایک مرتبہ آپ
 صاحبان کے پاس مراجعت کریں گے اور اس سپاس نامے میں جواب دے
 بیانات مرانی آمیز تحریر فرمائے ہیں اسکا ہم بہت شکر اکر رہے ہیں

اور ہماری دعا ہے کہ آپ سب صاحبان تندرست و کامیاب رہیں و خوش رہیں

از مولف

صاحب ممدوح کے محاذ ذاتی و صفاتی عمل و قابلیت و خدمت و جہد و کوشش
بہرگز محتاج بیان نہیں +

چلتے چلتے انکی توجہ بریاز اور رفاہ پسندی اور عنایت جو عائد حال
خاص و عام ہی شدہ اور انکے سپاس سے اسے آشکار ہے یعنی جو
امور کہ مفید اور باعث انتفاع و بہتری خاص و عام کے ہیں انکی یاد و پیرایہ
پند و نضال میں دلائی۔ جس پر عمل فرمانا نتیجہ سودگی و بہبود خاص و عام +
یہ سب و سوزنی اور توجہ انکے عمدے سے ہو کر محض نیکذاتی و صفاتی
موجب ہے سرکار کا کام ایسا کیا کہ انصاف میں نوشیروان پرست کیسے
سعی پروری ایسی کہ ان باب میں کرتے خط و کتابت و سادہ کی قیامت تک
انکو نہ تو لینے +

ملک و درہ کے زہے طالع کہ یہاں سب حکام عادل و برعادر
اور نیکنام ہیں حسن خلق میں کینای روزگار ممدوح خاص و عام میں دیکھو
آسمان پر بہت ستارے موزون قدرت خالق سے ہر ایک کے
فائدے مقرر ہیں لیکن دن کو آفتاب کا جواب نہیں رات کے وقت
شامی ماہتاب نہیں شمع مہر سے میوٹن میں بجلی آتی ہی چاندنی اٹھتا

رس پڑھاتی ہی اسطرح صاحب موصوف اپنے معنات میں انہی عجائبات
فیہر وزی کے آفتاب شب امید کے مانتاب ہیں۔

العرض بعد رسم پاس کے صاحب والا نشان سوار ہوئے مجلس
برخاست ہوئی اور وقت کے انوس اور حسرت کا حال لوگوں کے
داع سے پوچھنا چاہیے مگر بان صاحب مہدیج الوصف کے امید
باز آدست البتہ تسکین قلوب مہاجرت ہے۔

یوسف گم شدہ باز آید کبغان غم مخور کلبہ احزان شور و زور کی گلستان غم مخور
وہ مہدیج کو بقریب نصرت صاحب مہدیج کی جناب فیضیاب نواب
محمد بن الدردجا درمیں اعظم لکھنؤ کے ریشمی و آتش بازی کے ساتھ
بڑی دیوید و جادو سے دعوت کی سبحان اللہ نواب صاحب کا
یہاں کنا شدہ کی ابرو بین سرکار کے دولتمذاہ حکام کے رضا ہوئے
و عاقل صاحب معنی الیہ کی حبائی کا قلع ایک زمانے کو بہت
اور سب دست بہ عاقلین کو مع انجی و المار بعد اتمام نصرت کے
پھر اپنے قدیم مہنت لزوم سے اس خستہ کو نیت اہم
اور دیہ ارضین کاٹار سے منور فرما بین آمین۔

سفر نعت بربک و سلامت و حق بازاری
قطع حرجاں عقیدت لعل شام طبع سلیم مرزا

| | |
|---|--|
| <p>لب بوی اندوہ سی معزوف فریاد و فغان یون کدا صاحب نے تھا کسل احی کچھ جلد آئیں گی بشہ طریقت سی مہمان دل ہوا ماندہ بسمل سوز و فرت سی پیمان یا الہی تاکہ ہی بنیاد کل آسمان یا الہی تاکہ ہی سر پر نیلی ساسان درختی جوون ردو جسطح بنو کل خزان اسی پہ پاپوس کو کو سوتی یاسان ہو سلامی در پہ سر طفل بہر دجوان دیکھو ان آنکھوں سی بظفت بزر خیلان</p> | <p>اکی اشک چشم استقبال مہر کے لیے ہر سیر دوست آیا ہر استفسار حال اس لیے چند ہی براغی سی اپنا عہد ہے بسکہ تھا اک مین بھی مہذول غنائے گھر بنی نائل بزبان اکی یا شمار دعا یا الہی تاکہ ہی بنیاد ہستی کو بقا اقتدار و عزت و اقبال صلابت ہے جلد پہ تشہیف لایین تا یہم جا تار لکھ نہ مین دہوم ہو ہر صبا کباب کی میں قصیدہ مدح کا اگر پھونکے باطن شاد</p> |
|---|--|

اسی قلم پس رخ فرقت سی نہیں لکھو
جوش غم کثرت پہ ہی کر اختصار داستان

ایضا

| | |
|---|---|
| <p>نہیں ایک صورت پہ رکنا بہا زمانہ نہیں قابل اعتسار تو ہی شکوہ شہم کی چشمہ شکار کسی جا ہی غم غنہ شکار</p> | <p>درینا گاہ یہ دور سیل و نہار کبھی کچھ کسی کچھ بھی کچھ ہی تنگ اگر چھپی دن کو بلبل کے مین کوئی چشمہ تر یا د احسان سی ہے</p> |
|---|---|

غرض تاکجا شکوہ انقلاب
 برقم گرفتارین رخصت ہی چند
 وہ محسن کہ جس سے عین جہنم
 وہ سردار جسکی کہ در سے کبھے
 غریبوں پر احسان میریون لطیف
 اود بعد تاراج اک دشت تھا
 وہ مجرم جو مایوس تھی ریت سے
 رہا کون باقی وہ صاحب غرض
 خداون پر اور انکی الطاف پر
 الہی رہے عمر و دولت سدا
 بیڑی اور بھی اون اقبال میں
 کہ کتاب بیان لطیف اوصاف میں
 مری پر پیش کا جو یا خیال
 وہ احسان کی جہنم کچھ نہیں
 تن تو یہ تھی کہ تازہ مذگے
 رہیں یوں ہی مسنون احسان سدا
 وہ اکھین کہ جہنم کی دیکھو جہنم لطیف

گداز اس سے امی غار کر ختم
 کہ دل مثل سیلاب ہے بیتار
 وہ حاکم جو تھا عادل روزگار
 نہ محروم اوٹھا کوئی امیدوار
 اب ایسا کمان صاحب باوقار
 ہوا فیض سے اوکے پہ زہار
 قصور انکے بخشے گئے بار بار
 نہیں جسکے نخل تن میں بلبل
 یہ کرنی بلبل میں جو نامدار
 یہ جب تک کہ ہے ہستی روزگار
 ملی دشمنوں کو دل داغدار
 زیادہ ہی قید سخن سے شمار
 ہوئی صورت مطہر نامدار
 کہانک اود شکر ہو بار بار
 جدائے کسی دم نہوا شکار
 مگر حیف امی گردش روزگار
 وہ سامان نجات سی بن شکار

وہ دن سمیعین پر فرمایا تھا کہ از
وہندین یہ نظر ہی شکل منظر
الہی پس یہ ہی سے آرزو
تسا یا نہیں اور نہ رہتے
برائین مرادین جو یہ ولیدین
بہت جلد تہ انہا لینین
تیس مجلیہ یہ قدرین
قدمت میں آئین احباب
تہ ہی قہر متہ محاسب ہو

و چونان تنی محبتی جو شیر
 پنج آه و انوس کیا خستید
 که جسد و عین صاحب باوق
 استجبه مویا چون مری کا
 موافق یست و برین ما
 که در استون کی جوت پریا
 سین ویش روی کی جان مار
 خوشی سی تین صاحب بد
 و عاکله میش یست نقد

تسلیہ شایعہ طبع عربیہ شریعتیہ بنام منشی محمد علی مرصعہ شایان

اکستانت سی ہوئی ہی نصرت ہوا
 ایک تار کھل کر نصرت ہوئی
 کلون کوئی کیا امی صبا بیگم
 پریشان بن قمران بن شامین
 نام نہاد کھنڈن گھنڈ
 بست تلب ہی یونٹ کل مال

حریف متاں میں ہی امانت ہے خور
 نہیں تیری گل کو ریش و نعر
 دس غنڈیہ تیرے ہے دانہ دار
 شہر دہلی جو عیان افشار
 تیرے سروں میں فیض کا
 ریحان، من میں سب تار

مری بختہ دل کو تھی بستگی
 کہ شایان اڈو کیوں ہی چہر کارنگ
 بیان کیا کروں حال نہ رنگ چرخ
 چہر کا بنا جو باعث رنگ و بو
 جسی کہیکر نعر و سان باغ
 کہی موتیا کر لگا یا جو ماتہ
 خانا نہ ملتی ہی او کی سیہ
 طبیعت جو ہی اندون کہ علیل
 شفا بخش عالم او نہیں دی شفا
 یہ سنگر کاشانی حسد لب
 متنا ہی آویزہ گوشس ہو
 یہ سنتی ہی بلبل ہوا فتنہ سنج
 وہ عازم ہیں لندن کی آگاہی غم
 یہ سنگر کہا میں فی ای مشقت پر
 بھی ہی میں فکر لائی یہ سان
 کہلی جب سی یہ لکھنؤ میں خبر
 آتے مرد میں ہر طرف مرج خوان

یہ بول اڑنا کہ بلبل بیتہ
 ہرگز دل پہن آج صدی ہزار
 کہ ہی سکی باتوں سی بیمنہ نگار
 ملا جسے گلگشت سی فقہار
 سمانی نہ جامی میں تھی زیرینار
 ملی او سکوا آب در شا ہوار
 ولایت کو ہوتی ہیں بہاب سوا
 اسی سی وہ صنعت کی بیجی سنگار
 عروسانہ صحت رہی چکنا
 میں کو یا ہوا اس سی ہلی غنیمت
 وہ نام مبارک جہی ذی وقار
 وہ کر نیل ایبٹ میں عالی وقار
 اونہیں جلد پر رتی پر وہ دیگا
 تہی گلشنانی چہ دل ہی شا
 نہیں جیسی ہتر کو فی ملکسار
 ان لکھنؤ تی ہنگو گلابد ہا تیار
 یہ صاحب حقیت میں میں نا ملد

دیا و ریاض عدالت کو رنگ
 و دم عدل عیسائی اہل ہند
 رقم بیت دل پر ہین ساری علوم
 ریاضی کو ادنیٰ بہت رنگ و بو
 بہلا کیا ہو وصف تکلم بیان
 زمین پر ہی پیش نظر چہ سرخ
 شرف ادنیٰ حاصل ہی ہر علم کو
 عجب ظلم پیا پیش او کو ہی یاد
 بنایا ہی نقشہ بیان کا عجیب
 اکیسی مین تو این من خواست اے
 سخاوت مین حاتم کا ہی ذکر کیا
 مروت مین و فر شجاعت مین فرو
 دل فواج دہشتن کا چورنگ ہو
 ہرن تنگی شیر فلک آبی پیش
 صفت اونکی گھوڑونکی لب جو دم
 نہایت مین شایستہ خوش قدم
 ہو اسی مین سرعت مین جالاک تر

خلش کر سکا کل سے ہرگز نہ خار
 کسی مین تفاوت نہ نہایت نہا
 ہنر سراج کی ہین او پر شمار
 تارون کا ہی او گلیوں پر شمار
 نقش رنگ موج نسیم بہار
 نظر کی مین سیار و ثابت شمار
 دیہ فلک عقل پر ہی شمار
 حساب زمین کھینچ شمار
 کہ آئینہ بہت حال آئینہ و آ
 سند ہی ہر اک قول ہی پادشاه
 محد مین ہی قارون کا سینہ شمار
 خدا و مٹی دونوں کو ہی اقتدار
 جو تلو اکیس چھین دم کا زرار
 اگر عزم فرما دین کھسہ شمار
 صبا ہر دم پر ہی جنگی شمار
 زمین پر چمکتی ہین وہ برق دار
 نہ سائیں کو پونجی پر ہی زینہ بار

| | |
|------------------------------|------------------------------|
| سلیمان کا مہل ہی عز و وقار | نہیں اونگی مہی ہوا ہر اس تخت |
| کزن زکی تو عین کیا شکر | زبان یاقوت مع شایان کمان |
| دعا ہی ہی اپنی تیرے در و کار | خدا کو یہ ایسی باختر آباد |
| پہر آئین و لایت سی شکل مبار | یہ آباد ہو گلشن لکھنؤ |
| مناسب تیار ہی باب انصاف | قدوسی نہ مضمون وقت و مہول |
| زمین پر سے و مہرین نور بار | کبھی نہ تنگ سب جا کا در |
| مراوت بین دنیا میں لیل و نیا | جب تک کہ نہ ہی ارض و سما |

یہ زیبا ایٹ آباد ہو
زمین زور و دولت پاید ہو

قطعة تانچ

رحمت کر نہیں ایٹ مناسب بہار
کشمیر لکھنؤ منکر و محمد و ان بیخان
رعنا ابد سے یہ کہ پور تھما

| | |
|---------------------------------|----------------------------------|
| فلکشت وطن کو بند سے پار کیا | بین نجر فرما کر مل ایٹ مبار |
| انداز کریم فطرت سے وہ عشرت مبار | تخت و تہمت لکھنؤ کے فرمان فرما |
| مقدور نہیں توڑ سکر یک جباب | باندھی ہوئے بر انداز سے او کو سی |

| | |
|----------------------------------|-----------------------------------|
| ایسویں وہ سیر خستہ چشم بدور | خانہ گدھا اونسو سدا چشم حجاب |
| خلقت میں ہر ادھر ہر قدر خلق غمیر | ملاح غریب ہے بس لے تا نواب |
| اب ادھر فراخ زمین سیر در چشم | مدیا کند و زمین بیکہ ہر چشم پر آب |
| دستور دلی کی حسدائی میں آج | دل آتش دوری سحر و رنگ سیما |
| سدرجہ مشابعت مبدی عالم گیر | قدسی بھی پلا آئے ہے قد الیاب |
| جہنگ ہر جہانیں سرمدہ آمین | فرماندہ خلق وہ رہن یار و ہاب |

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| عنا کا در عانیہ سب سے تاریخ سفر | بانیہ کہ لکھنویں وہ آمین شتاب |
|---------------------------------|-------------------------------|

۱۸۶۴



ابتدای عالم

بتوں میں ہندو خدای تعالیٰ نے اول برہما کو ابو البشر پیدا کیا اور اس کی عظمت پر ہر ہاتھ نام ظہور میں آئے اور تمام عالم پر ہر ہاتھ شائع ہوئے
چین سے ہر چار ہندو ملوہین تفصیل اوسکی اور گتاہون میں شرح موجود ہے

ہندوستان کا ہندو راجاؤں کا سلسلہ

اس ملک کی سلطنت ہندو راجاؤں کی ہمیشہ سے سونچ فسی اور
چند فسی راجاؤں کے خاندان میں رہی لیکن ان کے زمانے کے
راجاؤں کے حال ٹھیک ٹھیک پتہ دار معلوم نہیں ہوتا، اور ان کے
سمت و مدت سلطنت کا پتہ پتہ نہیں اور نہ کبھی کسی زمانے میں ہندو
راجاؤں میں سے ایک خاندان ایسا رہا کہ کسی زمانے تک اس
تحریری کو کو تلف پایا جاسے، ورنہ ہندو میں طوائف ہوں گی
معلوم ہوتی ہو کہ ہندوستان میں کس ایک راجا چھوٹی چھوٹی

حکومت پر دولت و شہرت ہند سے ممکن ہو قانع تھا اور کسی نوع کی
محتاجی تھی۔ اُپر اس ملک کے رہنے والے غموں ہندو کہلاتے تھے
اور کہلاتے ہیں لیکن اختلاف طریقے مذہبی و عقائد سے صد ہا ہند
جدا جدا بن گئے اور انہی وجہ سے بھی ایک فریق نے تعصب سے
دوسرے فریق کے ذکر کو اپنی تصنیفات میں خلل نہ بکریا کرتے تھے
لگتے تھے اس سبب سے بھی مخالطہ عظیمہ واقع ہو تھی ملو و
ہمت کچھ ذخیرے علوم کے ضائع ہو گئے۔ رہا جو یہ کہیں بنا برائے
اویسکے سمجھنے کا علم دشوار ہے ہندوستان میں وہ بڑے مذہب سے
رواج پایا ایک مذہب برہمنوں کا جو سوقت زین ہندوستان میں
اویسکے اصول پر مومنا عقائد اور پانچ ہی مردوسہ بابہ کا ان دونوں
مذہب والوں میں جس کے مرتبہ تعصب بابہ کے مذہب والوں
برہمنوں کی کتاب میں خاک میں ملائیں اور برہمنوں نے یہ طون کی
پہنچیاں عارت کہیں یہاں تک کہ مسلمانوں نے دونوں کو نیست
رودیا مثل چھاپے کے آگے کوئی حکمت ایسی تھی کہ ایک ایک مذہب
جدا جاتی رہیں اب کوئی حال ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم ہو سکتا مگر مختصر
ہند کا پہلا دار السلطنت کونسل دس یعنی اچودھیاعرف اوہ جہان
راجہ رام چند راوتار فرما زولتھے اور نکاحاں تصریح رامین وغیرہ کتابوں

مشہور دکنے بعد بہت ہندو خاندان راجاؤں کے مشہور
 اور مقبرہ میں اول سورج ہنسی دوم چندر ہنسی سلسلہ ان دونوں کا تاریخی
 منتہی ہوتا ہے سورج ہنسی میں پہلے ایک طبقے کے ۱۰ راجہ اور دوسرے
 طبقے کے ۳۵ راجہ ہوئے اور چندر ہنسی کچھ پہلے سے مختلف سلسلے کے
 ۱۳۱ راجہ کا شمار اور دارالکھوتہ ہر ایک کا اپنے اپنے زمانے میں مختلف
 مقامات پر رہا۔ جتان میں یعنی اندر پرست بھستاپور کا خاندان راجہ چار
 سے ہونچین راجہ نامی اول جہشتر ہوسے اونکا کارنامہ مہا بھارت میں
 مشہور موجود ہے اور زمانہ راجہ جہشتر کو تخمیناً پنج ہزار برس گزرے راجہ
 موصوف سے راجہ کھیم تک پشت حکومت اس خاندان میں ہی
 ايسرور نام وزیر راجہ کھیم کو قتل کر کے ملک سلطنت کا بنا ملک اچھیا
 سب اس کے قبضہ تصرف میں تھا پسر راجہ ايسرور سے بڑھتے مختلف
 ۲۰ راجاؤں نے راج کیا راجہ کبراجیت فرما رہی ہندو تھی تھکاہ اور
 اوچین تھی سال اونیک نامی اور راجا پوری اور خشش میں ضرب المل
 ورمبست اور سکا تک راجہ جی اس راجہ سے راجہ پتھور ایک ۲۰ راجہ
 گزرے یہ راجہ پتھور ہند کا خیر راجہ تھا عہد راجہ جہشتر سے زمانہ راجہ
 تک پہنچ ہر چار سو آٹھ سال میں ایک سو بیس برس راجاؤں میں
 کامرائی کی اور راجہ پتھور کے بعد علاء الدین غوری ہند پر مسلط ہوا

راجہ رام چندر جی کے بعد راجہ جہنم رائے دو گنڈی میں کرباجیت و
بھوج ہندوستان کے راجاؤں میں یادگار ہیں

علم کا بیان

سب موزون کا اسپر اتفاق ہے کہ تمام علوم پہلے ہند میں موجود تھے اور
اہل یونان و مصر نے اور اہل ایل یورپ نے حاصل کیے۔ وجود
شہرت حکماء سکندر بھی ایک حکیم ہند سے لیا یا تمنا سب علم زاد اور
طرح طرح کی حذفت اور صنعت پان اور بیرون میں بھی مونی تھی
مگر زبان اور کی شکست مشکل اور دقیق جو فقہ اور اس زمانے میں بھی
اکثر علوم کا چہ بنارس اور کشمیر و سوامی یا ست ہندوستانی میں قائم
سکرت کا استعمال ہی مذہب و مسلمہ باقاعدہ کم

ہندو مذہب کا طریق

مذہب و ریت ایک ایک کا مذہب اور طریق اہل ہند کا چلا آ رہا ہے اور یہ اس کے
سخت پابند ہیں ہندو اگر دوسرا مذہب اختیار کرے تو کتا جی کان مذہب
ہندو میں نہیں آ سکتا اور دوسرا مذہب والا ہرگز ہندو نہیں ہوتا اور
یہ وہ و عبادت نہ ارواں برکت سے ایک طرف چلی جاتی ہے خجما اور

کی باتیں قابل ذکر کے ہیں ۱۔ اس مذہب والے ایک شادی کے منہ
 دوسری شادی جب تک کہ زوجہ اس کی زندگی میں نہ رہیں کرتے ہیں ۲۔ کھانا
 کسی کے ساتھ بغیر پردہ ہی کے اور نہ نہائے نہیں کھاتے شراب اور
 گوشت کبری کچھ ہندو کھاتے ہیں اور کل گوشت کو تاہم ہندو نہیں کھاتے
 ۳۔ سارے ہندو ایک جو اپنے طریق کا ہوتا ہے غیر مذہب والے سے شادی
 نہیں کرتے بلکہ عروس کو گھر میں لے جاتے ہیں اور یہاں رہتے ہیں ۴۔
 ایک رستہ یعنی زائر اور سرچرچی کل ہندو رگتے ہیں ۵۔ شہر کی
 ساتھ عورت خوشی خوشی سنی یعنی جاتی بڑی رسم سر کھانے بالکل
 موقوف کر دیتی عورتیں ایسی ایسی ہوتی ہیں خصوصیتیں بھی وہ بھی ہیں
 اور ایک طور پر پابند ہیں بیان مامل بنو وکاکر زمین انہیں بھٹے ایسے
 بھی ہیں جو نہ نہائے کھانا کھاتے ہیں اور جہاں کسی شادی بھی کرتے
 ہیں اگرچہ اڑھائی نہ برس پیشتر ہندوین ایک مذہب بدھ کا تھا
 مگر یہ بھی مذہب بنو وکاکر تھا اور اب اس مذہب بودھ سے چین اور
 کاماک آباد اور خال خال ہندوستان میں بھی ہیں لیکن وہ بودھ
 انہیں سراوگی وچینی بودھ مذہب ہی کے پیروین اور اس مذہب سے
 مقدم ۱۲ اتوار کے ہیں اس زمانے کے ۱۲ اتوار کے قائل ہیں جس میں سے
 ایک اتوار کا کھنکی کہ جسکا سنہل مردہ وین قرار دیتے ہیں ظہور پاتی کر

مرت تمام اور دنیا کی مکر و رونا برس کتابت میں اور کسی نبی اور کتاب
آسمانی اور طوفان نوح کے قاتل و مقررین نہیں چاروں میدان کتاب آسمانی
میں فقط پرانے وقت کی رسم و راہ علم و ہنر مذہب کی پابندی کے عمدہ
زیادہ تر بیان درآب یعنی گلاب و جہنا کے دریاں میں شمار ہو سکتے ہیں

ہند کا حال

ہند دنیا کے ملک کا مجموعہ ہے پناہ سر زمین میدان گرم ہے جانور چرند پرند
میں پیدا ہوتے ہیں میوے نباتات اور معدنیات طرح طرح کے کثرت
میں فہرست قسم کی پیدا ہوتی ہے اور ہر شے نسبت اور ملکوں کے ازار
ہوتی ہے موسم جاگرمی برسات تقریبی ہے مگر کوستان میں جاگرمی
برسات ہست اور میدان میں خصوصاً مکھن میں پورب تک گرمی ہشت
امراض وبائی اور فصلی شمار و لرزہ اور بیضہ برسات میں اور بخار وغیرہ تمام
گرمی میں شائع ہوتا ہے مگر طبع بھی عجیب ہے اور دوائیں ہر قسم کی جانجا
ملکوں میں میا میں سدا کار کے دارا شفا بھی موجود فقط اور دریائوں کی
کثرت اور شادابی سے یہ سرزمین تمام دنیا میں باغ ہشتہا ہے

باشندہ

ہند کے باشندے ۴ کروڑ آرام طلب اور کامل عیش دوست خود پسند

ہوتے ہیں اور اس عادت کے سوا یہ بھی صفت ہے کہ مہمان نور خلیص صاحب طویر و سکہ بھی شریف ترین و تمام مشہورین مرد و عیس جو بنارس سے دینی اور ریاست گریز ایک ہی ایسے عمدہ مشہور و کہ نسبت و ملک کے یہاں حر و منتر و سیت و نفع تکلفات زیادہ ہیں عموماً ہندو مندک یا ویر و مہات اور احسان سے جلد آشنا ہو جاتے ہیں عزت اور تمکنا بھی ان کی طبیعتوں میں جریان اوان راہ راہوں اور بد و اتوں کا ذکر نہیں جو کہ جنھوں نے حد میں اپنا کما کیا ہے جو خوشی اور جنگل کے ہندو میں اور ہند کے ہر خطے اور ملک کی وضع لباس اور زبان ایسی جدا ہے کہ ایک دوسرے کی بولی کو سمجھ نہیں سکتے

جدول معنی ہست

| جائزہ | جنس | تفصیل مقامات |
|-------|------------|------------------------------------|
| ۱ | آمین فولاد | آشام اسلام نگر آودے پور پیر مجھوم |
| | | بشار بیدیل کھنڈ فرش علاؤ الدین دکن |
| | | شہ شہٹ سلیٹ منڈی سکلیام |

| تفصیل مقامات | جنس | تعداد |
|--|-----|-------|
| پنجتن کچھلا کوٹ لکھاری شکر گڑھ سیر محال بانی شرق | | |
| سنتی پور میٹور مندریش ناگپور د ناگپور کھان | | |
| نیپال | | |
| بھار محال بانی گڑھ شرق ناگپور خرد | ۲ | ۳ |
| بھار کشمیر | ۲ | ۳ |
| تی پور کالابان کچھ | ۳ | ۴ |
| اودے پور | ۱ | ۵ |
| سیام نیپال | ۲ | ۶ |
| نیپال ناگپور خرد | ۲ | ۷ |
| جودھپور سیام مارواڑ ناگپور خرد نیپال | ۵ | ۸ |
| کورتی جھو پنجاب ناگپور خرد | ۲ | ۹ |
| اودے پور پٹیالہ تربت سارن | ۴ | ۱۰ |
| آشام اکمٹ سیام کاکٹ کویمٹون محال | ۹ | ۱۱ |
| بانی گڑھ شرق ناگپور خرد ناگپور کھان نیپال | | |
| بھار برودہ ملا قہ جمو | ۳ | ۱۲ |

| نمبر | جنس | تفصیلات |
|------|--------|---|
| ۱۳ | کوئٹنگ | یہ مجموعہ رانی بنگ بنگار کشمیر محال بنگار راشن نزدہ ناگپور خرد |
| ۱۳ | گندک | اودھ پور نیپال |
| ۱۵ | مس | اودھ پور جوہر سیام کناون کشمیر منہ راس نیپال منہ راس |
| ۱۶ | مروار | نوگیوان مندر کس سورت |
| ۱۷ | سرمائی | سنگھ میں آجورک جنس رگون نے دیوانہ دھمل مین غونڈین پھاست نکالی درغیہ پانی |
| ۱۸ | نمک | جوہر چندون من پنجاب سکت مندی کلا باغ |
| ۱۹ | نیل | سیام |
| ۲۰ | ہریال | نیپال |
| ۲۱ | سیا | بیازہ سیام شاہ بادہار کتو بند کس کرب ایضا ناگپور خرد |
| ۲۲ | یشب | سیام |
| ۲۳ | یاقوت | ایضا |

شاهان اسلام

ہند میں اول سکندراپادشاہ آیا پھر ۳۳۰ء ہجری میں محمد بن خلیفہ دوم کا دہر
 سندھ اگر پھر گیا اور بعض تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح کر کے چلا گیا
 ۳۳۰ء ہجری میں مجاز کا سردار آیا ۳۳۰ء سے محمود غزنوی نے
 پچیس سال میں ۱۲ مرتبہ ہندوستان پر یورش کیا اکثر شہروں کو
 تباہ و تاراج کیا ۳۹۱ء سے قطب الدین غلام شاہ غلام الدین
 غوری ہند پر قسطنطنیہ ہوا اسی سے سلطنت شاہان اسلام کی بہت
 مستقل ہوئی قطب الدین سے ابراہیم لودی تک ۲۸ پادشاہ مختلف
 ہوئے اور ناصر الدین ہیسوان پادشاہ تھا اسکے ایام سلطنت میں
 ۳۹۵ء میں امیر تیمور دہلی کو فتح اور غارت کر کے صوبہ چھوڑ کر پھر گیا
 ۵۲۰ء میں بابر شاہ تیمور کے پروتے نے ابراہیم لودی پر قیام
 ہو کر ہند میں سلطنت کی بنیاد ڈالی فقط مسلمانوں کی سلطنت میں
 خاندان تیموریہ سب سے پچھلا تھا امیر تیمور گورگان صاحب قرآن
 ولد امیر طرخان نسل چنگیز خان سے تھے ۳۳۰ء ہجری کو شہر
 مروا ترکستان میں پیدا ہوئے ۳۳۰ء ہجری میں بگرام فتح
 کیے ۳۵ برس ۱۰ مہینے ۲۵ دن ایران و خراسان و ترکستان
 بخارا و روم و شام و تاتار و ہندوستان میں تنہا شہنشاہی کر کے

۷۲ سال کی عمر میں وفات پانے کے سمرقند میں دفن ہوئے بعد از شہادت
 میں ۲۱ سال برائے نام تخت نشین رہے مگر بازام قدر ۹۹ برس کی عمر میں
 جزیرہ رنگون سے کراہ برطانیہ کی قید میں زندان رہتی سے نجات پائی
 عاقل اور خدائے شناس کو یہ مقام عبرت کا ہے امیر تیمور سے
 بعد از شہادت ۲۳ پشت میں پورے پانچ سو برس سلطنت رہی
 مندرجہ بالاؤں میں جیسا کہ راجیت راجہ بابہ صفت موصوف و نیک نام
 ہوئی ویسا ہی اس خاندان میں موافق زمانے کے اکبر بادشاہ بھی تھا
 نیک و نامی ہوا اس بادشاہ کے فیض میں پانچ ہزار ہاتھی اور اٹھ
 سو بیس ہزار گھوڑے خاصے کے بندھے تھے اور اسکا دایرہ تصرف
 کھوب سے فرش اور موتی لگا ہوا پردوں کا سفر کے وقت ارہائی
 کوس کے غیرے میں کھڑا ہوتا تھا ہر سال لاکھ سو سوئے کا طلاوان
 کرتا اور اس وقت سونے کا بادام اپنے دربار میں لٹا تاہم یہ بھی رعیت
 کے ساتھ سیدھا سادہ تھا آٹھ ہر میں ایک وقت کھانا کھاتا
 گوشت سے پرہیز کرتا کسی جاندار کے تار کا روزہ زمین تھا عرف
 کو مسلمان تھا یکدن ل و جان سے وہ آفتاب کی رستہ کی تھیں
 اتوار کے روز اسکی ساری عمارت میں جانور کی جان دینے کی نہائی
 تھی رعیت اسکو اس قدر چاہتی تھی کہ لوگ جیتے جی اسکی درگاہ میں

مانند اندرین چرخاے تھے اسکی سلطنت میں ایک من میں سرگرمیوں کا تھا
 اور دس چودھیر جو اس ریاست کا خزانہ بہادر شاہ ابو ظفر رحمت آباد
 قطعات تیار بیخ بادشاہ محمد روان علیخان صاحبکار کا کھلا

پہرے احوال این دنیا کہ چوت
 کجا اسکندر جمشید و ضحاک
 مگر از نیک و بد باقیمت نامی
 بچرخ نیلگون رنگ و فانیست
 قیمت دان دوروز عمر نادان
 شد تیر چو چنگیزے ترکان
 همه در سایہ صیت جلالتش
 بنمودن ہندویش و زور و دانش
 بترستان ہند شامے او
 تیمر بہد بر بولطمنہ ختم
 شمار سال عم سلطنت گشت
 ز بارہ ہندووی باز چون کرد
 ہزار و پانصد بست و شش سال
 غرض سہ صد سی یک سال این

چہ آغازش دگر ہم دگر انجام
 کجا اسفندیار و ستم و سام
 تو خواہی نیکناسے شو کہ بدنام
 مگر معکوس و خالی صورت جام
 بسر گرد و گرت با عیش و آرام
 شنیدے کہ بوش بخت بزم
 ز چین و ہند و فارس و روم و تاشاک
 ہمہ تر ساو گیسر و اہل اسلام
 ز دہ در ہنصد و ہفتاد و دو گار
 ہندام شمار بست و سہ نام
 ازین رو پنج صدای نیک و جام
 ظہیر الدین بابر ہند را رام
 چہ سال از سال عیسی بود ہنگام
 شمار کار ہنے گشت ایام

بعد شاه عالم عهد شاهی
 هزار و یکصد و هفتاد و سه بود
 ز تخت و تاج شاهی بماند تا هم
 هر چون صد فزود و آخر شد آخر
 شد از آب جفا کشت غدر سبز ^{۱۲۴۳}
 هزار و دصد و هفتاد و سه بود
 پس از یک سال خدای بخت
 بنو از آن شاه شایان حکمران
 میسر آمد بهادرش چو در زم
 دلاوری می کرد شد شورید و شوی
 گرت و اگوش شنوا چشم بیناست
 شد بطالع ز غرب شد مشرق
 مقدم ترس و عبرت خوف و بیم
 سبز و قنبر و ارکار از قضا است
 هر که مخدوشی و عنا که آمد
 چون به بگون شد بیکس تمنا کرد

بعد کین چو کرد و غلام
 ز تیر باد می سر خاص و بر عام
 نشان نام باقی با صد کرام
 نشان شاهی بهر کین نام
 بزرگ سبز و بیگانه با کلام
 گذشته از بغاوت شاه بلام
 گرفت ز کین احکام حکام
 که حکمش بود بر ملک مدام
 برنگون رفت آخر با صد آلام
 شده آغاز شورش را چه انجام
 شنو نظم بهر احوال نام
 شد این روز شد راز و در شام
 که آفت از آن شود این شد بجام
 و گر خواب و خیال فکر و ازم
 بوس از بحر شورم شور کرام
 بهادر شاه و غازی به نظر تارم

| | |
|------------------------|-------------------------|
| شاہ ایک چم رفت از دنیا | بیس کسی کرد بر سرش مائے |
| دید رعنا چو دشت رحمت | گفت بشتافته غزال ارم |

ایضا

| | |
|----------------------------|-------------------------|
| بہادر شاہ چون سوی ارم رفت | کہ بروی نام شاہی گشت آہ |
| چندین رعنا رقم ز دیاں بپوش | بہادر شاہ غازی خلد خدام |

ایضا

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| چون دنیا رفت سر خمی چکر رعنا | یاد کا شاہ ترکان چٹا کی کھ |
| کر رعنا بہ تارخ و فاش بین | بہ نظر غازی بہادر شہ بشت آہ |

ایضا

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| رفت از دہی سونو جی شاہ بولہ | شاہ مان گشتد بہر و خوش آب |
| جنت بشت ملک شہر چچ چندین | گفت رعنا آتش و شہ قیاب |

ایضا

| | |
|------------------------|-----------------------------|
| پہلی بہت سال کہ آہ شاہ | مرو تھی کہ تمھی وہ برات چنہ |
| ہوا خاتمہ بولہ پڑا | ہوئی سلطنت سے نجات چنہ |

ایضا

| | |
|------------------------|---------------------------|
| ارغانی مقام عسرت ہر | کیا کوئی اوہ سے آہ کو بیا |
| دید رعنا سر می فانی سے | شاہ یکس نے رخت بانہ ہانا |

卷之六

[illegible]

تسلط سرکپنی اکیسہ بیا

بنامہ اکبر شاد میں یورپ سے اس ملک میں پہلے پہل پرکمالی افو
 فرانس بطریق سوداگری لاتے جاتے تھے انگریزوں نے جب
 دیکھا کہ پرکمال اور فرہیس وغیرہ فرنگستانی آدمی ہندوستان میں
 جاتے ہیں اور یہاں کی تجارت سے بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں تو پھر
 ان آفت کے پرکالوں سے کب چپ چاپ رہا جاسکتا تھا ان لوگوں
 نے بھی اپنے مال کے جہاز روانہ کیے اور ۱۵۹۹ء میں لندن شہر کا نام
 بہت سے انگریزوں نے آپس کے ساتھ مل کر روپیہ اکٹھا کر کے
 اس ملک میں سوداگری کرنے کی واسطے ایک کونہی مقرر کی اور دوسرے
 بی سال وہاں کے بادشاہ سے کئی شرطوں پر اس بات کی منپنا
 سند کھوا لی کہ سولہ ہجری میں انگریز ہندوستان
 میں جا کر سوداگری نہ کرنے پوسے لیکن جب اس ملک میں ان لوگوں
 نے اپنا عمل اور دخل کرنا شروع کیا تب ۱۶۰۰ء میں انکو تجارت کرنے
 کی مناجی مولیٰ کہ تجارت کا انعام ہو گیا روک ٹوک بتائی رہی اور
 کپنی ایک سرکار کھلاسنے لگی انگریزی زبان میں ساتھیوں کو کپنی
 کہتے ہیں اس میں ساتھی سودا گروں کا مدد بھی ایسٹ انڈیا کپنی کا

جب انگلستان میں کمپنی کھڑی ہوئی تو اس وقت یہاں اکبر بادشاہ تخت
 پر تھا ہندوستان میں پہلے پہل انگریزوں کی کوٹھیاں ۱۶۱۱ء
 میں سورت احمد آباد کھمبات اور گوالگامے میں جاری ہوئیں ۱۶۵۱ء
 میں بنگالے کے اندر پیشور میں اور اسکے دو برس کے بعد مندرج
 میں بھی جاری ہو گئی ۱۶۶۳ء میں پرکمال کے بادشاہ سے بمبئی کا
 ناپو لیا گیا اور شاہ عہد میں بنگالے کے صوبے دار نے کلکتہ گوینڈا
 اور جھوٹانٹی یہ تینوں گانہ انگریزوں کو دیدیے اور کلکتہ میں ایک قلعہ
 بھی جس کا نام اب فورٹ ولیم بنانے کی اجازت ملی اُس زمانے میں
 یہ کلکتہ کل شہر جو نوڑکا ایک گانہ تھا ۱۶۵۶ء میں بنگالے کے
 صوبے دار نواب سراج الدولہ نے اس بات پر کہ انگریزوں نے
 بارے ایک آدمی کو جو ڈھا کے سے کچھ خزانہ لیکر بھاگا تھا پناہ دی
 نا خوش ہو کر کلکتہ چھین لیا اور ایک سو چھیالیس انگریز کو جو اس وقت
 وہاں موجود تھے ایسی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں جسکی وسعت
 بیس فٹ مربع سے زیادہ نہیں تھی اور جسکو اب تک یہ لوگ بلیک ہول
 یعنی کال بل پکارتے ہیں بند کر دیا کہ دوسرے دن اُن میں سے کل
 تیس ہی بچے بچکے تب آخر کو یہ خبر سنتے ہی کرنل کلاو صاحب مندرج
 سے نو سو گویے اور پندرہ سو تھلے لیکر کلکتہ میں آئے کلکتہ بھی لیا

اور پھر مرشد آباد پر چڑھا کر دیاتب ششہ عمر کی ۲۳ جون کو مقام چائی
 کی رانی مین سہ لاج الدولہ کی فوج نے جو شہ نیراستہ کم نہیں تھی
 شکست کھائی نواب بعد لگا اور اُس روز گویا ہندوستان مین اگر کسی
 عملداری کی نیوجہ گئی پھر تھوڑے دن پہنچے شہ نیراستہ شاہ عالم آباد
 نے جو اس وقت دلی کے تخت پر تھا صوبہ بنایا لکھنؤ اور رائیہ ان مینوں
 مسوہون کی استمراری یوانی کا پروانہ کپنی کے نام لکھیا کہ جس سے دو
 کروڑ روپیہ سال کی آمدنی کا ٹھکانا ہو گیا اور وزیر اعظم الدولہ نے یہ
 کی رانی مین دھینے کی واسطے شہ نیراستہ مین بنارس کا علاقہ بالکل اپنے
 حوالے کیا اس زمانے مین ہندوستان کی بادشاہت کا عجیب حال تھا
 آپس کی بھڑک و بیہوشی کی رانی بھڑائی کے باعث تیمور کا خاندان
 تیس گنس ہو رہا تھا بادشاہ شہ نیراستہ کے ٹھکانے کی طرح نوکون کے
 مین چکرات ہو چکا تھا یہاں تک کہ شہ نیراستہ مین ایران کے بادشاہ
 بادشاہ اور پھر تھوڑے روز بعد مرشد آباد رانی نے جو پختہ بادشاہ
 میرون مین تسلیمیت ایسے سخت جسے اس ملک کے وپرے وپرے
 کہ نہ سہاڑو بھی نہ سکے بادشاہ کا بٹا یا بادشاہت مین اپنے ذمہ دہن
 باقی تھا صوبہ دارون نے بادشاہ کی اطاعت بالکل چھوڑ دی
 اپنی بھی جسکے باپ دادا نے کبھی چاہا بھر زمین پر دخل نہ پایا تھا اسے بھی

ہندوستان کی بادشاہت پر دل دوڑایا الغرض ادھر تو دیکھنے کے
 صوفے دار نظام الملک نے حیدر آباد میں اپنی حکومت جمائی اور ادھر
 انواب وزیر نے او وہ کے صوفے کو اپنا ملک سمجھا اگر تہ تک مرٹون
 نے لوٹ مایچار کر دینا دھینگی سے چوتھ لینا شروع کیا اور سکھوں کا
 حملہ نہ بند تک ہونے لگا بھر تھ پور کے جاٹ بھی میکٹینے ہوئے تھے
 ریسکھنڈ کے ریسلہ جدا خود مختار ہو گئے تھے بادشاہ اگرچہ بڑی نام نہاں
 کے قلعے میں پڑا تھا لیکن وہاں بھی اسے کوئی بیٹھا سنے نہیں دیتا تھا
 یعنی اسکی یہ نوبت تھی کہ ایک بادشاہ تخت پر بیٹھا کل کسی دوسرے
 نے اسکا سر کاٹ کر سکھ خطبہ اپنے نام جا ہی کر لیا ابھی تو ایک لہو نہیں
 سو کہنے پایا کہ تیسرے نے اسکو بھی موت کا جامہ پہنایا اور تاج بادشاہی
 اپنے سر پہ بٹھا کبھی بادشاہ مرہٹوں کی قیدی میں پڑ جاتا تھا اور کبھی سیوان
 کے پشت میں گرفتار رہتا غرض شاہ غمگین جب اکبر کے پوتے کا بیٹا
 اور غمگین کا ملگیر بادشاہ مرہٹوں کا غمگین یعنی شاہ عام کے روزاویں
 جنوری تک تریپٹ برس کے اندر بادشاہ اور احمد شاہ چٹرا کے چودہ بادشاہ
 وائی کی تخت پر بیٹھے اور اگر انہیں سے محمد شاہ کی سلطنت کے تیس برس
 نکال ڈالو تو صرف تیس برس میں تیرہ بادشاہ گزر گئے پس اب سوچنا
 چاہیے کہ جہاں پر اس نام تخت اور تاج کے لیے ایسی جھین جہان اور

نچھوٹ مچے گی وہاں کی عظمت کس طرح قائم رہی ایسے سدا سے یہ
 دستور چلا آیا ہے کہ جب خالق رب العالمین دیکھتا ہے کہ اب بادشاہ سے
 بندوں کی پرورش اور نگہبانی نہیں کر سکتا اور جس کام کے لیے پہلو
 دے کر کیا تھا اسے چھوڑ کر پیش و عشرت اور ظلم و بدعت کرنے لگتا ہے
 اور اس کا مقابل بادشاہ کو دینے کر کے جو کوئی اس کام کی لیاقت نہ رکھتا
 اور اس کی قدرت اور طاقت کے زور سے سخت کے اوپر بٹھا دیتا ہے اور
 کچھ شک نہیں کہ جو اس حالت میں انگریزوں کے ہندوستان کو نہ لیتے تو
 انہیں ہندوستان کا کوئی دوسرا بادشاہ اس ملک کو اپنے قبضے میں
 کر لیتا اور گزشتہ دو ہجری ایسا تو پھر کوئی دوسری قوم سندھ پار سے
 آکر اس ہندوستان کی بادشاہ بن جاتی اور اپنے خاندان کی زیور جاتی
 یہ جو کی اولاد سے بادشاہت نکل چکی تھی خدا کے فضل و کرم ہندوستان
 کے دن اپنے تھے جو انگریز یہاں آئے تو یہ سو گئے ہوئے تھے
 لہذا انہیں انگریزوں پہلے تو میر علی کے بیٹے میونسٹرنے ان انگریزوں
 کے ساتھ دشمنی پر مذہبی اور مذہبی بھائی زانی انھانی میر علی
 میر علی کے راجا کا نوکر تھا موقع پا کر سکھوں کو ملک سے بیٹھا میسوکا یا راڈ
 ہوا انگریزوں کو دشمن سے نکال دیو سے اور انھارا انکو نو بیسوں
 تھا کسی برس کی زانی میں خد کو بیسوں میں شری رنگ میں کے

حملہ کے درمیان وہ انگریزی سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا اور ملک
 اسکا بہت سا سرکار کے اختیار میں آیا انھیں دنوں میں سرکار کو مرزوں
 کی طرف سے کھٹکاپیدہ ہوا فریسیوں کو وہ بھی نوکر رکھنے لگے تب لاڈ
 وازی صاحب نے جو اس وقت یہاں کے گورنر جنرل تھے انکے پیشوا
 باجی راو سے دوستی کرنا چاہا انہوں نے اس وقت تو دولت راو سینہ ہیا کے
 بھلانے سے نما لیا لیکن جب جس وقت راو بکر نے اس پر چڑھا دیا تب بکر
 سے قول و قرار کر لیا اور بندہ بکر کا ملاقات بھی دے دیا انکے بندہ
 بکر اور انہوں نے چاہا کہ ناگپور سے ملے کچھ فساد اٹھا لیکن ادھر تو
 لاڈلیک صاحب ٹیک اور سواری اور دہلی اور ادھر جنرل وازی
 آسانی اور انجانو کی لڑائیوں میں بکر اور سینہ ہیا کے دانت اٹھ
 گئے آخر کو مستعدہ امین ناگپور کے راجا نے تو ملک کا شعلہ اور سینہ ہیا
 بالکل اتر بیٹھ گئے اور جہاں کے چچ کا ملک انگریزوں کو دیکھ اپنا بیچا
 بیٹھرایا پھر تو اس نے ملک کے ہاتھ لگنے سے انگریزوں کی عملداری
 دلی تک پہنچ گئی وہاں اس زمانے میں شاہ عالم بادشاہ تھے کے اندر
 کی قید میں پڑا تھا لاڈ وازی نے سکوت قیہ سے خیمہ اگڑا کر اسکی
 ایک لکھ روپیہ عین سے کچھ اور اسکی تنخواہ مقرر کر دی پھر تیس
 روز بعد نیا پالیوں نے اپنی حد سے قدم باہر نکالا اور بڑھتے بڑھتے

لاکھنے تک پہنچ گئے جب پہاڑ سے اتر کر رائی میں لکڑی بے رحمت کو
 تنگ کرنے لگے تو سرکار نے انکو بھی نصیحت دینا مناسب سمجھا اور
 میں کمون کے قطع پرانگی فوج کو شکست دیکے کالی ندی کے پچھم طرف
 کے پہاڑ تو اپنے دخل میں کر لیے اور پورب طرف کے انکے پاس سے
 اگرچہ باجی راو نے اپنی عصمت کے وقت میں انگریزوں سے قول قرار
 کر لیا تھا لیکن دل میں انکے ساتھ دعا کی زد کھینچا چاہتا تھا یہاں تک کہ
 آٹے تا بیچ ۶ نومبر ۱۸۵۷ء کو پونا کے درمیان زیدٹی میں آگ لگا دی
 اور انگریزی سپاہی جو تھوڑے سے دھان بہتے تھے انکا مقابلہ کیا
 اور اوہر سے سیندھیا کا بھی ایک خط میاں کے راجہ کے نام پہنچا
 پکڑ گیا کہ جس سے اوکی جانی دشمنی انگریز کے ساتھ ثابت ہو گئی
 پنداروں نے بھی قریب پچیس ہزار سوار کے اکٹھا ہو کر سارے ملک
 میں لوٹ مار بجا رکھی تھی بلکہ کے کا دار بھی سرکار کے مخالفوں کی
 طرف داری کرتے تھے امیر خان ٹونک والا اپنے چچا نون کے ساتھ
 راجپوتوں کو تباہ کر رہا تھا یہاں دیکھا چاہیے خدا کی قدرت اور مہر
 کو کہ اگر پراسوت میں ہر ایک طرف ہل چل پڑ گئی تھی اور سارے
 ہندوستان میں فساد کی آگ بھڑکتی چلی تھی مگر لاڈی سنگ صبا
 جو اس زمانے میں گورنر جنرل تھے انھوں نے اس ہوشیاری کے

ساتھ سبکا بندہ بست کر لیا اور اپنی فوج کو چاروں طرف اس ڈوبے
 دوڑا دیا کہ اوہر تو سیندھیا کو جو کچھ سرکار نے فرمایا سب مان کر راجپوتانہ
 سے اپنا اختیار بالکل اٹھا لیا پڑا اور اوہر امیر خان نے اپنا توہنہ
 سرکار کے حوالے کر دیا باجی راجپوتانہ نے بھی سبکاری خزانے سے
 آٹھ لاکھ روپیہ مالانہ پنشن لیکر بیٹھو میں گنہگار کو سینا اختیار کیا اور ملکر کی فوج
 حیدر پور میں شکت کھا کر سرکار کی اطاعت دل و جان سے قبول کی پھر
 ناگپور کا راجا اپنے قصور کے ڈر کے مارے اپنا ہی ملک چھوڑ کر بھاگ گیا
 چنانچہ سرکار نے اسکا کچھ تھوڑا سا ملک لیکر باقی اسکے وارثوں کو شے ڈالا
 پنڈارے اس قدر قتل ہوئے کہ نام کو بھی باقی نہ رہے جو کچھ بچے وہ لوٹ
 چھوڑ کر گیتی باری کرتے لگے الغرض سترہ سال میں مرہٹوں کی لڑائی بالکل
 فتح کے ساتھ ختم ہو گئی اور سب طرف سے امن چین کی راہ چلی کابل کی لڑائی
 کے وقت سندھ کے امیر ورن نے کرانچی اور ٹٹھیا سرکار کو بے ڈالا تھا
 اور سندھ مذہبی کی راہ سے محصول اٹھا لینے کا اقرار کینی باتوں کے
 ساتھ سرکار سے کیا تھا لیکن دنا کر کے اپنے قول تو اسے پھوگے تب
 سترہ سال میں سرکار نے ٹٹو سبھی اس ملک سے خارج کر کے وہاں بالکل اپنا
 عمل دخل کر لیا اب اسکے سترہ سال کے اخیر ترین حکموں نے ستاب پارتی کر
 سرکار پر پڑھائی کر دی لیکن ان کو جیسا کیا دیا پھل پایا پہلے تو سرکار

۱۷۵۹ء انکا صرف جالندھرو اب اور تیج کے اس پار کا ملک ضبط کر لیا
اور قصبہ میٹا کر کے دیپ سنگھ کو لاہور کی گدی پچال رکھا لیکن پھر بھی
جب یلوگر لڑائی بھڑائی سے باز نہیں آئے اور بہت عرصے تک لڑتے
رہے تب مسلمانین سرکار نے بالکل انکا ملک ضبط کر کے اپنی غلامی میں
شامل کر لیا اور دیپ سنگھ پنجاب سے نکال کر گزائیہ کے لیے دس ہزار روپے
مہیا کر دیا اور اس کا مقر کر دیا اب اس دم ملک سے لگ بھگ بالکل انگریزی اسی
ہی اور بٹائیہ سے سمند تک انھیں کاؤ نکا جا رہی ہے بلکہ پورب اور پوچھم میں
ہندوستان کی اصلی سرحد بھی زیادہ انکی عملداری بڑھتی چلی

عندر کا حال

سب پر اب ہونے والا یہ ایم کے بہت کچھ صاحبان انگریز بہادر ہیں
اور خلافات ان باتفاق انکے اہل ہند نے بھی اسباب اسکے تحریر کیے ہیں
غرض تقدیر الہی جو نہایت تہنی ہوئی گاندھیرین زمین قسم کے لوگ تھے
اسلام عام لوگ بانی نذر کے اور باغی سرکاری فوج کے تھے اس سبب ان
باغی مثل شام دہلی اور یگم اور دھارنا پیشوا مع دو چھین وغیرہ کے جو
اپنے اسلام کے ملک و مملکت سے محروم اور اسکے مدعی تھے اس
بیکار اور نوکری پیشہ اور ادب و دانش اور وہ لوگ جن کا پیشہ رہزنی تھا مسعود

لیکن سہکار کی قدرت اور قوت نے اس مواد فاسد کو جڑ سے ایسا
 وضع کیا کہ اب ہندوستان میں اس کا اثر باقی نہیں رہا

ذکر عمدت ملکہ معظمہ شہنشاہ گلشنہ و خلد شاہ

۱۸۵۹ء میں ملکہ معظمہ یعنی کوئین کو یونین نے اس ملک کا انتظام
 سے لیکر اپنے ایک وزیر کے سپرد کر دیا اور ان کے مد کی واسطے بارہ صاحبان
 جلیل الشان کی ایک کونسل بھی مقرر کر دی اسی وزیر کا لقب سکریٹری
 ان اسٹیٹ فار انڈیا ہوا سال انتظام وزیر کے اختیار میں ہوا وہی جن
 کو اس ملک کے عہدوں پر مقرر کر کے وہاں سے بھیجتا ہوا یہاں
 پر گورنر جنرل کو باتفاق راجی کو نسل اختیار دے رکھا جو گورنر جنرل کے
 تحت میں مندرج ذیل کے گورنر اپنی اپنی کونسل سمیت درآگرو او
 پنجاب کے لفٹنٹ گورنر اور بنگالے کے ڈپٹی گورنر اور اوڈھ اور ناگپور
 کے چیف کمشنر مقرر ہیں اور پھر سوائے پنجاب کے چاروں گورنروں
 کے زیر حکم چار صدر دیوانی اور صدر نظامت عدالت اور چار
 بوڈیوں اور ان کے تابع ہر ایک ضلع میں کثیر و جج مجسٹریٹ کلکٹر وغیرہ
 اپنا اپنا کام کرتے ہیں پنجاب اور اوڈھ ناگپور میسور میں صدر دیوانی و
 نظامت کی جگہ جوڈیشل کمشنر اور بوڈی کی جگہ فائنل کاتے رہے

اور کشر کے بیچے اکثر خلعون میں حاکم خلع ڈپٹی کشر کہلاتے ہیں کلکتہ
 سندراج بھی میں انگریزوں پر ناشات سننے کے واسطے عدالت
 سپریم کورٹ مقرر ہر کلکتہ سندراج بھی ان میں اعلا حوین کیواسطے کمانڈر
 ولایت سے مقرر ہو کر آتے ہیں لیکن کلکتہ والا کمانڈر انچیف دونوں پر عا
 ہر اس وقت ہندوستان میں فوج گورہ اتنی ہزار است کم نہیں جو ہر وقت

رونق تان

سرکار کے عمل سے جا بجا شرک اور ریل اور تار برقی اور چوکی تھانہ اور بند
 اور اندر فٹ بلڈز امت اور اجلاس کشتی و جہاز و نہر و درختنام ملک
 کے میں اور دارالشفاء و مطایع اور اخبار و زبان اور انگریزی ف
 رس اور ایک اور محافل و کشر شیاست اب جندین
 رونق اور امن و آسائش و برج و زیادہ و عزت کی بھی ترقی ہو گئی
 کیفیت سرکاری ملازمتوں تک ہو چکا اور ان کا حال کہ کہہ جا رہا ہے اور
 روز بروز بہت بڑھتا جا رہا ہے کیونکہ تاجرت اہل یورپ کے ہاتھ میں ہو اور
 اشیائی الیاتی کے لئے شہر بنیہ و یونین مولے اسکے
 میں نوکری پیشہ بہت لوگ ہیں جو کشر پکا ہیں اسی وجہ سے تمام شہر
 بند کے صورت آسویں ماحقہ نہیں کہتے الدار اور دارالزین ہر

اور عیاشی کے سبب اپنے دخل و خرچ کا انتظام کر سکتے ہیں اس سے
وجہ سے جلد تباہ ہو جاتے ہیں فقط

جدول ریستہای ہندوستانی

| نمبر | ریستہ | تعداد | کیفیت |
|------|-------|-------|---|
| ۱ | گودھ | ۱۱۶۰۰ | ریستہ قدیم و شیرازہ بنی ہوئی ہے |
| ۲ | گودھ | ۳۵۰۰ | والی ریستہ جو کہ ریستہ سانس بنی ہوئی وہی ریستہ سانس بنی ہوئی |
| ۳ | گودھ | ۹۰۰۰ | انتہائی چھوٹی کی ریستہ |
| ۴ | گودھ | ۰ | واقعہ بنی ہوئی |
| ۵ | گودھ | ۰ | ایسا کہ وہ ریستہ بنی ہوئی |
| ۶ | گودھ | ۱۵۰ | جس کا دوسرا پور |
| ۷ | گودھ | ۳۰۰ | جس کا دوسرا پور |
| ۸ | گودھ | ۰ | جس کا دوسرا پور |
| ۹ | گودھ | ۰ | واقعہ بنی ہوئی |
| ۱۰ | گودھ | ۲۲۰۰ | تہذیب و تمدن کی بنی ہوئی |
| ۱۱ | گودھ | ۳۰۰۰ | انتہائی چھوٹی کی ریستہ |

| کینیت | وہیت یا امری | تیم | کینیت |
|---|--------------|-------|----------------|
| والی نئی قتل و ہوشیار ختم قابیل | ۲۵ لک | ۴۰۰۰ | ۱۲. بعد پال |
| ملک آبادوان صغیر سن | ۲۰ لک | ۲۰۰۰ | ۱۳. بھرت پر |
| ولی صندب اوداائق و نام آور | ۲۰ لک | ۱۶۰۰۰ | ۱۴. بیگانہ |
| ملک بابا رعیت آسودہ اہلکار برکات و ایشا | ۲۵ لک | ۵۰۰۰ | ۱۵. پٹیا |
| ہیر سنی عمدہ کان یمن جو | ۳۰ لک | ۰ | ۱۶. پٹا |
| شجرہ باب آب سب | ۲۰ لک | ۱۵۰۰ | ۱۷. پرتاب گڑھ |
| ملک سیر حمان و بیزیر | ۲۰ لک | ۵۰۰۰ | ۱۸. تربرا گودہ |
| ملک ہال بقت ویندار و شہر | ۱۰ لک | ۸۰۰ | ۱۹. نوٹک |
| باشندہ سیانک افغانی اورالی شوقین | ۲۰ لک | ۳۵۰۰۰ | ۲۰. ہونچور |
| نوشہ اوقات افغانہ و بکارتی | | | |
| دو قتل و ایغز اہلکار لاق نظامت | ۲۰ لک | ۱۵۰۰۰ | ۲۱. جی پر |
| شہ اجازہ باشندہ سہ کم | ۲۰ لک | ۲۰۰۰ | ۲۲. سیلہ |
| ولی ہر و مشغہ بکارتی | ۵۰ لک | ۰ | ۲۳. مینہ |
| عرفت پر کھڑی ولی صغیر سن | ۲۰ لک | ۰ | ۲۴. پکا کھانہ |
| - | ۲۰ لک | ۰ | ۲۵. چتہ پر |
| آب و مہوا اصل علی | ۵۰ لک | ۰ | ۲۶. مہا ساج |

| نمبر | نام راست | مقدار پخت آمدنی سوا | کیفیت |
|------|-----------|---------------------|---|
| ۲۷ | دیتا | ۰ | واقع بندیل کھنڈ |
| ۲۸ | دھارا | ۱۰۰۰ | دار کھوتہ اجا بھوج و باجی مار پشوالی پڑا ۴ کدہ ۵ مرزا |
| ۲۹ | دھول پور | ۱۶۲۵ | تھام اٹکار سی والی غافل و لیصل قابل |
| ۳۰ | دیواس | ۰ | مطلات قلعہ و مجڈالاب مقبرہ حسین شاہ قابل دید |
| ۳۱ | دنگر پور | ۱۰۰۰ | بھیل پر بند سنگ مر مر قابل دید |
| ۳۲ | دیوان | ۱۰۰۰ | انتظام ضمیمہ الٹا کدہ والی مالی فٹ بجواندر |
| ۳۳ | راپورہ | ۷۰۰ | ٹکٹ عید ابیر حاصل انتظام چٹوالی جان کشتار |
| ۳۴ | ساونت پٹی | ۱۰۰۰ | ٹکٹ کدہ و ٹکٹ و بیٹر تسلط سرکار کا اجا کو بعد شہانی مرن کے بقی تہ جو |
| ۳۵ | سروہی | ۲۰۰۰۰ | سروہی کی تکرار شہور ہو |
| ۳۶ | سمتھر | ۴ کدہ ۲۵ | واقع بندیل کھنڈ |
| ۳۷ | شکم | ۱۶۰۰ | کوہ و جنگ شہور مذہب پھادی بلک |
| ۳۸ | زید کوٹ | ۰ | دریہ فیروز پر پنجاب ہر |
| ۳۹ | قرولی | ۱۹۰۰ | وادی صاحب حر صلہ |
| ۴۰ | کھلوا | ۱۶۰۰ | صد بلا سپورہ پنجاب کوہ پرفضا و کشتا |
| ۴۱ | کپورتھلہ | ۰ | ٹکٹ آمد ریت شاہ الٹا و خیر آباد پٹنہ |

| ردیف | نام رست | مشتی | آمنی | کیفیت |
|------|-----------|------|------|--|
| ۴۲ | کچھی | ۲۰۰ | ۸۰ | چنگ و بچیل آب شور بر شاخه های بیخ و برگ گونا |
| ۴۳ | کشور صحر | ۲۵۰۰ | ۵۰ | دانی قاقا سرکه خیزه ملک آباد و ایشاد |
| ۴۴ | کشنگره | ۴۰۰ | ۳۰ | |
| ۴۵ | کوما | ۶۵۰۰ | ۳۵ | مش لود و خا و سنگ کو خسته با باغی با جابجایی |
| | | | | یک سرکه سینه ده و یاد و جابجایی پان مین |
| ۴۶ | کومچی | ۲۰۰۰ | ۵۰ | عرف کومچین آب تحت سرکه در شهر اودکوما |
| | | | | کے محبت عمره |
| ۴۷ | کولاپور | ۲۵۰۰ | ۵۰ | کوبستان مین لب دیاجو |
| ۴۸ | کوالیر | ۳۳۰۰ | ۸۰ | عاده بیرتک آموه نیلایا آسود و بیک خا |
| | | | | دن مزبهر شربت سرکه و آب فروغ شربت |
| ۴۹ | گهوال | ۲۵۰۰ | ۱۰ | محبوب راکوستان |
| ۵۰ | مایر کوٹہ | | ۲۰ | قدیم خانہ داری |
| ۵۱ | منی پور | ۴۵۰۰ | ۱۰ | باشند و مقصدی و بی بی و کشتی و کشتی |
| ۵۲ | یسور | ۲۰۰۰ | ۷۰ | تسده سرکا |
| ۵۳ | نابجہ | ۵۵۰۰ | ۸۰ | دانی قاقا سرکه خیزه ملک آباد و ایشاد |
| ۵۴ | نیپال | ۸۰۰۰ | ۳۲ | سرکاست عده نامہ و شستی |

اودھ

لوار پنچاس ہندو عموماً کتب سنسکرت کے مستنبط ہے کہ قدیم نام اسکا اوتر
 کوشل ہے اور ابتدا سے آبادی منوجی موجد اصول مہرہ شاستر سے تباہی میں
 اور وقر شاہی اور انگریزی میں موبہ اورہ لکھا جاتا ہے اور قدیم سے اودھ یعنی
 مقام اجور ہیا دارا بارہ و حاکم نشین ہا اور ہندو لوگ مولودار سلطنت
 مہاراجہ رام چندر تپتی سے خاص اودھ اور اسکے مضافات کو ایک مہاتیرت
 جانتے ہیں غم سلطنت مہاراجہ رام چندر میں اودھ یک دار سلطنت اور سیا
 تھا کہ جب کھلون ایک سو تیار کوس اور پنج جس میں تہا ایک بسبب کثرت بڑا
 اور ندیوں کے ہندوستان کا دیا ایک مانع تھا کثرت آبادی و رعیت
 و مردم شماری و پیداواری و آمدنی میں ہندوستان کو اور بلا د سے
 جو اکثرہ مقابلہ ہوا سب باتوں میں موبہ اورہ کو ترجیح رہی پہاڑ باہل زمین
 زمین ہوا دس ملک میں لاجور کی کان ہے اور یہاں کالاجور دھاتا
 عمدہ اور صاف ہے -

زراعت یہاں کی نمیکر چانول فیون تو مشہور ہے باقی ہر قسم کی پیداوار
 اور پھول پل فیون اور زراعت اب انگریزی زمانے میں تل و قلی فیون
 کی زراعت کثرت سے ہو چکی ہے قبل تسلط اہل سلام بطور خود پیدا
 لوگ اپنا انداز فضاغت سے کہتے تھے انقلاب عملداریوں سے

کچھ کچھ بل بل ہوتی رہتی تھی مخصوص اخیر زمانہ تیموریہ میں بہت بڑا شیبہ فز
 ہوا جو نور بخون سے خود معلوم ہو گا اب عہد گزینی میں ہر سلسلہ تعلقات
 میں ایسا بندوبست ہو گیا ہے کہ ہر کار کو اب کسی نوع کا دفعہ بندی اور
 ہمیشہ سے اس ملک میں معافی اور شلکاب ہی بہت ہے کہ اس سے
 گذارہ یہاں کی خلاف ورزی کا ہوتا تھا مگر وقت بہتے تھے اور اپنی قسم
 کے کالات حاصل کرتے تھے اب اکثر معافیان اور جاگیر میں میں حیات
 میں بڑے دریا و زمین اس ملک کے یہ شمار کیے گئے ہیں گنگا گاما گرا
 گوئی پانی سے جو جو تھا اور بہت بعض زمین میں جو بارہون میں سے روا
 رہتی ہیں مگر زری کا بندوبست عہد شاہی میں اور اس زمانے میں
 بھی نصفی کا ہے اور اب بندوبست پختہ ہی کئی ضلعوں میں ہو گیا ہے
 قریب قریب ہے بندوبست بحال ہے رعایا اور ملک کی آبادی
 اور بہتری مگر بندوبست کے سبب سے متصور ہے۔ محاسبانہ
 اگرچہ ختمہ ڈیرہ کرور کا عہد شاہی میں مشہور ہے مگر کہیں ایک کرور
 خزانہ نہ ہو اگر اب جو مگر زری کا بندوبست رہ رہی کیا گیا ہے البتہ
 ایک کرور ۲ لاکھ سے سو سے لے کر آدھ لاکھ کل مبلغ کے ہوتے
 اس قدر میں اس ملک میں اب ہر کاری فنی ہی کہ شہر اور پولس کے
 بندوبست سے جتنی سپاہ کو زیادہ تر اداوار کا مدد کے دینے کی ضرورت

ہوسے گومت مدیسے یہ شہر از بس مختار اور مشہور شہر ہے اور دوسے
 تہائی زمانہ تا جہان شہر مینو آباد ہے اور اس مقام پر ۶۴ دیات آباد ہے
 جسکے نام اسلئے محلات سے جو انکی جگہ آباد ہیں مضموم ہوتے ہیں
 اور بالقی دیات کے نام و نشان مفقود ہو گئے ہیں اور بجز کتب قدیمہ
 و کسی عداوت سے انکے نام دریافت ہونہیں سکتے ان شہر مینو وہ
 بندہ تھا جس ۱۲ پختہ کے ہے جہان یک مسجد نامزد شاہ پیر محمد صاحب
 موجود ہے اور جسکو بنام پیر محمد مشہور کرتے ہیں اس جانب بھی عجیب
 شینہ مذکور کے ایک کائنات نام پیر محمد پیر محمد اور اسی کا نون
 نام سے یہ شہر مضموم مشہور ہو۔ ایک قدیم روایت ہے کہ شہر جو بہت
 جگہ غارت و راجہ پوتان سورج منہی اس شہر میں تعمیر کرتے رہا
 و سب شہر تھا۔ بادی شہر خود میا سے جو ب آباد ہے شہر نہ تو تک
 با قاصد آباد تھا۔ یہ روایت اس وجہ سے قرین قیاس ہو سکتی ہے
 کہ پیر محمد جی جو بادشاہ پیر محمد لپکے تھے بادی ہی رام چند کے
 جنہوں نے جو دنیا و بادی تھا اور یہ خون بانی کہی بدھ ہوئے
 سے اس شخص نے تلخ غاب سے کہ وہ خون سے بادی سے پیر
 شہر کی تحصیل یک دور سے کی ہو غاب سے کہ بادی پیر
 کو بہتوں کی تھی و چند خاندان شینہ پیر محمد عین بدھ و خیر

غازی میان برابر زادہ محمود غزنوی لڑکر مغلوب کر کے خود اس کے ملک پر
 تسلط ہو گئے تھے اوس وقت میں اہل اسلام اس ملک میں آئے تھے
 گو اب ہر ایک خاندان اہل اسلام بیان کرتا ہے کہ وہ ہمراہ فرج ہمسالار
 یہاں آئے ظاہر الذکی تمد اور قیام اس ملک میں بتدریج ہوا ہوا اور غلب
 کہ تنویر کے عرصے سے آبادی اونکی یہاں قرار پائی جو یہ خاندان شیخ
 جو ہمراہ ہمسالار کے آیا تھا اونہوں نے ملک میں بڑی عظمت و شان
 پیدا کی یہاں تک کہ فرج میں سے اونکے خاندان کے کئی شخص علاقہ غورپڑ
 پر ممتاز ہو گئے تھے اول دل لوگرن نے تجویز تعمیر قلعے کی کری اور یہ
 قلعہ استحکام میں بہت مشہور ہوا اور یہ قلعہ اوس مقام پر تعمیر کیا گیا تھا جہاں
 قلعہ بھی ہوں مشہور ہے۔ اور روایت اسطرح ہے مشہور ہے کہ اوسکی تعمیر ایک
 امیر کے ذمے تھی جسکا نام لکھنا تھا اس وجہ سے اوسکو قلعہ لکھنا کہتے
 تھے اور جو کہ یہ خاندان شیخ بہت ذمی تھے تھا اور کثرت اشخاص اوسمیں
 تھی۔ اسلئے اسکے رد و پیش میں کثرت آبادی ہو گئی اور یہ دونوں آبادی
 کے نام یعنی یمن پور اور لکھنا کے نام سے معروف ہو کر لکھنو ہو گیا اب یہ امر
 تحقیقاً معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نام لکھنو اس بڑی کتب کہا گیا مگر اس میں شک
 نہیں کہ یہ آبادی قبل از عہد اکبر شاہ بنا کر لکھنو مشہور تھی شیخان لکھنو ایک قصہ
 اثبات بزرگی میں شہ کا بیان کرتے ہیں کہ جب شہنشاہ عزمین مایوں بادشاہ

واسطے جنگ شیرشاہ پادشاہ جو پوسے جو بعد از ان شہنشاہ دہلی ہو گیا وہاں
 اور اٹلے او میں بقیہ لکھنؤ چار گھنٹے استراحت فرمائی تھی اور جو دوسرے کے
 فوج شکست خوردہ و دل شکستہ تھی اور ایسے وقت میں عاید بھی فرما کر وہاں پہنچ
 رہتی مگر تاہم اس غرض سے نہیں میں فوج مذکورہ کے واسطے شہنشاہ کے پاس
 روپہ اور پچاس اس اسپ بہم پہنچا ہے تھے اس قسم میں ہر چند مبالغہ
 مگر یہ بات ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ہی شہر لکھنؤ آباد و مملکت تیار و غرض کہ
 زمانہ تصف الدولت سے احمد و امجد علی شاہ آبادی برہمنی گئی بلکہ کسی زمانے
 میں آدمیوں کا بن مشہور تھا اور عہد سلطنت میں پانچ لاکھ سے زیادہ ہو کر
 بتاتے ہیں اس شہر میں کتنی سڑکیں بہت سے گھر اور نوے اور
 محلے آباد ہیں جس محلے میں شیخ عینا صاحب کی دیکھا تھی اب وہ محلہ تو مسافر
 ہو گیا لیکن دیکھا موجود ہے اکثر لوگ غنیمت کو فاتح کے واسطے وہاں جاتی ہیں
 سوال کے اور یہی یاد ت دیکھا ہل ہنر و اہل سلام کی میں جنکی تفصیل طوں
 — باغات اس شہر میں اکثر اور یہوجات ہر قسم کے نہایت عمدہ و خیر
 اور کوئے مشہور ہیں — کوپے میدان کے رنگ اور عینہ گلاب معانی
 شہر کے لیے کیسی سے تارک ہوتا جاتا ہے اور اب شہر میں ہی دیکھا
 فوج بنگالی میں اور بھگتی جاتی ہیں اور اب بھی اس کوئی چوٹی حالت پر شہر کو
 کسی جہز تمام سے دیکھا جائے تو جنگ نظر سے دیکھا نہایت خوش

نارینا غنید اور عالی شان مکانات در بعض جہد محنتی ہوئی سندھی حکمران

تشریفاتی میں - حسین آباد اور چوک میں ابھی رونق ہوتی ہے - عہد

شاہی میں جی مون تک کے بدن پر اوٹھنے والے اور حد خوروں کے

پائون میں ٹاٹ پانی جتنی موجود تھی بک کر مین چوسے یہ تو ایسی زمانہ

بھی ہزار میں بنے پہرے تھے لفظ تو اس شہر کے مشہور ہو چکی تھی

بیان کے گام اور سا اور اہل و شائق ست شہر کی شان و شوکت کب

مشتے نمونہ از خروار سے باقی ہے - ہر قسم تجارت کی بعض موجود گری

مکداری سے پہلے پر شاہی مکانات کے بڑی عمارتیں رہتی تھیں

فرینہ اور سبھی وٹ دیکھ کر انسان کی محفل ڈگ بولتی تھی جہاں خوش

اور دیگر تحفہ کا کیا بیان ہو تھو بشی کی شان و شوکت اس

عیان ہونے بخش مہاک نزل آرا من ترقی معاش میں حسین آباد

کتب خاصہ لائق دید تھے اب بھی جو عہد سماوی و مہندی سے محفوظ رہی

جس کا بیان آخر میں زیر کیفیت مکانات کے آج جو کا قابل دید میں

مہرم بیان کا مشہور عالم ہے اور اب سے ایام محمد میں نور کے قہر

تسے میں خصوصاً حسین آباد - لوگ لکھنؤ کے تراش و تراش و تراش

میں ارشد و بن کی زبان کو اپنے برابر نہیں جانتے بکد عموماً اتفاق ہے

رہی یہ پیر میں قریح و سیاہی ہند میں لکھنؤ ہے - میرے ہی بہت کثرت

سے ہوئے ہیں مثل عیش باغ آٹھ کھامیل سو چکے نوچندی کیرو باقی حال
 یا شہد دن کا آخر میں لکھا جاوگا اس ضلع میں اگرچہ چھوٹے چھوٹے
 قصبے بہت ہیں مگر کاکوری کرسی طبع آباد کاکوری کے مسلمان رئیس
 بڑے نامور خدمات سرکاری پر اکثر جگہ ممتاز اور عموماً اس قصبے کے
 لوگ فلاحی عینی میں مہلت کمال رکھتے ہیں فلاحی شہ کی زمینداری میں
 بہت فائدہ آمدنی ترکاری دہنی کی بہت زیادہ اور ہر موسم کی چیزیں
 منسل سے آگے اس شہر میں اگر فروخت ہوتی ہیں دار حکومت عمل
 انگریزی میں بہتور لکھنوی قرار پایا صاحب چیت کشتربہ سادری
 مندر پشورین رشتہ میں اس ضلع کے تعلق دار ہیں اکثر شہر کی نزدیکی کے
 سبب سے خوش وضع و پختہ ہیں — زمین اس ضلع کی اوسط
 ریت کی ہے۔ حضور تحصیل لکھنوکرسی موہن لال گینگہ طبع آباد
 یہ چار تحصیل ہیں۔

دوسرا ضلع دریا باد

اسکا صدر مقام لکھنؤ سے ۱۰ میل نواب گنج بارہ بنکی میں ہے یہ ایک قصبہ
مختصر ہے اب ایک مرا سے نچتہ نئی زیر اہتمام ملک ان سرکاری تعمیر
ہوئی ہے آب و ہوا اس ضلع کی بہت اچھی زراعت پر فلاح ہے
تعلقہ دار بھی اس ضلع کے نامی گرامی رعایا خوش اور اکثر تعلقہ دار
اہل اسلام سے ہیں جنک کم ندیان اور جھیل سے سارا ضلع سیراب
اور مقام سرکھین ایک میلہ بھی ہر سال ہوتا ہے اور اب لکھنؤ سے
نواب گنج ہوتے ہوئے فیض آباد تک شکر نچتہ تیار ہو گئی ہے اور
ایک اسکول بھی زیر اہتمام ضلع کے جاری ہے اور اس ضلع میں
تعمیل نام سے مفصلہ ذیل یہ ہیں نواب گنج خصوصاً تحصیل ردولی
دریا باد رام نگر +

میسرا ضلع رائے بریلی

یہ مقام لکھنؤ سے ۴۵ میل جانب مشرق مائل جنوب واقع ہے قصبہ
پرا اسکانات کٹہ اور فیصلہ قبل از تجویز جدید مقام کشن پری میواڑ
بھی رہا زمین عموماً اچھی اور ہر طرح کی قابلیت زراعت اور تعلقہ دار
بڑے بڑے ہیں اور آسودہ اور فوٹاں میں لیکن منہ غور

راجپوت کثرت سے ہیں شاہزادہ سہدیو سنگہ خلع سردار شیر سنگہ
 مہاراجہ پنجاب کو اس خلع میں جاگیر عطا ہوئی ہے اس سے وہ بھی
 یہاں رہتے ہیں اور بعض بعض انگریز جو اس خلع میں تعلقدار
 ہیں انھوں نے نیل اور پنبہ کی زراعت میں توجہ کی ہے
 راتے بریلی دکنو بہار قیدر گڑھ یہ چار تحصیل ہیں +

چوتھا اوزام

لکھنؤ سے ۴۰ میل جنوب اسکے کنگاٹکے پار کا پتہ ہے
 صدر مقام اسکا اوزام ہے بندوبست پختہ سے رنہہ رعایا بربایا
 ہوا ہے تعلقہ داری بہت کم ہندو مسلمان کی آبادی ہے برہمن اور
 راجپوت زیادہ ہیں عموماً اوسط درجہ کی زمین خاص مقام اوزام
 شیخون کا آباد کیا ہے شاید یہ پرانے خاندان شیخون سے ہیں
 اب بھی ان کے خاندان سے لوگ موجود ہیں اس خلع کا انتظام
 بہت اچھا اور رعایا کمال خوش حضور تحصیل اوزام نواب گج
 پوردا معنی پورہ یہ چار تحصیل ہیں +

قسمت خیر آباد

خلع ہرودئی

مقام ضلع کا خاص مردہائی لکھنؤ سے ۱۰ میل ہے یہ ضلع بہت وسیع ہے
 حدود غربی ممبئی میں فرخ آباد اور جنوبی حد گنگا سے ملتی ہے یہ ضلع
 کی زمین متوسط آدمی بھی عموماً اچھے اور بانگر جہان کے چور مشہور
 ہیں اسی ضلع میں واقع ہے اس ضلع میں اچھے اچھے قبیلے
 بلکہ بطور شہر آباد ہیں سندیلہ بلگرام شاہ آباد گویا موکھیاری
 لیکن ضلع کا دار الحکومت بہت خراب موقع پر آباد ہے اہل و عیال
 کو بوجہ نمونے گردن کے تکلیف ہوتی ہے لیکن اب آباد ہونا
 جانا ہے جنگل بھی اکثر واقع ہیں اور بہت کچھ غلام بھی ہو گئے
 اور انہیں آبادی ہوتی جاتی ہے ہندو و مسلمان دونوں مذہب
 کے رئیس اعظم تعلقہ دار ہیں چودہری شمت علی رئیس سندیلہ
 اور راجہ ہر دیو بخش کھیاری کے بڑے عالی تراز اور نامور ہیں
 سوا ان کے اور اور بھی رئیس تعلقہ دار خصوصاً اہل اسلام سے
 زیادہ تر با وضع اور پر تکلف ہیں اب اس ضلع میں درجہ
 حاکم ضلع کے اتہام سے اجرا ہے اور ترقی پر ہے ہیڈ کوارٹر
 اور مدرسوں کی لیاقت قابل تعریف ہر دوئی حضور تحصیل
 شاہ آباد سندیلہ بلگرام یہ چار تحصیل ہیں +

دوسرا سیٹیا پور

مقام دارالحکومت کشتری و ضلع کا ہے خیر آباد سے جانب شمالی
۶ میل کے فاصلے سے ۶۰ میل سے نظام کی نیک خیتی سے اس ضلع
میں میرا فیہ تا برکت ہے یہ مقدار اور زمین قدر میں سے یہ ضلع
کلزار ہے زمین بہت اچھی مٹی مٹی مٹی تقبہ نامی شل خیر آباد
بارنی ہتوان راقم پور اور ضلع کے صدر مقام سے کچھ پچاس
یر مسٹر کے اور اس کے قریب نیسار میں یہ دونوں مقامات شہر
اور پراٹھ میں اور نیسار میں وہ مقام ہے جہاں سوت جی سنے
پوران سنایا گومتی اور کے تہ ہتی ہے اس کے نزدیک ایک حوض
ہر مہادرت نام کا ہے اسکا پانی اندر ہی اندر جوش کھا کر ایسا چکر
کھاتا ہے کہ آدمی کو یہ مقدار زمین کو اس میں غوطہ لگا سکے یہی
وہ مقام منہود کے نزدیک ہے کہ انتخابات زمانہ سے جب یہ
اور پرتیمان علوم و فنون کی جو فائز ہو گئیں تھیں اس مقام
پر انکی آرزو انجام ہوئی اور حضرات خیریت کش ایک ہتوان
کی مینہائی سے پھر علوم اور پانی سنسکرت کی پرتھوین کا علم
ہو گیا اور کے قریب ایک سر مشہر ہے کہ وہ گومتی میں ملتا ہے
ایک گڑ چڑا اور چار اوچل گڑ ہے جب زمین پر جا کرتے چار

اترہون کا سامان اوتھین چپور سے بن اوسکا نشان نہیں ملتا
 اور بھی اکثر عقائد مذہبی کی وجہ سے باتیں مشہور ہیں فیما بین
 مصر کھ کا ہر سال میں جب کوئی برب ہوا میلہ ہوتا ہے اور
 معمولی میلہ ہر سال بڑی دھوم سے ہوتا ہے کئی سال سے
 حاکم ضلع اور صاحب کشتی کی عنایت سے فی آباد کے مقام پر ایک
 میلہ ہوتا ہے اس میں گھوڑے اور مویشی کثرت سے کھنے کو
 آتے ہیں اور یہ قصبہ خیر آباد بہت قدیمی اور اکثر رئیس بیک
 نامور اور سرکاری خدمتوں پر نامور ہیں تاکا خیالہ کا امام بارہ
 مشہور ہے فیکر کی زراعت بہت اور کئی مقاموں پر کھنڈ سال
 ہی ہے بسوان میں قالین بنائے جاتے ہیں اور تاکو بھی اچھا
 ہوتا ہے اور محمود آباد کی ریاست اس ضلع میں بڑی ہے یہ
 چانچیل کے مقام میں حضور تحصیل ستیا پور بسوان
 بڑی مصر کھ *

تیسرا لکھیم پور

لکھنؤ سے فاصلہ تخمیناً ۶۰ میل ستیا پور کے اوتھ ۲۴ میل پر
 دار الحکومت ضلع ہے شمال اور غرب میں بہت بڑی حد تک
 پٹی بھیت اور شاہجہان پور اور بریلی اور شرق میں ہراج

اور دریا باد کا خلع سب سے تعقدرا اور راجہ پورا سننے پورا سننے میں
 زمین متوسط جنگل کثرت اور شکار بھی جانور اس جنگل میں بہت
 اور جانب شمالی ضلع میں بیماری ہمیشہ رہتی ہے اور کھانا
 مواد یو کا مقام اس ضلع میں بہت مشہور بنا ہوا ہے وہیں بھی ایک
 سال میں ہوتے ہیں اور تعقدرا کو سست آتے ہیں
 حضور تحصیل کیمبر پور علی گنج محمدی یہ زمین تحصیل میں +

چوتھا بابہ اسخ

کھوسے آب ملہ درمیل اور ترکی جانب سے اس ضلع میں
 بڑا علاقہ تعلقہ دارنی راجہ کپور تھلہ یعنی علاقہ بڑی دریا کا پور
 اور بھی بڑے بڑے تعلقہ راجہ نہ در شمالی اس ضلع کی نیپاں سے
 ملتی ہیں جن میں یہ ضلع بھی ہوا اور سابقہ زمین کی وجہ سے
 بالکل سیر جنگل کی کثرت بڑھ چکی ہے مت سب سے اور پیداوار کی
 سب قسم کی سب پکین دھان کثرت پیدا ہوتا ہے اور جو
 اس ضلع کے تعلقہ ہیں یہ یہاں سے اور غازی کی دریا اور
 راجہ سالار کا مقبرہ اس جنگل میں ہے جن میں راجہ سالار
 تعلقہ تارہا بھائی تھے اور سیدہ بیگم کی خاتون میں تعلقہ
 سب سے صحیح قریب سے کہ قوم کو تہہ پکین دھان محمودہ نور سے

بھی قزاق تھے اور بعض کا یہ قول ہے کہ چچان سے لیکر شہید
 میں غرض درگاہ اورنگی اہل عام کی زیارت گاہ ہے سال میں ایک بار
 میل ہوتا ہے دور دور سے لوگ مینڈی کے ہزاروں تہ بن کھنڈے
 تیاج جو پانی بھی آتے ہیں اقوام ازناں لال پل نیو کے ساتھ
 ہزاروں دفالی گاتے بجاتے ساتھ لیکر اپنی اپنی بستیوں سے نکلتے
 میں غرض جٹھ کا پہلا اتوار اس میلے کا دین سے عقائد مذہبی و جماعت
 سے عقیدین انواع و اقسام کی حرکات سے اس میلے میں شریک
 ہوتے ہیں ممد تحصیل ہریچ حصار پور مان پارہ تین
 مقام میں +

تیسری کشنری فیض آباد پہلا گونڈو

دار حکومت ضلع کا ہے مکتھو سے فاصلہ ۷ میل فیض آباد سے
 ۴۴ میل شمالی ہے۔ گھنگوراک کنارے کنارے ضلع گورچہ
 تک آباد ہے پیداوار برسم روئی و نیل کی زراعت کے لائق
 زمین بہت ہے ہمارے دیگھے شاہ صاحب بہادر بڑا پور کا
 تعلق اسی ضلع میں اور ایک محمد تعلقہ داری ہمارے ہاں سنگھ صاحب
 بہادر قائم خاں یعنی علاقہ نس پور بھی ہے۔ جنگا آباد بھی ہے

بڑے بڑے تعلقہ سوسے مہاراجہ لہرام دیو مہاراجہ مان سنگھ صاحب
بہادور کے بہت کم ہیں اب دیوا بھی وضع ہے - یہ مقامات
تحصیل میں خصوصاً تحصیل گونڈہ اور تولہ سبھانند گرجا

فیض آباد

گھنٹہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ضلع کا دار الحکومت اب گھاگھرا
واقع ہے پرانا شہر دارالامانہ اور وہ مقام منگلہ کے نام سے
مکرم کے فاصلہ پر آباد ہے یہ مقام منڈون کے عہد میں
برامبرک ہے دیس دیس کے مذہبی عقیدہ اس مقام پر آتے
ہیں کیونکہ مولہ دار الحکومت مہاراجہ رام چند جی کا ہے مراعات
کی اب بھی کثرت ہے منڈوان گرجا بھی اسی مقام پر ہے اب یہاں
سے مذہبی امور میں مراعات ہیں یہاں رام نوٹی یعنی چیت
کی فوجی کوٹرا بھی ملتا ہوتا ہے مہاراجہ ہنسند صاحب بہادر فائرنگ
اور اس کے خاندان سے اکثر مقامات گھاٹ اور یوگستان
یادگار ہے انھوں نے بھی مہاراجہ صاحب کی عمارت سے سکواں
اور ایک مدرسہ آمیزش مذہبی فرائض کا جاری ہے جکا صاحب
نزار دیو یا دیواری صاحب رانچ موصوف نے بنی بہت عالی پر ہے
فیض آباد کے قریب دو بڑی قبریں ہیں حوالہ دیکھنا سات

آٹھ آٹھ گزست کر نہیں عوام اونکو حضرت شیخ اور حضرت نور
 خدوب کوٹے میں اور ہر چشمنہ کو اکثر لوگ وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے
 ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک رتن پور میں کبیر جیلا سے کی قبر
 ہے یہ شخص سلطان سکندر لودھی کے عہد میں تھا بنارس کے مقام
 میں عقائد منہود میں عبادت کرتا رہا فقرا کے نزدیک موجد و صاحب
 کمال تھا چنانچہ اس کے مہنگواں اکثر دو برس اہل مذاق کے
 درویشان ہیں۔ شجاع اللہ کے عہد کی آبادی بہت تباہ تھی
 میں اور اب لکھنؤ سے اتر کر صوبہ اودھ میں شہر ہے ملک میرا
 اور ہر قسم کی پیداواری و زراعت ہوتی ہے ہمارا جہان سنگھ
 بہادر کا صدر علاقہ اس ضلع میں ہے اور یہ چار مقامات تفصیل
 میں فیض آباد اکبر پور درست پور پرتی پور +

سلطان پور

یہ ضلع شرقی و جنوبی حد فیض آباد سے بمقامہ ۲۰ میل اور کھنڈ
 سے ۲۰ فاصلہ ۸۰ میل واقع ہے متوسط کیفیت ضلع ہے
 اور شخاص در نمایاں ہے اور ریشہ تعلقات اس ضلع کے راجہ بادھو شاہ
 صاحب بہادر گڑھ آٹھویں کرین زمین بہت اچھی بنا بیت ہر قسم
 کی کوٹھی اور کئی ندیاں اس ضلع میں ہیں اور مقامات تفصیل

یہ بین خصوصیت سلطان پور ایٹھی انھونا موزن گنج

پر تاپ لڑو

یہ ضلع لکھنؤ سے بغا ملہ ۱۲ میل واقع ہے ضلع کا
دار الحکومت بلا گھاٹ ہے جنوب الہ آباد شرق جو پور حدین
بلکہ جو پور اور وہ کی شرق حد اس ضلع کی حدین پر ختم ہے
یہ ضلع سب سے اچھا رہا یا آباد تعلقہ اشرفیت و خوشاؤ
بندوبست پختہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ مقامات تحصیل میں
حد تحصیل ملکہٹ چنی بکیر بہار سلون +

Khuda Bakhsh Library

Acc. No. 75463

آفتاب

یہ ایفک نہایت ہی متمتع ہے ویرانی کتاب مفصل عبارت
ملک اورہ میں مقرب بیع ہونے والی ہے اور اس سے
شرح معرہ برہما - عمد شاہی میں یہ انتظام انتظام تھا
حد سرسری عبور یہ انتظام کبھی تو کبھی پانچ اور ادج کے
سیچے کے پیکلہ دار ہوتے رہے اور انڈیائی کا انتظام تو کبھی
انتظام اب سرکاری عملداری میں ہر جگہ آبادی و زراعت کی کثرت
اور فضل المہی سے تو امید و تامل حضرت بنی آدم کی بھی
انزلیش اٹھو روٹا فوٹا دید +

نواب سعادت خان بہان الملک

صوبہ داران اور دہقان پر است کا موثر علی یہ نواب ہو گئے تھے کہ صوبہ داران
نواب کا میر خرمیدین بیٹا نغیہ شاہ پورنی، نذر اوت بہادر شاہ اللہ شاہ بہان
مین آیا اور عہد دولت محمد شاہ مسکن مین جبکہ دہقان مین بہانہ اور شاہی
دوسو وقت مین اتفاقات انقلابات سے قریب لگا ہوا شاہ ہو گیا بلکہ
خزینہ پسند و اس سے ایسی توقع مین آئیں کہ مقررہ عہد و زرت کا تھا
چنانچہ اس وقت مین غلامی و دہقان مین ہر مقام پر بے انتظامیاں ہو رہی تھیں
اس لیے انتظام و آبادی کے نامور ہو کر آئے اور عہدہ سابق ہی بہتے رہا
رہا اس صوبہ مین دوسو وقت پشیمانیت سے خانہ ان شیخ نواب عبدالرحمن
جو عہد اکبر مین صوبہ دار تھے زمیندارانہ اس صوبہ پر قابض و متصرف تھے
بلکہ اس صوبہ کی آمدنی بالکل خورد و برد تھی اور زمانہ کاروبار یکسر درپردہ
ریکاش ہو رہے تھے جبکہ نواب بہان الملک اس صوبہ مین ہو گیا تو لکھنؤ
مین اگر شاہ و حرم و مہر و ہوسے تشریف آؤ گئے کنارہ شہر مین ہی داخل
ہو سکا کہیں نہیں تک پہنچ سکے کہیں کی جانب کی جانب
خیمہ زن ہو کر بیٹھ کر فراق و غم کی تہیہ ہی ہو گا مین ایسا شہر ہے
رہا، تیار و تیار خیال بدولت کی قدر و قیمت کے دل سے مبرا بہت

سعادۂ خان بانی ملوک



ایک جین من شیخاؤ کی دعوت کا اذن عام دیا چنانچہ وہ جمعیت کثر سے سا
 ہزار آدمیوں کے ساتھ سمان ہوئے یہ موقع اور قابو پا کر کین گاد سے سو
 افواج سواروں کے حملہ آور ہوا اور ساری جماعت کو مع ان کے سرداروں
 اسی جگہ پکڑنے لگا یا اور پھر سارے صوبے میں قابض ہو کر انتظام کیا
 میں نام تو ہوا۔ ایک ثابت ہے کہ شیخوں نے اب حکومت اور سیاست
 کو لکھ نیکو فطرت محلہ میں دروازے پر تشییر پر بند لگا دی تھی کہ جب پانچ
 کا صوبہ داریا کا صوبہ داریا اور پختاوا صوبہ کو راتا تھا تو اپنی دلیری
 شجاعت سے اس کو بند کر کے تھے اور اس سے اس کو تھار کا
 سلمہ لیا کرتے تھے۔

۴۔ جب بہانہ لکھ کا قبضہ اور تصرف شہر میں کما حقہ ہوا تو اس کو
 کو پکڑا دیا اور بعد اس کے بکٹے اس صوبے پر تسلط ہوا اس نے
 میں پچاس ایک روپیہ میمن و تھا اور بہانہ لکھ میں صوبہ
 یہ حدین تھیں۔ وکھن گنگا۔ شمال دریا سے پانی دریا میں
 - شرقی محو غنیمت آباد۔ مغربی شاو آباد محو فتح آباد شہر بحر میں
 شاہ جہان آباد پھر پکڑا گیا اور شاہ جہان آباد اور شاہ جہان آباد
 پنج محلہ میں کین من شیخاؤ کی تھوڑی سی شاہ جہان میں سے متصل
 باقی تھا اب نام ہے نہ نشان —

میں فن اور راجہ جی سنگھ کے نئے میں کا پرانا مٹا مٹا قطعہ تاریخ
 ہوئی جسدمکتبہ مسجد عمر ادیب گرن کو دیکھو یہ تاریخ کی جنگ کشیا
 ہوا سال سوچی اذانی ظہر قلم نذر الٹ غوطی کر عداد کبھی ہسم ستان سے بہر

مرزا محمد مقیم طعنے بلقیاب نواب صفدر جنگ

باپ نواب کا نواب جعفر علی خان داماد شہزادہ نواب بہان الملک کا تھا
 نواب بہان ملک کی سوہداری نسبت اور صوبہ داروں کو دودھ میں زیادہ استیلا
 سے رہی ہو واسطے ان کے خاندان میں اس صوبے سے زیادہ ترقی
 کچڑ اور اپنا نقشہ جالیاب بعد انتقال بہان الملک کے اسد ہجری تین
 نواب صفدر جنگ قائم مقام بہان الملک کے حضور بہادشاہ شاہجہاں
 سے ہوا اور وزارت کا منصب بھی حاصل کیا یہ نواب بڑا ہی ولیہ اور صاحب
 تہیہ تھا اور مقرب پادشاہ دہلی حاجب احمد خان ابدالی کی شورش مند وستان
 میں جہنی اور شہل پادشاہ کے ہندوستان میں اگر ایک مسئلہ ڈال دیا تھا
 ہمارے شکر تباہی برفاقت شاہزادہ احمد صفدر جنگ سے وہ دوا شجاعت
 لہو رہی مقرب و کامہ ہوا اور بعد شہ پانیکہ شاہزادہ موصوف حد صفدر جنگ
 دہلی کی جانب روانہ ہوا کہ لیست میں خیر و فحاش محمد شاہ کی معلوم معنی و خیر
 افسانہ سولی تھی کہ صفدر جنگ نے چڑشاہی احمد شاہ کے مرہر ہدایات

نواب مسعود علی خان غنیمت



مع برین کا دروازہ تاب تانہا ست بہوں سے درین تخت تاج کی دین
 کہیں بعد زمین عمدہ وزارت حاصل ہو لیکر کٹر مر واکین سعادت کہ جو
 پشتما پشت سے توبہ و کج دست اس خدمت ورت بعد جنگ سے
 خوش ہوئے و در پی سقیما مع قدر جنگ شد بعد جنگ کا
 حریف تائسی شمن کی پیش کشی بدستہ خودی میں کمال دلو اغری سے
 محال ہو کر و قریب سے قتل کر پنا قبضہ اور نسل کر لیا راجہ نول اسے کو
 اپنا سب غر کر کے اس جگہ پر چور کو جو و محمد جنگ وانا شاہجہان باہ
 ہوا چند دن تک بعد پٹانوں سے پریش کی اور راجہ نول اسے اوسی
 برنگے میں کہ مے ویرش کی خبر پہنچے ہی محمد جنگ سے
 باغانت میں ل جات راجہ بہت ورمیہ وغیرہ کی جمعیت کثیر کے ساتھ
 پہر متیہ پٹانوں کا یہ پٹانوں کے افسر احمد خان و سترم خان برادر
 نمر جنگ کئے اس جنگ میں لکھنوی آدمی کا کشت و خون ہوا
 و سترم خان مارا گیا و محمد جنگ سمٹ کر شاہجہان باہ کو پہر گیا
 اور بقیہ فوج سترم خان سے جانبر ہو کر وانا الہ آباد ہوئی پہر او وہ اور فوج الہ آباد
 دو ہزار ہوئے زمین بولیہ لکھنوی سے راجہ حشر نمودار تھا سا رکھتے تھے
 ہو گیا شہر بیکس بچ گیا وہاں کے مہاجنوں نے شہر کی حفاظت
 و بچ بیکس سے وکر و ویر پیش کیا کہ راجہ بیون کی بد مقامی اور

طمع نفس سے لکھنؤ کا انتظام چار بار اور شیخ محمد الدین نے اپنے قبضے اور وقت میں کر لیا۔
 ساکنان لکھنؤ اور نواح اس کے آگے آکر پٹانوں کو تہ تیغ کیا اور عارضی تہ تیغ جو بی
 مسلط ہو گئے اور صفدر جنگ کو اطلاع دی کہ یہ وقت بہت کرمہ جیوں سے
 عوف سے بھی چنانچہ صفدر جنگ نے باجوڑ، ہماوڑ، کھمبیت، کپڑا، تہ تیغ کر لیا۔
 من تہی او کی میت سے احمد خان وغیرہ جیوں نے فتح آباد کے اس پانچواں اور
 خوب ہی غمیلی اور مرہٹوں نے کہ ماہوں صفدر جنگ سے اور اسے سید کر لیا۔
 احمد خان و بیٹے کے صفدر جنگ سے دونوں طرف سے دو کروڑ روپے نقد پاسبان
 ملک کو لوٹ گئے اور اللہ آباد اور وہ کے صوبے کا انتظام تسلط و خود کے صفدر
 پر شاہجہان آباد کو مل گیا بسکہ اذکیں سلطنت اسے حصہ سیادشاہ صفدر جنگ
 کی طرف سے پادشاہ کو آشفہ کر لیا تھا صفدر جنگ نے گنگا کر اپنے ماتحت بدھ میں
 اور دہلی میں تک اس صوبہ اور وہ مقامات میں بدوار حکومت کی سیر کی مشاعرہ میں
 وفات پانی اور فیض آباد میں انشاد کی پڑ زمین میں اور فیض شاہجہان آباد میں
 یہاں شہزادوں کر پاسبان کے دمن کی گئی اور استخوان کش کر بلا جوئی گئی تہ تیغ کر لیا
 وفات منصور علی خان آوہی مدت یست میں جس میں صفدر جنگ
 نے فیض بہت سلام ہند کا زور پڑا تھا یہاں ایک صوبہ اور بجائی نہ جا سکے
 و نواب ہو مہاراجہ پٹنہ اور جاتوں کے ساتھ ساتھ شہزادوں میں تمام ہندوستان
 ہماچل میں ہی ہو گیا اور مشرق کی طرف ملک کا شہنشاہ دونوں ہندوستان کے تہ تیغ کر لیا

بیان جنگ میر قاسم خان ناظم بنگالہ بالنگرین

نواب شیخ الدولہ بہادر جو سرحدی سرشاران بندگان کشنہ لون سے لگی ہوئی
 تھی اس نے بہار میں آئی یعنی وہ سرحد کو پہنچے اس وقت ناگاہ
 میر قاسم خان ناظم بنگالہ نے کہ انگریز کے ہاتھوں سے شکست پائی تھی اس
 نواب شیخ الدولہ بہادر کو اپنا مددگار سطح سے بنایا کہ اگر آپ میری دستگیری
 کریں کہ روپیہ کو بیچ اور پیسے بڑا قلعہ دوں گا اور بعد فتح کے یہ مسترد نہیں کیا
 تاکہ تصویر عظیم آباد کہہ کر اس کی جگہ سے ایک کروڑ روپیہ نقد تو فیض میں دے
 بہادر نے فرزند کی خوشی دیکھا تو بھلا صاحب ہی اس معاملے پر رضی ہوئے
 ورنہ کیا حال ہوئے حاصل عا تو دیکر تھامی نہ آیا جو بہت نقد و جنس کر دیا
 روپیہ کے نواب صاحب کے تعریف میں آئی اور میر محمد قاسم خان ان کی شہزاد
 سے یہ بات تک ہوئے کہ معمول عا او مال متاع سے دست بردار ہو
 اور بواسطہ فتح علی خان اپنی گلو خدھی کر کے یہ نشانہ لگا روپیہ کے ملک
 میں چلے گئے نواب شیخ الدولہ نے اس وقت چاہا کہ ملک بنگالہ اپنے قبضہ
 قدرت میں آجائے فوج بھی کثیر ہر کام تھی شجاعت سے انہما پون کا
 کر دیا دن سننے بھلائے وقت نواب مدد سے پہنچے مددگار دیا کہ نا بجا دینا
 ویرانہ فساد کا تار میان سے گیا تھا سے اور بہار سے درمیان نہ تھا

کوئی امر کہ مبنی فساد یا غنا کا ہونہیں ہے بصورت میں مناسب ہے کہ سلسلہ
 سیم اتحاد و محبت کا جاری ہے قول اقرار کی پاسداری ہے دوست و
 دشمن جانہیں کے طرفین میں دوست و دشمن سمجھے جانے اور صوبہ عظیم
 کا جو عالیجاہ نے نامزد صاحبزادہ عالی وقت کے کیا ہے اوس سے
 ہلکوی کی سطح و رینگ رہنمائی ہے چنانچہ راجہ مینے کہ اس وقت میں کامیاب اور مدد
 اس سرکار کا تامل بخیر خواہی طرح مصالحوں و فساد کی دانی لیکن نواب
 و مرزا علیخان و فیروز خان غیر و کہ خواہ نواب شجاع الدولہ بھادر کے تھے
 برہمن اس معاملہ اور مصالحوں کے ہوئے فوج توپ و تفنگ کی آئی اور
 آتش جہاں قاتل آسمان سے گزرا منشور خدا شکست تھی نواب صاحب
 عیدن کر کے میں یہ چاہا کہ اسی سے ترکہ یورپ پر سوار میں ہوتی کہ
 قیابان سے بھلا دیا فوج کو بد حال فوج میں نشین ہو کہ نواب مدوح سے
 خیر کاری کیا یا قدم میدان سے ہٹایا اور ہر راجہ مینی بہادر و اشک سے نہایت
 دشمنانہ ہر فوج ہمہ ای اپنی سے خوب میدان کا تار و رزم کیا اور سوت
 میدان میں آیا کہ شجاعت چہ تو کی دیکھا پہلے کہ وہ سوت خانہ میں
 کیا کانیا ان کر تے میں ہر شجاعت دیکھتے میں جنگ سے مایوس
 ہو کہ فوج انہماں غیر مے غنیمت پر غما سے پ کو سب سے چھوڑ
 بہا گئے انہماں کی نعمت کو تیرا یہ یورپ کے خوش نصیب ہاں اور بجای

[illegible]

اپنے مقام پر ایسے ہی صورت مصالحت کی قرار پائی کہ ایک سو پے مین
 چھ آٹے حاصلات ملک سے داخل خزانہ انگریزی ہو کر مین اور ملک پر
 نواب صاحب بہادر بہتور قابض اور متصرف مین انعقد نواب صاحب بہادر
 رنجی دھوشی کشیان جواہرات غیر و بطریق تواضع سرکار انگریزی سے لیکر
 داخل شکر ہوئے اپنے قلم و پر بہتور اختیار حاصل ہوا یہ معاملہ شد
 مین گذرا لیکن اس معرکے مین بہت مال انعقد جنس عماد الملک بہادر کا
 اور ضائع ہوا تھا اسکی عوض مین نواب صاحب بہادر نے گیارہ لاکھ کا
 ملک اپنی قید سے بدر کر کے سند اسکی عماد الملک بہادر کو ارسال کی تھی
 اسکی ہمت نے قبول نچیا پیری اور پنجوشی خاطر روانہ شاہجان آباد کو
 ہوئے نواب صاحب بہادر باغواسے بعض مشیران عاقبت اندیش راجہ
 مینی بہادر کی طرف سے دل مین ملاں کرنے لگے اور استیصال اسکا
 منظور نظر تھا چنانچہ بعد چند سے لکھنؤ مین تشریف لائے اور بہانے سے
 سکو اپنے ہمراہ لیا اور بصلاح ایچ خان کارپرداز کو اس بایست مین ہٹا
 دی مرتبہ صاحب اقتدار تھا ایک لکھنؤ مین آج کل ایچ خان کا میدان مسجد
 مشہور ہے "سند" بھری مین سلائی اسکی لکھنؤ مین پیری گئی آج ضیا
 چشم دای اور اوسی سن مین شادی وقت الدولہ بہادر بھی خان عرف مرزا
 کی ساتھیس انسبا گیم دختر خانان خلیفہ قمر الدین خان وزیر محمد شاہ کے

نواب شجاع الدولہ بہادر



ہونی چاہیے کہ وہ یہ سن سادی میں صرف ہوا تھا۔

نواب شجاع الدولہ بہادر

مخاطب جلال الدین محمد شجاع الدولہ بہادر ابو المنصور خان اسانجک فدوی
احمد شاہ پادشاہ شاہنشاہ ہجری میں ۱۱۶۹ ہس کی عمر میں سنہ نشین ہوئے اور وہ تمام
فیض ابد میں ہوئے ماہ و تاریخ سنہ نشین۔ رونق سنہ ماہ وزارت
اسی نواب کے زمانہ میں انگریزوں کی قدرت و اقتدار نے ترقی پائی
جوانی عمر و نشہ حکومت کے تقاضے سے ابتدائیں عیاشی و تن پروری
میں مشغول تھا اور اسی سبب سے بعض عکائد و لاکین کی ہر شہرت
مٹھی کہ اس نواب کو حکومت سے خارج کر کے نواحیہ فیغان برادر باد
نصف جنگ کو کہ الہ آباد میں مقیم تھا بلکہ اسد حکومت پر نصب کریں نواب
ہو بیگم صاحبہ نے کہ اس کا اقتدار بہت تھا اس لئے اس کو بیجا سے لڑا گیا
ریاست کو باز کرنا اور اس وقت سے نواب شجاع الدولہ نے آئین
ریاست دلی کو کار فرمایا اور پردہ غفلت کا گوشہ پوش سے اٹھایا
اور اسی زمانہ میں سلطنت دہلی میں فتوہ پر فتوہ برپا ہوتے تھے
ملازمان و گاہ و لاکین سلطنت نے ناہانقی سے سلطنت کو ایک میل
بتا کر کہا تھا جسکا ذرا بھی قابو نہ ہوا پادشاہ کو سچے سے پرہیز چنانچہ عہد
میرزا سے سلطنت وغیرہ نے شاہزادہ علی گوہر شاہ عالم کو عداوت سے

خلق کرنا چاہا اور اس سبب سے شاہزادہ کو رالہ باد میں مقیم تھے کہ اس
 عرصے میں احمد شاہ درانی باہ شاہ دہلی کی امداد کے لیے مریضہ بہادر اور غوث
 کے مقابلہ کیوں تھے پھر ہندوستان میں پونچھ اور اترپردیش ہو کر ان مرنوں نے
 بحجمیت کشمیر و جم غفیر قریب بیس لاکھ کے دہلی کو گھیر لیا اور مرکز
 خاں تہا کہ دہلی کو فتح کر کے تخت و تاج کرین کہ احمد شاہ درانی بارہ لاکھ
 اور امداد شاہ دہلی کے آیا اور حسبِ یاس احمد شاہ درانی دہلی سے
 اسلام کے شیعہ اعداء و دیگر مہموں داران شاہی احمد شاہ کے
 شکنجے پر پہنچے اور اتفاق کیہ کیا کہ سب نے خوب ہی مرنوں کا
 پانی پیت کے تمام پر مقابلہ کیا آخر مرنوں کی گھنٹی سے یہاں سے کچھ نہ بچا اور غفیر
 نے راہِ قلیٰ اس فتح نمایان سے احمد شاہ درانی پنجاب اور اہلِ اہل کی خدمت میں پہنچا
 پہنچ کر یہ انت کو کچھ کام ہو گیا۔ بعد اس مہم کے بادشاہ سے
 درخواست ہو کر نواب کو راجہ دارالریاست صوبہ اودھ میں لوٹ آیا اور اس وقت
 سے دارالستری و محدث پڑھی میں جمعہ ان میں مشہور تیار نواب کا دور
 اور یہ در شجاعت میں اس قسم میں تیار فاء خلافت میں حتی الوسع کو
 اور اس نواب کے عہد میں صوبہ اودھ بالکل خروشتہ و خلعون سے پاک
 ہو گیا اور ریاست بہت عظام سمجھی گئی اس نے میں اقبال کو اب سے
 پھر تہا کی لڑائی ہو پھر گشتی بیت دیگر سوانح میں منسلک ہے

اس صوبے کی حد زیادہ بڑھ گئی غرب آباد و شرق بین مرزا پور اور
 آزاد آباد کا صوبہ بھی شامل صوبہ اودھ ہو گیا اس نواب کے عہدِ یاست میں
 چند لڑائیاں وقوعات تندرہ بروہی کا لڑائی جس سے یاست میں روز بروز
 زوال و تزلزل ہوتا گیا اور یہی سبب ہوا کہ ریاست جس حد تک تھی جس قدر
 محفوظ رہی غنیمت سمجھتے رہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ نواب دلیر و بہادر
 اور اس نے اپنے کام میں سبھا گیا تھا

رہتیاں بندل کمنڈ کی شورشیں

اس صوبے کی چوٹی چوٹی ریاستیں تھیں بڑا نکا بنگ دیکھ کر ہر ایک
 رئیس خود سے ہو گیا سارے صوبے میں خدو ہو گیا درجنوں بھنے بھنے
 خود انکو نواب شجاع اللہ دلا سے بنگامہ کا زور دیا ہو گیا بدین سے فتح و کھنک
 شکست ہوئی لیکن انتظام و ذوق نہیں رکھا اس لیے وجہ پشت بہادر گوشائیں
 کو جمع کرالیاں دیا اور بھلائی بغاوت بندل کمنڈ کے واسطے معین کیا بعد کشت
 و خون بسیار نواب کی فوج کو نہریت ہوئی کہ بہت سے سردار کام میں
 آئے اور بہت بہادر شکست کھا کر او دھین لوٹ آیا یہ سر کر کشہ بھڑکی
 میں ہوا اور اس سے کسی قدر اقتدار نواب کا کم ہوتا گیا۔

+ یہ شخص مشہور رئیسوں و سرداران شاہی سے تھا۔

وقائع احمد خان ننگہ فرخ آبادی و نواب شجاع الدولہ

یہ احمد خان وہی وہیلہ ہے جسے نواب نواز نے صندرجنگ کو تیغ
 کو کے فرخ آباد میں اپنا محل و قوت کر لیا تھا جس کے ہتھیار کے واسطے
 نواب صندرجنگ نے بیعت مہڑوں کے بہت سی کوششوں کے
 بعد کامیابی حاصل کی لیکن بائی نام طاعت قبول کر کے جگہ اُٹھی ہوتا
 مگر درحقیقت وہ اپنی ریاست پر قابض تھا۔ زمانہ صندرجنگ سے بعد
 شجاع الدولہ رسم دارا و دہلوی و حاکم فیما بین سرکامین رہا جبکہ
 نواب شجاع الدولہ سے بیٹھے بیٹھے سردار اسکے سرکش ہو گئے تو ایک
 مسمنی امراؤ گرگوشائین نواب سے مخوف ہوا احمد خان ننگش نے انہی
 سردار کو اپنے پاس جگہ دی یہ بات نواب شجاع الدولہ بہادر کو ناگوار
 گذری اور انہوں نے امراؤ گرگے کے خیال سے کہہ کر انہیں درجواب اسکے
 لکھا کہ وہ بلبلیہ و نہیں آیا اور کادینا خلاف مروت و مردیت کے ہے
 نواب شجاع الدولہ نے لشکر کشی کی اور نوج میں فوج کا جما دیا گیا اور پھر
 کی سیاہ اور دستوں کی جمعیت سے دونوں طرف کی جمعیت لاقصد تھی پھر
 تھے کہ آتش سرنگا مشعل ہو کر نواب نجیب الدولہ بہادر شجاع الدولہ کے

شکر کا حمد و معاون ہوا اس غریب جنگ اور جہالت بجا کہ اسطرح
 فرو کر دیا کہ امر کو فروغ دے اگرے بھوادی اور جو سردار فاعنہ رامپور
 وغیرہ سے واسطے ملک احمد خان نیکیش کی آئی تھی تو نکو چنی اپنی ریاست
 پر رخصت کر دیا اور شکر نواب شجاع الدود خیریت سے اپنی دارالریاست
 اودہ کو پہنچا۔ ع رسیدہ بود بلانی دلی بخیر گذشت ایسے ایسے
 بت سے ہنگامہ ہوئے اور کئی مرتبہ انگریزوں سے بھی شکست
 پائی آخر کو حسب قرار داد چھ آٹے انگریزوں کو دیتے تھے اور باقی
 نواب صاحب کا حصہ ہا اور روسیوں سے بھی ہمیشہ تانہیں جیات لڑھکتا
 کی نوک جھک ہوتی رہی اور اکثر زانیوں میں انگریزی سپاہ نے مدد
 دی چنانچہ عافظ رحمت خان کی لڑائی مشہور ہے شہید ہجری میں
 انگریزوں کی مدد سے فتح پائی اور عافظ رحمت خان کا سر کاٹ لیا او
 اوسکی آل میں غازی الدین حیدر تولد ہوئے۔

اس نواب کے عہد حکومت میں سپاہ کا انتظام اچھا نہ تھا اور ہر ذرا سی
 بعض بعض بیل ہو گئے مگر ماتحت شاہ دہلی کے سارے صوبہ کو
 مشہور تھا اور ہر یکا ایکین اور سرداروں خود سر سے میل ملاپ بھی ہا
 یوم سند نشینی سے ایسے جھگڑے اور خرخشے رہے کہ ایک دن بھی آسیر
 نپائی انگریزوں کے مدد کار نہ ہونے سے اودہ کی ریاست کو زور ہوتا گیا

بلکہ موروثی اور خود اختیاری ہو گئی اور دشمنانِ اندہ دنی و دین و دنیا سے
 نجات پائی سپاہِ مین اگر سب سالہا خواجہ سراہد سے کہاں شجاعت
 اور کہاں فہری خواجہ سراہد کی اور اوسے عہد سے عیاشی کی کثرت
 اسے یاسست اور ارکانِ مین ہوتی گئی آخر زمانہ شجاع الدولہ مین اٹھارہ
 ہزار سوار با فہری شجاعت حسن افغان میرچ و خواجہ سراہد خان اسی یوسف خان
 قندھاری آکر آئے۔ فی اس صوبے کی جب کسبِ نفع مین فرخ آباد بھی ہوا
 صوبہ اور دہ کے شریک تھا اور کورسٹرا لکھنؤ کی تھی جس مین تیسری لاکھ روپے
 بابت پندرہ لاکھ کے سرکار انگریزی مین جاتا تھا۔ نواب شجاع الدولہ کے
 عہد یاسست تک بیچ چلے گا کہ یہ شیخون کو دیا جاتا تھا شاید دوسو روپے ہزار
 تھا مہذیقہ ششہ اجری مین وفات پائی مرت ریاست ۱۹ سال راجہ
 مینی بہادر کار پر دانا تھا اور بعدہ بھی خان۔

مدت ریاست نواب آصف الدولہ بہادر

۴۴ ذیقعدہ ششہ اجری مین نواب آصف الدولہ فرزند شیخ الدولہ بہادر بہادر
 مقامہ فیض آباد مین ۴۴ برس کی عمر مین سند نشین صوبہ اور دہ واقعہ درخ جو مین
 گشت از پای آصف الدولہ دہ و دکن سند وزارت شد۔ یہی نواب کے عہد
 حکومت مین دار الحکومت لکھنؤ قرار پایا فیاضی اس نواب کی مشہور و

نواب محمد آغا بجاو



و معروف ہے جسکو دسے مولیٰ و سکودے ہفت الدولہ تک لگوئی
 زبان پر جاری ہے نواب آصف الدولہ کی حکومت اطمینان کے ساتھ کی
 اور کوئی مخالفت اونچے زبردست فعلان دلازہ یا ست نہ تھا لکن کی آبادی اویسی
 و سخاوت بان و خدایت سببے غاٹ و نسب بنوں کا انگریزی کا اقتدار ہونا
 بنا کس وغیرہ کا ملک صاحبان گریز کے قبضہ و تصرف میں آیا۔ امام
 مدعی دہوازی کی بنائے ہوئے تھری میں دریائی زمینی کابل آباد ہوا
 میں عز و ذریعہ علیان کی شادی کا ہونا یہ شادی اوس طرح سے نہیں کی
 کہ شاید ہندوستان میں کسی نے نہیں کی ہوگی تفصیل اس جہاں کی جیسے
 کہ اگرچہ قبل از دار الحکومت ہوئے لکن ایک وسط قبضہ بنایا لیکن
 نواب آصف الدولہ کے عہد حکومت میں اوس فیاض و فیض سانی کا آثار و
 بلند ہوا سبر ملک کے سوداگر عالم و فضل مشیہ و امیدوار ان شہر میں
 کثرت سے آنے جانے لگے جو کہ وہ زمانہ خد و تزلزل و انقلاب خانہ
 تیموریہ کا تھا۔ ورنہ اس کی علت سے ہندوستان میں سر آئی چھائی
 تھی اور دیر کین میں چڑھائی جتنی کہ مرہٹوں اور پور سلطان کا تھا
 جہستان میں بکراہ و نواب ٹونک سے زلزلہ ہوا کہ تمام پنجاب میں
 سکھ کی شورشوں سے تعصب مذہبی کا جوش تھا اس بھڑی لودہ میں
 کچھ غافیت و امن تھی اور نواب آصف الدولہ کی فیضی اور فیض سانی

اور شہر کی آبادی اس درجہ بڑھتی کہ آٹھ ہزار تک سب سے بہتر وستان میں بیٹھے
 نہیں کہتے۔ رومی دروازہ و نام بارڈر آصف الدہ لکھایا اور لکھنے اور قلعہ
 کے جو حصہ ذکر خود مذکورہ تعمیرات پر آئیگا۔ پہل ایک یادگار ہے۔ صفت الدہ
 کے نئے زمین سرحد بیت بہادر گونہائیں کے حملے میں انہ کا ملک تھا
 اسکی رانی ایک بندر بن خلیفہ مترا میں موجود ہے۔ اگرچہ آصف الدہ کی
 سند نشینی کے ذریعے سے مختار الدہ نائب تھا اور اس وجہ سے نہ خود نائب
 کی خواریدار کان سلطنت کی وقت اس کے فرج میں تھی آخر الامر کان سلطنت
 باہر سازش کر کے سعادت عینی کو مسند وزارت پر بیٹھا ناچار سے تھے خصوصاً
 مسند عیخان کا بی اور وہی تھا کہ سعادت عیخان مسند وزارت پر بیٹھے
 لیکن مختار الدہ کے غور و نگہ سے ہر ایک سردار ناراض تھا اور مسند عینی
 کو بدل دس سے ناراض تھا آخر الامر قابو پا کر مسند عیخان نے جبکہ لنگر
 نواب آصف الدہ کا او دین تھا مختار الدہ کا کام تمام کیا اور او دہ تھا کہ
 اوسیدہ نواب آصف الدہ بہادر کا بی کا تمام کر کے ایک نیا قابو خواہوں
 خبر لینے سے پہلے۔ نواب آصف الدہ کو کہہ رہے تھے بدگمان تھا اور
 قتل کا حکم یا راجہ نواز سندھ نے زبا تہ صاف کیا اور تمام چھان بینت
 خواجہ نہ قتل کیا گیا تھا عیخان ہی تھے اس نے ہی نواب آصف الدہ بدگمان ہو
 اس وجہ سے سعادت عیخان عہد نواب مدوح میں کیسی تیار کر کے بیٹھی اگر

اور کسی گھٹے میں بہتے اور اسی حکم میں تھے کہ موقع پاکر خود ہی وارثیت
 پر بیٹھے لیکن بولیا صفت الدولہ کی زندگی تک کوئی تیسرے بغیر نہیں ہوئی۔
 بعد از وفات بانی المجمع خان جبکہ اگر سے سہارن پور میں ان کا بیٹا یا مہاراجہ
 پونجا خلعت نیابت ملا لیکن زندگی میں وفا کی سات دن کے بعد مر گیا پھر
 کا شہرہ رہا ابو طالب بن لکنی اسمیل بیگ خان انہ مرزا جعفر تین آدمی تجویز
 ہوئے تھے لیکن تقدیر کی کوخیزداریک خان کہ غایت انداز نہ تھا
 متوقع نوکری سوچا جس روپے کا رزیدنٹ صاحب بہادر کی خدمت میں
 جایا کرتا تھا او کی غایت سے خلعت نائب مصل ہو اور خطاب اور کا
 نواب امیر الدولہ بہادر ہو اور ان کی خدمت راجہ گیت راسی کو غرض ہوئی
 اس شخص کا اقتدار اور نام اب تک مشہور ہے تالاب ملکیت اسے پراپ ہی
 ہر سال ملے ہوتا ہے اور جنرل رائیں صاحب رئیس صاحب عمارت عجیبہ اور
 فیض رسین مہجر مل صاحب کی تھی ایک نیک می اکی مشہور ہے عہدہ
 میں ان کا بیٹا مسکن لکنو میں تالیر الدولہ سے بہت موافق تھے عہدہ پور
 معاملہ دوستی و اتحاد نے فیما بین میں اس حکم مایا پاتا اسی وجہ سے غل
 و نصب رزیدنٹ کا صاحب ہند غازی امیر الدولہ طور میں آتا تھا اور نون میں
 اور الدولہ کے قتل کے وقت وہ گرازی چکی ہوئی تھی اگرچہ راجہ گیت راسی ان کے
 لیکن ایک محلہ خیف میں دشمنوں سے مل گئے اسی وجہ سے طلبیت انھیں

جہاں کی راجہ گیت راس سے پہنچی نظروں سے بھی گرسے خزائن راجہ مہراج
 کو سپرد جواب لوالہ صاحب ممدوح نے پیش خود یہ تجویز فرمائی کہ راجہ جہاؤلال
 کو بجائے امیر لدولہ نائب سر فرزانہ لدولہ کا کیا چاہیے لیکن مقتضای عاقبت اس نے
 مصلحتی سر فرزانہ لدولہ کو اس بات پر بلکہ آپ نیابت راجہ جہاؤلال کہ آدمی چالاک
 ہے قبول فرمایا مین انجام کو یہ راجہ کچھ ہاتھ پاؤں نکالے گا مختصر سر فرزانہ لدولہ
 کو یہ مشورہ پسند آیا یہ نائب کے کام کرنا گوارا نہ تھا رفتہ رفتہ بدامطہ صاحب
 ندیٹ کے بہر خلعت دیوانیکا راجہ گیت راس کو سرکار عالی نے دلویا
 چونکہ یہ ام خلافت طبعیت نواب ممدوح کے تھا بعد ایک مہینے کے پہر محل
 کر دیا نواب ممدوح کے دل میں راجہ جہاؤلال کی کمال جگہ تھی اس لئے اجری
 میں لوگوں سے وہ تدبیر نکالی کہ راجہ جہاؤلال کو کسی طرح بیان سے
 نکالا چاہیے کہ ان کا خراج و غل باعث ممنونی راجہ گیت راس ہو گا یہاں تک
 عرف و زبان اس بات میں کہین کہ نواب گورنر جنرل بہادر لکھنؤ میں تشریف لا
 اور جہاؤلال کو آپ سے جدا کر کے اعظم آباد میں بھیجا لیکن اس امر کے ظہور
 خراج آصف الدولہ بہادر نہایت بہیم اور مکدر ہوا اور یہ بات زبان پر لائے کہ
 تغیر لباس کر کے واسطے زیارت کے طور پر بلائی جائے شرف کو جہاؤلال
 اور زمین آسمان اپنے مقام کے مثل جائیں لیکن عمدہ نیابت کا حسن پائے
 اور گیت راس کو نہ دیا آخر کار تجویز نیابت کی بنا پر اس علیخان قمر پائی

اوسی زمانے میں گورنر جنرل لکھنؤ میں تشریف فرما تھے کہ ایک دفعہ کئی چٹائی
 تلاش فرمائے تھے کہ ایک چٹائی نواب گورنر جنرل مارکوس کارولس سہا
 کی بھینوں جدم غوغا میں عمدہ نیابت اماں عین کو کھلائی میں مہر سے
 وہ موت جو کہ قرار پائی تھی اس کی گفتگو حسین نے نہ صرف نیابت پایا تھا
 کہ سہ میں کہ ایہ لہو اس سرکار کا بڑا خیر خواہ تھا تھاقت کھتہ جانیکا ہوا
 ان کو رشتہ سے اس سبب بڑی مین قہقہہ دور کا سنسار فرمایا امیر
 نے بیان کیا کہ مین کی موت قہقہہ پر ہے درخیز کثرت تھیں کہ یہ دوسرے
 بہت چہرے تھے سرکار کو بھی دینا پڑتا ہے در جو صاحبان گریز بہار و وار
 رات نرس لکھنؤ ہوتے ہیں ان کی مہموری اور قہقہہ بڑی مین
 لکھنؤ کا وقت ہوتا ہے وہ گریزی سو گروان سے ان کا محمول نہیں
 لیا جاتا ہے ہزاروں کا ہمیں ہی نقصان ہوتا ہے اور سو سے اسے جو سو گرو
 ال ریتی اسے مین نواب صاحب سے بدعاش کہتے ہیں کہ یہ اتنا سے
 سب بہانہ مین سے کہی گویا سٹے اسے مین چاند چاندوں دینا پڑتا ہے
 قیمت ہیں ان کی خاطر خواہ دینی پٹی ہے مختصر چھانے سے دوسرے
 ہوسے اور گریزی سو گروان سے محمول مین کی جائزت جعلی ہے
 ہی کہ مین مین کا قہقہہ گویا گریز بدون مین سے مین کے قہقہہ
 نواب آصف الدوی کے پاس جہاں کو سے چاند چاند مین دوسرے بہانے

کامیابی کی عوض کلکتہ میں ایسی افشانی کی کہ آج تک مشہور ہے اب طال راجہ
جہاؤ لال کا سینہ لٹکے جانے سے نواب آصف الدولہ بہادر کو کمال غم و رنج
پیدا ہوا یہاں تک ضبط کیا کہ بیاریوں نے حج پر کیا اور واسے انکار محض کی
کتے میں کہ راجہ جہاؤ لال کے قتل میں مہرید لال کسٹہ ہجری میں جمعے کے
دن انتقال کیا اور پھر رات گئے اپنے نام بارہ کلن میں کہ تعمیر فرمایا تہا رفت
ہوئے رنج وفات کلام الما محمد مدید صفائی استاد نواب وزیر علیخان سے
یہ لوح مرقد پر کندہ تھی بدگلشن عشرت تبارخ خزان فت ای مدیم کیم شہ
حسرت میناہ ابریمہ کمنوبی تہفت آسمان بی آفتاب شہر نوزان جنت
دلو کسینا بی کیمہ وارد آصف عشرتی درجن آصف مانع غلہ انبیاءہ سلمیان
جمنشید آصف ذیم نقد رحمت زکنا فرور بخشش لعل عامیان و منہب
غفاریت اعطای کریم نقش بند کاف و نون بر تربت آصف رشت

بہناروح و یحان جناب کریم

یہ نواب اہ سال کئی مہینے کی عمر میں دنیا سے گذرے ۲۲ برس کئی
مہینے ریاست کی مدت ہوں جناب مخفور و میرور کا عدل مقدم و لقب تہا
امیر مدینہ حیدر یگان مختار الدولہ و اش خان و ذوالدولہ حسن شاخان و
تفضل سید خان برب ہے مہاراجہ است کے کو عہدہ روانی سپرد تہا
خطاب راجہ بہر تہا مختار الدولہ مشیر الملک مہاراجہ لہر لہر جہاؤ لال ملکیت



مناجسان



۵۴
 بہارِ صلابت جنگ یہ نواب شاعر ہی تھے آصف مختص بہ رباعی ہوں
 دل میں تجھے سو لگی ہے ۔ پر شر ہو سی کا اور ہر لو لگی ہے ۔ مٹے نہ مٹے کا
 تو وہ خدا آپ ہے ۔ پر تمکو چاہیے کہ تک دو لگی ہئی ۔

مرا وزیر علیخان بھادور

بعد وفات نواب آصف الدولہ بہار و مرا وزیر علیخان بہار میں بیچ الاول السلسلہ ہجری
 میں شہین شہزادہ مجھے خلیفہ اس عادی بن ہوں شہین تفضل حسین خان اور میان
 علیخان وغیرہ کا زہن سے صورت لگا لگی پیدا ہوئی یہ لوگ اپنی حفظ جانا
 اور آبرو کی واسطے دشمن وزیر علیخان کے بن گئے اور ہر نواب سعادتی
 سے صاحبانِ صدر سے تو فرمایا تھا کہ بعد وفات نواب آصف الدولہ کے
 سند وزارت بہار سے نامزد ہوگی اور ہر ایک کی وزارت مرا وزیر علیخان کے
 دشمن ہی تھے درپے تخریب ہوئے صورت ابدال فرزدی کی بخوبی
 نکالی یعنی مختصر ہو بہر ہو نگیم دارکان دولت و فسران فوج وغیرہ اس غم کو
 تیار کروایا کہ مرزا وزیر علیخان فرزند نواب آصف الدولہ بہار کا نہیں ہے آخر کا
 سر جان شہ صاحب نے حسبِ قدرہ اونکو کوئی میا پور میں دوبار عام کر کے
 نظر بند کیا اور چند روز کے بعد اپنی ذات نقد و منس کے ساتھ بنارس کو روانہ
 کیے کہی وہاں مطلق العنان ہے تین لاکھ روپیہ اس ہر کار سے اونکے مختار

کے لیے مقرر ہوا لیکن ذاتی شہرت اور جلی فتنہ انگیزی سے راجہ علی بہت
 زمین بیدل کٹھہ اور گوشائیں بہت بہادر اور سرکار سینہ بیا وغیرہ سے
 خوشخو اندر کرتا تھا اس سے اسے کلکتہ جہانگیر کا حکم ہوا ایک ان کا ذکر ہے
 کہ جہانگیر صاحب کو بان کا بڑا صاحب تھا اس سے تین توں زمینیں مل گئی جہان
 بادل کی جب تک سپہ انگیزی و سکا محاصرہ کرے بہا کا گریزی فوج سے
 دستانہ تائب کیا اور سرگردانی اور پریشانی بسیار دانی جیو پر کا پناہ گزین ہوا
 اسے صنعت وقت اور دبدبے سرکار انگیزی سے محنت ہو کر جو اس
 کو بیا ان سے بھرست سرکار گریزی کلکتہ میں گیا تین زمینیں دینا دین
 ہوا اور سوقت سے زیادہ ترافہ اس سرکار ہو گیا القصد مرزا وزیر علی
 کو کہ یہ نصف مسٹیشن وزارت کا اس کشمکش میں حاصل ہوا اور نہ رہا
 کہ کچھ کیفیت ان کی بدلت اور سخاوت و خیرہ کی کھلی سچ بہتے چاکری
 دشمن جان بہتا بہت گزارا کین مرزا وزیر مینی ن سے زیادہ جاتے
 تو یہ صورت عمر میں ذاتی یہ شخص اپنے عہد وزارت میں جو اہر اتقی
 لکھ مارا وہ کاپیش از ہر فارسی کو ٹھون سے بھان کر ساتھ لے گیا
 تھا کار پر دازون سے ہو بیگم سے اس سے اسے کا اظہار کیا انہوں
 نے یہ جواب دیا کہ وہ جو کچھ اسباب نقد و نفیس وغیرہ ہمارے
 اسنے بیان سے لے گیا ہے بہمنے اسکو معاف کیا فقط

نواب سادات علی خان مجا



ایاست نواب سعادت علیخان بہا

جب میں نے الدولہ اعظم المآب نواب سعادت علیخان بہادر بہار و جلیج
 کلکتہ سے روز تہش بنارس ہوئے اور وہاں طبع اقامت کی وجہ
 حکم آجیت لدولہ بہادر کے ہائی تین لاکھ روپے سالانہ دیا سٹے خرچ کے
 اس سرکار سے دست بستہ تھے لیکن جہان زمان اور اسطررزد گماستہ
 اپنی نوبت ایدم غافل نہ تھے کھلتے میں جا کر ساجان کو نسل سے
 و سوریہ ریاست آبنی کے ہوئے ابھون نے بھی اس کے بغوی کو
 تسلیم کیا اور ایدہ دار وقت معاہدہ کا رکھا آخر نواب سعادت علیخان
 نظر بند رہا کہ کے کھاتے سے پھر اسے ایام شماری میں عمر بسر
 کوئے تھے رفتہ رفتہ اس دن کی نوبت پہنچی کہ بن کی تینا
 بیٹے تھے مین بعد ایک مدت کے خبر وفات اصف الدولہ اور سند
 وزیر علیخان کی سند وزارت پر سنی نہایت ملاں وادوی بیانی مین
 بھرے پر سوار ہو کر پھر کلکتے کو روانہ ہوئے ابھی نواب صاحب
 راج محل تک پہنچے تھے کہ تحریر تفضل حسین خان کی بنام ہو بلوچ
 اس مضمون کی پہنچی کہ نواب بہادر بیان تشریف لائیں کام شرم کا
 تمام ہوز شتے ہی نواب سعادت علیخان اس لئے ندون راج محل سے
 پھرے اور ہوا کے مانند کانپور میں چوسنے پہان حبش کو وزیر علیخان

کر تمام ہوسے اوسکے دوسرے دن صبح کو یکم جنوری سنہ ۱۹۷۱ء مطابق
سوم ماہ شعبان سنہ ۱۴۰۱ ہجری بمبت کے دن بڑے تجلے مشان سے
نواب سعادت علی خان داخل لکھنؤ ہوسے پہلے دولہانے میں شریف
اسے بیوگیں صاحبہ کو بزدلی پر سند وزارت پامین قمری جھاسے
تایخ تشریف آوری بنا برست لکھنؤ میں اور تاجی جلدیں وزارت کی تین

بنارس سے آنا لکھنؤ میں

| | |
|--------------------------|---------------------------|
| ازمہ بنارس بنیاد رکھوانی | لکھنؤ پہنچا ہرج وزارت آمد |
| تایخ متہ شریستہ زیورہ | لکھنؤ پہنچا ہرج وزارت آمد |

جلوس فرماناستد وزارت پر

| | |
|-----------------------|-----------------------|
| خداوند زمین اولاد دہر | نکلیت واحد ہی سال ہاش |
| نزد سال بدست سند شریک | تجاہ چشمت و قیال ہاش |

صورت تقسیم ملک اویہ کہ آئینہ بین کو سب قرار نواب سعادت علی خان
نے انداموں کے دیار سمجھ اور

ادوات جیل ملک کے اندام کے اندام

| | | | |
|-------|-------|-------|-------|
| شہادت | نکلیت | نکلیت | نکلیت |
| نکلیت | نکلیت | نکلیت | نکلیت |
| نکلیت | نکلیت | نکلیت | نکلیت |
| نکلیت | نکلیت | نکلیت | نکلیت |

| | | |
|------------|-------------|-----------------|
| چنگا بریلی | باندہ وغیرہ | بابل ساہی تھانہ |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |

دوسری تفصیل ملک کے بعد تقسیم اس کے کرائین باقی رہا

| | | | |
|---------------|---------------|----------------|-----------------|
| چنگا کریم | چنگا میراڑہ | چنگا بامرو | چنگا چچم |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |
| چنگا جہاں پور | چنگا نیراڑہ | چنگا سترکہ | چنگا بادو وغیرہ |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |
| چنگا گھڑی | چنگا سندھ پور | چنگا گوبند پور | چنگا گوبند پور |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |
| چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |
| چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور | چنگا جہاں پور |
| برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک | برائے مسک |

جب اس تقسیم ملک سے فواب مناسب سے خدمت پائی وہاں تک
 سن سٹارک تھا ایک سال کامل ہر ایک شخص کی پاں مٹھا دیتے تھے
 کیونکہ بعد غزلی اپنے مقدمے کے ابلاک روٹ کر اپنی قدرت ہو گئی تھی
 کسی لاکھ روغیرہ سے کسب طغ نہ ہوئے جو بیکامی جا بنا تھا وہ کہ تھا

مگر دوست دشمن کا خیال کمزور خاطر عالی تھا زبان پر نہیں لگنے تھے
 کہ ایسا نہ وزیر علیخان کا معاملہ پیش آئے فرست اور داناؤں میں اس طرح
 وقت تھے ذاب سعادت خان سے واجد علی شاہ تک بیا بیا خبر
 عالی فہم عقیل کوئی صاحب مسند تخت نہیں ہوا جب سب عرب سے
 طبیعت ان کی طمٹیں ہوئے تفضل حسین خان کو بعدہ وکالت کلکتہ والا
 اور اس نماز سے نکھر امون کو جس نے دل کھٹکتا تھا آہستہ آہستہ سزا کو
 پہنچایا نواب نصیر الدولہ بہادر جو ملقب بہ محمد علی شاہ ہوئے اور نواب
 شمس الدولہ بہادر مرشد زبانی کام نیابت کا کرتے تھے امیر الدولہ
 بشراکت اجہ کیت راہی کار کار کو انتظام دیتے تھے اور نواب
 سرفراز الدولہ برائے نام شریک ہوتے تھے خطاب انظم الملک کو
 مہرین کندہ تھا وہ بوجیب حکم حضور پر نور بافتخار الملک مبدل ہوا اس
 رن چند کہ ملازم قدیم تھا صورت انعام جلد امور کی اس کے تعلق تھی
 اسی آدھے ملک سے جو انگریزوں کو دیا تھا یہ صورت قرار پائی

نمایا اور اجہ کیت راہی کار کار کو انتظام دیتے تھے اور نواب نصیر الدولہ بہادر مرشد زبانی کام نیابت کا کرتے تھے امیر الدولہ
 بشراکت اجہ کیت راہی کار کار کو انتظام دیتے تھے اور نواب سرفراز الدولہ برائے نام شریک ہوتے تھے خطاب انظم الملک کو
 مہرین کندہ تھا وہ بوجیب حکم حضور پر نور بافتخار الملک مبدل ہوا اس رن چند کہ ملازم قدیم تھا صورت انعام جلد امور کی اس کے تعلق تھی
 اسی آدھے ملک سے جو انگریزوں کو دیا تھا یہ صورت قرار پائی

ان کے عہد میں پانچویں کی دہم تھی ہر کاروں کو حکم تھا کہ وہ روز
 بجا کر خبر زبانی عرض کرتے تھے دن رات میں اختیار تھا جب چاہتے
 سوتے جا بگتے میں عرض کریں اپنے من میں ہر کار کا بیان اخبار کے بہت
 کا خاصے تھے اسی میں چند اخبار نویس تھے بد کا آدمی تھا ارکان
 دولت کم غرائیل سے نہیں جانتے تھے بظاہر باب ثروت بند تھا
 دستخط نواب سعادت علی خان کے مشورہ میں جب نواب نے
 اپنے عہد وزارت میں عدالتیں مقرر فرمائیں عدل و انصاف نے
 رونق پائی ایک دن پوچھا کہ یہ عدالت کا ماحظ خانی میں کدواں
 اور سکے یہ ہیں کہ فلان صاحب عدالت مثل کیا ان سچے واریت خود
 منیمند بچکان رہا بخوراند تمام کاروبار و زامنے پر چہ ہادی اخبار پر تھا
 کیا مجال تھی ہر کار یا اخبار نویس کوچہ خدات تھکر کر تا اگر کوئی بات نہ
 سمجھتا تو تھی نہ اچانک تھے عادات مالی بھی اس شہ میں بہت تیرہ ہوا
 پین کر باشت آرایش بروفق لکھنؤ اب تک میں تفصیل اور سکی بکاش
 سارے ملکی جاگی ایک روایت تازہ یہی کہ نواب سعادت علی خان کو
 تقسیم کردینا ملک کو نہایت ناگوار و شاق ہوا لیکن کیا کریں فکر سکی
 ہر تین سو مان میں تھی اسی تصور میں تھے جہوں زوہر شمشیر تیرہ و جب
 اپنے قبضے میں آئے بہت سی خاک اورانی اور برفی زبان تھیں

آئین نیان تکے کیل لندن کو روانہ کیا اور درخواست متاجری حاضر
 سرکار کی مانند سرکار کیمپنی انگریز ہمارے کے گزاری اور سوال جواب نے رفت
 پائی یعنی بادشاہ لندن نے درخواست نواب مدوح کی قبول فرمائی سما
 جو کہ یہ شرط اوس اقبال میں لگی تھی کہ اٹھارہ کروڑ روپیہ پیشگی اگر داخل سرکار
 فیض آتا ہوگا یہ صورت ظہور میں آئیگی و نواب سعادت علیخان نے جو
 ان دستخطوں کی خبر پائی بہت متفکر ہوئے کہ اس قدر رشک خزانے میں
 نہیں اور اجتماع اوسکا سردست دشوار کمال لیکن مد صاحب بہت
 تدبیر تھے اپنی تدبیر فراہمی نہ رہے جس طرح ہو سکا ہزار تدبیر شروع کر دی
 روپیہ سترہ برس کی مدت میں جمع کیا تھا فقط ایک کروڑ کی تدبیر
 تھی وہ بھی قریب مکن تھی مگر طالع سرکار کیمپنی کا یاد تھا جس سے تدبیر
 کو شمش نواب کی مدد پر نہ پہنچی کہ یہ روایت ہو لیکن یہ نواب بڑا
 اولوالعزم اور صاحب بہت فوج و عظم تھا دوسری یہ بات مشہور ہے کہ
 نواب سعادت علیخان بیماری سرطان میں مبتلا ہوئے مصلحتاً تبدیل
 مکان کے واسطے ایک کوٹھی بنوائی تین صاحب مکان ایک درخت
 سے اٹھ آئے اور ٹھاپائی نام اس کوٹھی کا فتح بخش قرار پایا
 ایک مدت گذری اسازگور زور میں صاحب کہ نواب سعادت علیخان کے
 دوست و صاحب خاص تھے خدمت نیکر ولایت کو گئے یہ بات

کھنکے کو اب آفت سر پرانی نواب مصطفیٰ کے دشمن جان ہو گئے
 ایک دن نواب صاحب تھوڑے سے صاحبین کے ساتھ بیرونی کھانا
 دروازہ کھانکے پہلے چلے جا کر دو تھانے میں بٹھ گئے یہ رات
 گزرتے تک بخوبی عیش و عشرت کا جلسہ گرم رہا پانچ بجے عین صبح
 تھے جواہر علیخان غواجر سا پادشاهان علیخان اپنے سانسے کے با
 سے گورشت کی بخنی معمولی پی کر پٹک برادر فرمایا ہنوز آگ نواب سے
 آشنا نہ تھی کہ میاں پچھو پٹک دسٹھے تین بار حضرت عباس علیہ السلام
 نامہ زبان مبارک پر آیا اور ایک برسے دیا یعنی غازی العزیز صیاد
 بھی پکھا رہا بہر صورت حالت غیر تھی دو گنی سہمہ کام تمام کر لی
 اس میں دینار تین بت کچھ میں صحت وقت سے زبون قلم پر نہیں
 آسکتے واللہ اعلم بالصواب یہ وہ باب ہے جو ہی عکس بق
 ہے لہذا کوثر علی کے دن پہ رات گئے جیغ و گیت کا وقت ہو کر
 گئی میٹ کی مدد تھی اور یہ کمانچہ جنت ارشاد ایٹ کے دفن ہوئے
 جنت آرام کا وہ دن سے لقب ہوا

قلمیہ تاریخ وفات جنت آرام گاہ

| | |
|----------------------------|--------------------------|
| مالامان جنت ازین عالم نمود | زینت افراش افروز و سربین |
| زینت شہر ازین عالم نمود | آہ شہ گنج سعادت و برزین |

غازی الدین حمید بابا شاہ



رکھنے پائے محمد غلام عباس نے یہ خبر نواب غازی الدین حیدر کو پہنچائی
 وہ بلہاس فاخرہ ولایتی کہ میں لگائے نواب صر محل کے مکان سے
 بارہوی میں داخل ہوئے آغا یہ بھی کسب طر سے راہ پیدا کر کے
 پہنچا کر میں صاحب بہادر نواب سعادت علی خان کے سر باندین آئے
 دو شاہ کو اوپر چڑھا دیا اور ٹولہ صاحب کے واسطے منع شک
 و مہنوں کی پیشین میں نشتر دیا ایک طرف سے محمود اخون اور دوسری
 جانب سے اندر کے چربی نکلی یہاں کیا تھا باقی طبیعت طبعی ہوئی
 نقشبندی نے اپنے کے باب میں ہوئی شمس الدہلوی کا بھی نام آیا تھا
 لیکن غازی الدین حیدر بہادر کا علی نقویہ تھا ۱۸۱۱ برس کی عمر میں گریبا
 جلی صاحب بہادر کو لو کہ نہ فرج بخش میں اسے اور مسند وزارت پر
 حسب آئین بیجا کر چکے شک کو یا ارکان دولت نے عزیزین کو زبان
 تاسیخ وزارت

وزیر غازی اور ان کو ستم نفاق یہی جمعیہ مناسبات غور باد اس
 غازی سے بہت ہمت میں آتا بخشش کو سمجھتا ہوتا اس وزارت پر
 راہ و روزگار کا بھی نہ تھا اب آئی میر کی نیابت علی نقویہ
 آغا یہ نواب غازی الدین حیدر خان ہو اسکے سر میں بیٹھ گیا
 وہ رفتہ رفتہ سے ترقی کی کچھ لی کہ روزگار کی نصیحت ہوا

طبیعت چالاک تھی نگ زمانے کا دیکھ کر غشی علی نقی خان منشی زید
 بہادر سے رسم استخارہ پڑھائی یہاں تک کہ او کو پناہ پر خواندہ کیا اس
 میدان میں اگرچہ چنگ صاحب بہادر بھی لکھنوی تھے لیکن اسے
 وفات سعادت علی خان سے نہایت قبل تھی اور کمال ہوس
 فراتے تھے اور ایسی مرضی مبارک معلوم ہوئی کہ درستی مقدرات کی
 حسب خواستہ نواب سعادت علی خان جنت آرام کاہ کو منظور تھی یہ
 تھا کہ صورت دُعا دہی الدین حیدر بہادر کی ظہور میں آئے گا اچانک
 نے بطریق نیابت نواب عثمانی الدین حیدر کو اس راہی میں آئے دیا
 بلکہ یہ بت برعکس بن گئی کہ ایسا ہوگا کہ یہ راست طور پر
 مستقیم ہوگا سے جویت ملک تھا وہ اور ایک آئندہ نواب صاحب بہادر
 انقباضی کو جو بعد از جو نواب سعادت علی خان کو تھا کہ تجس
 دہر فریب میں آگئے اقرار دہ مجید پیش کردہ کو نیل سی صاحب
 ستونہ کروسیں دوسرے دن خلعت نیابت آنی یہ کو غیب ہوا اور
 مکتوبہ الہیہ خطاب یا ماریا جی کی صحبت بہرہ دہی گنہگار تھو اور
 میرا بہرہ دہی غنی ہو کر دوسرے نوٹینے کے بعد متعہ دہر
 نصیب ہوئی یہ رسک انبیاک صاحب بہادر کی ملاقات کی تھی
 اپنے سب سے پیشین تھو متعہ دہر یا ماریا جی سعادت فرست

لرقتی معتمد الدولہ کی ظہور میں آئی اسے دفون کے چچ میں مزار جعفر

قطعه

| | |
|-----------------------------------|--------------------------------|
| میرزا جعفر کہ دایم از امام جعفر ش | حب مدخل بود این بہرہ عالم است |
| بہ تائید و تائید چنان مائل شد را | آمار داشت ندا جعفر بن جعفر است |

نواب غازی الدین تیدر خان بہار نے پھر پندرہ ماہی مزار جعفری اور
بالا لہنا قریب بنایا اور محمد آفرین علی خان خواجہ سرا کا بھی اس زمانے
میں ستارہ چمکا دیا وہ دیوایہ خدائش انکا کا زموت تھا اوسنے کرنا
بنائی بہت شہیریت۔

قطعه

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| دایم غازی دستور منہ | کہ ہر نامید بہرہ جود و دست |
| زہی رنگن اقبال و ناظ است | جہان آفرین خوان او دماست |
| بر بار او سیاہ او منہ | نہ بخش ہمیشہ بخشند است |
| بہت لڑو دیوان کر بلا کر بلا | بچہ خرد جان نہاک اور حبیل است |
| ز روی ہشتاد خرب سال او | بگشت کہ این نقشہ اید است |

الحقہ مزار جعفری اور محمد فرین علی خان یہ دفون نواب غازی الدین
کے مشیہ ہے کہ دفون محبت نے رنگن کی پائین سے کڑی
باہر مشیہ و شکر سے بچا ہے۔ یہ ایک نے کر وٹ لی نواب مہر نے

آئندہ لکھنؤ کو بچھڑ گشت نیابت سے سرفراز فرمایا وراجہ بنی اور محمد آفرین خان
 نماز نشین جو سے بعد کچھ زمانے کے محمد آفرین عین خان کے گئے مگر کچھ روز
 نیابت کی زیب فخر ہوئی ہے۔

قطعہ

| | |
|----------------------------------|------------------------------------|
| پان محمد آفرین رحمت ازین کا لڑنہ | مذہب او شہد بنگال ستان شہادت |
| یون ضویر مکتوبہ سال تاریخ و وفات | باقی گشتا کو ہی کی کرد و جہت ازینا |

یہ لکھنؤ کو محمد الدولہ نے قید کیا پھر سے نئے بڑی سینیٹیدین ہوئے
 مرزا بنی جو قید تھے مع گھر بار کا پور کو نکھٹ گئے۔

تاریخ

یہ تاریخ کہ ان ازبکوں کا قید ہوئے انکا کہ ان دربارہ یون ازبک کہ یہ ان
 مال مال کہ آیت شہ جہان بنی بخت
 بدست کو بنی طرہ کار زبدا اور کو زبدا کو بھی مندرجہ رہا اور کی رہا
 آباد و شہ و دیوار سواٹے ارکان دولت انکھٹ یہ نئے نواب بنی اب
 تاریخ دربارہ بچھڑ گشت ہجری مطابق ۱۲۵۷ھ تحت شاہی ریندر فرزند
 لیا خطاب شاہ زین شہرت پائی۔ تاریخ یہ ہے

| | |
|----------------------------|---------------------------|
| بھرنہ کہ: اقبال و دانش | بہ تخت شہ جہان شہ گریہ |
| زمین و آسمان کین ہمیشہ است | زما ہی حسنہ من تا اہ گریہ |

وہ اکثر افریزیان کین کہ جبکہ بچھا آب تیرے شہر تر تھا تھا جان
 پیدا ہوئے دھوبن کے شکر سے قراویا پوشا و کے کسی بھائی اس کے
 ہاتھ سے غایب الوطن ہوئے بہت شہرین نظر بند رہے اور یہ بھی
 اور کابھی کو مستعد نہ دیں وقت اور عزت اور اصفیوں میں بی نظیر تھا
 مگر کسی کو یہی زندگی اسکے وقت میں دو بھرتی غریبوں پر فوٹ
 اور سکے ظلم و ستم کہتے تھے، کسی کی دریا میں نہ تھا مکانات
 رعایا کے کچھ چین بنا ایک بہت تھی اور ہشت زمین جو یہ ہر ہر
 وسیع وسیع مکان بنائے گئے رہا بھی غریب خواہ غریب نہ بن
 پیدا نہ دی اور نہ ہی کی نوعیت بنیں سو کہ اس کا چہ عام و خاص
 اپنا تھا اسکے حد غریبیت میں نہ جھانکتے و بہت را کھنوت
 آبا ہی جوتی تھی اور یہ شہر تھوڑا سا استحاب اسکے خانہ داران
 کا فیور میں کو نہیں مہربان و رشید و رسل کا ہیں۔

تفضل میں کہ بھدہ و کات کھلتے ہیں تھوڑے قوت جو ایک بھدہ
 نے حرق و بڑی گیسے محض بنائے تھوڑے کہ یہ مقبول ہے
 و سب سے بڑا تھوڑا کہ یہ پیر کا رہا ہی کا رہا تھوڑے گریز
 نیا نیا تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے
 تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے

توضیح در بیان تفسیر و تفسیر



| | |
|-------------------------|-------------------------|
| دیر دہا شد با تیش نشانک | سینہ آہ دردناک شدہ |
| رفت دامن صبر ساز دستم | صبر شکنک چاک شدہ |
| گشت تا پنج مصرعہ استاد | ای باب آرزو گنج خاں شدہ |

نیش جان ملی صاحب استوگی صاحب جنال یہ صاحب پیش صاحب
 مہر منت رکش صاحب اس عہدین رزیدنت رہے متوالہ ولہ نائب
 مسرور قوالہین احمد بنان و تراجمی خواہ آفرین کار پندار ستی اسوقت میں
 سات ہزار سوار اور اکالیس بیٹن قیس ملک فی آہنی یک ایور راسی لکھ
 مدت سلطنت قریب ۵۰ برس کے

بیان ریاست نصیر الدین حمید شاہ

امہ حاکم کان کے ابو نصیر قطب الدین سیماں جہان نصیر الدین حمید شاہ
 بہترین سپہ سالار کے سنہ ۷۰۰ ھ میں اودھ میں تہجری دیرانی کے باشندے
 تھے تا بہ تخت سلطنت ہوئے تا پنج اوٹ کے جہاں سرگمیاں تھیں۔

قطعہ

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| تو ہی دیر شہنشاہ فیض خان عالم | استمات این مکت ہند بہارک پاش |
| تا پنج سو سولہ ہزار شہنشاہ | جہاں دوان سلطنت ہن بہارک پاش |

۷۰۰ ھ میں شاہ کے دوستے جہاں دوان سے پہلا سکونت۔

| | |
|--------------------------|----------------------------------|
| پھر جہاں دوان سیماں جہاں | پھر سکونت شہنشاہی روزہ سلطنت الہ |
|--------------------------|----------------------------------|

بعد چند روز کے یہ کہ یوں بد لالہ

سکندر بر سرِ درِ افضل جہان

اب تک اس صحت میں معتد اور دلیر تھے فقیر محمد بن ورنہ

دوسرا معافان سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ ہزار تھے

رہا فقیر محمد بن میں ایک ہزار تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

سات سو تھے ورنہ سوار پریدہ سن سب کے ہیں ورنہ سوار پریدہ سن

آپ واناہین مام عیاری سے دوردیے گا قریب ہی کہ کوئی کھل تازہ کھل
 ایسا نہ کہ ان روپین کے لینے کے عوض دینے پر جائیں وہ لوہا کا
 قیامت کا ہی مجبور کا کلام پائی کہ ایک دن کہتا تھا کہ میری علی خان سے کچھ
 کہتے بہن پڑا بہت جلد ہی کہ گزند آغا میر نے فدویہ اس کے کشادہ پیش
 یہ کہا کہ تم عبارت کا لکھنا خوب جانتے ہو اس خبر میں سے خبر نہیں ہم
 خوب اس مطلب کو پہنچتے ہیں بادشاہ کی اگر تدبیر اوچال چلنی نہ ہو
 مساب کی آدھ کی اس کے سبب اب میں یہ روپیہ صرف کرونگا جس
 کروڑ کا محاسب میر سے فرم ہو گا یہ کون اب اگر ان ہی کہ نہ اسٹھے گا اور
 اگر یہ گمان بہ تھا انکو دین نہ آیا دین بخوشی منایات سلطانی سے
 سہ فرار ہو جو ان شیر بادہی فکر ہے سود سے مل کہ یہ نشان کرنا بیجا
 ہئی العقیقہ بادشاہ اور بہ متوالہ دولہ بظاہر شیر و شکر تھے ایک دن بے تکلف
 بادشاہ نے وزیر سے تمنا بیان برف کی طلب فرمائیں اس سخاوت پرستہ
 پانچ چار نہ کہ یہ شہر ہی کہ بادشاہ و بیجاہ اسکی مدد میری سے اپنے
 دلیہ بہت گرم ہوئے اور طلب فرمائیں نامورین کیفیت ملائم فرمائیں
 کہ کیا نشہ شراب نچمت آگے بن میں جاتا تھا کہ عویض برف کے یہ برف
 زبان پر آیا کہ انوقت از فضلیان تیار نہیں ہیں و اللہ اعلم بالصواب
 یہ روایت سنی ہی اب آغا میر کی فرست آمد و زانی دیکھ کر وہ تدبیر

مناسب فتحہ رفتہ عمل میں لایا کہ زبردست لکھنؤ سے ایک صاحبان تک
 نہ رہ سکا اتحاد برپا کیا کہ وہ سب ہم اسکی محبت کا بھروسہ لگے عین مددگار
 تھے بہر صورت مطمئن تھایا بات زمین نشین تھی کہ ہم چاہیں آج پاشاہ
 بنادیں آخر کار غرور دولت و تیرہ سائے یہ دن دکھایا نصیر الدین جب یہ
 پادشاہ کہان تک مضبوط کرتے اسکے غل کے درپی ہوئے چونکہ
 امور خانگی میں مختار تھے زبردست بہادر کو اس بات پر آمادہ کر لیا اور انکو
 یہ فرمایا کہ تم مقتدا الدولہ کو ہماری کوٹھی میں بھیج دو ہم گرفتار کر دینگے آپ
 اس امر میں مبادرت نہ فرمائیں کہ ششے ششے ناحق کو نسا دوشے کھا
 منقصہ یہ تجویز جب قرار پائی نصیر الدین میدان سے مقتدا الدولہ کو ایک دن
 دو پہر کے وقت خوشی خوشی کوٹھی میں لے گئے تھے کچھ بڑے صاحبان کے ساتھ
 چونکہ آمد و رفت جاری تھی اور شملی درپل گرفتاری تھی راز پنہان سے
 آگاہ اتحاد انانی کام نہ آئی بڑی شان و بیک سے کئی ہزار سوار و پیادہ
 ہم کباب تھا کوٹھی زبردستی میں پونچھ صاحب کلان حسب سر شہر
 تائیں تشریف پیش آئے کوٹھی خاص میں پہنچے ہی قیام محمد خان پتہ صاحب
 باہر تھے تھوڑی دیر کے بعد کچھ باتیں مناسب وقت اور ارادہ کی کر کے
 اہم مقام سے باہر آئے مقتدا الدولہ وہاں بیٹھا تھا کہ دوسرے دروازے
 سے دو انگریز کپتین گماہ میں کھڑے تھے کہ چہ جب مضابطہ ہو رہا

لیے ہوئے مانند عزرائیل کے اور سکے سر پر آپوسنچے اور یہ مکمل سنایا
 کہ آپ محبوب حکم بادشاہ سلیمان جاو کے قید ہوئے تہیہ رکھ دیجیے
 یہ سنتے ہی چہرہ زرد پورا رنج قبض ہوئی بس کیا تھا قید نہ کہ ایک سات
 کے بعد صاحب کلاں بہادر پھر تشریف لائے اور بہت تشغی اور دلاری
 کی کہا کہ نواب صاحب یہ مقام شکر یا سنیے اضطراب کیجیے ہمنے آج اپنی
 عزت و آبرو بچائی کہ بادشاہ کے پنجہ قید و قہر سے چھڑا کر اپنے پاس
 رکھا وگرنہ بادشاہ تمہارا دشمن تھا بہت بنی طرح پیش آتا اب نوبت کے
 اسکو منظور ہوا اور بہتر سمجھو یہ کہو کہ وہ صورت حال میں آئے متوالدہ اور
 انکھون میں آنسو بھر کے اسطرح بولا کہ خیر کیا کہ ہوا وہ ہوا اب اس بات کا
 میزان عدالت سے امیدوار رہو کہ بد آبرو میں نہ آئے پاسے نہ کلاں
 بہادر نے بہت اطمینان فرمایا کہ غلط جہ رکھو ایسا نہ ہوگا اب فقیرون کا
 حال سنئے جنگ و عوی تھا کہ جہان پسینا نواب صاحب کا گر گیا زبان اپنا
 غنیمت گزشتہ گئے ہر ایک باہر اپنے مقاموں پر بیٹھے تھے کہ یہ حال ہو
 آٹھکارا ہوا نہایت دشت پا پہ ہوئے اور ہوا وہ بظاہر نہ بھانکنے لگے
 ساری رنافت اور بہادری بھول گئے ہر اسان اور پریشانی اپنی اپنی جگہ
 اور مال کی خیر فرائی تھے یہاں تو یہ عامل گذرا وہاں نصیر الدین جسید
 بادشاہ خوش کہ متوالدہ رکھنا ہو گیا اور سیرت یہ حکم جاری فرمایا ابھی

سوسلان قتل الدیلا گز قارمہن اوسدن شہرین عجیب ہنگامہ برپا تھا
 کہ چوہار سلطانی پہرے لیے پوپس بہ بڑے کوچہ ویرزن میں تھے
 جہاں کچھ بھی تباہ پاتے تھے ایشیہ آغا میر سے سروکار رکھتا تھا اور
 بلاتال گز قار کرتے تھے مکان پر چوکی پہرہ بٹھاتے تھے القعدہ میں
 اس معاملے میں بہت لوگ گز قار ہوئے زیادہ تصحیح اسکی بیکار ہے
 سارے شہر میں کھیل مچ گئی اکثر دن کے گھر میں سامان شب عشا تھا
 اب نیچے صاحب کلان بہادر نے قتل الدیلا کو قید کر کے اجازت دی
 کہ بسیاری نفل اپنے گھر جائے اور سوت کا عالم کیا بیان کیا جائے دروازہ
 بیٹے گارو سے آغا میر کے مکان تک ایک از دام تھا کہ اندر میں اور کچھ
 خوشی صورت قید کی مکان پر یہ تھی کہ ایک کمپنی انگریزی واسطے مخالفت
 آبرو کے امور تھی منڈیا دن سے آتی تھی اور ہر قبیلہ میں اسکی بلی بھی
 ہوا کرتی تھی لیکن قید ہونے کے بعد صاحبان اور بیوپاری وغیرہ کہ جنگا
 رو پیہ ان کے ذمے کثیر تجارت دن درازہ گھیرے رہتے تھے
 اوقات خواب وغیرہ آغا میر کی اس کے ہاتھوں سے تنگ تھی یہ معاملہ
 کچھ سرکاری نہ تھا صاحب کلان بہادر نے حکم دیا کہ جلد زرقہ بند کر لارم الامار
 بنی اور کرے اور ایک انگریز بھی مامور تھا کہ اس نے میر پریشن علی کے
 ہاتھوں سے سب کا قرضہ ایک کے چار حسب درجہ انگریز خزانہ میں کے دیوانے

بعد عرس کے آغا میر غزت و آبرو سمیت تصدق صاحب گلان بہادر کے
 مع زن و بچہ و مال و کسباب گھنٹوں سے کانپور کو گیا تیس لاکھ روپیہ بہت
 منانٹ اور تحواء کے جو خزانہ نذرتی میں جمع تھے اور وہ جملہ مالک و کشتیوں
 بنوائی تھی محاسبہ شاہی میں محسوب ہوئی مگر کیون بڑی بات مہنی راوی بن
 کرتے ہیں کہ اسباب و بجاہات وغیرہ کے سوا ہی چالیس ہزار تالیس
 چھکڑے فقط اشرفی اور پیون کے یہاں سے اپنے ساتھ لیکیا
 چنانچہ کانپور پہنچے پہنچے ایک چھکڑہ اشرفیوں کا اعظم علی واروہ
 راہ سے گم کیا اور اس وجہ سے باہم صورت طال کی پیش آنی خلاصہ
 اس تحریر کا یہ بی کہ باوجود کس خرابی اور برادی کے آغا میر نے کانپور
 جا کر پچیس ہزار روپے کا بیقہ تازہ سرکار انگریزی سے اپنے نام کا جاری
 کر دیا وہ آج تک ادب کی اولاد کو ملتا ہے اور تے مکان میدان چوبی
 تعمیر کر گئے اب یہ روایت سنئے کہ بگ غایر تیز و افیض الفتنہ بانی
 اور میر فضل علی جو بنج آباد میں کھائے ہوئے تھے خیمہ پھر اس شہر میں
 آئے اور بواسطہ بادشاہ حکیم کے میر فضل علی نے وزارت پانی اور
 اقتصاد الدولہ خطاب بنوا مقظم الدولہ اور مرزا حاجی بھی بامید وزارت کانپور
 سے شہر گھنٹوں میں آئے تھے لیکن مقظم الدولہ اور امتداد الدولہ میں فقط
 سنوائی یا یوں پھر گئے لیکن مرزا حاجی رفاقت مقظم الدولہ سے کنارہ

کر کے رفیع اعتماد الدولہ کے پیش پر لگاؤ کا رہنا غنیمت جانتے تھے
 اعتماد الدولہ دارالہماز تھے اس زمانہ میں رتبہ اقبال الدولہ کو کپتان کے
 بیٹے کا زیادہ بڑا عہدہ میرٹھی لکھا پایا کارہ با بسطنت میں بھی ذیل کامل ہوا
 طبیعت بادشاہ کی اعتماد الدولہ کی طرف سے پھر گئی گوگون سننے پر
 زہر نشین کرو یا کہ شہنشاہ متعالیہ سے درپردہ ساز کر رہا ہی متوفی
 کیا لیکن ایسا منہ بے تن والا اور غوغائی و زلزلہ جہاں اور تھوڑے سے
 میں بیمار ہو کر دنیا سے گذرا اور لاش اسکی کر لیا و غوغائی میں
 ہوئی یہ بادشاہ جمہور پر حیرت انگیز و یاد دل تھا سخاوت میں بی نظیر
 حیارہ پیہ کا نوا تک اس عہد سلطنت میں امیر ہو گیا معینون خواہن
 پاستے لیکن سب طرح فانی البال تھے اپنے محل میں کہ اس بادشاہ
 نے بڑے بڑے مرتبے اور رتبے بخشے یہ وثیقہ اور پیشا ہر عمر کا
 نواب مکہ و یافا عہدہ علیا ————— تاج محل ————— سلطان علیہ کا
 بادشاہ

اس بادشاہ کے زمانے میں محلات میں ہی سیدہ خاں کا مقدر
 بہت تھا اور اس محل نے بڑی سخاوت کی اور کروڑوں روپیہ کا خرچہ
 کیا سارا شہر اب تک اس محل کی سخاوت کا قائل مگر یہ بھی کسی

وجہ سے تاخیر میرا کھا کر نفا کر گئیں۔

اس زمانے میں حکیم الدوا حکیم مدعی علینان کانپور سے بلا کر عہد
منارت پر سے فرما رہے تھے نظم و نسق ملک سب دستہ
قدیم منزلت کمال پیش نظر حق حسن و خطاب و یا شخص منظم اور معاملات مالی
میں اپنا نامی نہ کرتا تھا اور اسکو بہت سے لوگ دشمن تھے خصوصاً
قدیم خاں دہلی ایسا اس شخص سے جلتے تھے یہ نام نہ نظم اور
کفایت شعار تھا خوب ہی انظار خدمت نیابت کیا اور اسی عہد میں
حضرات کنبہ بھی بڑے مغرور و صاحب اقتدار تھے تاج الدین حسین
ایمانت و مفاہست مشہور ہی لیکن تاج الدین حسین اسی مذہب بن رہا تھا
کہ حکیم مدعی علینان منظم الدوا کو اس عہد منارت سے لڑا رہا تھا
پادشاہ بکیم سے ملکر پادشاہ کی خاطر مدعی حکیم صاحب کی طرف سے
جنگ ڈالا اور آخر کار یہ مقرب و مغرور ہوئے جسکی تاخیر معقول
شیخ امام بخش ناخ سے یہ ہے۔

قطعہ تاریخ

تاریخ بطور نور مستم کن
ستہ مرتبہ نصف نصف کن

افتاد حکیم از مراتب
از حامی حکیم زشت برگیر

نگر غزل اسکا باعث برہمی مزاج صاحب رزیدنت ہوا خلاف راجہ کے
 یہ بابتہ طور میں آئی تھی کچھ کچھ کدورت نے ولین گھر کیا چونکہ پادشاہ
 فہیم اور عقیل کمال تھا بڑے نڈیا لیکن پادشاہ بگم اور وارو فہم حسین علیخان
 اور امافی بگم کی صلاح سے روشن الدلہ محمد حسین خان فرزند نواب
 اشرف علیخان نے خلعت وزارت پایا یہ وزیر بھی سخی تھا اکثر عمارت
 بھی اپنی وزارت میں تعمیر کرائیں اب تک کوٹھی روشن الدلہ کی
 معروف بہ قیصر پسند مشورہی تاریخ بنیاد یہ ہے
 کیا شک اہم ہے کوٹھی

اعلیٰ سلطنت میں راجہ روشن گھر راجہ بختاور سنگ بڑے
 ذمی عزت و ذمی اختیار تھے بنگو یا بگاہ اس وقت مہاراجہ مان سنگ
 جہاد میں دلی ذرا راجہ روشن سنگ غالب جنگ قوم کو بھی جکا بیٹا
 راجہ جی لال سنگ بغاوت کے جرم میں ہتھام لکھنوپرانسی دیا گیا
 بڑا صاحب اختیار تھا اکثر عمارت شاہی زیر اہتمام راجہ بختاور سنگ
 تعمیر ہوئے میں نواب سعادت علیخان نے جو روپیہ جمع کیا تھا اور بعد
 مرگ غازی الدین حیدر پاشا کے باقی یہ گیا وہ مع آمدنی ملک کے
 اور زمینوں میں جو کچھ روپیہ رکابی ملا وہ سب اس پادشاہ نے صرف کیا
 سلاطین سعادت کے جرات و بہت ملو کر و فرکی بوداغ میں سائی تھی

مزاج نہایت برق تھا آخر میں بعض بعض نمک حاصل کی سازش
 سے پادشاہ یگم اور پادشاہ مین ملال ہوا اور بہت جفا دی بھی پہنچی۔
 ایسے پادشاہ یگم نے شاہا کو لیکر الماس ہانچ میں استقامت اختیار کی
 تخم غنا کو کاد لون میں پڑ گیا روز بروز ترقی رہی کئی ہزار آدمی جس کا
 پادشاہ یگم نے لو کر رکھے لگا ہشت جباری کی اس بات پر پادشاہ
 اور بھی مساجان کے فرزند ہونے سے انکا محض کیا اور آئینہ الغیب عند اللہ
 اشتہار دیا کہ وہ فرزند میرا نہیں ہی اور انواع انواع کے معالے پیش
 آئے کہ اوسی زمانے میں پادشاہ نے بھی فرج بخش خبر منزل چھوڑ کر
 دلکش میں رہنا اختیار کیا اسکے بعد پادشاہ نے اپنی عمر عیش و نشاط
 میں بسر کی کوئی دشمن اندرونی و بیرونی برسر عداوت نہ با صاحبان انگریز بھی
 اس پادشاہ سے موافق رہے عیاش و شکار دوست شدت تھا اگرچہ بعد
 نماز کے فرج تھا لیکن جہنم قدرہ ان تھا اندوختہ سابق کر دیوں و پیہ موت
 لایا اسکے عہد سلطنت میں خاص صنعتیں یہ تھیں کہ اہل تجارت کو رفاہ ہوا آمدنی
 بھی نہیں دکی ملک بھی آباد و عرب سلطنت اب سیاست بھی بہت تھا
 اپنے اپنے شعائر و نشانے میں تحسین فرمایا یہ کام بہت پابند تھا ملک
 انگریز کے عہد دوستی اس میں بہت لکھنوی ترقی کی پڑی تاہم ان کی مکی مہم
 جو کئی مرتبہ عہدہ وزارت سے سرفراز ہو چکا تھا وہاں بعد کے زمانہ روشن الدولہ کا تھا

مقریعت تھا اسی پادشاہ کے عہد میں کوٹھی مائیں تعمیر ہوئی اور
 اچھی اچھی اور عمدہ عمدہ تعمیرات طیار ہوئیں۔ صاحب زریڈنٹ سے
 دوستی رہی گوشتی کے کبابے بکثرت مکانات تعمیر ہوئے

اس وقت میں اکثر اس سلطنت کے کارپرداز اور دیکھنے والے اور
 میں اور بہت کچھ بتائیں ہوئے معلوم ہی لیکن مختصر میں گنجائش تفصیل
 نہیں آخر میں شکر محسن اس شاہ جم جاہ کے ساتھ دعا کی زہر دلوایا اور
 بات بھی بان زد علائق ہی کو دہنیا مہری نے زہر دیا اور بعضے کو قتل کر
 دیا تو میں نے بعض حکام اسکی ناپسندیدہ صاحب زریڈنٹ کو میں اس واسطے اس کے
 مار ڈالنے میں مشورہ ہو انیسویں ائمہ ۲۰ بیچ ثانی ائمہ ۲۱ بجی صاحب زریڈنٹ
 جمعہ کے دن ۲۵ برس کے سن میں وفات پائی اپنی کراہ میں کراہ
 دیا تو گوشتی کے تعمیر کی تھی دفن ہوئے خلد منزل عقب شہر ہے

مرت سلطنت ابریس ۵ یم تاریخ وفات یہی

رفت شاہ جهان سیماں جاہ سوہی جنت زرباگاہ اودہ

ہائے گفت از سرفسوس بارم رفت پادشاہ اودہ

کہ نیل جان لہ صاحب بہادر زریڈنٹ تھے معتمد الدیوارہ اعظم الدیوارہ

منیار الملک سید فضل علیخان بہادر سیادت جنگ روشن الدیوارہ الملک

محمد حسین خان بہادر تمام جنگ رکن کیمین خلافت بہانامہ میں آتھنا سلطنت

و شہزادی ستیم جنگ مارالہام وزیر ملک شہنشاہ الدولہ محمد علی خان
 بدلاوت جنگ اقبال الدولہ بہادر پسر ظفر الدولہ بہادر مظفر الملک کپتان
 فتح علی خان بیست جنگ منشی الملک فخر الدولہ و پسر الملک مہاراجہ
 رتن سنگ بہادر پوشیا جنگ متخلص زخمی و ملیہ الدولہ صاحب الملک
 غلام محمد علی خان قیر جنگ منیر الدولہ بہادر کے شرف الدولہ مظفر الملک
 محمد ابراہیم خان بہادر ستیم جنگ بعد اسکے رکن کین خلاف بہادر
 اعتقاد و سلطنت شہزادی امیر الامراء مارالہام وزیر الممالک و مہاراجہ
 رستم بہادر بیدین الدولہ عمدة الملک امداد حسین خان بہادر و مہاراجہ
 یہ سب مارالہام اور کابریہ از سلطنت تھے۔

بیان حال ایست فیج الدین حیدر محمد مدنی آفرین تخت بہادر
 عرف مناجان

مہاسب زیدت خبر وفات کی پائے ہی باگاہ پادشاہ میں تشریف
 لائے بقدر تقدم بانمخط پہلے ہزار سپاہی مع توہین کے واسطے
 مخالفت خزانہ وغیرہ کے مامور کیے اور مخالفت آمد و رفت دوست
 دشمن کی عمل میں آئی بعد اسکے محال میں جہان نصیر الدین حیدر شاہ
 جان طلب تھے گئے و کچھ لا حضرت نے حسرت سے آہ سر کہہ چکی کہ
 جان بن تسلیم کی اس وقت ہاتھ کی ضد بھی لھولی گئی گرا نیہ کیا آتی تھا

اب شیخ جب کرنیل جان لوصاحب بہادر کو یقین کامل ہوا کہ خلیفہ الدین محمد
 ناگاہ دنیا سے گذرے ایک کاندھ دست آویز کا مثل اس مضمون سے
 کہ جو کچھ خواب گویز جنرل بہادر ارشاد فرمائیں گے ہم عہد نامہ جدید پر
 دستخط کر دینگے پاس نصیر الدین کے بھی سا فرین دستخط منظر
 ہو کر آگیا ابھی گفتگو کسی نشین مطلب منہوی تھی کہ پادشاہ بیگم مع شاہان
 کے کہ بنا صہ چاریل باہر گاہ سلطانی سے الماس باغ میں تھیں باوجود
 حکم ممانعت رزیدت بہادر کے باوجود کثیر بعد گذرے تین پہرات کے
 در دولت پر آپہنچیں کرنیل جان لوصاحب بہادر کہ میا کرنے سے ان
 جلوس میں سرگرم تھے یہ خبر سنتے ہی سخت متحیر ہوئے اور کپتان جس پر
 کو اجازت دی کہ محافظان دروازہ بیرینی کو حکم دے کہ کوئی یہاں بدین
 اجازت نہ آئے پائے اور روشن الدولہ بہادر سے تاکید فرمائی کہ تم
 سد باب مقابلہ پادشاہ بیگم کا کرو اور ایفمنٹ پکسٹر صاحب کو یہ فرمایا کہ تم
 سپاہ انگریزی منڈیا توں سے لاؤ کپتان جس پان صاحب بہادر
 دروازے پر آئے اور باجنگو سے ملائم مقابل سے ہمیشہ کرنے لگے
 کہ یہ حرکت تجاری باعث برابری طلب ہوگی یہ کہ سنتے تھے وہاں کے
 گھوڑے دن پر بارہ تھے بزرخیل دروازہ توڑ کر مکان سلطانی میں اپنے
 گھر کی طرح در آئے بلکہ کپتان جس صاحب اس حقیقت میں مجروح بھی ہوئے مگر

بتیج زبان وہ بھی کام کرتے رہے گنگو سے نہ بانٹائے کر دیکھو انجام اس
 آغا کا بہت بن پیش ایسا بھر کھیت یہ تو گرفتار ہوئے سپاہی پادشاہ بیکم
 کے ایک قلم شیریں کہنے ہوئے اور تھوڑے بند و قن کے شیر اندوز
 حجرے کے سپو پٹے کرنیل جان لوصاحب کو اپنے قفسے میں کیا اور
 نصیر الدولہ اور امجد علی خان اور بکا فرزند اور عظیم اللہ خان اور رفیع الدولہ
 اور روشن اللہ وغیرہ ایک مکان میں نظر بند تھے اور یہ لوگ ایوان شاہی میں
 بہر جانب پھرتے تھے اور مٹیاریوں کو بدلتے تھے قریب و ہزار اور
 کے تھے اس شہر و قلع سے پادشاہ بیکم نے مناجان کو لا کر تخت سلطنت
 بٹھادیا اب ہر طرف نواح ننگ کا ہنگامہ شروع ہو گیا سلامی توہن کی
 حسب قاعدہ ظہور میں آئی اور سب جگہ شعلیں مٹیاریوں میں تھیں کٹکٹش
 حد سے زیادہ تھی کرنیل جان لوصاحب بہادر پر ایک یورش کا ہنگامہ
 نازل تھا یہ کہتے تھے کہ تم صاحب آئین و ضابطہ کے اپنی زبان سے
 مناجان کی سلطنت کا اقرار کرو مگر انکی زبان سے کب یہ کلمہ نکل سکتا
 ہوگا کہ خداوند کریم نے اس وقت صاحب بہادر کے حال پر خرم فرمایا
 کہ وہ لوگوں نے اکرم صاحب الحکم پادشاہ بیکم کے اس گروہ کے چہرے سے نجات
 دی تھی اور سب مقتدر رہے اب جان لوصاحب بہادر جو اس کے ہاتھوں
 سے جانبر ہوئے پادشاہ بیکم سے سوال و جواب شروع ہوا کلمے صاحب بہادر

یہ تھے کہ اگر سر موہار سے کہنے سے انکار کر دی تو انجام نہایت زبون
 دیکھو گو اپنے ہاتھوں آپ گرفتار غضب نہو یہ باتیں تمہیں کہ فوج
 انگریزی طلب فرمودہ صاحب مدح کی منڈیاؤں سے آپہنچی بنگالہ مرزا
 و مرزا گرم ہوا میگنس صاحب کہ کہ کار شاہی کا لازم تھا اسکے رسالہ کی
 توہین واسطے سلامی مبارکباد کے آئی تمہیں برعکس پیش آئیں جو بھار چھوڑ
 لال بارہوری پر پڑنی شریعت ہوئی۔ ہم آدمی پادشاہ بگیم گپٹن کے مہج
 اور مارے گئے اور تین سپاہی انگریزی زخمی ہوئے ظہیر الدولہ
 غلام محی خان نے کہ اوں دہان میں مقید تھے کیا جرات کی کہ اس سر
 میں کو بھی فتح بخش کی پشت پر سے لب باکو پر سے پاؤں میں چٹائی
 کشتی میں جا چھپے پادشاہ بگیم مت مناجان کہ ہم ابر کا سن اس وقت میں تھا
 مع المہمخش کا زہر کے گرفتار ہوئیں جہذات کہ اس کے پیش آئی زبان
 زمین غیرت اور رشہ مآقی ہی آخر کار بلی کا رو میں اگر جفا طلت تمام قید ہو
 جس قدر اس پادشاہ نصیر الدین حیدر کے جوان مرنے اور جہرت سے
 جان دینے کا بعد اندیس چچا ہی اور سیدہ مناجان کی بد نصیبی کا
 پادشاہ بگیم کی کم تسمی کا بیان زبان غلامت پہنچی یہ فزیدہ پادشاہ کا
 خطاب نفع الدین حیدر محمد صدی مرزا فریدین بخت بہادر جو خاص شاہزادہ
 ہوتا ہی عزت تھا اہل حیات پادشاہ کے بے حفظ مراتب و دیوان

محمود علی شاه



رہتا تھا اور بوجہ تین بت کے کہ پادشاہ کو ان سے ملنے کے لئے اس مجلس میں پادشاہ پہلے
کے ساتھ تھا اور وہ پورے شکر کرتی تھیں پادشاہ نے ہمیشہ میں اگر
ممنوع اور باق کر کے باجوہ ہی رہتا رہتا ہی سے خارج کر دیا اور اسکی
محنت کے حق میں یہ وجہ یہ کہ پشیمانی کی ہوتی یہ انصاف بت

بیان حال ایست فیروز محمد شاپور

[illegible]

شہ عرش تمکین فلک قہدار چو گردید پشت و پناہ اودہ
 سر و شل از سر دلت آواز داد محمد علی گشتہ شاہ اودہ
 اویسکہ بھی اس پشاہ کا تاریخی بی

بجود و کرم سکے زد و پناہ محمد علی پادشاہ زمان
 جد و قت و بار برخواست ہوا محمد علی پادشاہ کرنل جان لو صاحب ہوا و کرم
 خلوت میں لائے اور فرمایا کہ رہنا پادشاہ و گیم کا شہر لکنؤ میں مناسب اور زیبا
 نہیں ہے کسواسے کہ یہ عمرت بڑی فتنہ انگیز ہی ہر دم اسکی وفات کے
 فسادانہ ایجاد ہوگا مدد حب بہا و نے کہنا اویسکا قبول کیا ۱۲ تا بیچ کو
 آدمی رات کے وقت بحر است سوار و پیادہ اسی انگیز ہی کا پور روانہ

ہوئے دیوان ایک مکان میں کہا ان مخالفت نظر بند بین اور دیوان سے
 قلعة چنا کہ وہ میں پنچھین و دہر چا سو روپا بائے واسطے روت خزائن پناہی ہو
 ۱۶ محرم ۱۱۷۰ ہجری مطابق ۱۷۵۷ء کو دہلی میں انتقال کیا
 بہین دفن ہوئے (زیر ہستی رفت) تا بیچ وفات کی ہی دور درمی
 چھوڑ گئے ۳ صفر ۱۱۷۰ ہجری پنجشنبہ کے دن پادشاہ و گیم نے اس
 جہان فانی سے کوچ کیا (ان قہنہ کرناہ) تا بیچ وفات ہی

اس پادشاہ نے بے غلبہ و راجہ تمام خدایان اور بیست و ست کھانیا سوچے کہ
 تربیت یافتہ نواب و عادات علیان کے تھے مساجد کا آئینہ و بیچ

برادر پردی اور رزقا نوازی سے رونق پائی نظام زاریت ملک کا بھی ^{الوجہ} حیرت
 نگرین آیا آمدنی کا بھی نظام مزید از کثیر اپنے عہد سلطنت میں مت کیا
 اور باوجود بے ضعف و پیری اور کثرت امراض کے ہرگز بیکار کا سلطنت کا نور
 کرتے تھے اس پادشاہ کے وقت میں صورت برہمی کا سلطنت بہ بال
 بخوش اس وقت میں لکین باوجود اس بے شمار معنی کے نگرانوں نے
 وہ کام یہ کہ باجہ تعلق ہو کر خواہ رسالوں اور پٹنوں کی دود و اور تین
 جگہ بھال کی اور یہی رسالہ اور پٹن کی تنخواہ جمعیت سلطان پور میں ہی اور یہی
 پٹن کی تنخواہ کا غرض آباد میں اور اسی کی تنخواہ علاقہ کوئٹہ و بہارچ میں
 اور اسی کی تنخواہ شیکری لکنو میں پڑتی تھی لاکھوں کا غلبہ تھا
 چہ ہی جب کار پڑا نہ ہی یہ کام کریں پادشاہ کیا کرے خلاصہ یہ کہ پادشاہ
 بہت نیک نیت تھا کسی کام خیر کے انتظام میں خود میں بندھا لاکھوں روپے
 و گتہ خدمت عباس کی تہمید میں عزت کے اور رستی نہ اور یہ جوئے
 حضرت شہ کی طینری میں خیر کے اور ہزار روپیہ مہینہ اور ہندی لوگوں
 کے واسطے مقرر کیا کہ ہر بلاتین زیارت کو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ کو
 بواسطہ صدیقہ شریفہ بعد از شریفہ مقرر کیا

مصلحتاً محترم صاحب کتب خانہ
 شہزادہ سے اور اس کے محل
 سے احمد اسلمے

امجد علی شاه



کرخیل جان لوصاحب بہادر اور کرخیل کالفید صاحب بہادر زریخت
 نائب بشت الدیوان اور مظہم الدیوانہ ظہیر الدیوانہ اور سردار الدیوانہ اور پشید
 شرف الدیوانہ محمد ابراہیم خان اور اسکے عہد میں فتح ۳۲ ہزار پیادہ اور
 تین ہزار سات سو سوار اور ایک کی آمفی ایک کرہ پچاس لاکھ روپے
 کی تھی تا بیخ وفات رفت شہادہ اور وہ بیک پندرہ
 لیکن کبر سن کی وجہ سے عوام میں خلل تھا سارے کاغذ بار صاحب
 کے مشورے سے مٹی ہوتے تھے اور انکی سلطنت میں کوئی بات
 جدید نہیں ہوئی۔

بیان حال بہت امجد علی شاہ

ابراہیم ظفر علی الدین غریب آباد سلطان عادل فائقان زمان محمد امجد علی شاہ
 ۳۴ برس ۶ مہینہ ۴ دن کے تھے ۵ برج الثانی ۱۵ مہینہ ۱۵ برس
 دن تحت نشین ہوئے سبج مولیٰ عمل میں آئین تا بیخ مہوس کی تہ
 افست امی سنجشی سب لکھی۔

| | |
|-----------------------|-----------------------|
| شاہ نواب متہ امجد علی | مہ سہار شرف انجم سپاہ |
| دورہ عدل چو نوشیرین | ثانی دارا اسکند سپاہ |
| سزین دافع مغز سلام | دارا سہ عالم دشنال |
| چشم ایاد برج دوم | ساعت زخمندہ بوقت گچا |

ساختہ بر تخت خلافت جلوس از در سبب رسالت پناہ
 ساختہ الفت پی تاج مسکد تا پوشش بارہ دران باگاہ
 مصحف جربستہ زیارت شنید کن و از رنگ مبارک پناہ
 اور سکہ اس پادشاہ کا یہ جا ہی تھا

جہان زور کا شاہی تالیف نفل حق امجد علی شامہ میں علامہ
 یہ پادشاہ کمال دیندار خدا پرست اپنے مذہب کی ترقی بہت منظور
 عدالت کما مہر سلطان العلماء اور سید العلماء کو سونپا اور ان کے عہد میں
 سلطان العلماء کا کمال دیکھو وہ تھا اہل نبوت اور سنت جماعت کے
 عین پیسہ کرتے تھے کہتے بند و مسلمان اور کہتے سنی شیعہ ہر گز
 بازار اس مہر کا گرم ہانہ زکوٰۃ شاہی ہر برس سلطان العلماء کو سرکار شاہی
 سے ملتا تھا وہ اپنی اسے پر جبکہ چاہتے تھے تقسیم کرتے تھے
 منصف عین حیرتے کا مگرین ہر جہان جہان اس شہ میں تھے کہ
 حکمت نکالے گئے اس کے اہل کے بعد چاہے غامان ہر بادا
 ہونے اور یہ شاہی کی بیاد اور حاکم کی کین بن سانیہ ہر بی بی
 خواہانہ و الدولہ کہ عہد علیہ مدی میں تھوڑے گریے تھے اور کچھ
 قین میں نے کے عہد وزارت سے موقوف کیا اور امین الدولہ اور
 کو خلعت نیا بہت دیا اور چند سی کے عہد سے ہر کبر علیان نواب میر

کے بیت کو اور کیا اور دیوانی شیعہ مایہ دہندہ کی جیسی آتی تھی وہی تھی
 وہی اور سیدہ عذرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور جو پادشاه کے ناموں کے ساتھ
 نام کی خدمت میں آئے اور سلطنت کے تہذیب کے لیے قریباً ہر وقت
 آئے یعنی ان قصبہ میں جن میں ان کو پیشہ دستی وزارت کی تھی اور جہاں
 معین الہ ولی کو یہ عہدہ نصیب ہوا ایمن امین اور معین الہ ولی کے
 نام و اوقات کی خدمت میں آتی و کو ان سے بادشاہ کا وہاں میں اور وہاں
 طرف سے باتوں میں پیچیدہ کیا کہ وقت سے یہ دن آگیا کہ امین الہ ولی
 ناپا جو کرسٹوفی ہوئے اور آخر نتیجے مکرر معین الہ ولی کو عہدہ وزارت
 نصیب ہوا منوالہ الہ ولی بہادر کانپور میں تھے باآئسے خدمت وزارت کا
 اور خود کیا کئی مہینے معین الہ ولی کا دوبار سلطنت میں مصروف رہے
 لہذا چاہے کہ وہ اپنا دوش پیش بھی بادشاہ کی نظروں سے گریسے لیکن
 یہاں یہ بھی گھٹن نہ تھی اب منوالہ الہ ولی کا دوبار سلطنت کا کرتے رہے
 چونکہ آراء مطلب تھے مختلفیات دین کی کو اناہو میں عہد سے
 مغز الہ ہوئے پھر امین الہ ولی بہادر اپنے عہد وزارت پر برکتوں
 تمام ہوئے خواہ خاص یعنی ان ائمہ والہ ولی کے نویش کو سرشت
 پیش بھی کا ہوا اس کے بعد معین الہ ولی علی محمد خان فرزند ہندہ علی کے
 پیشہ دست ہوئے۔ عہد الہ ولی عجیب مرد چلاک تھے ایک ان جلیان بائیں

جملہ کلاوی تعلقداران و زینہ ازان کو ملکہ کے بہت جہتی اور استقامت
 بیان کی کہ جس کے تخت و تاج کی بنیاد تقاضی و غیرہ و پیش و پس
 وہ معجزات و شہر کی ترقی و ترقی کے لئے ہیں اور ان وقت خود کیا
 حسب یہ وقت اپنی اثر و نفوذ سے و غیرہ استیج و حکمران کے لئے اس شخص کی نام یاد
 و کیا چاہیے کہ وہ سب کو غلبہ کہ شاہی میں پیش کیے کے ہرگز تہ
 حاصل کیا اور اپنے قدرت میں الیاء و چار سے سب سے محروم
 ہوتے ہیں انہ کی گھر و ایشان تمامہ ہزاروں محتاج نوابت و ہرین کے
 کوئی دبی و حار و غیرہ راجہ اور دیوانہ اور ہمارے کے چہ ہی دیکھ
 چراغ شہستان جہ کہ تھا اور جو سامان و امارت یہاں اس آفرین و قوت میں تھا
 وہ اسی ریاست میں نہ ہو کہ ایک یہاں بھی تو ہرگز بھی کہ شہر و چہ ہی
 انہیں کے عہد سلطنت میں نواب و معمار الدیوانہ اور فیض آباد کے
 نواب کو شہر میں واسطے ملاقات بادشاہ و معہ کے آئے تھے جن باطن
 جو نہایت عہد و باغ پر فضا تھا اور میں جب حکمران ہی فرزند ہوئے
 بلکہ و خانہ خاص سے تفریق کہ جس میں از امیر حبیب اللہ کی خانہ
 شاہی میں ہی شاہی ہوئی تھی و سکویہ باغ غایت ہوتا تھا پانچ
 شاہی و امیر الدین حیدر بادشاہ کی اور مرزا عالیجاہ اور مرزا بالا جاہ
 پسران دہلی و امیر الدین حیدر بادشاہ کی بھی اور میں سرانجام پیر مولیٰ تھی

اکثر سیاحین عائد کو غایت ہوا تھا اور یہ تازیانہ دار بھی اوس میں اوتا رہا
 جاتا تھا چنانچہ کابین صاحب بہادر سوار گور جاگیدار کوٹیا کا گنج کے بھی
 تازہ روضہ الدین حیدر میں تازہ روضہ جوئے اور کو بھی سبب غریزہ قندار
 کے بذریعہ پرچہ پایہ ہجر جان لیا صاحب بہادر کے یہ مانع غایت ہوا تھا
 اسی مانع میں صاحب موصوف نے لاکھ پوئی صرف کر کے میر میں
 تعزیر یا ہی بھی وہیم سے کی تھی وجہ اس تعزیر یا ہی کی یہ بھی کہ انکی
 بی بی سلطان تھی اور سکو کمال چاہتے تھے لہذا یہ غریزہ گویا ایک تھا
 اور وہ بی بی بنت مرزا سلیمان شکوہ بہادر پر محمد شاہ بادشاہ کی تھی اور
 سب سے بی بی کا انکے پاس آنے کا یہ مجرور سلطان شکوہ شاہ و جیل
 تھے لہذا ابشا غازی الدین حیدر خاندان میں میان تشعبت لائے
 تھے بادشاہ نے کمال در کا اغرا کیا اور مکان بننے کو انکے واسطے
 دہسٹن ملی کا بڑا کیمہ حجم سے شرک لب یہ کہنی لاکھ پوئی صرف کر کے
 بنوایا تھا اس شرار پر یہ ماہواری اور وہ بہادر پرچہ میر خیر علی کے بیٹے
 مقرر کر دیا تھا بعد بچوں اور خاطر یا ہی کے اپنے فرزند علی محمد ^{محمد} سلیمان
 کی شادی کا انکی زرکی کے مابین پیغام دیا چنانچہ بعد شہر اطر مرزا سلیمان
 نے وہ شادی قسکو کی چنانچہ بڑی بی بی سلیمان شکوہ کی عقد نصیر الدین
 میں آئی اس شادی جوئے سے غازی الدین حیدر بادشاہ نے

پچھیس لاکھ روپیہ کے نقد و جنس سے اوس کے ساتھ ملوک کیا تمنا ہے
 چند روز کے نواب معتمد الدولہ وزیر بادشاہ نے دوسری بیٹی کے ساتھ
 اپنے فرزند کے ساتھ پیام شادی کا دیا مگر سلیمان شکوہ و سبب منع و
 کے معنی ہو گئے شادی قرار پاگئی یہ خبر بادشاہ غازی الدین حید کو پہونچ
 آگ ہو گئے اور بدولوں سے اس قدر آرزو ہوئے کہ جسکی شہر سے تہہ ہا
 ہی یہاں تک کہ مرزا سلیمان شکوہ کو اسی دن شہر سے نکال دیا اور مکان
 بھی اونکا کمرہ و اوالا بار بار یہ فرماتے تھے کہ یہ اس شانہ زادے کو الٹا
 ایسا سنا تے تھے کہ محکوم بی بی سے کر میرے نوکر کو اپنی بی بی سے کا
 سلیمان شکوہ جو یہاں سے نکالے گئے قریب شاہجہان آباد کے چوڑے
 اوس زمانے میں اکبر شاہ ثانی کا دور تھا اور مجھ بن نے جو یہ حال سنا
 حکم دیا کہ ایسے شخص کے بیان آنا مناسب نہیں نہ چہ سلیمان شکوہ وہاں سے
 پھر کر کوٹیا کا س گنج میں اپنے طرح آقا مت کی ڈالی گوارن صاحب موصوف
 نہایت دو اہمند تھے اسکے دام طع میں اگر شاہناہ موصوف نے شادی
 اوس لڑکی کی اوس صاحب کے ساتھ کر دی اس عرصے میں شاہجہان آباد
 بادشاہ نے قضا کی اور سلیمان شکوہ نے وفات پائی یاں نہیں کہ یہ
 بادشاہ کو بھی اوس بی بی کے بیان آنے کی کمال تمنا تھی بڑے
 رزٹ پٹ بہادر بادشاہ نے اجازت آنے کی ہی صاحب موصوف

تھکتے ہجری کو مع اوس بی بی کے لکھنؤ میں تشریف لائے تھے اور
 حسن باغ میں باورسے اور تغریہ داری کی تحصیل اوس باغ میں صمد
 زونش افروز ہوئے اور دوسرے دن بادشاہ کی ملاقات کو گئے پھر
 تختہ ایک تھالی جوڑ مع انجورہ نگیشب کے رسم کا مطلقا بہت
 بہتر سے گئے تھے اور اپنے نزدیک دسکونایا بنا جانتے تھے
 بادشاہ کو یاد بادشاہ نے بھی بیاس خاطر اوس کے بہت خوش اور منظور ہو کر
 اوسکو قبول کیا اور تغریہ بہت زبان بہدک پر آئین بیان دستور تھا
 کہ جس میں سے بادشاہ ملاقات کرتے تھے روزانہ ہم رسم تختہ دیکھ
 ادا ہوتے تھے عطران اور کشتی وغیرہ موافق رسم سکدی مابقی تحمین
 دوسرے روز سامان دعوت کا جوتا تھا اس میں خواہ اگر نہ ہو خواہ بدلتا
 چنانچہ نواب سبوق الذکر کی تین دعوتیں قرار پائیں اور دوسرے ہی
 دن سی مقرر ہوئیں اور بیان کی شان و شوکت اور انداز دعوت چاہا
 ایسے کھانے کا یہ تھا کہ ایک عالیشان مکان میں کہ وہ سب طبع شبہ اعتدال غیر
 سے آہستہ ہوتا تھا اور میں قریب گز کا لانا اور بارہ گز کا چڑیہ سمجھتا
 تھا اور اس کے گز ایک سو پندرہ گز ہی تھی تحمین اوپر بادشاہ اور امراء
 بادشاہ اور کارہیز وایہ ممتاز اور نذرین بہا و جمع صاحبان عالی شان
 جلوہ افروز ہوتے تھے تختہ کہ راہ اوس میں پر ہیز دعوت ہوا تھا

برتن سے چمکیر رکھ دیا۔ ان دو معجزاتی دروازوں وغیرہ میں سب رنگ و شب کے رنگ
 مطلقاً جو اہر کار پہنے اور کھانوں کا کیا وصف بیان ہو کہ بادشاہی خاص
 تھا وہ نواب در سب کھلم عافیشان بہ سامان و یکساں تھی تھے در سب
 دوسرے مکان میں سامان نہایت کامیاب اور حسین بھی اور بعد ازین
 جملہ برتن اور سی انداز سے جوابہ نگار رنگ و شب کے صورت میں در نظر
 آگئے گئے قیصر کے دن بھی اس قدر سامان و تہی ہی بڑی بنیاد پر
 برتن ایسی مقدار پر اور رفت و رفت سے نہایت تھک و عموں و عیوبت مارک
 کا جوابہ نگار رنگ و شب کے میاں تھے نواب معنی بہ سامان و یکساں
 اپنے دلین و خت و جوابہ و شہزادہ ہوتے تھے شان خدا کو یاد رکھو
 تھے حال کلام بعد ازین فریاد و فغانی اور کھانے اور بعد ازین
 نواب مہدی کے امجد علی شاہ پادشاہ نے مہر الدولہ بہا بہت خزانہ اور
 کو شجاعت بہ جو بہ حسن و نظام کے نہایت خوش و در غلط ہوئے
 اور زبان مبارک سے بہت توہین کیا کہین غلامت گرا نہایت سے منع فرمایا
 اور سوقت مہر الدولہ بہا در نے دست بستہ ہو کر غرض کیا کہ غلام قباہ
 بادشاہ سے تیس دن تک کا توہر کرنا ہی کہ اگر حکم ہو تو بیطاعت کے
 پر روز رنگ و شب کے برتن طرح طرح کے صورت میں سنئے کیا کرے
 اس معنی بیان پر دوسرا غلط اور سنئے رستہ سے کہیں یہ جوہر

دینتہ امانت میں غایت ہوا یہ معمول فیاضی ہمیشہ سے اس سرکاری
 ہی کو نہیں نہیں ہی۔ اور عوام کو ہر قدر دانی اور دواہ وادہ کے فقر
 نگہداشت کھایا کارخانہ خدا ہیں کہ اب و خیر یا محمد علی شاہ کے وزیر
 و امجد علی شاہ بادشاہ ایک رشتہ کے بعد شاید ایک بھولان بھی
 شک رشتہ کا مہر شریک گراں اور ان رشتہ خاتون میں عیال و دین و دنیا
 رشتہ کے انہو نکاح و میرا بہتہ آ رہی اس انقلاب و زوال پہنچتے تھے
 تمام ہی فقط۔ اور شاہ امجد علی شاہ من ولیہ الدنیا و الدنیا ملک مرزا
 محمد حیدر علی خان ہمایون فی ذریعہ یعنی والد اعلیٰ شاہ و امجد علی شاہ کا بڑا اقتدار
 جو اس ملک کی زندگی میں تھا کہ رشتہ شہر یا مقب مرزا حیدر سے آگے
 لکھ لکھا کر اپنے پاپا کا ہی علم نہیں تھے۔

اب امجد علی شاہ کا حال کیا لکھ جائے اس بادشاہ کے مہر وراثت
 کوئی میرد مات نہیں ہوئی اور مجاہد کا زمانہ ربا اور بچپن میں شاہ کا
 بارگاہی سنگ سحر میں ۱۶۷۰ء میں پیر شہب پاشی بنے ۱۶۸۰ء میں
 پاشی میں ۱۶۸۰ء میں عارفہ سلطان آخوند کے درمیان میں
 بہانہ مانا سے گند سے اور بیڈی خان رنالہ کی چھاوانی میں فوت
 ہوئے جس کا مکان مقب پایا تارین وفات کی منشی مظہر علی اسیر
 و شاہ و شریف سے یہی



ابتدای خلافت میں نواب مین الدہلہ وزارت پر مقرر تھے لیکن عہد
 دلیہدی سے پادشاہ کا مزاج اسنے درپردہ کمرہ تھا اسنے عملہ دہلی
 سے خیال تھا کہ کسی دوسرے کو خلعت وزارت با جاوے اس بادشاہ
 کی عہد حکومت میں کئی باتیں ظہور ہوئیں جواب تک یا دین نواب مین الدہلہ
 سانحہ مولوی امیر علی کا شہید ہونا ہونان گدھی کا زکا اور فساد میراشی
 غفلت نالائق الہکا بین کا فحل تعمیر قریہ باغ امین الدوا کا حسنہ
 بہت مشہور ہے کہ بسواری گجھی در دیوات پر آنے تھے وقت صبح
 شیخ فاضل علی احمد خان غلام غوث خان غیرہ پنج ہونان بدعا شس
 شرک گو کہ گنج مین بیرویا رام بابڑہ نواب ملکہ زبانیان و بعد نصیر الدین حیدر
 بادشاہ گجھی سے نواب کی لپٹ لگے اور انہیں سے رشتہ خویشی
 چالاکی امین الدہلہ کو گجھی سے اوتار کر زمین پر گردا دیا اور چھری سینہ
 رکھ ہی اوتار دیا امین الدہلہ نے لیے ہوئے اسنے سر پہ کچھ
 تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی پاس آگیا ہم نواب کا کام تمام کر
 اسوجہ سے کوئی دست اندازی نہ کر سکتا تھا اس عرصے میں یہ خبر
 عام ہوئی انفران فرج شاہی مع اراکین موقع واردات پر پونچے
 بڑے صاحب بہادر اور چھوٹے صاحب بہادر وغیرہ وہاں آئے
 سوانی کا ایقت قلوب اور طمع زر کے کچھ بن ذاتی ۷۵ ہزار روپیہ پر

صاحب کلان بہادر نے اونکو رانی کی قوم داروغہ سے منلوایا اور
 اصل مطلب بخفا معلوم ہوا اور اطمینان کے نواب مجرب کو یاد کیا
 کہ زمین آباد گئے تا پہنچ اور کی تعبیر الدیولہ منشی مظفر علی اسیر سے یہ
 بدقت کیونکہ اوپر پیش چند ہزار ہا زمانہ امت کہ یاربت ہوا یا اس
 یہ سال وقوع فساد کو دیکھ کر رسید و بوجہ دلی مال بخش
 چنی سچے وہ سب اپنے ہاتھوں پر کھڑے ہونے لگے اور اس سے ابھڑے
 صاحب کلان بہادر کے ساتھ بھی کہ زمین کے جگہ سے متنبہ
 اس نے اپنے لئے کئی قیام دہانے ہوئے تھے وہاں پہنچے کے بعد
 اونکو اپنی رہی سے نکال دیا اور اسے یہ امر معلوم ہو گیا
 کہ کاشانی جوت جوت جمع تھے بیت و مہر کے لئے آئے تھے
 ماریے گئے قیام خانہ دیکھی اور نواب مجرب نے علاج دیکھ کر اس
 نے اس حسن تعبیر سے فرمایا کہ دونوں میں عنایت کیا اور اس
 میں اسے مزیدی خدمت ہمیں سے نہ توڑو جسے خوش خوش کر
 لئے وہ برسوں چوبہا رسالت لی لئے زبانی انجمن الدیولہ کے حکم پہنچا
 کہ آپ عہد سے سے مخرجات ہوئے سوار ہو جیتے گا اور تفریق
 کاروبار وزارت پر دیکھان میں یہ خدمت نواب اعلیٰ علیخان چپا
 بادشاہ کے مامور ہوئے بعد تین مہینے کے خدمت وزارت پایا

جو کہ یہ بادشاہ نورجانی میں بادشاہ ہوا اور زمین و آسمان میں کھائیں تمام
 شہاب سے طبیعت میں عیش و برائی رفتہ رفتہ محبت گانے بجانے
 اور طوائف اور میرانی کی گرم دہنی انجام افراط و تفریط عیش و عشرت کا
 یہ ہوا کہ سوامی محلات متاثر کے کئی بیگیں اور پھیان نرم و متعہ اور نکلت
 میں وائیں اور نئے سوجو طوائف گانے بجانے کی خدمت پر مامور
 تھیں یہ وہ بوجہ ایسا پسندی اور مفرحات شادی کے بلعقب ہوا اور
 پیروان کے نامزد و جوہرین ایک عالیشان عمارت بنا کر موسم و قیصر
 کی حسین سب بکیمات پڑے بڑے سادان اور مٹھا ٹھہستے عیش
 عشرت و تہی تھیں یہ ایک نیم کا انوکھا اور زرا الاخطاب اور لقب ہون
 اور نام دار براتھا اس میں بھر بڑے اور میرانی بھی نور شاہ اور ایک دوست
 داخل اور قرب پیدا کر کے دیوہ اور نواب و بہادر کے خطاب
 مخاطب ہوئے اور ان کو اماں پیدیا کر کے مال مال ہو گئے گھر سب
 کمینے اور مالانوس تھے چند خواہر ہر اون سنہ موافق ہلال شادی کے
 عروج اور مرتبہ بلن پایا انہیں سے مثل جانی نہانت الیہ اور حاجی شریک
 کہی خواجہ سالانہ اور غلامانہ نش تھے اور علاوہ عیش و برائی
 اور ایسا پسندی اور تکلفات کے اس سبب کہ کو کچھ منشا لیں یا غیر
 بھی تمام انہوں نے غرض عیب جلد الیہ نہانت کو بھی حکمت کان بول

چند اوصاف اس بادشاہ کے قابل ذکر کے بھی ہیں گو یہ بادشاہ بقدر
 عیاش تھا مگر موافق مذہب شیعہ کے سب عورتیں نکاحی اور قیامی تھیں
 بے اسکے کسی عورت نامحرم سے اس بادشاہ نے مقاومت نہ کی اور
 نہ کسی کو جبر سے یکم بنایا اس کثرت عیش و عشرت اور عالم جوانی اور
 سلطنت پر نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یہ حکم بادشاہ
 اب بھی جو کہ اگر صبح ہوتے بھی ہم سو جائیں تو بھی زبردستی بے خوف
 خطر اور پاس لب بنگا دینا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی نماز اور قیام قضا
 اور یہ یک نہیں ہوتی ہی۔۔۔ این کار از تو آید مردان چنین کنند۔۔۔
 یہ بادشاہ اس قدر رحم دال و رقیق القلب ہی کہ باوجود اس قدر سلطنت
 اور زور و زبر کے اس سن شباب میں کسی طعش اور برہمگی نہیں کی بلکہ
 کافی تک بھی زبان پر نہیں آئی نہ کسی موافق اور مخالفت کو بظلم سے سنا
 نہ کسی کی جان لی۔۔۔ باوجود اس سلطنت اور بادشاہت اور شباب کے
 اس بادشاہ میں غرور و نخوت جس سے ہزاروں مین بھی کوئی امیر خالی
 نہیں ہوتا نام کو نہ تھا مگر بہت بات برسی ست نگر دی و دی و جیت
 ریڈ بن مین خداوند تین ویسے ہی غفلت اور عیش کا عیب بھی تھا
 مگر اپنی ذات کے واسطے محتاج و عیال ذات خدا کی سہم چنانچہ
 اس سبب اعتدال قوام جوانی اور سن کے بہ نسبت سادہ رہتا بھی ہے اور

وہ باتیں خواب خیال ہی ہوتی جاتی ہیں۔ یہ بادشاہ عادل تھا کہ ہم قریب
 اور مخالف یا امیر یا پکاشنے کی عدالت میں رعایت نہیں کی ہوں۔ بندہ سنی
 سرکار کے ابھار چاہنے اپنے کام کے مالک و موموں عیدہ ہوتے تھے
 اگر وہ بخون سے کوئی حق معنی کی تو اس کے نصیب یک سال ہیشاکہ
 جو یہ مقدمہ پڑا ہمارے مکان میرے مہدی حسن تخلص شمشیر دار و زور عمارت سلطان
 بمقابلہ امانی بیک دار و زورہ کار خواب مخدہ غلٹی مہرین آیا اور بادشاہ نے
 عدالت فرمائی وہ شہزادی درہ التاج میں نظر ہی۔ اول سال حسب یہ بادشاہ
 سخت نشین ہوئے یہ منظور تھا کہ تمام ملاقات فکر و مسئلہ فی سبب
 موجب بین زمیندار و بقیہ مقدار اپنے ملک کی معرفت زراعتی و باغی و خانہ
 سلطنت کی کیا کریں ناظم اور پچھلے دار موقوف ہو جائیں کہ یہ علاقوں چارہ
 زیادہ سانی اور رنگ طلبی کرتے ہیں رعیت تباہ اور نقصان رسد
 ہو جائی لیکن ابکار دن سے کہ ان کی حاصلات لاکھوں روپے کی جاتی
 اس کو بار بار می نہ دیا آغاز میں ویکس تقریبی تیرہ ہزار روپے
 ہزار روپے کا بیکار بادشاہ رستے تھے مستغنی اپنی عرضہ شہین و زمین
 آبادیت تھے اور یہ سکوا بادشاہ اپنے باتے کھو لکر حکم لکھتے تھے
 اور طبیعت بھی نہایت دسا اور پالاک تھی ترتیب بھی زمین تانہ ہوتی
 تھی یعنی قانون رزمیہ زبان فارسی میں موجد طبع عالی تھا ترجمے

دستے دور رسا سے اور اتھمی اور نہ دینی دو پائین منظر کی موجب
 ہدایت اور تعلیم بادشاہ کے کام کرتی تھیں بادشاہ آپ تو امدادیت تھے
 اور روش و دیوان چال کھاتے تھے اکیڈن قواب علی نقی نے ان
 غنائت کی کہ یہ امر خداوند مزاج صاحب زینت بہادر کے بی املا بادشاہ
 نے بالکل اس طرح سے کیا کہ یہ ایک میلہ قیصر باغ میں پرشاک گیا
 بحکم طافی تھا یہ واقعہ یہ ملک لاہوری کو بتا تھا املا چھپے تھے
 اس کے بعد سے اسے غریب جو گیا باس پٹنہ ہوئے شریک میلہ ہوئے
 وجہ یہ تھی کہ سفید پوشانہ قیصر باغ کے جاتے نہ پاتا تھا رنگرزا میر جو

تاریخ میلہ

| | |
|---------------------------|--------------------------|
| بقیہ باغ چوہان سلطان عالم | مندیہ میلہ رنگین زمانہ |
| بقیہ تاریخ این فرخستہ جاہ | نوا آمدن شاہ افغانی خاطر |

اس میلے مسلمان اور بتکلفات اور آرائش قیصر باغ اور چوہان
 کی طرح بیان میں نہیں آسکتے جس طرح کا بازار دیکھنا اور اسی رنگ
 کے تھے اور بنیاد اس میلے کی یہ تھی کہ راجہ حبیب شاہ کی بیٹی کی ازبک
 ان کی ماں نے لڑکپن میں بیگیا لباس پہنایا تھا اور کی سالگرہ اس
 لباس سے ہوتی تھی بادشاہ نے عہد سلطنت میں میلہ قرار دیا اور اس
 بادشاہ کا تخلص آخر تھا افغانی عشق دریا سی عشق سحر الفت اور زندہ

اور شہنشاہ اور بادشاہی وغیرہ تصنیف اور ایف پادشاہی ملحق
سلطانی میں چھپی تھی اور پادشاہ کے پنج شاہزادہ سے چلی سٹ
ملکہ و خذیرہ غفرلہ بواب پیشہ مجلس
عرف نام محل سے
سے فرزند

یہ فرزند
فرید الدین مرزا

اول مرزا فرید الدین مرزا
محمد علی علی بہادر مرزا جاوید علی بہادر
چرویا شہو
سوم کیہ ان قدر
مرزا محمد علی

پنجم بواب حضرت محل صاحب
برجین قدر مرزا محمد ضیاء علی بہادر
یک فرزند

پہلے مرزا جاوید علی بہادر ولیعہد ہوئے و حافی برس کے پچھ مرزا احمد
ولیعہد ہوئے اور مرزا محمد نیر علی بہادر جنیل ہے ان بادشاہ کو
نواب صاحب سے کمال محبت تھی اکثر گونگھاٹ میں نواب صاحب کے
مکان پر تشریف لیجاتے تھے اور وہ وہیں پیار و دل بان رہتے
اول نواب صاحب کی بہنوئی و بیٹیاں تھیں ایک بیٹی کی شادی نواب صاحب کے
بہادر کے فرزند کے ساتھ بڑی دھوم سے ہوئی اور دوسری بیٹی کا

کہ نواب اختر محلہ صاحبہ خطاب سے پادشاہ کے ساتھ عقد ہوا برہمنی قوم
 اور رونق تھی روشنی نواب کے مکان تک کہ تخمیناً پانچ میل کا فاصلہ
 بنی دور وہ سڑ ریشنی کے قصبہ تھے اسکے چھ تپا بنی اور جا بجا تپیلے یعنی بڑے
 بڑے دروازے روشنی کے ستر کی پر بن کر تھے اور گولے تھے
 سے مندرجہ تھے اور عمدہ عمدہ میان آرائش ابھر کی بزرگ و عن
 گلاکاران بنی ہوئی لگین تھیں کہ جس سے وہ عالیشان پر تکلف معلوم
 ہوتا تھا اور نواب صاحب کے مکان عالیشان میں بہ چار طرفہ دیوار آباہ
 اور ایسے پاکال روشنی کی وہ دم تھی اور آتش بازی بہ قسم کی آرائش
 زیادہ امیرین کے خیمے خانہ باغ میں جا بجا نصب تھے مغل قلعہ اور کشتی
 اور غیرہ گیتھیں پامان بہ مدیس شاہانہ قابل دید تھا کہ جبکا سہماہ سے
 بہرے۔ سہ ماہ میں عہد سلطنت و ابد علی شاہ میں نواب گورنر
 جنرل لارڈ ہینک صاحب بہادر بعد فتح ملک پنجاب جب لکھنؤ میں تھے
 ہوتے تو بادشاہ کی ملاقات سے البتہ خوش ہوئے اور ملک کی
 بہ انتظامی سے شاکی ہو دیادشاہ سے فرمایا کہ کرنل جان لوصاب
 سابق ریزیڈنٹ نے اس بار سے عہد کیا تھا کہ در صورت فتور
 و بے انتظامی ابالی سرکار بشیہ اس ملک قبضہ تصرف میں لاؤں
 اور جو ضائع کہ بعد اخراجات پیکھا حوالہ نہ دیا ہی ہو کر کہے گا میں

حکام ولایت کے نزدیک یہ سچو نیا پسندیدہ ہوئی اور اسکو عمر دراز
 پہنچا اب تک سرکار انگریزی انصاف و قسام کی مراعات میں ریاست کے
 عائد مقرر تھے باوجود اسکے اب تک لچ بند رست نہ ہو سکا اس پر بادشاہ
 نے غور کیا کہ اور دو برس کی مہلت چاہیے یا ایتھہ یہاں تو نوں عید
 شب شب برات خواب غفلت پرستور باد و برس کیا کئی برس
 اس کے پھر ولایت سے تحریک ہوئی کرنیل سلیم صاحب بہادر نے
 اعلان اس بات کا حال فصل پیشتر مقرر فرمایا چنانچہ جس تک
 گورنمنٹ اور ایماں بادشاہ کرنیل سلیم صاحب بہادر نے دور و فرار کیا
 پورٹ گورنمنٹ کو بھیجی اور اسوقت سے اس بارہ میں متواتر تحریک
 نیا بون گوئر جنرل بہادر اور شاہ اور دوسکے میں چنانچہ ابھی پورٹ
 کے معاہدہ سے بہت سزا سانی معلوم ہوئی حکام ولایت کو ایما ہوا
 کر شاہ اور دوسکے خاندان کے وظائف مقرر ہوئے اور ان کے
 سلطنت میں آج سے چنانچہ کا پر دازان گورنمنٹ نے سجا اور
 اس حکم کی بعد سلیم صاحب کے خزانہ و زر صاحب نے پورٹ لکھنؤ
 ہوئے اور خلیفہ کے زمانہ میں مولوی امیر علی صاحب شہید
 اس معرکے کا بہت دلیل بیان کی تھی کہ یہ بٹھے بٹھے سے حمایت
 فرمیں سے مولوی صاحب اور اس میں سال منہاں گدھی کے پورے

یہ سچو نیا پسندیدہ ہوئی اور اسکو عمر دراز پہنچا اب تک سرکار انگریزی انصاف و قسام کی مراعات میں ریاست کے عائد مقرر تھے باوجود اسکے اب تک لچ بند رست نہ ہو سکا اس پر بادشاہ نے غور کیا کہ اور دو برس کی مہلت چاہیے یا ایتھہ یہاں تو نوں عید شب شب برات خواب غفلت پرستور باد و برس کیا کئی برس اس کے پھر ولایت سے تحریک ہوئی کرنیل سلیم صاحب بہادر نے اعلان اس بات کا حال فصل پیشتر مقرر فرمایا چنانچہ جس تک گورنمنٹ اور ایماں بادشاہ کرنیل سلیم صاحب بہادر نے دور و فرار کیا پورٹ گورنمنٹ کو بھیجی اور اسوقت سے اس بارہ میں متواتر تحریک نیا بون گوئر جنرل بہادر اور شاہ اور دوسکے میں چنانچہ ابھی پورٹ کے معاہدہ سے بہت سزا سانی معلوم ہوئی حکام ولایت کو ایما ہوا کر شاہ اور دوسکے خاندان کے وظائف مقرر ہوئے اور ان کے سلطنت میں آج سے چنانچہ کا پر دازان گورنمنٹ نے سجا اور اس حکم کی بعد سلیم صاحب کے خزانہ و زر صاحب نے پورٹ لکھنؤ ہوئے اور خلیفہ کے زمانہ میں مولوی امیر علی صاحب شہید اس معرکے کا بہت دلیل بیان کی تھی کہ یہ بٹھے بٹھے سے حمایت فرمیں سے مولوی صاحب اور اس میں سال منہاں گدھی کے پورے

اور اکثر اشتغال اور ادا و اشخاص جو وضع اور شد کے نا عاقبت انہوں نے
 کی تھی حالت خد ہی تو شہر بھی چند اراکین سلطنت شاہی نے بہت
 سمجھا یا نہا آج کل رطلع دریا باد کے مقام ہندوستان پر مسلمانوں کو
 نہا کہ جس میں فوج شاہی نے واسطے فرور کرنے اس لوے کے
 مرفورہ کی آخر کار جب مولوی صاحب نے نانا قراوہ فوج شاہی
 قافیہ نکالیا اور اوہ ہندو کو پختہ حاکم اور پختہ صلیحتت کرنا
 مقصد جو عجوبہ کثیر متبع تھے مقابہ میں درانے اور مولوی صاحب
 اور بہت سے اونٹنیہ و اور ہر اہی اس امر کے میں شہید ہو
 آخر زمانہ پادشاہ میں یہ مسرور بھی ان کی بے انتظامیوں پر
 دلیل ہو گیا غرض تقدیر کے لئے کہ امکان نہیں ہی وہ بے آخر الامور
 ہر روزی شہداء حسب الاما و حکام ولایت موجب حکم کو ہر شہید
 سپاہ جہاد اور وہ ہندوستانی کا پیوستہ اگر لکھنؤ کا محامہ ہو گیا اور
 جرنیل اور ہر صاحب بہادر نے بدلتے ای سلطان پر جا کر بادشاہ کو
 مشا و حکم سے اطلاع دی بادشاہ نے مطلقاً حکم نہ کاری کو تسلیم
 کیا اور یہ وقت حکام و مسلمہ دین جاری کر اے گئے کہ آج کی
 تاریخ سے اس ملک پر قبضہ نہ کیا نکاشیہ ہوا غرض باطاعت شاہی
 حاکم اراکین و تابع و ایچکان و زمینداران وغیرہ فرمان طاعت کی

اس شہ کے روسا و امرا قبیلہ انڈراکین سلطنت اس وقت تک جو با
 غفلت میں محض چھپے تھے جبکہ فرین سرکار نے لکھنؤ کا محاصرہ کیا اگرچہ
 پادشاہ کو غریب گوشت سے اطلاع تھی بلکہ الہ آباد میں نالایق نے
 والی ریت کے دل پیو بات نقش کا حجر کی تھی کہ سلطان عالم ہم
 خیر خواہ ہیں نے ولایت میں سب بندوبست کر لیا ہی گوہر نیریل
 اور دیگر حکام کیا ہیں غرض ہمیشہ بہانے تدریج دیکھاتے رہے
 اورقت افتراغ سلطنت محلات تہی میں جو کراہی مچا وہ بیان نہیں
 ہو سکتا شہر میں گھر گھر بات تھ سارے شہر میں بل بل تھی کیا ت
 کیا ہو کیا بدت و حسرت کے سوایا تھا۔ ماہہ تا بیچ یہی
 مرگ انبجہ بہ ازیشن شاہ علم واد

۱۳۱- ادنیٰ الشافی - سنہ ۱۲۰۰ کو کہ ابتدا ہی برہان الملک نے ایک
 ایک سو چالیس برس ہوتے ہیں عمل انگریزی اور دین میں ہوا۔
 القصر جسٹہ اراکین سلطنت کے دیوان میں خداوند کا
 نے یہ دولہ ڈالا کہ رہا سا جو کچھ باقی ہی اور کا بھی خاتمہ باغیہ ہو
 سب انکار میں نے پادشاہ کو یہ مصلحت دی کہ ولایت میں تشہید کیا کر
 حضور علیہ السلام سے داد جوئی لیا جو سے ہر چہ اس کے واسطے
 پادشاہ کے عزیزوں اور اراکین سے ولایت جانے کے واسطے

کیا کم تھے لیکن تقدیر کا اتفاق ایسا ہی تھا کہ لکھنؤ کی رونق سبیلست
 نام بھی سب جا غریت سمجھ گھڑی بال خرم زام محمد پور علی بہادر اور
 مرزا ولیم بہادر و جناب عالیہ و محلات وغیرہ پایہ دستہ دوا ملک و
 بصواب میر نواب منور الدوار بہادر و روائہ عکلمہ جو سے ہمارا بچہ ایشتر
 رئیس بنارس بگڑا نیدن نذر لافہ اور مہانداری سے جو شایان قیمت
 اور ریاست کے تھا ان سے پیش آئے کہ قیامت تک یادگار رہ جائے اور
 وہاں سے بہر شاہ بعد میں راہ دریا سے شوال سے ایک کو کلکتہ میں پورہ
 کو بھی نامہ بدو ان واقعہ مباح میں مقیم ہوئے اور اکثر وسیع کان
 شامی مثل نجر الدوار بہادر و مسامہ الدولہ و فتح الدولہ محمد نصیر الدین
 پورہ پنے م شہرہ کو گور جناب عالیہ متغایہ اور مرزا سکندر حشمت بہادر اور
 مرزا ولیم بہادر و فتح الدین خان ساکن کا کوئی غیر ملطہ اور ملطہ
 ملاکنت سلطنت کے مہاندی ماز رطہ اندن ہو سے اور بعد
 منازاں راہ دریا شور منزل قلعہ پر پورہ پنے بچہ کو یہ مقصد دینا ہاتھ
 آیا تھا کہ آتش فساد بغاوت فوج باغی مہر کا کی مشعل ہوئی اسوئی
 مرزا سکندر حشمت و جناب عالیہ متغایہ بقضام الہی جسدہ کامی ہوئے
 رہی ملک میں کے ہوئے

جناب عالیہ رشک و ہمہ و ہمیں ہمہ کنندہ جنت بہادر و حباب
 چو احتمال نمودند سواد و فرنگ و چند گشت بعالم ظهور خیرت آہ
 دوبارہ مفرغہ تابیع سال ایندو دو پارہ قلب ہمہ از دو بندہ جاکہ
 بعد گذشتہ اس سانچے ایک نیم سال کے دراز بعد بہادر و حباب
 مہم مفرغہ جنتی کو ولایت سنکھتے کو چہرے بقول حافظہ
 تہہستان قسرت اپنے سوار کابل کہ غفر از آب جویان تشہمی آجاندہ
 بیان تفصیل گزشتہ سفر فی اشک محمول شکایت اور خانی از عبرت جنتی
 انداموں لاجل جانکے قلم اندانکی یہ لاکہ پور شاہ شاہ و شہر کو
 مقامی جہ قریب تھا اور کل مال اسباب و جامہ و مضبوط سرکار ہی مگر
 نیک نیت سرزمین لائس صاحب بہادر نے تخمیناً بیس لاکھ کا جو اہر
 منجملہ مال شاہی سے بچا رکھا تھا جو او کو کھلتے میں دیا اور اس سے
 بادشاہ پر قرض تھا پورا ہوا ایک سال پانچ مہینے گیارہ دن لغایہ آخر
 ذیقعدہ ۱۰۸۵ ہجری قمری اگلی بڑی بھولی ہی کر نیل اہرم صاحب بہادر
 چیت گشتہ اور یہ بھولین صاحب بہادر کو کر نیل سرزمین لائس صاحب بہادر
 تھے و نگاہ بکھول کر امی و رقی فراہمشی سے پاد سرکاری سے نشان بھارت
 ملنے کیا چنانچہ او وہ میں بھی ماجون شدہ عین بقاوت فوج ہوئی
 ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۸۵ ہجری قمری میں قمری محمد رضا خان علیخان کو دست بھارت

بھارینا بادشاہ بنایا اور بہ بقدر سلطنت قیام فرما رہا تھا کہ

گورنر بین میں کمان چھوڑ کر

سرت الدولہ محمد بہاؤ الدین خان بہت سے اور مومنان بھائیوں کے
دارہ نفع دینے کے واسطے بہت سے گورنر گورنر کو خدمت میں بلانے لگا
اور جیلہ دار ملا قوت پر بہ ستویہ مورچہ کو کہ پور بھی شامل ملک
ہو گیا تھا آٹھویں گھنٹہ پہلے کہ پور پور کا دروازہ تھا اور پور
باقی بیٹے شہ بہ سہری سے موافق رہنے کے سبب جاسوسی اور
ولیر کا بغوری مابقی تھے اور موافق رہنے کے پور سے اگر شہ تھے
رستہ ملاقات مارا اور گورنر بہت سے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
وہ آج بقیہ میں کہہ دیا کہ وہ بہت سے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
چیت رہتا تھا کہ بہت سے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
تھا کہ وہ سہری بہت سے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
یہ پیش کر کے کہ گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
اور نہ صرف گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
محبوب رہا کہ گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
نہر میں گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے
میں گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے گورنر کے لئے

جو یہ اپنے مشورے سے مدد نہ گولی سے کہ اس کے مکان کی گنت
چین برتنی تھیں مارے گئے اور شرف الدولہ جو نائب تھے ان کا
حضرت عباس مدین نامے کے اوپر مردان احمد اللہ شاہ کے
باستخون سے باشتباہ سازش سرکار مارے گئے

تاریخ دیا کرشن بھجان

بے سرو کھنچ ہی جو پٹنہ اسکی سرکار بولا کہ وہ مشرف ملائی میں
لکھنؤ میں عجب بنگالہ محشر پڑا تھا کہ تمام رعیت امید غریب پادشاه
نہیں رہا پٹنہ چھوڑ کر خوف جان ایک مینی دو گوش خوف سرکار
بے سامان نماندہ پوش ہو کر بھل اور بیر بختات میں چلے گئے وہ
وقت تھا کہ شہزادیوں کو سواری ایک ڈوئی کی بھی نشین تھی
اس سبب یہ شہزادوں کو لایا اور مرزا چیمہ قہر اور حضرت محمد
مان افندی ۹ مہینہ ادا کی حکومت کر کے لکھنؤ سے کنبرا کر کے
پار پویش دی باقی مرزا چیمہ قہر کی اس لقب سے برہمن مت
محمد عثمان علی سکندر جہاں اقبال شاہ خلد اسماعیل کندی بہانی ورنہ
عہدہ وزارت میں خطاب سے ملا تا کہ الہ دہ غیہ ملک علی محمد خان
منصور چکناٹہ و حال بھی باقی خلعون پر عزت و دست در پیا
مجاہدین بہرہ دہانی انجہر کا جہادی الامان شہزادہ جہاں

معاہدہ کیا اور تیرے ظہیر میں ہو کر اوس پار گھسارہ کے پونچھے
 فرماتے چند روز یہاں بھی رہیں پھر اور اولیٰ مان حکومت کر کے
 نواح ملک خیال میں گئے اور کل ملک پر قزاقی بدستور
 شدہ سرکار ہوا ملک سے بعد آشوب کا رفع ہونا اور سونے کی طبعیت
 سے رعایا پر پشیمان کا آباد ہونا یہ سب نتیجہ سرکار کی چشم پر تھی بدستور
 شاہی کا تھا۔

یہ عجبات ہی اس محل پر قابل ذکر ہیں کہ راجہ علیشاہ تو اپنے عیال
 اور کابل زادہ طلبہ چون اور اولیٰ اکین وہ حضرت بیگنہ اور وہ سالہ
 مسند زمر ایسا میاں اور جہی نکلے ہوئی تکر تپ تپا رہے تھے بھی بھلی
 اور بد عیال سلطنت سرکار سے مقابلہ اور مخالفت کیا اور اب ہوالی
 بھرت میں سلامت تھی جا تو یہاں پہنچا باقی اور انی جہانمیں
 روانگی میں اور سکندریہ والی جہوپال تال سے ریح اور ہتھامین
 اور انی چند ماہ والی ابو سے چالاکی میں اور زینت مکان بیکر شاہ
 باغی دہلی سے ہوا باغ میں نامہ کا اگر اس سیکم کا ہونے کہ یہاں
 مرد عیال سے آ رہا طلب ہوئے ہیں یہی باتوں کا ہونا میں آنا تعجب
 ہے آ رہے۔

نہرین زینت و زہرہ و مرد و حنہ ریح انکشت کسان بکرو

تعمیرات لکھنؤ

بیابان عمارات شہر لکھنؤ میں کہ ان میں پہنچا پیشہ چن بہت و
 اس شہر میں عہد نواب محمد علی شاہ الدولہ بہادر سے برائے کی عمارت
 حکومت و سلطنت میں مکانات عمارت و تعمیر ہوئے رہے
 شہر کے اوپر کی طرف گومتی کے کنارے گشت سے
 مکانات شاہی موجود تھے ہنگامہ و بلوس کے پہلے ہونے لفظ
 مکان کے کہانی ہم میں آگئے پھر ایام غدر میں توپ کی زمین
 جو مکانات رہ گئے گولے اور گولیوں سے بالکل مسمار
 اور تباہ ہو گئے چونکہ ابدانیت و بلو دہشت میں رہت
 آئی ہوئی اس سبب سے اکثر مکانات تباہ ہو گئے
 اور ان کے احوال عبرت آں بنیاد عمارت کتاب قلم انداز کیا گیا
 کہ کیا قلم انداز بنی شہر ویرانہ بہت فروغ و ترقی احوال صاحب
 اب جس قدر تعمیرات مشہور مشہور باقی ہیں وہ شہر کی سے بہت
 اس کا شروع ہو کر حد غلی تک تمام کیا جاتا ہے

کوٹھن بیابان

جسکو نواب محمد علی شاہ الدولہ نے سیر گاؤں و شکار گاہ کے جو پور
 کہہ دیا تھا اور وہاں جا کر سیر و شکار کیا کرتے تھے مگر خیر صاحب

تعمیرات لکھنؤ
 کوٹھن بیابان
 شہر لکھنؤ
 میں

نزیرت بہادر سابق گمنام و تبدیل ہو کر دانا ہوئے اور دوسرے
 صاحب خجائی اپنے کافر باپ سے خود دوسرے فرانس مقلم پر نوآباد
 ہرے ترک و شان سے، پہلے ملاقات صاحب رزمیہ نے بھیجی اور
 کے کشہ پٹ ایسے بروقت نصرت صاحب بہادر کو اپنے ساتھ
 پر سوار کر واکر کوٹھی رزمیہ میں لگئے اور اس امر کا تصفیہ ہوا کہ نزیر علی
 کو سند سے برخواست کر کے سعادت علی ان سپر مشقی ادا
 کو بجایے، ونکے سند نشین کریں اور یہ بات مشہور عام ہو کر اسی مقام
 میں خجائی صاحب علی بن موند بہادر فروریہ ادا لیاں دیریاں
 کا فرمایا تھا اور اسی جیسے میں وزیر علی کو حکم عذریٰ مسند کا ستیا
 اور اسی مقام سے انکو روڈ شہنشاہ رس کیا تھا جو جگہ
 اونٹ قیام ہوا اسلئے سدا رستہ تجویز ہوئی تھی

کوٹھی وکشا

اس کوٹھی کو سعادت علی ان نے اپنے سپہ ہیکہ کیو اٹھایا تھا
 اور جنگل گرد پیش کو صاف کر کے ایک چراگاہ مقرر اور اس میں
 جانور ان شکاری مثل بران وغیرہ چھوڑا دیے تھے اس کوٹھی میں
 اکثر جنگلات بھی سیر کے واسطے آیا کرتی تھیں

ولایتی باغ

اس باغ کو پادشاہ نصیر الدین حیدر نے تیار کیا تھا اور اوس میں اکثر ولایتی
 و خیرت لکھائے تھے اسی وجہ سے اوس کا نام دلائی باغ مشہور ہوا اور اس
 شاد بے اوسلی چور دیواری کو وہ بند ہی پٹی جواب موجود ہے کہ یہ ایک اور
 محلات اکثر وہاں جا کر سیر کیا کرتے تھے اور اسکے وسط پر چکامکان

کوٹھی مائین

جبکہ فیستین یا بھی امریزی زبان میں کہتے ہیں اوس کو خیر الکار
 مائین صاحب نے تعمیر کیا تھا صاحب نے اوسکی تعمیر شروع کی
 اور آٹھ نواب آصف الدولہ بہادر کو دیکھا یا نو بہا صاحب نے نقشہ
 کو پسند فرما کر جہت اسکی خرید و ملنے کی بنا پر کی اور دلائی باغ کے
 اوس محلے میں قرار پائی مرنو بہا صاحب کے مرنے اس محلے کو
 انکی مرنو نے دیا اور بعد چند روز کے خیر الدین صاحب بھی فوت
 ہو گئے اور یہ تعمیر نام نہ تھی مرنو صاحب کو ملنے نظر اس کے کہ کوئی حکم ان کی
 اوس بعد ملے کہ اس نے یہ حکم یا تھا کہ اسکی الٹ اس مکان میں دفن ہو
 اور جو روپیہ اوس نے واسطے ترتیب مدرسہ کے جمع کیا ہی اوس کے سونے
 کی آمدنی سے یہ تعمیر اختتام کو پہنچی بیچ بیچا مرنو کے سپرد
 نے صاحب کی قبر کھود کر اوس کے استخوان وغیرہ جمع ہوتی تھے اور انکو
 پاشن پاش اور پریشان کر دیا تھا مرنو بعد فرود ہونے مرنو کے مرنے

اسٹخوان صاحب کے جوہر متیاب ہوئے دوبارہ قمر من رکھ گئے
نہ گنگ

اس نہر کی کھودائی نصیر الدین حیدر کے وقت میں شروع ہوئی تھی
اور زرکشیر اوس میں صرف ہوا اور علت غائی اس مطالب سے بہت
مفید اوسکا راہ تھی راہ پنجاب و سنگھ نے یہ امر شاہ او وہ کے گوگڑ
اور عرض کیا کہ اس نہر سے پانی گنگا کا کٹنوتک آجگا اور اوس کے
سبب سے تجارت اور زراعت کو بہت فائدہ ہوگا بلکہ انکو ترغیب
و ترغیب دیکر شروع کروایا تھا مگر چونکہ یہ امر عام سے تعلق رکھتا ہے
اور کسی صاحب انجمنہ کی صلاح اور مشاورہ اس میں نہ تھا اسلئے یہ امر
اختتام کو نہیں پہنچا اور اکثر ٹھیکہ داران کو جنھوں نے ٹھیکہ
کندہ گی کا لیا تھا ستموں کر دیا یعنی دو دو ل روپیہ لیکر بھاگ گئے
اور اس نہ کو نا تمام چھوڑا ہنگام بلوہ معتمدین نے اسی نہر کو
اپنا اول مورچہ قائم کیا تھا

تعمیرات عہد نواب سعادت علی خان

تعمیرات قصہ ذیل سعادت علی خان نے تعمیر کروائی تھیں تاکہ شہر غازی
جانب سے ویسا ہی آراستہ ہو جیسا کہ اوسکی بھائی علاتی نے
شرقی جانب کو درست کیا تھا کوٹھی حیات بخش مسجد جانی بہار شہر بہار

رونق افز زمین کو بھی داراشفا جس میں صاحب سکرتر بہادر
 نشر ایف رکنتہ میں کو بھی بیگم جس میں تو پچانہ اب قابو ہے
 کنڈروانی کو بھی جس میں بریڈیر صاحب قیامہ فرماہیں کو بھی
 جس میں صاحب ڈپٹی کمشنر فروکش بین پادشاہ منزل حسن مقام
 پر اب فیض بخش طیار ہوا ہے یعنی بازار اور یہ بھی کو بھی ان سب کا
 میں اکثر صاحبزادہ رہا کرتے تھے اور جو خالی تھے وہ نواب صاحب
 کے سیر و تماشا کیواسطے آتے رہا کرتے تھے جس مکان میں او
 ولین آتا تھا اوس میں سیر و تماشا کرتے تھے اور یہ بھی کو بھی
 واسطے سرانجام امویٹکی کے تیار ہوتی تھی جو کام لگی ہوتا تھا
 وہ وہاں درپیش ہوتا تھا ان مکانات میں سے اکثر مکانات کے
 نام ملوے میں مشہور ہو گئے تین کو بھی حیات بخش میں جو جو
 جو ہایت دلیہ و شجاعت تھے جان بحق تسلیم ہوئے اور بیگم لکھی میں
 بہت سے سپاہیان شجاعت شعار نے ہاتھ و منہ اپنے
 شہر و مات بیا کو بھی نو بخش کے بالافانے سے سر مبری
 جو لک صاحب تیسری مورچال معین پر گولہ مارتے تھے اور
 یہ سب قیصر باغ کا نکالا تھا اور اس کو بھی پرمعین کے گولے
 اس قدر تھے کہ اب تک نشان گولوں کا اوسکی دیوار پر موجود

اور اس کثرت سے ہے کہ گویا دیوارِ عظمیٰ ہو گئی ہے
 سبطینِ ایل و بنیِ قحط و امجد علی شاہ چہارم پادشاہِ اوڈو
 حسن میں اب گر جاگھڑا رہا بابِ اوچکو و امجد علی بن حنیفہ امامِ بڑے کچھو کچھو
 مادہ تاریخ

آرامگاہِ ظہیر اللہ سکندر باغ

تعمیر کردہ واحد علی شاہ جو شاہِ مدون نے سکندر باغ کو عطا کیا
 ۱۰۰۰ راسی سبب سے بنام سکندر باغ مشہور ہوا اس میں کوئی اثر
 قابلِ تعریف نہیں مگر یہ کہ اس میں جنگام ملوہ سپہ سالار ہوا
 افواجِ سکھاری نے قریب دو ہزار سپاہیوں کو زبانی قتل
 ۱۰۰۰ یادی ملی لاشیں پھیری اسی میں دفن ہوئی تھیں اور بہت
 اوس بہتر میں چری میں جو شمالی اور مشرقی جانب باغ کو دیا تھا

قدم رسول

ایک مذہبی مقام اہل اسلام کا حبیب و غازی الدین حیدر نورانی
 مقامِ بندہ کریم اگر تعمیر کیا تھا اس میں ایک سنگِ ریت ہے
 جو عرب سے ایک حاجی لایا تھا اور جس پر نقشِ قدمِ پیغمبر کے ہیں
 جنگام ملوہ سنگِ پادہ مذکور ہو گیا کوئی اوسکا ایجا نو والا معلوم ہوا

بخت شرف

جو بنا بہت بخت شہور ہو اور اسکو غازی الدین حیدر نے اپنا
مقبرہ بنوایا تھا اور اسی میں دفن بھی ہوئے ہیں اس تمام
یہ نام ایسا ملے دیا گیا تھا کہ ایک مقام کو بخت شرف
حضرت علی دانا و حضرت محمد مغیرہ کی تعمیر ہو اور شہور یہ ہو گیا ہو
مقبرہ اسکی نقل بنا ہو اور غازی الدین حیدر نے چھ روپے
واسطے صاف اس مقبرے کے سرکار میں جمع کر دیا تھا
جسکے سود سے خرچ اس تعمیر کی مرمت کا اور خوشنما عمارت کی مثل
سید وغیرہ بنوایا اس مقام پر بھی سپہ سالار افواج سرکاری
کو مقابلہ میں رہی تھی اور حیدر نے
یہاں نہایت سخت مقابلہ کیا تھا اس مقام پر ہنگام جنگ سندھ
سرور احمد میں صاحب کی بجاری توپیں آتی تھیں اور انکو تھک
اونے توپیں اسپر گرتے رہے اور اسی مقام پر دیکھ کر وہاں
نے کار نمایاں کیا تھا یعنی تہا وہاں تلاش چڑھتے کہ گرتے
اور ایک کتہ کی دریافت بھی کی تھی مگر اسی غرت میں اتوات اور
مکے صوبے سے دیوار شوق ہو گئی تھی اور سپاہ ہر کاراوس
شق کے راستہ میں اس مکان میں داخل ہو گئی تھی

تاریخ

بحسن تقدیر شجعت اشراف
تاریخ مبارکش جو جسم از قتل
فرمود بنا بہند نواب وزیر
باقف گفتا عجب بخت شد تمبر

۱۲۶۶ ہجری

تعمیرات موتی محل

تعمیر کردہ سعادت علی خان شمال کی جانب احاطہ کے ہر اور موتی محل
اس واسطے نام رکھا گیا تھا کہ اس میں ایک برج بنا تھا جو بشکل موتی
کے تھا مگر اب وہ مسمار ہو گیا جو دوسرے مبارک منزل اور قریب
شاہ منزل مبارک منزل غازی الدین حیدر نے کنارہ دریا پر سیسہ
کیا تھا اور شاہ منزل جہان اب کی تعمیر کیا اور اس منزل سے
مبارک منزل بجانب شرق تھا شاہ منزل واسطے لڑائی حیوانات کے
تعمیر ہوا تھا چھوٹے چھوٹے جانوروں کی لڑائی اندر احاطہ شاہ منزل کے
ہوا کرتی تھی اور شیر وغیرہ کی لڑائی بھی اسی احاطے میں ہوتی تھی
اس واسطے کہ بوطا نہ ہو اور سچا ماسن تماشا دیکھنے والوں کے لئے
تعمیر ہوئے تھے مگر لڑائی ہاتھی اور گنڈی کی دریا پار میں ان میں حضور
کے سلسلے میں ہوا کرتی تھی کیونکہ اسیر حیوانات کی لڑائی کی سیر کے
واسطے فاصلہ بہت ضروری اور شاہ اور دیگر اراکین سلطنت
براہمہ شاہ منزل پر سے دیکھا کرتے تھے

خیرشید منزل

اس تعمیر کو ساوت عینجان نے شروع کیا تھا اور غازی الدین نے
بے ختم کیا مگر کسی خاص مطلب کی واسطے یہ عمارت نہیں بنی تھی
اور بعد ازاں ملک اوس میں سکونت نہایت کا قرار پائی تھی۔

تارا والی کو تھی

اس تعمیر کو نصیر الدین حیدر نے ہدایت اویسر برہمکاری کر لی
وہ کوئٹہ صاحب کو جو منجم شاہی تھے تعمیر کروایا تھا اور آلہ نجوم بھی
اوس میں نہایت اچھے رکھے گئے تھے شہداء عینجان میں کہیں صاحب
مرد مر گئے اور وہ بعد علی شاہ نے عہد صاحب مرحوم کو بیعت کر دیا
اور انہیں جو محفلت رکھے گئے مگر مفسدے میں کہ مہاراجہ گھسین
ہو چکا تھا اس سے لگن کیا جاتا ہے کہ شہین نواز کو کوثر والا ہو
مولوی فیض آباد احمد شاہ نے جبکہ مذکور شاہ بھی کہتے تھے اس سے
سے کہ جب وہ سوار ہوئے تھے تو اپنے آگے ڈنکے بجا کر تھا
نہجہ ہو اس مقام کو قیام گاہ اپنا قرار دیا تھا اور
کوئٹہ مفسدے میں کی کہ اسی مقام میں جمع ہوا کرتی تھی

میدان

جو دریاں کوٹھی مذکور اور قریبہ باغ کے

فتح جو اس میدان کی تھی از بس حریت آمیز باقی ہو یعنی اس میدان میں
 دو گروہ صاحبان مالیشان کے جسکے ایک گروہ میں تو وہ صاحب
 لوگ تھے جو راجہ دہوریرہ نے بھیجے تھے اور وہ لوگ جو پہلی گارو
 بھاگل کر شہر میں گرفتار دام سندین ہوئے تھے اور اس میں مس
 جیس صاحبہ ریگم گن صاحبہ اور میرہ و تیر صاحبہ اور لہرو صاحبہ اور
 سیون صاحبہ بتایا کہ ہم ستمبر ۱۸۵۷ء اور دوسرے گروہ میں بنیاد
 احسان مندی امان نوازی راجہ تھولی کی جس میں جسکے صاحب
 اوکیتان آرم صاحب اور ٹانٹ میریہ صاحب سرخستہ میں صاحب
 بتایا کہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۷ء تھو قلعہ بیماری قید و جرمی ناما میں کو ختم
 کر کے مسندوں کی پریمی سے رہی ملک بجا ہوئے اور واسطے
 یادگار ان امور قیدی کے ایک عمارت مقابلات واردات پر بنائی
 گئی جو انون یہ واردات باعث غصہ سپاہیان مغلوب کے واقع ہوئی
 تھیں جب ان سے بجا ہوئے غلطی میں خیال ہو کر صاحب بسپہ لا
 بہادر افواج ہند کی کوئی بات بن نہ پڑی مگر دھون میں ترغیب اور
 نائید مگر ڈن مسندین اور ریسان اوہ کی تھی ایک ان میں شہر
 سو یعنی راجہ جی لال سنگھ جو ایک بڑا رئیس ملک تھا اور جسکی خاطر
 دیوان مسندوں کو بہت تھی اور جو ساتھ گروہ اول کے قتل گاہ تک

گیا تھا اور ایک دروازہ تیسرے پر جو بے منہدم ہو گیا۔ اس مرد
 سے پڑھا تھا کہ سیزس واقعہ تیرہ کا اچھی طرح دیکھ کر کہنے لگا کہ تیرہ
 تیرہ کر رہے لوگ جان دیتے ہیں اور کارگزاری اپنی سپاہ کی کہ گھر
 دونوں ہاتھ صاف کرتے ہیں دیکھیں بعد اس واقعہ کے وہ ہمہ
 ذیل کا طفت رکھا میں آیا اور اس کی سرکشی پر بھی چشم پوشی گئی
 اور اس کو دل میں یقین واقع ہو گیا کہ تیرہ و تکر واقعہ معلومہ کا
 اب معاہدوں کے دل سے دور ہو گیا اور گویا اب وہ اپنی موت
 مر گیا اور سب سے ملاقات ہو گئی مگر انصاف نے مجرم کا تھپا
 پنچھو اور مجرم پر غلبہ برآیا مگر اتفاق اور یکایک اس کے سر پر پڑا
 اور اس مدت سے آتی جسطرف سے اوت بالکل اطمینان
 حاصل تھا مگر اس کے ساتھ ملازم اس کے منہ لف ہو گئے اور موت
 پر موت اس ام کا سجدان اس کے منہ ہو گیا اور اس کے سر پر
 بوجھ اس گناہ کا بجاری کرتا گیا کہ تباہ کیم اکو پرستہ
 اسی مقام پر کہ جہاں یہ واقعہ ہوا تھا اس راجہ نے سزا سنائی
 پھانسی پائی اور بعد ازاں تباہ ۱۲ ماہ کو زندہ حیدر فتح علی گڑھ
 جو چند ماہ جہاں کو اور مقامات گزرتا کرانہ پھرنے لایا وہاں ہی موتی

ایک نہایت عمدہ تعمیر محمد و احمد علی شاہ کی توجہ تعمیر شدہ عین
 شروع کی تھی اور شدہ عین ختم ہوئی اور مع اسباب سامان
 آرایش کے اس میں اتنی لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا وہ نسبت
 اس نام کی یہ کہ بادشاہان اودہ اپنی نہر وغیرہ میں بقیہ
 بکا لکھا کرتے تھے کیونکہ قیہ خطاب بادشاہ روم کا پڑا اور شاہ
 روم بزرگ نور نامی بادشاہ اہل اسلام جو اس تعمیر کے بیان کرنے
 میں لازم ہو کہ ایک جانب سے بیان شروع ہوا اور تہہ پہلے
 کہ دروازہ شمالی اور شرقی متعلقہ شروع ہو جو دروازہ روبرو اس
 کے واقع ہو جو سامنے تارواکی بوٹھی کے تعمیر کیا گیا جو اسی واسطے
 تیار ہے اور بعد ازاں ایک کمرہ کی میں سے جواب بند ہے
 برہان گرفتار شدہ اپنے قید خانے میں پہنچاے گئے تھے اس
 دروازے سے آگے جا کر ایک عین کو سب روبرو دروازہ چاہا
 کہیں عین میں سواری اور جلو شاہی تیار ہو کر اہستہ ہو کر تکی
 یہاں سے آگے جا کر ایک دروازہ جو اس پر وہ پڑا تھا اس سے
 گذر کر یعنی باغ سے اسکا نام عینی باغ اس واسطے تھا کہ اس میں
 اسباب چینی کا باغ کی آرایش کو لیے تھا وہاں سے آگے جا کر
 اور ایک دروازے سے گذر کر حضرت باغ جو اس باغ کی جانب است

چاندی والی بارہوری جو اس بارہوری میں فرشتے چاندی یعنی نقرہ کا
 اور اسی جانب خاص مقام اور پادشاہ منزل میں خاص کر پادشاہ
 بیکر کے تھے اس پادشاہ منزل کا بیان پیشتر ہو چکا ہے کہ اس کو سوار تعلیم
 نے تعلیم کیا تھا اب واجد علی شاہ نے اس کو اپنے تختہ مقبرہ میں
 کر لیا تھا اور اسے وارے چسب سے گزر کر حضرت باغ کو آتے ہیں
 نواب علی نقی خان وزیر اس مراد سے رہا تھا کہ ہیئت قریب پادشاہ
 کے رہتا اور وقت پادشاہ کی درکاب سے خبر لیتا ہے یہ سب
 چسپان مکان کے تعمیرات جو کبھی بڑے تعمیرات عظیم اللہ خان جہانم
 شاہی نے بنوائی تھیں اور پادشاہ کے ماتھے چار لاکھ روپے کو بیچ
 ڈالی تھیں ان تعمیرات میں خاص محلہ شاہی اور خاص محلہ شہر
 اور بڑے قلعہ بھی انھیں تعمیرات میں رہتی تھی اور ایک تہہ بل میں
 جو تھل ہے قیدیان انھیں کے ہفتے تک تعلیم تھی یہاں سے
 آگے ہلکا ایک دھڑت ہر جس کے نیچے سنگ مرمر کا فرش لگا ہوا
 اور اس دھڑت کے نیچے واجد علی شاہ کے کپڑے شاہ قلعہ ان پر
 نیل کے دنوں میں بچا کرتے تھے یہاں سے آگے بڑھ کر تعلیم پادشاہ
 بیکر کے تعلیم میں لاکھ روپے میں ہوا تھا اور اس کے آگے بڑھ کر
 کلہر جس کے ارد گرد رکانات ہیں سب میں خرم شاہی راکر تھی

بجائے گشت بیان ایک طر امیلہ ہوا کرتا تھا اور اس سبب شہر اسے
 بغیر فراغت کے بار پاتے تھے اس سے آگے پتہ والی باہر دہی ہے
 جس میں اب تماشگاہ مقرر ہوا ہے اور لکھی دروازہ مغربی سے غرب
 کی طرف تعمیر پسند ہے جس کے گرد نصف دائرہ طلع طلا کا بنا ہوا ہے اس کو
 روشن الدولہ وزیر تعمیر الدین حیدر نے تعمیر کیا تھا اور واجبہ علی شاہ
 نے ضابطہ کر کے معشوق سلطان اور محل خاص کو عطا کیا تھا یہ دروازہ
 بھی اسی تمام کا مہاجر جیسا مغربی لکھی دروازہ ہے اور اس تعمیر کے نیچے کے
 مکانات میں جنت انگلشیہ جو دوہر ہرے سے آئے تھے مقید تھے
 اور یہاں سے قتل گاہ کو پہنچائے گئے تھے بجانب رہت اس مکان
 کے ایک اور جلو خانہ اسی قسم کا جیسا بجانب مشرق بیان کیا گیا ہے
 اس میں سے محلات میں گذر کر اور اس کے نیچے کی جانب چل کر مہر جدو
 متبہ باغ کے جو دروازہ و شہر دروازے کے ہوتے ہیں اس شہر دروازے
 کو نیا دروازہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اسی دروازے میں جو نیل نیل صاحب
 گرواب کے ٹولے سے جو قلعہ باغ کے دروازہ کی توپوں سے
 آیا تھا جان بحق ہوئے تھے

تاریخ

چوتھیں باغ راہ بندہ دوم اہل رضوان جہنم گفت بارک

بعد بخش بهارش کلمات شمیر نوشته سال آن باغ مبارک

تاریخ نه سگیه قیام باغ که خطاب و ششمه حسن بست

حضرت سلطان عالمه ابرو بچه عدل ساحل دریایی حرمت قلعه حسن

نهر سنگ ایضا بکاشه شادمانه است صورت عید گرده شد شمع نه انفا

سال طیار بی سهر و غیب از شمشیر ششمه حسن ابرو قیام آب حیات

تاریخ باره در سگیه قیام و قیام

چون محنت سلطان با شاه هم درین دامنه بختی شادمانه قیام

و مریه این به درین سگیه قیام و مریه این به درین سگیه قیام

اندر حسن نیت چنانچه در چار و ده سگیه قیام و مریه این به درین سگیه قیام

توی کوس نهایت اندازان خوانی در آرد از طبع و فلو به نام این قیام

ششمه حسن تاریخ این سگیه قیام و مریه این به درین سگیه قیام

تاریخ باره در سگیه قیام و قیام

ز بقیه حسن ششمه حسن قیام و مریه این به درین سگیه قیام

لی سانش چوب کلمات ششمه حسن شادمانه قیام و مریه این به درین سگیه قیام

تاریخ دروازها اول قیام باغ

ساخت قیام باغ چون سه زمان شد در شش تنگ در باغ جهان

ز در قیام شمشیر بر محراب آن سال دروازه در باغ جهان

تاریخ درواریہ دوم

| | |
|-----------------------------|---------------------------------|
| درباغ قیس علیہ السلام | کہ یا سب از ان کیفیت زما دور نہ |
| درین باب فہم شیر گرد و چنکر | نہا واد در ضوان در باغ بند |

۱۶۹۹ ہجری

مقبرہ سعادت علی خان

در میان گوشتہ قیس باغ اور یعنی بازار کے دو قبرین میں ایک تو سعادت علی خان کی ہنکر بعد میں حنتہ آرا مگاہ کہتے ہیں دوسری اونکی بیگم مرشدزادی کی یہ دون قبریں ان دونوں کی وفات کے بعد غازی الدین حیدر نے تعمیر کرائی تھیں اس سے محبت شہری علی ہر اس مقام پر اول ایک مکان تھا جس میں غازی الدین صاحب خود جن حیات رہتے تھے اور ایک بات مشہور ہے کہ بٹائی اہلین حیدر تخت پر بیٹھے تو طسا ہر کیا کہ جب میں سعادت علی خان کے تخت اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہی کہ اپنا مکان اون کو دون اسی خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان میں وہ رہتے تھے اور سکو مساکر کے ایک قبر سعادت علی خان کی تعمیر ہو + +

مکان چتر منزل

جبکہ نصیر الدین حیدر نے وہاں سکونت محلات حرم کے تعمیر کیا تھا اور جسے متصل کوٹھی فرحت بخش اپنے رہنے کی واسطے بنوائی تھی

اس مکان کا نام چتر نزل امیر سلطان قرار پایا تھا کہ اس کے اوپر چتر طلائی بنے تھے اور نہ اس مکان سے یہ نام اس کو دیا تھا کہ وہ چتر نزل ہے جیسے بعضے غصے تصور کرتے ہیں اس مکان کے ایک جانب کچھ ہی صاحب دہلی کشنزیادہ کی ہوا اس مکان کی وہ طرف جو بنیاد پر پیر احمد پٹنن گولہ نامی اتواب نزل اور یہ صاحب کے موجودہ واسطے دربار عام اور دیگر امور عام کے تیار ہوئے تھے

کوٹھی فرشتہ بخش

یہ کوٹھی عہد سعادت عینی سے محل شاہی تھی اور بہاؤ علی شاہ کے اوس عہد تک قائم رہا شاہ راجہ ملک قینہ شاہ تیار نہیں ہوا تھا اس کوٹھی کی وہ جانب جو طاقت دربار اور سکندر ل مارقین صاحب نے تعمیر کئے تھے کے نواب وزیر کے ہاتھ فروخت کیا گیا باقی تعمیرات جو اس سے ملحق تھیں اور تختی بہب سعادت عینی ان نے جو انی تعمیرات میں تختی کا جسکو تھوڑا سیل بن گیا تھا اور اب یہ مکان باجوہ رانہ مرزا کے ہاتھ آیا اور وہ اس واسطے دربار شاہ کے آگے رہا ہوا تھا اور جب کہیں بنیاد شاہ جلوس کرتا تھا تو اس کو صاحب زینت اس محل میں تخت نشین کرتے تھے اور نذر دستکشے اس محل سے مراد یہ تھی کہ یہ کوٹھی نے اس تخت نشین

کو منظور فرمایا اسی کو ٹھہری مین بادشاہ بگیم نے مناجان کو تحت چھائے
 کیا ارادہ کیا تھا اور جبکا حال سڑا بیوسلین صاحب نے اپنی تواریخ
 اور وہی دوسری جلد مین تحریر کیا ہے اور اسی کو ٹھہری مین اوسوقت
 مقبیلین ہم اسی بادشاہ بگیم نے کرنل صاحب رزٹرنٹ ارادہ
 جبریز ذرا لیا اس نے مناجان کا کیا تھا مین بکا نکا اگر نذر گذر جاویں
 تو تحت نشین مناجان کی صدارت گورنٹ تک ثابت ہو جائے گی

کوٹھی ریشی

یہ کوٹھی بہت مشہور ہے اور اسکا بیان فصل نہ ورت جب نواب
 اسٹیفالہ بولہ بہادر دولت خان نے مین رہتے تھے جبکا حال
 دفعہ ۲۶ مین درج ہے صاحب رزٹرنٹ بہادر اوسیکے ایک مکان
 مین تشریف لیت رکھا رہتے تھے لیکن جب نواب سعادت علی خان نے
 کوٹھی فرحت بخش اپنے رہنے کو نہائی نوادسکے نزدیک ایک
 نہ ٹھہری نہ صاحب رزٹرنٹ کیواسٹ بھی نو تعمیر ہوئی اور اول مین اس
 کوٹھی نہ پڑی مین کوئی بہ جنگ نہیں رہتا تھا کہ جب کرنل صاحب
 رزٹرنٹ سفر ہو کر تو یہ دیکھے کہ ایک کی رو تعمیرات ہو چکی
 اور ایک مکان بھی دروازہ اسی طرح رزٹرنٹ کے نزدیک اور
 سعادت صاحبان نے بنوادہ تھا اور یہ دروازہ قاضی نامہ مین

دروازہ پہلی گارڈ شہور ہو گیا اس ندر کا نقش اور بیان کنس صاحب نے
اپنی کتاب میں اور دیگر کتب میں تفصیل بیان کیا ہے اور اب ہمارے
اوسکا اس مختصر میں موجب طوالت ہے

پہلے آہنی

یہ پہلے سب دیکھ کر ہوشیار بنائی الدین حیدر کے ولایت لگستان
سے طلب ہوئے تھے مگر قبل آنے پہلے کوہ کے وہ آپ بٹنا درنجر
بقا ہوئے اور ان کے لڑکے نصیر الدین حیدر نے بعد شہادت نشینی
کے سکا صاحب کو جو اونکا ملازم تھا اوسکی پرستی کا ٹھیکہ کر دیا
صاحب موصوف نے کچھ کوٹھیاں واسطے اوسکے برپا کر کے
ایک دوبروی کو تھیں نہ تیرہ تھیں کے جہان ایک چھوٹا سا گھاٹ
اور شوالہ ایرومی دریا واقع ہو گیا یہاں اور یہ کوٹھیاں اب تک با
ہیں مگر اوس سے بسکی رستی نہ ہو سکی اور اسی سبب سے
پہلے کوہ برپا نہ ہوا تا وقتیکہ بعد علی شاہ بعد محمد علی شاہ کے
تخت نشین ہوئے اور اس بادشاہ نے اس کوہ پر
اور اپنے غم کو ختم ہو کر یہاں آہنی تیار کیا
تاریخ پہلے آہنی از غنشی حضرت علی شیر
ان بدست ہندوستان کے حکمرانوں کے ہاں آہنی تیار ہو کر مود

و مود حکم سلطان تاریخ اکرم | چون حکام شاہ حکیم جون عدل شاہ ہوا

پہل تختہ

نواب آغا الدولہ بہادر نے تربت شہر کے قصبہ کیا تھا

تاریخ

پہل نو بگشت بر لوہی | ابتدا سب بیک و قبل برین

پہل از نسہ خود سال از خواستم | گنتا مل استوار بستین

قلمہ چھٹی جھون

یہ قلمہ جنتیہ سابق میں تھا جس کا نام اصل چھٹی جھون ہے

اوس سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے سابق چھٹی جھون صرف

او قدر تھا جس قدر بروج پختہ نہ کہ کے جنوب کی جانب موجود ہیں

اور یہی قلمہ کہہ سکتا اور بہت شہر قلعہ و قصبہ میں پختہ ہو

تھا ایک مثل قدیم شہر ہے کہ جس کے پہلے قلعہ نہ کہ ہو گا وہ جا

مالک شہر لکھنؤ ہو گا اس سلسلے کے شہر میں جو ختم حال

لکھنؤ لکھنؤ سابق احوال اور نام اس قلعے کا وجہ ہر اور وہ

مثلاً جو راستے کے چھ مین درمیان گوشت قلعہ کے واقع ہر

اور جس کے اوپر مسجد بنی ہوئی ہو وہ پھر مثلاً شہر ہو اور اس کی

سابق چھ مین پر آباد تھا عقب چھٹی جھون خانہ کے بجانب خوب

و منسوب ایک میدان سے جس میں تو چنانے کا کوادھری اوس
 پرنگ محل اور سچ محال آباد تھے اور یہ محل نہایت قدیم مکان
 شہر لکھنؤ کے تختہ خلع نامزدان شیخان نے جو سابق حاکم اس
 جگہ کے تھے تو یہ کیا تھا جب سعادت خان جو مورث اسی
 خاندان شاہی اس ملک کرتے مسندء میں صوبہ دار ہو کر یہاں آئے
 تو یہ مکان است بکرا یہ حالت مالا مالکان مکانات سے
 اپنے تھے اور وہ بکرا یہ کیا اوکے ایک ادا ہو گیا مگر اوس کے
 وارثوں نے باعث تحفہ آرای پادشاہان لکھنؤ کے اوکے
 مال سہرا جمع کیا اور عقد جنگ اور شجاء الدولہ نے تو اس
 اس محل کو جاری رکھا کہ شہر کے اسے مالکان مکانات کو وہ کو وہ
 مگر نہ کو یہ دہ نہیں کیا ایک نصف الدولہ نے یہ عمل بھی ترک کیا
 اور مکانات کو یہ قلم شدہ سرکار کیا یہ بات متنازع بیان کی نہیں
 بلکہ شہر کے یہ کہ یہ جو بانی شہر اعمین جو فتح سرکار ہی اس میں
 متعلق اسے اس کے اس قلع کو غالی کیا تھا اور کو یہ بیل کا
 کی باکرا شامل ہوئی تھی اور یہ حالت و طبع آری ہر اس قلع
 فتح نہ کا یہی نے بروقت یہ نے کا یہ ایک اور دیا تھا

بڑا امام بارہ

یہ عمارت گویا تعمیرات لکھنؤ میں از سب سے بہتر و اعظم ہے اور نواب صاحب الدولہ
 کی سلطنت کے کارنامی نظام میں سے عظیم ترین مشہور ہے کہ نواب
 مددوج نے بیسار روپیہ اسکی تعمیر میں صرف کیا ہے اور عوام میں مشہور
 ہے کہ اس میں دس لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے شاید اس میں عجیب
 مبالغہ بھی ہو کیونکہ قول ہندیان ایسے مقام میں ہمیشہ ساتھ مبالغہ
 کے ہوا کرتا ہے مگر اگر اس کام کی واسطے بہت دور دور سے طلب
 ہوئے تھے اور سب کو حکم ہوا تھا کہ اپنی اپنی رائی سے نقوشات
 واسطے اس مکان کے پیش کرین صرف تا کہ یہ تھی کہ کسی عمارت
 کی نقل نہوا اور یہ مکان ایسا تیار ہو کہ کہی ایسا پیش نہ بنا ہو
 اور جتنی تعمیرات مشہور ہیں سب سے زیادہ خوش قطع اور خوش
 اسلوب ہو کفایت اللہ ایک شخص تھا جسکی تدبیرت یہ تیار ہوا ہے
 اور جیسا وہ اب موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ جو شرائط
 نواب کی تھیں انہیں کمی نہیں ہوتی جو یہ عمارت اسقدر خوب
 ہے جو بقدر خوبصورت اور خوش قطع جو بنیاد اسکی بہت عمیق ہے
 اور ساری عمارت میں لکڑی کا کام بالکل نہیں ہے اور اسکی
 وسعت ۶۴ فٹ سے ۵۲ فٹ تک ہے اور نواب صاحب الدولہ
 بعد وفات کے اسی مقام میں دفن ہوئے ہیں ۔

تاریخ امام بارہ کلان

کردنواب آصف الدولہ
 داد باقی نمبر ز تاریخش

اچون بنا جایی عنہم حسین
 روضہ امجد امام دین

۱۲۲۵

جامع مسجد

یہ عمارت متصل امام باڑے کے ہے اور لائق تعریف نہیں
 یہ مسجد نقل ہے اس جامع مسجد کی جو شہر دہلی میں ہے

رومی دروازہ

یہ دروازہ بھی نواب آصف الدولہ کے ذمت میں تعمیر ہوا ہے
 اور مشہور ہے کہ نقل دروازہ روم کی سے مگر جو لوگ روم کو
 دیکھ آئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا دروازہ کوئی
 شہر روم میں نہیں ہے غالب یہ کہ نواب کو کسی شخص نے
 منظر دیا ہو کیونکہ اگر وہ چاہتا کہ نقل دروازہ روم کی جو
 تو اس میں شک نہیں کہ دو صد نقشہ دروازہ ہای روم
 دوسرے ہی روز اس کے سامنے پیش ہوتے یہ دروازہ
 اور امام باڑہ کلان دونوں اس زمانے میں بنا شروع
 ہوئے تھے کہ جب لکھنؤ میں قلعہ سازی تھی اور اسی کا نام ہے
 یہ عمارت عالی شروع ہوئی تھیں کہ جس سے غریب باشندے شہر پر

دولتخانہ

اس دروازے سے جو غرب کو چلو تو دولتخانہ یا محل قدیم کہ منو شاہ
 راست رہتا جو یہ تعمیر یعنی دولتخانہ مشتمل ہے اور متعدد مکانات
 کے جو متصل ایک دوسرے کے ہیں مگر ان میں کچھ منبر مہاراجہ
 مرہٹہ نہیں ہوا۔ ان مکانات میں نواب آصف الدولہ اور ابو
 سعید باکرتی تھے جب نواب نے فیض آباد کو چھوڑ کر لکھنؤ کو
 دارالامراۃ لایا تھا اور خاص محل نواب کا اوسیکے نام سے مشہور
 تھا یعنی جس مکان میں وہ آپ باکرتی تھے اوسکو آصفی کو بھی کہا
 جاتا تھا۔ مگر جب سعادت علی خان بعد اوتں مرہٹہ نہیں ہوئے
 اور قیام اپنا اونھوں نے فرست بخش میں مقرر کیا تھا تو یہ
 مکانات خالی رہے اور اسی سبب سے خستہ و شیکستہ ہو گئے
 امام باڑہ جسے آماو

ہے یہ عمارت محمد علی شاہ سوم یا شاہ کے زمانے میں تیار
 ہوئی تھی اور چند اس میں کچھ کارگری صرف نہیں ہوئی ہے بلکہ
 خوش اسلوبی میں اسی اور عمارت کے نسبت کہ نہیں اسکا بیخ جو
 ہوا اسکی خوش منشی کو وہاں عمارت نے ہوا اور میں بتاؤں
 دہندہ کے تھے ہیں اور یہ وہی چھوٹی عمارت جو اونھیں میں اونھوں

خراب کرد یا جو اس حسین آباد میں بڑی رونق معلوم ہوتی ہو جب اب ہمیں
 شکوہ رویشنی ہو اگر فی ہر وجہ لکھنؤ میں سلطنت تھی تو محرم میں
 بڑی دھوم ہو اگر فی تھی محمد علی شاہ فی اپنی والدہ بڑی کو اور حسین دفن
 کیلئے اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ اور نکاحا زہ بھی اوہیں دفن ہو اور
 نزدیک شیردشت زاید رونق اس امام باڑے کے نام نہاد
 کیا تھا جو داروغہ ہستم اس امام باڑہ کا قبل از ملوے کے تھا اور
 ماعت او کے عکس کی تصویر مینچنے کے اکثر صاحب لوگوں
 او سلی ملاقات تھی مگر وہ اس جیسے من مراد جان متفق مفید
 کے ہوا تھا اور ایک گروہ کا جزیل ہو گیا تھا اور اسکی ملاقات
 تنازعہ صاحب نوینت سید میں مانع او کے شامل ہونے کی نہ تھی

تاریخ امام باڑہ

| | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| جناب محمد علی بادشاہ | سپندیدہ بارگاہ اہل |
| ابعدق و مصفا لغزہ خانہ خست | بلند از سما لغزہ خانہ خست |
| خرو مال جابی غرامی حسین | بگفتا مرا یست مشتبہ |
| تاریخ و رازہ امام باڑہ | |
| تشیستہ زمانہ و نوشیرہ ان | فرما زوای عالم امکان بودم |
| باب امام باڑہ والا بنا نمود | یارب بود قبول امام فکایت مقام |

باب امام بارہ سلطان جانشین

بافت یافت مصر و سان

تاریخ بسیل

مقبول بارگاه شہر شہر قین

نوشہ روان عصر ابو الفتح شاہ ہند

اب یسبیل نذر جناب حسین

رکھوائی بنی بسیل تو تاریخ یہ ہوئی

تاریخ چاہ

شربت قند و نبات پاکست

آب این چاہ رشیر بنی خود

خیمہ اب حیات پاکست

راہت تر مصر تاریخ رسید

تاریخ حمام

کدہ ای زمانہ شاہ عادل

سلطان جهان خدیو بادل

تاکید نمود بہر قطب

حمام لطیف کرد تعمیر

حمام لطیف و ض طاب

تاریخ معبد بست طاب

تاریخ سرک

ارنگ شاہان جهان پاؤں بند

خسرو بندہ البوہتہ معبد بست

ہست این نوع سرک تباؤہ را دکا

چون سرک ساخت بنام معبد بست

تاریخ نہر

یہ رودہ حسین علیہ السلام

عرشہ این سی بہر کہیں عالمقام

ہوئے ملک خراج قبول

تاریخ اس خراج مطلوب جب ہوئی

تاریخ مہر اہی سین باب

| | |
|------------------------------|----------------------------|
| انوالفتح منصور شاہ زمان | محمد علی سائے حق لکھنے |
| رہنما گنت تاریخ از حکم سلطان | سہ راہی انوالفتح شاہ معصوم |

۱۲۵۵

تاریخ رصد حسین آباد

| | |
|------------------------|--------------------------|
| چو محمد علی شہہ دوران | ساخت در لکھنؤ رصد تیار |
| مکہ و ساش رستم ہند میں | این رصد شد بکرم شہہ تیار |

۱۲۵۵

تالاب نہہ کھنڈہ حسین آباد

مستقل سین آباد کی محمد علی شاہ نے ایک بڑا تالاب تیار کیا تھا
 جواب سہ راہ ہو گیا ہے اور متصل ان تار کی تعمیر ایک مسجد کی شروع
 کی تھی جسکو اونھوں نے جاتا تھا کہ جامع مسجد سے بہتر بنے مگر اونکی حیات
 نے زمانہ کی اور قبل اوسکے ختم ہونے کے وہ خود ختم ہو گئے یہ مسجد
 نہ تیار اب تک موجود ہے مگر چونکہ اوس وقت سے اب تک
 مرمت بھی نہیں ہوئی اور اب عرصہ اٹھارہ برس کا ہوا اس واسطے
 اب وہ بہت خستہ و شکستہ ہو گئی ہر سال شہہ میں مناساز
 عید الفطر کی ہی اسنی جامع مسجد میں ادا ہوتی پہلے شہہ الدولہ
 غلام رضا خان کی کاظمین میں ہوا کرتی تھی اس پادشاہ نے
 ایک اور تعمیر شروع کی تھی جسکو نہ کھنڈہ کہتے ہیں اور

اور ارادہ تھا کہ اس کو سات منزل کا بنوا کر اوس کے اوپر سے سیر
تمام عمارت شاہی کی جو اوسنے میان شہر یا بل بنوائی تھی کیا کر
لگدیر تعمیر بھی نا تیار رہ گئی اور صرف چار منزل کی پوری ہوئی

تاریخ جامع مسجد

| | |
|-------------------------|--------------------------|
| شاہ ہندوستان معین الدین | فیض کراچی قیصر و قنطور |
| نام نامی حضرت اعلیٰ | محمد علی شدہ مشہور |
| مسجد بنی نظیر کرد بنا | بجدا بہت رہبر بنی منظور |
| ہر سارہ عباد گردون شد | پیش گنبد نما نہ رفعت طور |
| مہتمم گشت اعظم الدولہ | جان شاعر حضور شد مامور |
| برق موزون نمود تار بخش | مسجد جامع جدید حضور |

۱۲۵۶

موسیٰ باغ

یہ باغ نواب آصف الدولہ نے تیار کروایا تھا اور جو تعمیرات
اوسمین میں اب کو سعادت علی خان نے واسطے سیر گاہ
خاص کے بنوایا ہے اوسکے وقت میں لڑائی حیوانات کی اکثر
میں ہوا کرتی تھی اس نام کی روایت مشہور ہے کہ ایک روز
آصف الدولہ سوار اوس طرف جاتے تھے اور سب ہمراہی پیچھے
کہ وہاں ایک چوہا یعنی موش نکلا اور نواب کے گھوڑے تلخی

کتاب سے وہ مرگیا اوسکے مرنے پر دلمین اوسکے بچ آیا اور
 اس لیے حکم دیا کہ ایک قبر اوس پوش کی اوس مقام پر
 ہو اور باغ بھی بنے اور اوس پوش کے نام سے یہ تعمیر مشہور
 ہوئی کیونکہ پوش کو ہندی میں موسا کہتے ہیں مگر ایک اور
 روایت بہت قرین قیاس یہ ہے کہ سعادت علی نے تعمیر
 باہتمام ایک فراسیس کے تیار کروائی تھی اور تھم کا نام تو بھول
 گئے اور اوسکا حرف یعنی موسیٰ یاد رہا جس کی نسبت بھول سرخچین ہو کر گیا
 مکانات اراکین

شہر لکنؤ میں کوئی تعمیر ایسی نہیں جسکی خوش وضعی قابل تعریف کر ہو
 یا جو ایسا قدیم ہو جسکا ذکر کرنا واجب اوس

چو کہ شہر کا نواب آصف الدولہ کے وقت میں تیار ہوا تھا
 اور جو دروازے اوسکے دفین جانب میں اونہیں سے ایک
 دروازہ جو جانب جنوب ہی اوسکو بہت قدیم بتلاتے ہیں اوسکا
 نام اکبری دروازہ ہی اور مشہور ہے کہ جب کبہ شاہ خیال پر گئے تھے
 شہر لکنؤ ہو کر گئے تھے اور جب خیال پر فتح کر کے آئے
 یہ دروازہ یہاں تعمیر کیا تھا مگر اس روایت کی مدقت
 کسی کتاب تاریخ سے نہیں ہوتی اور غالب یہ کہ غلط ہو کیونکہ

ایک آدمی کے نام کے سبب سے اس کی تعمیر قرار دینا موجب
 تامل مگر ایک روایت قرین قیاس پر کہ کسی صوبہ داوا و دہ نے
 اس کو بنوایا تھا اور جس بادشاہ کے وقت میں کہ اول صوبہ اتر
 اس علاقے کو قرار پائی تھی اس کے نام سے اس نے اس دور و تہ سے
 کو مشہور کیا چونکہ اس کے بجانب کانپور جلیو تو بہ عجیب دگاہ میں طبعی
 حیرت انگیز کوئلہ کے پتھر ہیں جس کو شرف الدولہ نے بنوایا تھا
 اور مشہور ہو کہ یہ نگارہ نقل شدہ نام کی نام ہے اور دوسری کہ
 دینار الدولہ کی نقل مقبوضہ امام حسین کی سی جو کہ بلا میں ہی ہے

تاریخ کاظمیہ شرف الدولہ

شہداء قدس بنا جو شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 از شرف الدولہ شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 وادع شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 راجہ در شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 کی شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 وادع شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 راجہ در شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 کی شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 وادع شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 راجہ در شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق
 کی شرف الدولہ کے دربار میں اس کی بقیہ نقل شدہ حقائق

درگاہ حضرت عباس

ایک سادہ درگاہ مشرک اہل اسلام میں جو ایک روایت مشہور ہے
 کہ عبادت بخوانا سی مقام میں بخاک چٹک اٹھتے اور
 اوس روز سے دشت و بدر حاجی جو اون کے مزاج میں سابق
 تھی اؤکو چھوڑ کر بہت رحم دل اور نفع دل ہو گئے تھے
 مگر یہ روایت تقصیری لوگوں کی مشہور کی ہوئی معلوم ہوتی ہے

تاریخ درگاہ حضرت عباس

این گنبد جدید بلے سعادت است

ملکہ زامیان کا امام باڑہ

یہ امام باڑہ گولہ گنج میں بسبب وسعت اور زانی کے مشہور
 ہے یہ گویا ایک شہر ناز شہر میں واقع ہے مگر اوس شہر
 کوئی تعمیر لائق تو عین کے نہیں

و نیلفاؤ منزل

یہ عمارت عالی شان آغوش داران کی طرفی بارگاہ مہربانہ و نیلفاؤ
 صاحبنا چریف کشنہ اور دوحسن اتمام رجب و حج منکد صاحب دیر و
 مسئلہ سبب بہادر طیار ہوئی کہ اسکے بیٹاری میں کہیں الاکہ رو کر صرف ہو

شہر لکھنؤ کے باشندوں کا حال

آدمی را بچشم حال مگر

از خیال پرستی و دوسے ہند

یہ خاندان شاہی ہو سکے لے اب۔ بادشاہوں کی نسل سے۔ دوسکے پولا اور نوا

اور بھجیات وغیرہ کثرت میں سیکھا لی کہ دراصل ثقیفہ ہو پیش و عشرت سے

گذران کرستہ ہیں

شاہزادہ ملی کی نسل سے اولاد و جہاندار شاہ و سبزا سیرت سے ہیں میان چند شاہزادہ

ہیں اسی سرگود سے اوکو و ثقیفہ و پیش سے قوت لایوت ملتا ہو

عزیزان برطان انگل سہا بھان سے شاہزادہ بامی نیشا پوری کا بھی عالی

خاندان ہو اوسکے و ستیہ بھی اچھے سب سے ہیں سب میں کرستہ میں مگر

بعض بچا پورن کا و ثقیفہ غدر کی جھلپش میں بند ہو گیا اوس سے یک سخت فیر

ہو گئے۔ تمام انوس جو و عبرت

اتنے سے بعد اراہی شاہی ہیں بچے کی نسل بعد واسطہ دار ہی اکثر و ثقیفہ دار اور

سحاش و ثقیفہ و غیرہ سے خوش گذران میں آیتن ہند بھی ہیں در مسلمان ہو

تو اوٹھے ہیں مسلمان سوداگر و اجرو ماہجین کی کروڑی بکارتی سے لے کر

ہزار پتی تک آیتن ہیں اور ساکھ ایجنی گریہ بہت عمدہ شاہی کے روزگار اوٹھا

سے اور رعاش و اجین ہو کر مگر غنیمت

بقدر اس کے لوگ دوزکار پیشہ ہیں جو اسی شہر یا بیرونجات اور درمک میں زندگیاں
کر کہ سب اوقات کرتے ہیں

علم کی کثرت ماما مثل اکثر عربی قاری کا درمیان علم بیان کا مشہور اور طبیعت
اور یہ شہر علم کی کھال ہر علم و فن کا آدمی بیان برادر طبیعت دار و ذکی خوشنویس

بھی ہر خط کے مسل علی حافظ خوش الحان ایک سے ایک علی
پتہ اہل حرفہ ہر قسم کے دست کا صنایع موجود یکدست ہر کام میں
کما کھلتے ہیں اور بہ نسبت اور شہر دن کے بیان کے صنایع غنیستہ ہی طرح
دوکاندار ہیں کہ وہ بھی ایک فرقہ جو بیان سبب شیعہ مذہب کے مسلمان بقال
اور علوانی وغیرہ دوکاندار بھی اکثر ہیں

شہر کا جو تاجر کھانا پوری بکارت چوب کا دانی اور غیرہ تک اور زیورہ مع
اور زیورہ و ظروف طلا و نقرہ و کھار و نقاش و شیشا و دیگرین ساز و عمدہ سے عمدہ
مشہور دیار و اصناف و سامان ہر دور و دور مال جاتا ہے کہ نسبت مہنگائی کے
یہ سب کام آپ کہ ہر وقت ہی کم ہر

نہند و مسلمان کے سیکل بارہ مہینے اس شہر میں کثرت اور دہوم سے ہوتے
رہتے ہیں مگر قریبی دہوم ہام محرم کے عشرے میں ہوتی جو غور محرم سے
مہ روز تک اور کہیں چند روز ہی ہر آدن گھر میں دوزم و کلب عزت ہستی ہر
نیت ہوتی ہے جب پر نہیں ہوتے شادی کی رسم نہیں کرتے زیورہ و خوش پوشاک

نہیں پہننے پان نہیں کہاتے تقریباً ہر گزین ہوتی ہر امام بدست ہوئے
اور انہیں آرائش اور روشنی کثرت اور مشربہ خوانی سوزراگ اور تخت لفظ
جہان میں بی نظیر کتاب خوانی و ماتم ملی انتہا — ہمیش بائع اور علی گنج او
سویچ گند کا سیلہ ہی مشہور ہو

نواب علی شاہ کے جاسنے سے ہزاروں آدمی اور اکثر امرا اور وزیر و بکیات بی
اوسکے ساتھ کلکتے چلے گئے ایلے رو فی شمس کی بالکل کم ہوجو سو
کلکتے میں اونکی ایک عمدہ آبادی تھکت اور سامان کی دیکھت خوش
معلوم ہوتی ہر ۶ صد رہر جا کہ نشیند صحت +

مرد میان کے تمامین عباس بن پرور خوش باش اکثر بین ایلیمی میان کی
محور کا چلن ہی کم پسندیدہ ہر کسی مانے میں لونڈ سے بازی میان کی
شادی کسی رندی بازی کسی جو کہی نہ کسی چوہری مگر اپری جس قدر
خیالت اور علم میان ہر اور جگہ کم ہی — ہزاروں انہیں حاجی میں جگر بلا
اور حج ہوا سے میں اور ہر سال صد ہزار آدمی کا قافلہ جاتا ہر

موسم میان کے سب غنیمت گریبات میں فضا اور بہرہ زیادہ خوشنا ہوتا ہر
اور ہوا دیکھت شہ کی آب جہو اور اپنی نہیں پانی ہی بیاری ہر جا شیب
نزد بازار وغیرہ مگر آب معانی ہوتی جاتی ہر قوسد ریاسے سفید پوشی
زیادہ ہر — حفت گنج دزامیدان اور بلندی پر ہر اس لیے دمان کی

آب و هوا، یضاً نسبت حوب هر

جند و سلطان میں جان شادی ہو مہر سے کرنے میں شنی کش از نجی تہ ایش
ناچ نانا محفل تخت اور سامان سے ہوتی ہر اہل ہی اسنے اور ستارہ امان
دہر سے بھی تے ہیں لک کی طرف سے معذور ہر ہمزہ ہی دیا جاتا ہر ادا
اد کو اپنی نیکنامی جاننے میں جند کی برکت قبل ہوگی نام سامان نکشت
سخت ترائش و غیرہ اور ستارہ و زیادہ تر قابل دید ہر عجیب عجیب کلمہ نے زیورہ
فضا و یہ کان غیر ہر ہر اصل میں ہونے ہیں

عہد و امجد عیاشاہ سے چہ یون کا دل چاہا اور کئے جا بجا گھر و احاطہ ہی ایک انداز اور
دو چار دیو اور دو چار برسی بکر منائے حسن و عشق بطور نمائے کھاتے ہیں ایک ایک
لطف آمیز کہانی سناتے ہیں غرض گزشتہ حال عاشق و معشوق کی صورت کر
دکھانے ہیں۔ اور کسی شہر میں نہیں ہوا کجا ہوا وہاں سے وہاں ہر
انبیاء پان کا رواج زیادہ ہوا اور رنگین پوشی کا بھی اس لئے رنگین اور جلیقہ
اور محبوبی کی دکان اکثر ہیں کوئی بازار اور کوہ اور محلہ عالی نہیں۔ ایک
خاص اس شہر کی سابق مشہور ہیں اور اکثر ہر پہلے میں ایک ایک بازار ہی علیحدہ

ساتھ ایک عمدت پر جو بن جگر دکان خندہ دنگل پر اس دکان پر لگائی ہوئی
جگاتی تھی جو تکلف سے دکان کرنے پر کمر باندھی ہوئی تھی، اور مونی منہ باز

اوکل روکان پر تھوڑیوں پر عمرہ کھاتے پتے ہیں کہ سوا ایک پینے سے چوبیس تک
 دیتے ہیں اونہیں کیسے پچاس پچاس ہزار لاکھ لاکھ تک کی ذی نقد و یہی تیس
 اب بھی سو پچاس سے پانچ سات ہزار تک کی صاحب نقد و ریت ہیں انکے
 لباس زربور اور انداز پر اجنبی آدمی یہی مانتے کہ یہ بھی کوئی بیگم صاحب
 بر سے ہرے خالیشان مکان اور محلات محلہ بازار کھد گئے اب بھی باجی بازار
 بہت ہیں گمہ چرک کہ کھڑا زیادہ رونق کا تر ہر قسم کے دوکاندار جو ہری بازار
 دستانہ فروش جفت فروش مرز ہندی والے دگرگانہ پڑھوئی عطرفرو
 کلدوش سبزہ فروش وغیرہ ہندو مت کے مختلف سے بیٹھے ہیں مگر ہم سب سے
 شام تک خوب کرد بازار میں رونق و کثرت ہتی جو شہر کے ایسے غریب ہیں اکثر
 کھڑا آتے ہیں یہ بازار ہمدان کے شاہ کا بنا ہوا ہے اسی سے اکبری دروازہ مشہور
 قلعہ مبارک میں دواں بازار کاٹا گیا ہے شہر میں ہوسٹ کراہادی مہارت کھی
 ابھی ناتمام ہی

تہرا بازار اور یون جی قوم موافقت کرتی ہیں شام کو سب بند ہوا کہ سب
 بیٹھتی ہیں اور کھانا کھاتے اور زبورہ یوشاک کا کھانا کھاتے سے کم نہیں کھا
 بھانا بھانا میان کا ہندوین خورشید کیوں نہ جہاں انکے بیڑی کی ہوت
 خواب اور دوا ہو گئے اور وہ خود اکثر نجیات ہیں گیس اور خود بادشاہ سلامت
 کا تہہ بھانے ہوں دھنی الناس علی دین ملوکم

خاتمہ

شکر و احسان خداوند حقیقی کا کہ عجلۃً یہ چند اوراق منطین ہوئے
 تصحیح و نظر ثانی موبلے کی نوبت نہیں پہنچی اکثر غلطی غلطنامے
 رفع ہو سکتی ہی اور اتفاقاً اگر ناظرین با تکمیل شہو خطا کہ لا بد ہر شہر کے
 پادین معات فرامین ع کر هیچ نقش و شہر خالی از خطا نبود
 منشی طوطا رام شایان کی توبہ سطر بہرسانی تارینوں اور تلاش مطالب
 کے ستایان تعریف ہے اور سلاست فکر خدا وادیس پسندیدہ
 صاحب ہنر سافشی گو بند پر شاہ تخلص فنا خوشنویس مطیع نے بھی

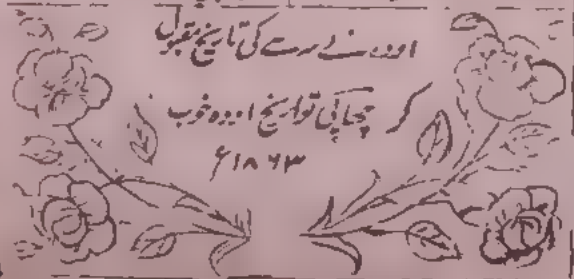
یہ ایک قطعہ تاریخ موزون کیا

| | |
|----------------------------|------------------------------------|
| چہا احوال شاہان اوردہ کا | عبارت جسکی ہی دیکھتے مرغوب |
| جو بہرین کریال بیت صاحب جا | اور بخیرین سے اہلکی ہی تالیف منسوب |
| خدا پرانیکو لائے گشتہرین | یہ دن فرقت کے ہوں گھر پر خوشے |
| فضا موزون ہوہ تاریخ بلیف | کہ ہوا اہل سخن کو دل سے محبوب |

اوت نے سے کی تاریخ قبول

کر چھاپی تو تاریخ اوردہ خوب

۶۱۸۶۳



اردو کدھر؟

کیا اردو کی بڑائی میں مسلمان تنہا ہیں ؟

ڈاکٹر محمد اقبال



اردو کی جنگ ایک بڑی جنگ کا حصہ ہے جو ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک جاری ہے۔ یہ نثری
جنگ ہندوستان کو آزادی کا قیام دیا جس میں سید ملک کے سرانجام کے چھٹے قادیانیوں نے مدد دی
اور مسلمانوں نے غلامانہ طور پر اس میں حصہ لیا۔ ان کے درمیان پر پڑے۔ یہ جنگ سر سید
دیش کو سیکور سٹے والوں اور سید قادیانیوں کے درمیان ہوئی جو ان کے
درمیان برسرِ تلوار لڑائی ہوئی۔ اردو کی لڑائی درحقیقت لڑائی نہیں ہے۔ یہ ایک
بنیادی مسئلہ لڑائی ہے جس کی حقیقت کو ہندوستان کے قادیانیوں نے بھی غلط سمجھا ہے۔
یہ آزادی ہندوستان کے بنیادی مسئلہ ہے اور غلام ہندوستان کے قادیانیوں کے درمیان یہ
اسی لڑائی ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۹ء تک لڑائی ہوئی اور یہی سبب ہے کہ ان کی اور ان کی
لڑائی کو دیکھ کر سب سمجھا سکتا ہے جو بھی جہاں ہے جہاں سید قادیانیوں نے لڑا ہے۔
دیکھ کر ہی یہ قیام، اردو کے ساتھ ہیں سرورپ سنگھ اور سید قادیانیوں کے ساتھ ہیں
دو دہائیوں میں مسلمانوں ہیں اور یہ اردو سبب ہیں کہ ان کو ان کی لڑائی ہو
ہے بلکہ اس لیے کہ ان کے عقیدے کا ایک چرچہ ہے ان کی لڑائی ہے کہ اردو کی لڑائی ہو
ہندوستان کی نفاذ لڑائی ہے۔

ڈاکٹر سرویس سنگھ

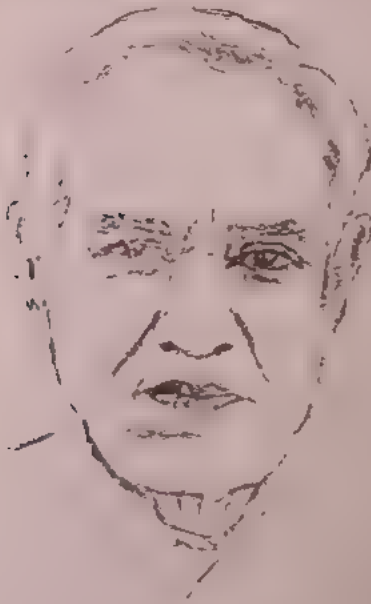
(گورنر گجرات)

کیا اردو کی لڑائی میں مسلمان تنہا ہیں؟

پہلے یہ انداز اس کے کچھ وجود میں۔ اب
تو یہ کہ ہمدردستان کے ہمارے اردو

کیا - اردو و دل

و ہرگز نہ تھا، ہمارے ہی ہیں



سرویس سنگھ

ڈاکٹر سرویس سنگھ

پہلے وہ مسلمان و اردو سے اردو کی

ہیں ہوا، یہ ہوسکتا ہے و ہوا ہی

سے کہیں دبا دے جو ریسوس کرتے ہیں
 کہ اگر میں ملک کو یک ٹیکہ سے برباد
 ہے تو افسیوں کے ساتھ طرح کا افسانہ
 کرنا ہوگا۔ اس کی تہذیبی ترقی کی کفایت
 کرنا ہوگی۔ انہیں بچے موندتے دیکھ بولنے کے
 جس سے وہ اپنے بچوں کی تعلیم اپنی زبان
 میں جس طریقہ سے اور جس سطح تک چاہیں
 کر سکیں۔ ہم سب کو یہ بھی معلوم ہے کہ
 بہت سے مہدی بکھڑے ہیں ریسوس کر کے
 نئے نئے مہدی کی دھواں دھارے اگر ملک میں کوئی
 زبان ہے تو وہ حرف اردو ہے اور اردو
 کی وحدت کر، دراصل مہدی کی ہی وحدت
 کرنا ہے۔ اگر ہم ایسے لوگوں کو توڑ دے
 ساتھ اس نژادی میں شریک نہیں بنو گئے ہیں
 تو غلطی کہتے ہیں۔

ملک کے ساتھ یہ سند ہے جس کا علاج
 بہت پیچیدہ ہو گا جس سے تھوڑے بچے
 بدلتے ہوئے وقت ہی اردو کی میراث جو
 برا۱۱ انتظام تھا اس میں کوئی ترمیم کر کے
 اسے ہی جاری رکھنا چاہیے تھا۔

یہ سب میں دیکھ اسکو میں پڑھا
 تھا جہاں بھی جو امت ہے دو میں جو امت
 تک صاف اور سانس کو چھوڑ کر ہر قوم
 سب مہسور اردو کے دریہ پڑھنے سے
 جانتے تھے۔ اس میں اب دونوں ایک دوسرے
 اردو کی پہلے انگریزی تھا میں نے سنا
 ہے کہ کوئی میں اسکو میں رڈ اور مہدی
 دونوں زبانیں پڑھانے کا انتظام تھا
 جو کہ تم میرے اسکو میں نہیں تھا۔
 اس لئے انھوں نے پکارے تھے کہ
 کا کسی سو قی نہیں ملا۔ اچھا بات یہ ہوئی
 کہ دونوں زبانیں انھوں میں جو امت تک
 لئے ہی قرار دی جائیں اور ہر جانب علم کو
 محسوس رہا میں میں وہ تعلیم حاصل کرنا چاہتا
 بہت ملتی تھی۔

میں کہہ دے کہ اس سیاسی مسئلہ
 دارم پر اکتے میں ہو سکتے۔ یا سب سے
 بگ بگوں میں میں ایک حد تک
 عقل مند بھی نہیں ہے۔ میں سسٹم دین
 صاحب کہ اس بات سے سوار ائے متفق
 ہوں کہ کوئی سیاسی مذہب اور مسلمانوں
 تک محدود ہو مسلمانوں کے اپنے ہی عقائد
 میں نہیں ہے۔ یہی ان سب لوگوں کو ساتھ
 لے کر ملتا ہے جو چاہے جو چاہے ساتھ لے
 کو تیار ہیں۔ کیوں یہ سوال صرف اردو
 کا نہیں ہے۔ ملک کے مستقبل کا ہے۔
 پنڈت ہندو نے ایک بار کہا تھا:

THE CHOICE BEFORE INDIA
 IS NOT BETWEEN A SECULAR
 INDIA AND A HINDU INDIA;
 IT IS BETWEEN A SECULAR
 INDIA AND NO INDIA AT
 ALL.

یہ بات انھیں اس لیے کہیں پڑی کہ
 اپنی دوسرا کسان مانتا اور وہ لوگ
 جو آئی اردو کی کاہت کر رہے ہیں وہ
 یہ سمجھتے ہوئے تھے کہ میں پاکستان
 ایک اسلامی حکومت ہے ہندوستان
 کی حکومت کو جند و حکومت ہو۔ ویسے
 بدلتے ہوئے میں ہندو کے دور کے دور
 سیاسی رہا میں میں بات سے وہ فہم
 تھے کہ ایسا کرنا ملک کے لیے خراب نظر آگا
 ہوگا۔ اردو تو اور جناح صاحب میں سس
 بات سے وہ انداز میں میں
 پاکستان کو بھی اسلامی حکومت میں بلکہ
 ایک سیکولر حکومت مانتے کار وہ عام
 کی تھی۔ مگر اس کی بہت حد موت ہو گئی
 اور پاکستان کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا
 ہیں۔ اب میں میں میں چاہیے کہ اے ہندو
 کی تعداد ہندوستان کی سارے مسلم آبادی

والا سوال۔ اسے کس کو دیں۔ جیسا میں
نے اوپر عرض کیا۔ اسے دیے سے پہلے
آپ سید کا سماں پاؤٹیوں سے باندھے
کریں۔ مگر ہمت اور توشیح سے کریں۔
دانت ڈراور لہذا یہ سارے کریں سو سن
پہرہ دیں۔ وہاں اس کے ساتھ ہیں
ی مل جو جائے۔ کم سے کم تار کی نو پہرہ
کو کشش ہو فی چاہیے۔



جو بپنے آپ کو دیں۔ کیا عام طریقہ اسد
اور عنایت کو زیادہ نقصان مندوں سے
آپ یا ہے یا تو دس سالوں سے۔ یہ تو
دولوں پر سببوں سے ہل سی واقعیت
ہے۔ لیکن ماننا ہے مسئلوں کے آئیں
کے بجائے انہیں زیادہ نقصان پہنچا
رہے ہیں بہ نسبت مجددوں کی دہائی کے۔
اب آخر میں دہی

The contents appearing in
this publication are indexed by

ISLAMICA

For further information please contact
Dr. Munawar A. Anees, Editor-in-Chief, Periodica Islamica



SERITA PUBLISHING

22 Jalan Liku 59100 Kuala Lumpur Malaysia
Tel (+60-3)282-5286 Fax (+60-3)282-1605

اردو ادب

اردو ادب کدھر؟

پروفیسر محمد رفیع



حدّ شش ماہیوں سے مادہ ۱۱ کے سلسلہ میں کچھ مسئلے چتر کئے ہیں ان میں
ایک یہ بھی کاروائی اب کہ ہر چار ماہ کیا جئے، اچھا برا، ساکن، صامت، مادہ —
یا جلدی، قند کی کیا ہے، کہاں ہے، کون اسکی اچھا، بُرائی کے لیے وراہیں رہا
کیا چور ہا ہے۔

مادہ کے سارے پروفیسروں کے علاوہ جانتے پہچانتے فاضلوں کو اس موضوع پر
مطہر حال کے نیے مدعو کیا جاتا ہے۔ پانچ سال میں پانچ سالوں نے اس میں شرکت کی
اسی سلسلہ کا ذکر فیصل کا مقالہ جس خدمت ہے۔

اردو ادب کدھر؟

کسی بھی ادب کے متعلق ایسا سوال نہ صرف یہ کہ اس کا محاسبہ ہے بلکہ یہ بھی کہ اس کی ارتقاء سر میں کیا رہی ہیں اور اب اس کے لیے جدید امکانات کیا ہیں یا یہ بھی کہ مختلف اصناف میں اس کا آج کا پیش کیا ہے اور کن صورتوں میں اس کی مختلف شاخیں پھیل رہی ہیں۔ اپنے سماجی حالات کس طرح اس کا چہرہ بدل رہے ہیں اور اس کا انداز کیا بدلا رہا ہے۔ پروفی و ڈاؤنڈرولی کشمش اس پر کیس طرح غور نہ ہو رہی ہے۔ یہ بات ان باتوں میں ادب کے ارتقاء پر غور کرتے ہیں، لیکن ان تعینات کا مرکز کا دماغی قریب ہی و فیضان ہے اسے صحت و درستک پیدا نہیں جاسکتا۔ ہم بھی اس مقالے میں تمام باتیں ہمیں چاہیں بہت کی صحت ہی کو سامنے رکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو ادب کی صورتوں کا فیضان مناسب ہے۔ پھر یہ بھی سمجھتے رہیں کہ یہ کیسی صورتیں اور آخری نہیں ہو سکتی کہ ادب میں صرف آخر کسی عہد کے لیے نہیں کہا جاسکتا اور یہ بھی ایک تنظیم ہی کی کوشش ہے۔

رد و دستار تو ایک دلچسپ خیال ہمیشہ سے وابستہ رہا ہے کہ جب بھی ادب کی بات ہوتی ہے۔ اس کا مفہوم پہلے خود روشنی ہی رہا ہے۔ تاہم یہ بات اس لیے کہ کسی ہر دور کی تمام ادبی کاوشوں کی ابتدا شاعر سے ہوتی ہے، اسی لیے تاہم جتنے افسانوں، نظم و نثر کے راستے شاعری کے لیے سوچے گئے، کسی اور صنف ادب کے لیے نہیں۔ اردو کی شاعری ادھر تیس چالیس برسوں میں خالص انقلاب کیمرہ رہی ہے۔ ہریت اور نقد و سببیتا طاعت کے قریب کے گئے ہیں۔ سببیت میں تو قریبوں کا شمار بھی آسان نہیں ہاں نقد میں خالص انتشار رہا ہے۔ کبھی نہ ایک نظم، کبھی فکر شاعر کے نبی اور ان کے قریبوں تک محدود ہو گئی اور کبھی اس میں مالی ذہنی انتشار کو سمجھنے کی کوشش بھی ہو گئی۔ کبھی تنہا ہی مسئلہ کبھی یہاں تک کہ وہ کبھی بے راہ روی۔ بین کچھ ایسے بھی فکری تجربے جو وقت کی آواز میں جن میں آواز کا رساں کا ادب بھی دھڑکن نظر آتا ہے۔

جدید نظموں کی آواز اردو میں بہت زیادہ پرانی نہیں زیادہ سے زیادہ سوسواری کی وجہ سے صرف

نظموں سے شاعری کو غزل کے ماحول سے نکل کر ایک عام رجحان کی صورت اختیار کرنا شروع ہو گیا، لیکن بیسویں صدی
مذہبی اثرات سے ایک طرح اور شاعری میں تقریباً نظموں کی صدی بن گئی۔ حاتی کی آواز کو اقبال نے فطرت اللہ خاں جویش،
خضر شیرانی، سرور اور ملکیت علی قیصر علی کی درجہ ترقی پسندوں نے فکری اور اسلوبیاتی تمام تجربوں میں نظم کو بڑا
۶ راجہ پہنچا دیا۔ موضوعاتی نقطہ نظر کی آواز نے کڑی طرف تمام شعری فنکار پر چھائی تو دوسری طرف اسلوب
اور مافیوں میں بھی زبردست تبدیلیاں ہوئیں جنہاں کے پس منظر میں انگریزی نظموں کے وہ ترجمے بھی تھے جن سے
ردو کی ترقی دیا محمد حسین آزاد، نظم بلقیانی، عبد فیلم شکر، مولوی سماعیل، نادر کا کوروی، قبا، ملک
بنارس، شوک چند محروم، ظفر علی خاں اور دوسرے جنہیں نظم انگریزی کے ذریعہ متاثر ہوئی تھی۔ ترقی پسندوں
کے ساتھ ساتھ جو دوسری لہر اسلوبیات اور فکری آزادی کی چلی وہ اپنا سکول، میراجی، دینی، محمد تاثیر، یوسف،
نڈا اور ن۔ م۔ راشد کے ساتھ سے نکلے ہوئے اور جیسے ہی ترقی پسندوں کی سماجی و موضوعاتی شاعری میں
۱۹۵۰ء کے بعد کی واقع ہوئی۔ میراجی اور راشد کے اسلوبیاتی اور فکری آزادی کے سکول کے بطن سے نئی شاعری
یا جدید شاعری پھوٹی جو تقریباً ۱۹۵۰ء تک اردو شاعری پر حاوی رہی۔ کیسے کیسے فکری اور اسلوبیاتی تجربے اس
دور میں کیے گئے؟ اس اسکول نے اپنا فکری سلسلہ فرائض کے زمانہ پسند شعرا (ascendant poets) سے جڑا
بہت سے اپنے نئے نظریات شاعری بنائے جو کچھ اس طرح تھے۔

۱۔ میراجی اور ان کے قبل کے دوسرے شعرائے اردو میں پہلی بار اس بات کا احساس کیا کہ شاعری
سبھنے کے علاوہ الجھانے، متحرک کرنے کے علاوہ سکتے ہیں ڈال دینے... کے بھی کام آ سکتی ہے۔ نئی شاعری دل
سے زیادہ ذہن کو متاثر کرتی ہے... نئی شاعری جذبات کے الجھاؤ کو ٹھوس زبان میں ظاہر کرنا چاہتی ہے
اور مجرّد جذبات کے انہار سے گریز کرتی ہے۔ جذباتیت سے گریز شاعری کے دنیوی معنی ایک منزل ہے۔

۲۔ نئی شاعری کا کل، خطاب انگریزی کا کل ہے۔ اضطراب انگریزی کے اس کل میں وہ زبان کی
روایتی لطافت اور شہیہ کو نظر انداز کر کے، اردو میں پہلی بار ایک دُرُشت اور بے چین اسلوب اختیار کرنا
سے۔ قاری کی طرف نئی شاعری کا رویہ فدا یا نہ اور مولویانہ نہیں ہے... اس کا لب و لہجہ نکتہ اور اعلیٰ سوا
لی غلی کرتا ہے۔ دُشمن، رخن غاروقی... نے کام کا مقدمہ

۳۔ اصل میں جو مسئلہ نئی نظم کے شاعر کو درپیش ہے، وہ نفسیاتی نوعیت کا ہے اور اس سوال

سے یہ ہوتا ہے کہ میں کون ہوں؟۔ نئی نظم کا شاعر یہ نہیں پوچھتا کہ دنیا کیا ہے؟ معاشرہ ایسا کیوں ہے؟

فائنات کیا ہے؟ وہ صرف اپنے آپ میں دلچسپی رکھتا ہے اور اپنی شناخت چاہتا ہے، مہو وہ نہ۔ نئی نظم کے قافیے
 ۴۔ برائی قیامات کے بغیر شہر ہو جلد سے جہاں جسم کی مرکزی حیثیت قائم ہو رہی ہے وہیں موت کا غم
 بڑھ گیا ہے۔ اس صورت حال میں اگر یہ کہیں کہ نئی نظم کا شاعر موت کے غم سے اور تقدیر کے گناہ سے تو غلام ہو گیا
 ۵۔ نئی نظم کا شاعر تقدیر و گم کر لاکھت جسم کی شکل میں بھی بننا ہے اور لاکھت جسم کے علاوہ اس کی نظر
 میں کوئی دوسری لاکھت اپنا وجود نہیں رکھتی۔۔۔ وہ جو اب وقت ہے کہ "میں قافی ہوں" اور چونکہ میں قافی ہوں
 اس لیے رہتے قافی ہے۔ لیکن شیا کا قافی ہونا میرے فنا سے بے نیاز ہے۔ میں فنا ہو جاتا ہوں لیکن لکھت نہ میرا
 لکھت لکھت قافی نہیں ہے، علاوہ ازیں زمین بھی نہیں مٹی اور نہ قیامت آتی ہے مٹی غم سے قافی نہیں رہتا۔
 ۶۔ نئی شاعری نہ جی شعور کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور چونکہ پچھلے مہینے برسوں کی اردو شاعری ایسے
 شعور کے بغیر ہے۔ یعنی ترقی پسند شاعری، اسی لیے میں نئی شاعری کی ضرورت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔
 اس شاعری میں شاعر کسی ادارے کی طرف سے لال ہوئی بشارتوں کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ زندگی تنہا والے
 رب تک ہی غمزدہ و دکو پہنچاتا ہے۔

یہ ساری باتیں موضوع شاعری کی طرف اشارے کرتی ہیں اور ان خیالات کے تحت ۱۹۷۰ء سے لیکر
 ۱۹۷۱ء تک ان خیالات کے علمبرداروں کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ ان میں کسب قدیم و جدید کی ملی جلی کیفیتیں
 شامل ہیں اور کہیں فالص۔ انہیں خیالات کا تاثر ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ بندوستان اور بالک انڈیا میں
 ایک کھپ ہے جو مذکورہ بالا خیالات کے تحت شاعری کرتی رہی ہے۔ جن میں "وعدہ کفر"، "عقیدہ ایمان"، "عقلی"،
 "بازرگاہی"، "بازار گاہی"، "کتاب گاہی"، "عادل مصوری"، "محمد علی"، "تاجی سکیم"، "بل کرشن"، "شک"، "شمس الرحمن"
 "نور علی"، "میر تقی زادی"، "قاریا خان"، "عباس احمد"، "انصار بقاء"، "سعید الرحمن"، "عزیز محمد"، "سعید احمد"
 "شعبہ جہاں"، "احمد شمس"، "انور شعور"، "کشور"، "تاہید"، "ساقی قاروقی"، "تاج شہزاد"، "اور بہت سے نام ہیں، حال میں ان
 خیالات کی تائید اور ان سے اختلاف میں بہت سے مضامین، مقالے اور انشائیے لکھے گئے، ڈاکٹر شہباز حقی نے تائید
 میں "جدیدیت کی فلسفیانہ اساس" لکھ کر اس مضمون پر ڈاکٹر یوٹی کی ڈگری حاصل کی۔ اتم الخروف نے اس موضوع
 شاعری سے اختلاف کیا اور ایک کتاب "نئی علامت نگاری" پیش کی، جس میں ان قریوں کا تجزیہ پیش کیا، پروفیسر
 احسان حسین نے "نئے پیشے" کے نام سے ایک انقلابی معرکہ دار مقالہ لکھا۔ اس دور کی شاعری میں بہترین
 کے جو قبہ کئے گئے، وہ کوئی خاص نہ تھے کہ سارا زور موضوع شاعری پر تھا۔ نظم مقرر، جس کی ابتدا محمد حسین

آزاد نے "جغرافیہ طبیعی کی پہلی" نام کی متری نظم سے ۱۸۸۷ء کے قریب کی تھی اور جیسے اسماعیل مرثی اور عبد اللہ شری نے دو دنیا دیا تھا۔ سس کی لہر اس وقت بیٹھ چکی تھی۔ ان ترقی پسندوں اور حلقہ ارباب ذوق کے فری ورس کے تجربے، ان کے پاس باقی تھے اور ساتھ ساتھ تھلانی (VERSIFICATION) کی صلاحیت بھی جو کبھی ختم ہی ہو جاتی ہے۔ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۸۰ء تک کی شاعری میں وہی جواہر نہ زور ہے جو ۱۹۲۵ء سے ۱۹۵۰ء تک ترقی پسندوں کے یہاں ملتا ہے۔ یہ کوشش ترقی پسند شاعری کے نژاد سے الگ راہ چلنے کی کوشش ہے۔

یہ نوسب ہے مگر اس کے آگے کیا ہے؟ بہت جلد یہ رنگ اندہ ہو گیا، دس سال حیات انوفِ قریب اور فرد سے کب تک پہنچے۔ نظم کا نیا نام، علامتوں کی بھول بھلیاں سے باہر نکل آیا۔ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ زندگی کا ہر لمحہ بدلتا رہتا، اُس کی سانس روک رہا ہے۔ علامتوں کے پہلا رے، اُس کے دل کی باتوں کو اہلئے نہیں دیتے تھے اور اُسے جیسے یہ محسوس ہونے لگا کہ وہ زندگی اور حالات سے بیگانہ ہو کر تو خود میں محسوس ہو کر رہ جائے گا۔ پھر وہ کیا ہے؟ کیوں ہے اور انسانوں سے کیا اُس کا رشتہ ہے؟ وہ تو انسانوں کے رشتوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اور اس طرح آج کا نیا نظم نگار بیگانگی سے جیسے اکٹ کر زندگی کے رشتوں، محسوسات تصور اور تفکر سے کام لے کر نئی اظہاریت تلاش کر رہے ہیں۔ آج کی نظم کا کوئی بھی RANDOM جائزہ یہ بات ظاہر کر دے گا۔

ایک نظم

| | |
|---|-------------------------------------|
| نہ ساری زلف کے | جیٹا، سالوں بعد |
| وہ سائبان کیا ہوئے؟ | ولایت سے لوٹا تھا |
| کہ جن کے نیچے بیٹھ کر | اور بچھا - سوچ رہا تھا |
| یہ سوچتے تھے ہم | جو سوچ اُس نے اپنے بارے میں پایا ہے |
| کہ گل جہاں اداں میں ہے! | اُن کو کیسے بٹلائے گا! |
| تمام شب تمہاری دسوس میں ہے!! (ہفتہ ہمدرد) | اُن کو کیسے سمجھائے گا!! |

ان کے ساتھ ہی کچھ PRODIGES بھی اسی کیفیت کی طرف لوٹ رہے ہیں اپنا پیرا عادل متھوڑکا

اب غزل کی سمت و رفت پر بھی لپی نہیں کی جاتی ہیں۔ غزل جو پودہ عالم بھی ہے، زندہ نیز۔
 شہید بھی گردن زدنی بھی اور اردو شاعری کی آبیرو بھی۔ شاید ہی اردو کا کوئی شاعر سب جو غزل کی مارگاہ میں
 پہنچے بغیر، الوداع شاعری میں داخل ہوا ہو۔ مجھے غزل کے سلسلے میں بہت زیادہ کچھ اس وقت نہیں کہنا ہے وقت
 نما غزل کی چند صورتوں کی طرف اشارے کر سکوں گا کہ میری ایک پوری کتاب "غزل کے نئے جہات" کے نام
 سے زیرِ مباحثہ ہے تفصیلات اُس کتاب میں لافِ لعل کی جاسکتی ہیں۔ پھر اس کیو کا کینوس بھی اتنا پھیلا ہوا ہے کہ تفصیل
 کی گنجی کش بہت کم ہے۔ نئی غزل، اس وقت آویزشی سے دو چار ہے۔ اس میں قریب کرنے والے تو روز بروز
 بڑھتے جاتے ہیں۔ مومنوعات بھی آج کی نئی زندگی سے برابر آ رہے ہیں۔ اُس کی لفظیات بھی تیزی سے بدل رہی
 ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا بیان بھی بدلنے کی کوشش آزاد غزل کی شکل میں ہو رہی ہے۔ مدد اس کے عظیم صبا نویدی
 نے "دکنہ" کے نام سے آزاد غزلوں کا ایک مجموعہ بھی شائع کر دیا ہے، اور ایک نئی سبھی جس کا نام "فیرنگی"
 ہے۔ نیا معنی ہے "آزاد غزل اور نئی نظم کا ایک غیر بھی تھا۔ یہاں چار سو صفحات کا شائع کر دیا ہے، جس میں بہت
 بڑے مضامین بھی ہیں۔ آزاد غزل کے نمونے بھی، نئی غزل میں اظہار کے نئے نئے سائیب کی کوشش، غزل کا
 تاریخ ہے جو کہ اس طرز غزل میں کوشاں ہیں، انھوں نے اسی ایک اچھے قریب تو پیش نہیں کیے لیکن شکایت
 کے دفتر کو نہ بھول دیئے ہیں کہ اس طرز غزل کو روایت پرست، اور غفلانہ ذہن کے لوگ قبول نہیں رہے ہیں
 دینی غزل۔ طرز کے قریب سے دو چار ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی مقبولیت کا دائرہ انظم سے زیادہ وسیع
 ہو رہا جاتا ہے، اس میں یاں بھی غزل کی مقبولیت بڑھی ہے، نئے سائنس کی کوئی اپنی زندگی، روایتی شاعر کی زندگی سے
 الگ ہے، اور وہ اپنی اس زندگی کو بہت غزل میں داخل کر رہا ہے، اور اس "ہر طرح" میں اظہار کا طریقہ
 نئے مسائل میں ترکیبیں جو کبھی کبھی مندی شاعری سے بھی اور زندگی کے نئے ہوتاؤ سے آ رہی ہیں سب کچھ
 شاعری میں چرچہ و تزویر کا شعور آزاد غزل میں بدل رہا ہے۔ غزل صمیم معنوں میں تلکائے باہر نکلی ہے۔
 اس نے وہ تمام قریب چھوڑنے کی کوشش کی ہے جو جائیدادِ راسخ سے اس نے رکھ رکھاؤ و اصول و ہجرت
 مکتبہ انداز اور بیان کے اشاریہ دیکھتے ہوئے سیکھے تھے۔ آج کی زندگی میں انتظار کی وہ فرصت اب دل جو ثابت
 کو تصور جہاں کیسے لی تھی، اب معلوم ہوتا ہے کہ غزل اب ہر شخص کے غمی اور جذباتی قریبوں کا اظہار بننے کی
 کوشش میں ہے۔ اب وہ صرف PRIVILEGED CLASS ہی کا قریب نہیں رہ گئی، اسی لیے اس میں عمومی ہلے

کی بہ نسبت زیادہ آتی جاتی ہے۔ پہلے بھی عام لوگ غریب کہتے تھے مگر ہمیشہ وہ *Common Law* کے معیار پر رہے۔
 دنیا پسندی صرف دیکھتے جاتے تھے۔ گویا الفاظ اور کثرتوں کی ہوتی تھی مگر پسند و ناپسند فیصلہ دینے پر
 بندی عام غریب کو نہ تھی۔ غرض پر چھوڑ دیا تھا۔ نئی غریب اس پابندی سے باخبر نہ تھی ہے۔ شاید اس میں معیار
 عوامی پسند اور سماج کے اپنے فیصلے بن گئے ہیں۔ اس سے ایک غریب بھی آتی ہے۔ نئی غریب کو شاید معیار اور
 زبان کی سند، قاعدوں اور الفاظ کی معنویت سب دیکھ رہا ہے۔ صرف ایسے علم و عقل علی و درستی
 ان میں مل رہا ہے۔ شاعری کے اندر بہ حال معیار بٹھا کرتے تھے جواب کہاں دیتے۔ اس میں غریب اپنی عقیدت
 تو بڑھ چکا ہے۔ مگر اس کا معیار فروغ و رشک ہو رہا ہے۔ پھر غریب بہ غریب کی زندگی سماج اور سر
 سے ہو رہے ہیں۔ یہ شاعری سے ایک دنیا کی صورت ہے۔ مگر میں ایک غریب بھی ہے کہ غریب کی عام
 تفہیم *Common Law* (۳-۴) ۵۶۱ باقی ہیں۔ یہ لفظ اس سے علم میں اور تعلیمیت کی جو
 ماہ تفہیم تھی جو تمام اور دنیا میں سمجھ و باقی تھی۔ تعلیمی غیبت ہے عدالتی دینے دینے تعلیمی زندگی کے
 قہر غریب سے یہ عام غریب نہیں رہے ہیں۔ جس سے غریب کی تفہیم کی *Common Law* ۶۷۷ میں ہے۔ یہ تو
 ہوتے ہی ہیں جو کہ رد و کار جو غریب کو نیو جیٹا کر دے۔ دینی ایک پاکستان اور تعلیم میں نہ لگے اور
 میں صورتوں میں رہ رہا ہے۔ اس میں دینی، انارکس اور لکھنؤ کی جنتی صورتوں اور رنگ گلیوں کا رنگ
 بڑھ کر پیدا ہو گا۔ پھر ایک مسلم زندگی میں غیر مسلم زندگی کے عزت اور کیفیات کس طرح پیدا ہو سکیں گی۔
 خدا کچھ مثالیں دیکھیں۔

| | | |
|---------------------------------------|------------------------------------|-------------|
| کس قیامت خیز چپ کا نہ بر نہ میں ہے | جس جو جہنم میں توں را شہ نہ میں ہے | ۱۔ اس عارف، |
| سفر ہے غم گریہ گری نہ جائے گی | جہاں سے گھر سے یہ پیہری نہ جائے گی | ۲۔ اس سادہ |
| شہر نابریں میں کہہ بنا پتہ نہیں | ہم دور روشن ہیں لیکن رستہ نہیں | ۳۔ اس عارف، |
| میر کی تک بھی نہ چکھلے، ہے ہی ڈر لوگو | ہے سوا نیرہ جو سورج مہر نہ لوگو | ۴۔ اس عارف، |

پھر اپنے ملک میں بھی نئے ڈھنگ سے بات کہنے کی کپ۔ خدا کی تعریفیں اور عمومی نہیں۔ دینی عقیدہ
 اور الفاظ کے روحانی معنوں سے الگ ہو کر صرف صورتیں بنا رہی ہیں۔ یہ صورت پرستی ہی جو اس کی غریب سے
 اس کا یہ جاگیر دارانہ دور کی تہذیب، اصول اور رکھ رکھاؤ سب کہتے جاتے ہیں۔ ہندی سے بھی مذہب،
 الفاظ کی نہ صرف نئی سلیبیں اور پھر شریعت کی ہے بلکہ تشبیہات و استعارات میں بھی کوئی رویت

سے بگ بٹ کر اپنی دنیا بنا رہی ہے۔ اکیسویں صدی میں غزل کی شکل، اپنی کلاسیکی اور تہذیبی شکل سے شاید بالکل نکل کر جاتی ہے۔ کم از کم موجودہ صورت حال کو دیکھ کر قارئین بھی نظر آتے ہیں۔

شاعری کے دوسری اوصاف میں تقریباً سناٹا ہے۔ شاعری اور قصیدہ جو دو بڑے اضافے تھے، وہ ایسا فن اور اپنی انفرادیت کھو چکے ہیں۔ شاعری کی جگہ تو بہت کچھ نکلوانے لے لی ہے۔ سردار جعفری اور کئی نے "مہر و غنہ" کے نام سے، شاعری کی روایتی موضوعات کو بدن کو ملک کی سیاسی صورت حال پر ۱۹۴۷ء میں دو شاعریاں لکھی ہیں۔ ان میں سارے نوز بہ دو شاعریوں کے نہ تھے، مگر صوبہ شاعری کا تھا۔ وہ شاعری بھی بداریہ شاعریاں پیش کرتی ہیں۔ بدیلی یہ تھی کہ نیا موضوع کوئی کہانی نہ تھی۔ ہاں اگر بدلتے ہوئے ہندوستان کے واقعات اور ملک کی سیاسی حالت کو اگر عوام کی کہانی مان لیا جائے تو یہ شاعریاں ایک نیا رنگ لے کر آتی تھیں مگر کسی شاعر نے "ان کا تباہ نہ کیا۔ خود ان شاعر نے بھی ان تخلیقات کے بعد کچھ اور نئے شاعریوں کے سراپے میں نہیں کئے، اگرچہ میانید یا انداز ہندوستان کا ایک نیا سا ۱۹۵۰ء کی لکھنے کے لیے بھی جاتی رہا۔ یہاں تو یہ دو شاعریاں تھیں۔ تاہم شاعری پر زور نہ آیا۔ قصیدے کے لیے بھی یہی صورت حال تھی۔ حالات متعین نہیں ہوتے تھے وہ حالات تخلیقی صورت کے ساتھ ختم ہو گئے۔ سردار جعفری نے ایک سیاسی قصیدہ لکھنے کاوش کی تھی جس میں مدوح عوام تھے مگر وہ چل نہ سکا۔ یہاں تک کہ دوسری ۱۹۵۰ء کے آخر "آبِ حیات" میں شائع شدہ یہ قصیدہ خود سردار جعفری کے کسی نمونے میں غالباً شامل نہیں ہوا۔ قصیدہ جس INSECTIVE کے تحت لکھا گیا تھا اور INSECTIVE ہی بتی نہ گئی۔ نہ وہ تہذیبی ڈھانچہ اور نہ وہ ہے۔ ہاں صنفِ شاعری میں اپنے قریب کے کئے ہیں اور ایک پوری کھلیب مثر نگار شاعری کی ہندوستان میں کم مثر پاکستان میں ملتی ہے۔ تہذیبِ شاعری کے لیے جسے جانا ہے۔ اس جدید مثر کے کی ابتدا جو مثر کے لیے ہے۔ اور انقلاب لکھ رہی تھی کہ یہ نئے لکھنے والوں نے اس میں خاصہ توجہ دیا اور بھاریت کے طریقوں میں پیدا کیا ہے۔ اب مثنویوں میں قدیم اجزائے مثر کا التزام نہیں ہے بلکہ اب جدید مثر کے رنگ اور مثر کے نچنے کی نئی چیز سکھانا چاہئے جس کے چہرے میں بھی اور درمیان میں بھی سیاسی اور سماجی صورت حال پر نقید بھی ملتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ واقعات کرنا کی کسب و کسب اور کہیں اثر و رسوخ فوق نظری صورتیں مضمون کر کے نیا مثر گر عوامی واقعات کو دور رس اثرات اور نئی زندگی کے امکانات اسوہ حسینی سے روشن کرنا چاہتا ہے۔ جو بیسویں صدی کی تفکر پسندی کا نتیجہ ہے۔

ہیں۔ جہاں سے لے کر آج میسورین صدی کی آٹھویں و باقی تک کہانیوں کا ایک انتہائی و زرخیز سلسلہ ہے اور
 شہید میسورین صدی میں یہ عہد ہے ترقی پسندوں تک کا دور ابھی تک کی اردو کہانیوں کا سب سے تازہ
 دور ہے۔ اس کے بعد جدید تہذیب متاخر بنیادیں جن میں علامتوں، تجربہ اور لائین کی بیوی کی بھرپور ہے جن
 نے اہم ستون انشاء حسین، خالدہ حسین، انور سجاد، احمد حسین، طراج خیرا اور سید پرکاش ہیں مگر انہوں نے
 تمام نئے افسانہ نگاران فن نگار کے متبعین ہیں۔ انھیں کے متوالی ترقی پسندوں کی بھی دوسری کھیپ ملتی رہی
 ہے جن میں اقبال میمن، اقبال مجید، عابد حسین، عام میدتی، فیاض احمد گدڑی، رقی سنگھ، استغنی بتر، ارام لعل اور
 دوسرے لکھنے والے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے دریاں سے پناہ راستہ نہ لایا ہے۔ ایسے لکھنے والوں میں سید
 منیر، انور علی، انور سجاد، سید رشید حسین، انور احمد، یوسف علی، ام کونو، سید نور پرکار اور علی محمد
 نون ہیں۔ جدید پار بھی بہت سے نئے افسانہ نگار آٹھویں و باقی میں سامنے آئے ہیں جن میں آغا سبیل، انور
 یونس، افسانہ نگار، میرزا مدیبا کوثر، نازہ خان، سیدہ خان، سیدہ ہاشمی، اختر خان، شہزاد منظر، رشید احمد،
 علی حسن، خسرو، ہمایوں، نبوی، حسین، عبد علی، حسین نقوی، مستق قمر، محمدت، یاد، مستور حسین، کارز خیر احمد
 شیخ، مسعود آست، وغیرہ۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے اردو، ہندی، سنسکرت کی سولی پر نظر رکھتے ہیں
 اور جیسے وہ اس کا حصہ دیکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھ میں بھی ان کے موضوعات سے وابستہ
 ہے۔ زندگی کے مسائل سے۔ فن افسانہ نگاری سے بہت دور یہ دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہر تہذیبی زیادہ دیر سے نکال رہی
 ہے، اسی طرح کمال سہولتی کر رہی ہے۔ بات آج کی کہانی کے سلسلے میں لکھ دینا اس نئے طرز پر ہے کہ اس صورت حال
 نے آج کی کہانی، خصوصاً اردو کہانی کو مت نقصان پہنچا ہے کہ اب جنیون اور عملی کہانی کار کا انبار بکرا نکل
 ہوتا رہا ہے۔ یہ بات تو مکمل موسم کے طور پر لکھ دی گئی۔

آٹھویں و باقی سے چہ کی کہانی علامتی کہانی رہی۔ اس وقت کہانی کاروں کو سب سے معلوم ہوتا تھا کہ
 علامتی کہانی ہی اہم اور وہابی کی توسیع ہو سکتی ہے اور سب کے ساتھ قربیہ کا رنگ بھی چڑھتی۔ ہندوستان میں
 علامتی کہانی انشاء حسین، خالدہ حسین، انور سجاد کی قیادت میں اردو پہلی، جس کا سب سے پہلے
 حرکت دینے پر مقدم کیا۔ کہانی پسند کے نام سے نکلنے والے فاضل نے یہی بیان کر دیا کہ ہمیشہ نے "کھٹی" نام کا علامتی
 فنانوں کا پہلا نمونہ و شائع کیا اور یہ علامتی فن فنانوں کی ایک بھرپور دست کی اردو افسانوی دنیا میں پھیل گئی
 علامتی فن کی طرح علامتی افسانوں نے بھی اردو ادب کی دنیا کو کافی متحرک کیا۔ ایک صورت تو یہ پیدا ہوئی کہ

برخلاف اعلیٰ سیدھی کمینڈ کھینچے گا جس کا نہ ستر تھا نہ پیر یہ ۴۰ بہت سارے بھی تھے سارے موزوں پر لکھے
 کسی موافقہ کا ذکر نہیں کیوں کہ اگر یہ دعائی کچھ میں نہیں آتی تو غرض قریبی ہے، لکھنے والے ہوں تو تصور نہیں۔ یعنی
 ہائیڈروجن کی پٹری تو شری تعالیٰ ہی درمیان میں تھیں تو رتی کے پتے میں آتی پھر جب غائبی کے تقدیر نے
 یہ محسوس کیا کہ قاتل نامکھ نہیں جانتا نہ قدین سمجھ رہے ہیں تو یہ کہا جانے لگا کہ ایضیت ۲۰ ۲۵ ۳۰
 بھی ایک مسکن ہے جس کے قریب مغرب میں بھی سورہ ہے۔ علامتی ہونے تو رتی پسندوں نے بھی لکھی ہے اور
 'غایہ پر' و 'مردہ سمندر' میں کی مثال میں پیش کیے گئے۔ کوئی قاری اس جہاں میں نہیں آیا ہے یہ تصویر
 پیش کی گئی کہ دس کا کوئی سچی قریبی ہو جی نہیں سکتا۔ اس لئے اگر قریبی کی سمجھ میں نہ آئی تو یہ ہے تو قصور
 اس کا ہے اسے خود کو ۱۰۰-۲۰-۳۰ لانا چاہیے، مگر قاری بھی ہوشیار ہے۔ اس نے علامتی ہمائی کو قریبی
 رکھنا شروع کیا تو علامتی دور یعنی مائیں صاحبین کی طرح بیٹھنے لگی۔ یہ "کھو دے" کہ ہمیشہ رہتی
 کے سینے، سچا غائب ہو گئے، پاکستان میں بھی خاندان احمد حسین، "نور سید و درمیان مدیٹ" کا چہرہ ہے
 سچا۔ یہ ایک دور ہے کہ علامتی فضا نہ نکلا۔ سبب: میں بارو کے سبب میں دوستوں میں ملتی ہے
 نے دعویٰ کیا کہ وہ ۱۰۰ سے وابستہ ہیں اور دوسری دعویٰ اور سو دنے پاستہ میں کیا یہ سبب ثابت
 رہتا ہے میں چھٹی ہوتی تھی، مگر قریبی نے علامتی ہائیڈروجن کی طرح پر رکھنے کا عمل مد میں یہ وہ دعویٰ سے ملتی
 تھی، تعلیم و دوسری ہمائی پائی چاہتا تھا پھر تقدیر نے بحث نہ دعویٰ کہ دعائی پائے کیا؟ آف سے جس ہائیڈروجن
 بن گیا اس آف سے حمایت میں جیسے متعین اور کتب میں لکھی جاتے تھے یہ سوال ٹھیک لگتا کہ :

۱. اگر کسی وقت میں دعائی بن سو گیا وہ آف نہ دلچسپ ہو جاتا ہے ؟ اگر اس سوال کا جواب

ہاں سے تو مائیں دور دلچسپی کے شے کے وہ نام لگتے ہیں۔۔۔ اگر اس سوال کا جواب نہیں

ہے تو یہ ہم نہیں ہو جاتا ہے کہ آف نہ دعائی بنے کہ وہ جو، یہ دلچسپ ہو سکتا ہے اس کی دوری شکل

یہ بھی ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

یہ ہے کہ فضا یہ دلچسپ بھی ہو سکتا ہے یعنی دلچسپ ہونا آف نے کی تھی ہے اس کی شکل

کو پسند نہیں آئے گا، مگر مجھے ہر حال اپنے محاسبے کا حق ہے۔

ناول کی دنیا ۱۹۵۰ء کے بعد سے افسانوں سے جتر ہوئی ہے۔ ادھر سے پڑنے لکھنے والوں نے ناول کے فن اور اُس کی جھلک کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے تو رقی پسندوں کے ساتھ اردو ناول خالص عا سے باہر نکل آیا تھا۔ نئی حقیقتوں کے قریب ناول کو، نے میں رقی پسندوں کی کوششیں "نندن کی ایک رات" سے شروع ہوئیں۔ "نیز حسی کلیر معصومہ"، "دن کی دنیا"، "معصیت جتنا"، "طوفان کی گلیاں"، "ہون پتے"، اور "ایک عورت" بار دیوانے "کرشمہ چند"، "تلاش بہار"، "جمیلہ اشقی"، "گلاب کا دیار"، "سفید و غول" (رقہ نعین حیدر)، "اُداس نسیم"، "عبدالمصطفیٰ"، "نئی کی بستی" (شوکت صدیقی)، "راہِ علی" اور "بچی بنی صلیب" (احمد عابد مصطفیٰ)، "آئینہ دراز میں" (خداوند ستور) سے جیتے ہوئے ناول کی دنیا اب ایک نئے منظر میں داخل ہو گئی ہے۔ دھندلا دہا میں کہ ملاقاتیوں بھی نمایاں کر کے نوشتن جو گیدر پال اور ان کے نے کی حوصلہ دہا، "دلت سیات"، "در دریدہ"، اور "سجاد ناول" غرضیکہ بات کی تفہیم آسان نہیں علامت کے یہ دس نمونے دیئے ہیں۔ یہ بھی ناول یا ف نے میں اگر حقیقت کار اپنے ساتھ بیان کرتے رہے خواہ کسی شکل میں ہو تو تاریخی حقیقت کار کے ساتھ چل سکتا ہے۔ چاہے حقیقت کار علامتوں کے ساتھ ہی کیوں نہ چلتا ہو لیکن گزراں نے بیان کیا ساتھ ہی ناول کے موضوعات اور احساس کے قدیم اشیاء اور یا معصومہ کی ذہنی صورتوں کو اعلان کے ذریعہ یہ کچھ کرشمہ نشین۔ ذریعہ یہ کہ الفاظ معصومہ کے رنگ و لہجہ میں بدل ہیں تو بیان کا ترسوا بھی پیدا نہیں ہوتا، اندازیت بھی باقی رہ پاتی۔ ادب اور خصوصاً کہانی یا ناول ہم حال کسی واقعے سے جو متعلق ہوتے ہیں اور واقعے میں بیان ایک لازمی سی شے ہے۔ نور سجاد کے دونوں ناول "خوشیوں کا باغ" اور "مزمز" بیانیت سے تقریباً عاری ہیں۔ ان دونوں میں شوری اور معصومہ "اختصار" اشاریت اور تہ داریاں ہے۔ ناول پر یہ ہیں۔ یہ لہجہ، "احتجاج کو پڑ زور" اور "ویر و انج" کرتے کے لیے یہ طرز اختیار کیا گیا ہے۔ ایک طرح کا ہکا واک ہے کہ "احتجاج" اگر دیکھنے اور سننے والوں پر ماضی نہیں ہوتا تو اُس کی سمیت کیا ہو سکتی ہے۔

اوجہ اردو ناول میں نسیم کی نئی تلاش ہوئی ہے۔ پڑنے اور لکھنے والے ناول نگاروں نے اسد خان اور غلام سے ہٹ کر بھی زندگی کے کچھ نئے روپ تلاش کئے ہیں۔ بالخصوص نے ایک نئے موضوع پر ایک اچھا ناول "راجہ راجہ" لکھا۔ کچھ سال قبل پیش کیا ہے موضوع، فن معنوں میں نیا ہو جاتا ہے کہ معصومہ نے یہ دیکھا کہ ایک خاص رچی کو۔ ۱۹۵۷ء TED-ہمانے کی کوشش کی ہے۔ وہ "نفس صورتوں سے متاثر ہو کر گدھ" (اعلامی نام دیا ہے کہ گدھ کو ہمیشہ مڑا

[illegible]

جدید زبانِ بحث کی گئی ہے، چرکہ کہ حرفِ جوہریت ہی وہی اور تنقید کا سب کچھ تو نہیں، دھر جوئی تنقید کا شاخہ
 کے سلسلے میں آئی ہے، اُس میں جمالیات اور ادب پر سب سے پہلے، مشکل گئی ہے کہ جیسے اگر نقاد ادب کے جمالیاتی
 چہرہ پر کچھ نہیں لکھتا تو وہ نقد ہی نہیں ہے، یہ سب کی بستی صورتوں کو ہی اصل تنقید سمجھ لیا گیا ہے، اور یہی ہم نے
 کی کوشش بھی کی گئی ہے، اس میں بہت سے چھٹ بھیتوں کو صدمہ ملا، وہ جو سماجی حقیقت نگاری کو سمجھتے
 تھے اور جمالیات کا درجہ رکھتے تھے وہ بھی نئی نصف میں شامل ہو گئے، یہ محسوس ہوتا ہے کہ، دو کئی تنقید،
 اب ملتوں سے بھی الگ ہو کر حقیقی تنقید (CRITICAL) کی طرف متوجہ ہو رہی ہے، جس ہی کو سامنے
 رکھ کر حقیقی حقائق کا جائزہ لیا جانا چاہیے، ورنہ اس پر یہ دینی ثابت وقت کا نیشنل پیمانہ یہ سب فوری
 باتیں ہیں، اس سلسلے میں بقاعدہ تنقید کا جس طرح کی نسبت پیدا کی جائے ہے، جس میں حرفِ جمالیاتی اور ادب
 کے متن پر مبنی تنقید کا انحصار ہے، اس میں شک نہیں کہ اس کی اہمیت کے کوئی فن کار یا اصل کار، نہ ہے مگر
 تنقید تو یہ سوال کر سکتی ہے اور اسے کرنا بھی یہی ہے کہ تنقید میں آنے کے سبب اصل میں رہے ہوں گے،
 اس طرح کی پیش کش کا خالق و رسالہ، صورتوں اور کئی بات میں آیا ہوا، کوئی حقیقی اپنے سماجی و تاریخی
 گھیرے سے باہر اٹھا وجود نہیں رکھتی، یہ بنیادی بات، ان کو جب تک تنقید نگار نہیں بنے گا، حرفِ فروعات سے کٹ
 کسی تخلیق کا صحیح جائزہ نہ ہوگا، اس بات کے مطالعے سے تنقید میں فی زمانہ کیا نیا رخ، اسلوبیاتی تنقید کا بھی پیدا ہوا ہے
 تخلیق کے، دونوں اور سالے کو چھوڑ کر تنقید نگار، اس کے پیش کرنے کے سابقوں اور اسٹائل صورتی نظام، آہنگ
 وغیرہ پر بحث کرتا ہے جو اپنی تنقید ہی کا ایک حصہ ہے، اب اس میں بھی تنقید نگار جب آہنگ اور صورتی نظام کی اہمیت
 ثابت کرنے کے لئے، حروف گئے لکھا ہے، اور ان حروف کی موسیقیت ہی کو حرفِ سخن کار کی علامتِ حقیقت کا بنیاد
 بنائے لکھا ہے تو یہ انتہا پسندی کی دوسری مثال ہے کہ شاعر نے حروف کا التزام کر کے غرضی تخلیق نہیں کی تھی، یہیں
 سے تنقید میں ایک دوسری شاخ، حقیقی تنقید (STRUCTURAL) کی بھی پھوٹتی ہے، اس میں وہ نقاد
 بھی کسی حد تک شامل ہو جاتے ہیں جو عملی تنقید کے قول ہیں، اگرچہ حقیقی تنقید ہی تنقید ہی کے زمرے میں آتی
 ہے، مگر اس کا سب سے عملی تنقید پر عمل ہے، عملی تنقید میں اگرچہ سالہ قاصر طور پر بحث میں آتا ہے، پھر بہت سے نفسیاتی
 بھی مگر تخلیق کی بناوٹ اور بناوٹ بھی زیر بحث آتی ہے، عملی تنقید، دو میں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ
 اہمیت اس قدر کہ باقاعدہ شروع کیا، راقم افراد نے بھی کچھ کام اس سلسلے میں کیا ہے۔

تنقید کے نئے رخ میں تحقیق کے طریق کار کو بھی کچھ متکمل رہی ہے، یہ صورت غالباً ان دوری مقالوں سے

یہاں ہوئی ہے۔ جو یونیورسٹیوں میں ڈگریوں کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ ان میں نہ امور تنقید کی باتیں ہیں نہ انہیں بات تنقید کی بلکہ تخلیق کے حسن و قبح پر ہلکی پھلکی بحثیں، فنی اور فکری لحاظ سے کے سلسلے میں کی جاتی ہیں۔ مگر ان حقیقی نقادوں کی تنقید اور ان کے نقادانہ نظر پر زیادہ بھروسہ کرنا مناسب نہیں، ان میں سے نوکے فیصد اور ادھر ادھر سے لفظاً لفظاً نقل کر لئے جاتے ہیں جس کا یہ بعد کو حیدر ہے۔ کچھ مقالہ نگار تو ایسے دیدہ ویر ہیں کہ انھیں بلا کوئی دماغ شائع کر کے اردو کی اکیڈمیوں سے انعامات بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ صورت حال کی گتہ بہ گتہ جو یونیورسٹی کا استاد نقاد بالکل جعلی نقاد ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے شعرا، دوسروں کی غزلیات، اور میں اپنے نام سے پڑھ دیا کرتے تھے اب یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو کے نقاد دوسروں کی تنقید کو توشتوں کو نقاد کی شکل میں اپنے نام سے پیش کر کے ڈگریاں حاصل کرتے ہیں۔ یونیورسٹی کے استادوں کی تنقید اور ان کی ڈگریاں اس قطعی قابل اعتبار نہیں تنقید کی دنیا میں یہ ایک پُر دخل اور جعلی سکتہ ہیں۔ ابھی تنقید اور ابھی تخلیق اب مدرسوں اور یونیورسٹیوں سے باہر لکھی جا رہی ہیں اور مدرسے اور اردو سے باہر رہ کر ہی اب اردو میں تنقید کی قبروں کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ اقبال نے مدرسہ اور خانقاہ دونوں کے لیے کہا تھا کہ وہ

اٹھائیں مدرسہ و خانقاہ سے غم خاک نہ زندگی نہ موت نہ نگاہ

نہ خانقاہ و نہ کوئی قبر یہ نہیں مگر میں مدرسے کے لیے آج یہ شوخ و پڑھ سکتا ہوں۔ کوئی جاب ہے تو میں ہی ایسی سوچ کا بھی تنقیدی تجزیہ کر سکتا ہے۔

اردو دانشوری

سید حماد
دائرہٴ محمد حسن



فدائش نے ایک مسئلہ لا رکھی ہے۔ ارادہ انشوی راہی۔ یہ بتائیے
حضرت۔ میں موصوف کائنات کیا اور ہر جہت کسی سے کیا۔ کہاں ہے کہ طرف کو
بے کھوپڑے یا کسی نے کہا انشوی یعنی چہ؟ کسی نے کہا بیل کے ٹھوس ہیں اس لیے۔
کسی نے کہا،

یہ کہا۔ کیا میں کسی پر مبنی کرتا ہوں۔ نے سبب رہا تو میں سارا میں ایک
مذہب ہو گا۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ یہ توڑ کے پڑھائی ہیں۔ یہ ہیں وہ میں
وہی ہیں جو تو میں اور میں نے آ کے ہیں
یہ بہت آپ نے ملتے ہیں۔

دانشوری کی تعریف

اردو میں دانشوری کی بازیابی کے امکانات

آگے بڑھتے ہی پہلے اچھا ہو کہ دانشوری کے معانی، معایم اور مضمرات سے بحث کر لی جائے۔
 وہی وہک دانشور، جن شخصوں نے زندگی کی گتھیوں کو حل کرنے کی خاطر کوشش کی ہے، جنہوں نے عالم کے بدلنے
 ہوئے حالات سے خود کو باخبر رکھا ہے۔ جن کے مطالعہ کو ان کے مشاہدہ، تجربے سے مدد ملی ہے۔ جن کا علم نہ صرف علم
 نہیں ہے۔ جن کے علم میں انہیں رائے قائم کرنے، حکم لگانے اور فیصلہ کرنے کا شعور دیا ہے۔ جن کا مطالعہ وسیع ہے
 اور ملک کی ایک سے زائد زبانوں کے علاوہ جس میں مغرب کی ایک زبان یا انھوں میں انگریزی، فرانسیسی، روسی اور
 روسی زبان یا ستر میں حاصل کر کے کھٹی، تیز جڑ توڑی ہوئی، اور منہ سے مٹنے سے ہر پر دیات، نام نہان
 درویش کے لیے مشرق اور مغرب دونوں سے زیادہ راست آگاہی ووری ہے جو مسائل پر ٹھٹھکے دل
 سے غور کرنے کی عادت ہو، اس لیے کہ یہ۔ جنہوں نے ایسے ذہنوں کو، اور ہاں تو سہم، سورتی خیالات اور تعصبات
 سے آزاد کر رکھا ہے۔ جن کا مقصد حقیقت کو پالینا ہے، اور جس میں اس بات کی جرأت ہے کہ جی تو اسے خواہ
 وہ کتنی ہی تلخ ہو، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں اور اس سے برا بھلا نہ کہہ خیلے بیان کر سکیں۔
 دانشور دانشور حق ورا حقائق میں کسی مصلحت یا کسی دہرے رعایت کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ اس کا ذہن سرزنش کے
 لشکر کی طرح ہوتا ہے جس کی دھار میں ملائی کاٹ ہوتی ہے۔ اس کے گرد نہ دھواں بھیسے پاتا ہے نہ دھند لگا۔
 وہ اس سورج کی شعاع میں اس پروردہ، فک کے ساتھ جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ وہ حقیقت کی جستجو میں کسی نام نہان
 دخل نہیں ہونے دیتا نہ اس حقائق کو چھپانے یا دینے کی کوشش کرتا ہے جس کا عجب اس کے محبوب نظم فکر کو
 مشتعل نہ رہا ہو۔ اس کا آلہ عقل ہے اور عقل جس کے ساتھ ساتھ وجود و جلیق ہے، دو مشابہ ہیں، دو ایک جیسی اور
 موٹنگانی سے دل ہلاتی ہے۔ دانش کا مقصد دانشور ہے جس کے معنی ہیں حقائق ایسی کسی امر کی تہ تک پہنچنا۔
 دانشور کسی سطح پر نہیں ہونا اور نہ وہ سرعت ذہن پر نہ کرتا ہے۔ سرعت فہم کے بغیر بھی انسان دانشور ہو سکتا۔

میں کوئی کمی نہیں ہوگی البتہ آپ اس شخص کی سلامتی ہوش و حواس کے متعلق جو رائے قائم کریں گے وہ شاید سائنس پر مبنی نہ ہو۔ ہم نے ہر معاملہ عام کو دانشور کہنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ دانشور سوائے سوچی سمجھی نئی بات کے کبھی کچھ نہیں کہتا۔ اس کی فکر مختلط ہوتی ہے اور زبان بھونک بھونک کر قدم آگے بڑھاتی ہے۔ اس کے ساتھ تو زبان خطبہ منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً کل اردو کے بامیے میں گفتگو کرتے ہوئے میری زبان سے جوش بیان میں یہ بات نکل گئی کہ اردو والے اردو کے لیے رتی بھر بھی کام نہیں کر رہے ہیں۔ اس بات میں قندی تھیں بے اختیار ہی جی ورمالہ تھا۔ ایسا سن کر کسی دانشور کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جہاں تک باہر بلکہ تعلیمی نظام سے الگ جتن کر کے بچوں کو گھر پر اور چڑھانے کا قلعہ ہے اردو والوں نے فطرت برقی ہے۔ لیکن میرے الفاظ سے اس کی کیا نیکیں نہیں ہوتی لہذا اگر سیر سے لیے بھن اس بار بار کہہ رہے ہیں ایک بڑے تعلیمی اہلکے سے رہے دانشور کا لفظ استعمال کر دیا جائے تو وہ اس لفظ یا اصطلاح کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ ہم نے اصل دانشور کے لفظ کو بہت ارز کر دیا ہے۔ دانشور کے لیے ایک شے اور دوسرا ہے جس کے بغیر کوئی فکر پیش انسان دانشور نہیں ہو سکتا۔ بے فہمیت ہے۔ ہمارے یہاں اس شے کی بہت کمی ہے اسی لیے زندگی بھر ایسے دانشوروں کو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔ یہاں جہاں جدت کے کاروبار کے علاوہ مرقعہ رعایتوں، طنز و مزاح، مادیوں کا چین ہے۔ ہمارے نزدیک اور باغی میں میں سے کم ایسے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں رائج الوقت ہی جب میں نہ رکھتے ہوں۔ ان پر ایک اضافہ لکھ لکھا کہ لایا کا ہو گیا ہے۔ آئی لایا لایا کتر دیانت، اصالت، معروفیت، واقعات کا خون کو دیتی ہے۔ دانشور ان چھوٹی، توں سازشوں اور گرگہ بندیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کا مزاج سادہ، اور جذبہ دار نہ ہوتا ہے آسمان سے تاملے توڑ کر لاسکتا ہے، دانشور نہیں بن سکتا۔ دانشوری کے لیے کڑے میٹر اور انضباط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو ادب میں دانشور کی روایت کو بڑا رد رکھنے میں زبان کے تضاد سے مدد ملی ہے۔

گمشادگی اور تعمیرِ نو :

اُردو نے گذشتہ دس سالوں میں دانشوری کے کوئی آثار اور شواہد پیش نہیں کیے ہیں۔ نضا بھی اس بار گزار رہی۔ (۱) اُردو پڑھنے والوں کی تعداد گھٹتی رہی، روزنامہ کی بھاشتہ ہونے لگی۔ دل زندہ نے اردو میں غور و فکر کرنے والوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دل بجھتے ہیں تو دانشوری کا دیا مٹانے لگتا ہے۔ (۲) فقرہ دارانہ فسادات، ارتقا اور بدگنی کی نضائے اہل اُردو کو اس کیسوی سے محروم کر دیا جو تخلیقی اور فکری مساوی کے لیے ضروری ہے (۳) فقرہ رشتہ اور بے اطمینانی کے دور میں کوتاہ اندیش اور قیادت طلب اشخاص بہت کم ہو گئے ہیں۔ جذبات سے جس

وقت کھلیا جاتا ہے تو عقل و دانش کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ زبان مقرر ہونے لگے تو اس زبان میں کہنے والوں کی آزادی فکر ختم ہو جاتی ہے۔ (۲) ملک کی تمام نظریات اور راست گوئی و جرأت فکر کو اس نہیں آتا ہے۔ اہل علم حکومت یا اس کے اداروں کے حلقہ گوش نہیں تو زمین منت فرو ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں پروان میں کوتاہی نہ تھی سو آئی۔

ایسا لگتا ہے کہ دانشوری کے سوتے ہوئے کورہ بالا وجوہ سے ہمارے پاس خفق ہو گئے ہیں۔ نوبت جسے نجی ہے جب بنیادیں وسیع ہوں۔ مرد و پڑھے و لوں کی تعداد بڑھ جائے دانشوری کی رویت کی باریابی ممکن نہیں وہ اس سے زیادہ اہم ضرورت ہے مگر چون کہ دنیا بھیس سلجھتی ہے، امداد حد بابت 'رعایت' وقت، اہمیت اور جانبداری سے بچنا، عقل کا ہمسفر اگر فیض ہو تو دانشوری کا مرحلہ نہیں ہوتا۔ دانشور شہریوں، مصیبتوں اور بیکاری سے نہیں بھرتا، اس کا مقابلہ فلسفیانہ بنے نیاز کی کے ساتھ کرتا ہے، اسے خوشی اور غم کی بے تباہی کا اور ایک ٹکڑا ہر اور حوادث سے بعید متاثر نہیں ہونے دیتا۔ لیکن یہاں سے نیاز نسوں اپنے حلقوں اور چنی نسانی مردی سے ہر گز بے تعلق نہیں ہوتا۔ دانشور کی کاغذی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا مقصد ہونا ہے صلاح و ترقی و رہنمائی و تعلیم اور تہذیب و ہموار کی تشریح و تخریک کرتا ہے۔ اسے عوامی و گز پر چڑھنا نہیں ہے۔ چونکہ یہ سب سب کی کیا بنیاد کا طالب ہوتا ہے اس لیے وہ لوگ جو کسی نظام کے تحت خوب بیٹے ہوتے ہیں، دانشور کو تکلیف اور اس کے اظہار و تشریح پر حرج سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس کا کام یکسوئی کا ہے، اس لیے انداز فکر ایک ہی دنیا کو جو جس لامبٹہ اس لیے دانشور غائب و دست و پا کر رہا ہے یہ عزت و ادب و وقار سے ہونہ و مول سے خواہ یہ ترمیم اور تعمیر کا کل اختیار کرے خواہ بد و ت کا قلم جبر کر دے۔ یہ کھراں نظر بات سے بھی ہو سکتا ہے۔ وہ لائق اور ویرانوں سے کمی دانشور اپنی فکر کو آزاد رکھتا ہے اور دوسروں کو آزادی فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اس کی ماتہ و معرور فکر گہر ہوتی ہے۔ اس کے سر پر ہانا ممکن نہیں۔ وہ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ نا انصافی کے خلاف چلے اس سے چھٹا کر ہوں یا پرانے اس کی کیے بن رہے نہیں سکتا۔ یہ فردی ہیں کسی دانشور میں یہ سب اوصاف ہوں گا جس نے ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ تو ان خصوصیات کو گھانا تھا جو ہر کسی دانشور سے معسوب کرتے ہیں۔ ان اوصاف میں دیانت، مہر و مصیبت، جدوجہد، انسانی عملی عفت و عفت، ترجیح کا درجہ بے عرضی، آزادی، عہد رقی کوئی، عہد دی، حریت و خواہش، اصلاح شامل ہیں۔

بیان ملکیت سے ماہی خدا بخش لائبریری جنرل اور دیگر تفصیلات مطابق فارم نمبر ۴۲ قاعدہ نمبر ۸

۱۔ مقام اشاعت : خدا بخش اور منیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ - ۲۲

۲۔ وقفہ اشاعت : سماجی

۳۔ پرنٹرز پیشتر کا نام : مصطفیٰ محمد باغی

قومیت : ہندوستانی

پتا : اسٹٹ لائبریری، خدا بخش لائبریری پٹنہ

۵۔ ایڈیٹر کا نام : عابد رسا بیدار

قومیت : ہندوستانی

پتا : ڈاکٹر خدا بخش اور منیٹل پبلک لائبریری، پٹنہ - ۲۲

۱۔ ملکیت : خدا بخش لائبریری، پٹنہ - ۲۲

میں مصطفیٰ محمد باغی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے ساتھ درست ہیں

دستخط بیلستور : مصطفیٰ محمد باغی

یکم فروری ۱۹۹۱ء

وہ یہ کہ ایک اچھے ہسٹنگ باؤس ہو اور اس کے گرد لکھنے والوں کا ایک گروہ ہو جو اس مقصد سے کام کرے
 حدیث ترین نظر سے عالم و تجربات سے ۱۰۰۰وں کو وقف کرنے کا اس شاعرت لکھ کر کہ تم چار بک شاپ ہو
 اور ایک بیٹل کارسار۔ گجراتی میں ایک صاحب نے یہ بتا دیا تھا کہ یہ جدید ترین موضوع پر مستند کتابوں کی تکمیل ناظر
 کی زبانوں سے گجراتی زبان کے ۲۰۰ صفحہ میں رک گنگ سنگت کی شکل میں چھاپنا شروع کی گئی اور ہر کتابچے کی قیمت
 پانچ روپے ہوتی تھی اور اس سلسلے میں یہ کہہ دو کہ جس سے بے کرکٹ تک پر کتابچے شامل تھے اس قسم کا کام اردو میں آسانی
 کیا جاسکتا ہے اب بھی اردو لکھنے والوں میں سائنس میں ڈاکٹر عبدالحق اور ڈاکٹر عیسٰی احمد سوہی وغیرہ میں پروفیسر محمد
 اشفاق احمد رشید الدین خاں جیسے اہل قلم موجود ہیں اور وہ ہمارے اردو میں بھی علمی موضوعات پر لکھنے والوں کی کمی نہیں
 ضرور ہے انتظار کی۔ اور یہ انتظار کیا جاسکتا ہے درمیان غار ۱۰۰ لاکھ میں جس سے ہونا چاہیے یقین مانیے یہ خزانے کا سوا نہیں ہے۔



رہی اردو اکادمیوں کی بات۔ یہ تعجب حکومت پنجاب کو ڈرو پور اکادمیوں پر خرچ کر رہی ہے یہ بھی درست ہے کہ
 ان اکادمیوں سے کچھ فائدہ بھی ہوئے ہیں کہ میں نے یہ دیکھنے کی ہیں اردو اکادمیوں کی حوصلہ دہانی بھی ہوئی ہے پرانی کتابوں
 کے لئے ایٹین بھی جیسے ہیں مگر اردو دنیا کی ان سے وہ ایک ہی قسم کی مبنی ہے اور وہ پوری نہیں ہوئی ہے۔ اردو
 کی تعلیم کا انتظام درجہ تک یہ نہیں ہوتا اردو کا مقبل ہونا چاہیے اور کامیاب شمس و شہر کی نفا سے یکجہ جاتی رہیں گی۔
 حکومت نے ان اکادمیوں کے آئین میں بہت سے حقوق سے رکھے ہیں ان میں یہ ہے تو یہی حق نہیں دیا ہے ضرورت
 اس بات کی ہے کہ ان اکادمیوں کے آئین میں منہ سب تبدیلی کی جائے اور ان اکادمیوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے طور پر
 ماڈل اسکول کھول سکیں اور اپنے ذیلی اختصاویہ کے مختلف شعبوں میں قائم کر سکیں اور وہ اب بھی اس قسم کے اردو ماڈل
 اسکول قائم کر سکیں بعض کامیاب کے پاس نئی ٹرینٹ ہے اردو آج بھی یہ کام کر سکتی ہیں اور یہ ہوتا اس مقصد کے لئے خصوصی
 گرانٹ دی جائے اس کے ساتھ جن سکولوں یا کالجوں میں اکادمیوں کے سبب کچھ نیا کرنے سے اردو چوبہ تر کر سکے یہ اس
 وقت تک جب تک انھیں نافادہ رد و تہذیب مل جائیں۔ کامی کے ماڈل اسکول اردو میڈیم کے بھی ہوں گے اور اختیار
 اردو کے بھی اور ان میں دیگر مضامین بھی پڑھائے جائیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ حساب اور اردو و ساتھ کی تربیت کا کام بھی اکادمیوں کے سپرد ہو۔ جب تک اردو تعلیم
 میں اکادمیوں کی کارگزاری قابل طینان نہیں ہوتی اس وقت تک اکادمیوں پر اردو دنیا کا متوا کما نہیں ہو سکتا۔

سازدانشوری

- ایک پل ایسا بھی آجاتا ہے — احمد نیرنگی
- تم چپ ہے ہم چپ ہے — نور صدیقی
- عصرِ ضمیرِ ادب کا کردار — مظہر سیّد



دانشوری پر توجہ ملی

و

بھری ہوئی ماحول

دستی کی

و

کیا ہے

خوگوں میں ہر سال کی دانشوری کے نونے

دیسرچ کا نکلنے کے ہر حصے میں کچھ جانتے تھے۔

آخری سال کے نونے میں مدد دی۔

احمد ندیم قاسمی

ایک پل ایسا بھی آجاتا ہے

زخمِ ہر زخم دے جاتے ہو
نہ بھجکتے ہو نہ شرماتے ہو
زخم دینا بھی، نہ پکھتانا بھی
دار پر دار کیے جانا بھی
آمریت کی سند ہوتی ہے
تم کو معلوم نہیں ہے شاید
زخم کھانے کی بھی مد ہوتی ہے

ایک پل ایسا بھی آ جاتا ہے
زخم دیتا ہوا جسد کا ہاتھ
اُٹھ کے نیچے نہیں آ پاتا ہے
ایک مفلوج کے بازو کی طرح
حشر تک کے لیے تم جاتا ہے
آنے والی کئی فسلوں کے لیے
ایک حیرت کی علامت بن کر
صغیر وقت پر جم جاتا ہے

تم چپ ہے ہم چپ ہے

جب تم کہ نہ درہا تم چپ ہے ہم چپ ہے
 وہ وقت کہ کہنے کا تھا تم چپ بنے ہم چپ بنے
 اب چنی چنی قسمتیں پر نہ پڑو سوچ کرینا
 وہ فیصلہ نکلتا ہے تم چپ بنے ہم چپ بنے
 تقریریں کی آگ تھی شعلے نفاذ تھا بھر گئی
 اور شہسار بھل گیا تم چپ رہے ہم چپ رہے
 لئے ملی تھیں بستیوں سے نہ کہ شہر پہاڑ
 پادشاهوں کی شہر تھی تم چپ تہ تم چپ ہے
 قتل میں ہیں وہ کتا بھی دھوکا سے نہ ہوا بھی
 وہ تہ نہ ہوا بہرہ تم چپ رہے وہ نہ رہے
 سر پہچانی پناہ مل ہو کہتی تھی کوئی نہ جبر
 رونق رہی کھیل فنسا تم چپ بنے ہم چپ بنے
 منظر بھر سے باز کا گرا در و دیوار کا
 گھر محرق ہو گئی پناہ تم چپ رہے ہم چپ رہے
 فتنے کے سوا گھر گئے جموں بھرتی چلتے بنے
 سو انا بنا تو گیا تم چپ رہے ہم چپ رہے
 مقول حرف تھا سننا تو کیا سننا خدا
 کاتے گئے تھے تم چپ بنے ہم چپ بنے
 اسے واسطے بجز منظر قتل عرصہ مہنور کا
 بستی کے لوگوں نے کیا تم چپ بنے ہم چپ بنے

عصر حاضر میں ادب کا کردار

حلام و غبت کے سماع، سرے نیچے واجب ہے کہ حلقہٴ ربّی دونوں کی سکدوش ہوئے والی انتظامیہ کا شکریہ ادا کروں جس نے اپنی دوسری داری کی تکمیل کے طور پر سقندہ حالانہ احساس کی مدد رب کا فریضہ میرے مر ڈال کر مجھے یہ موقع عبادت کیا کہ آپ صحت سے مخاطب ہو سکوں۔

بغیاً نہ غرار کسی بھی صہ کار کے سے باعث اسرار ہونا بیکی میرے ہی اندر سے حیرانی کا مقام ہو رہا ہے۔ جس لیے کہ ہی حساب قلب کا غالب حصہ، نر ہداری کی حالت میں، حلقے سے باہر ہی گرا ہے۔

ناہم بلاشبہ حلقے سے مبر، بعد، ارادی کے فوراً بعد، بدائے شباب کے معاشقے کی طرح روز و شور سے شروع ہو رہا۔ لیکن تیس ساڑھے تیس یوس کے بعد، اس معاشقے، محافلے میں بقول قائم چاند پوری، یہ کیسی پیدا ہو گئی تھی:

نے مجھ پہ وہ بہار رہی، اور نہ ہاں وہ دل

کہے کو، سک و سک کے، کرا رہا رہ گیا

بھر بھی تقریباً چار دہائیوں کے بعد سوچتا ہوں تو یہ لڑا ہوا دانا برا جی لگتا۔ لیکن اس ابتدائی رابطے کے دیروں اس کے، ہے، مرحوم قیوم نظر کے اعلاط میں، حلقے سے کچھ نہ کچھ سیکھا ہی ہو گا۔ جس ممکن ہے کہ معاملاتِ ادب میں محبت و گفتگو کے اذات اور اپنے سر میں کو دل میں دوائے رکھنے کی بجائے، دابل و بران کے ساتھ۔ س کے سامنے پیش کرے کی سربوت جہ سے حاصل ہوئی ہو، اور کسی حد تک وہ سر ہر ہر جو در دہ سے پیدا ہوا کہ جس سے کافور جس، ک سے لاگ بھی لپاں ہو، و جس سے نگاہ

ہے ، اُن سے لاگ بھی کہوں نہ ہو ؟ حدیابی مطابقت کا یہ نکتہ ہاتھ لگا تو
 بقول حقیظ ہوشیار پوری :

بہر یہ ہنگامہ عمر اور ہی رہا

جامعہ اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج کی متعبر صورت حال میں تہذیبی
 اربوں کو مستحکم کرنے کی شد ضرورت ہے ، خصوصاً اُن اربوں کو جو
 ابھی ایک تاریخ رکھتے ہیں اور جن کا وجود ایک جمہوری سادہ پر طے شدہ آئین
 کی صورت میں برقرار ہے ۔ حقیقتاً یہ دونوں کی آراء اپنی حیثیت اس سر کی
 مناسبت سے کہ ہر ملک فکر کے بل پر قائم ، پہلے کی طرح اس کے ساتھ اپنے
 ممالک کو مضبوط بنائیں ، روح تعبیر کو اپنے اندر جذب کر لیں اور اس حل کو
 پسند و ر میں جلدی مسائل پر موج تیار کریں ۔

اُن میں سے ایک مسئلہ آج کا موضوع گفتگو ہے ، یعنی عصر حاضر میں
 ادب کا کردار کیا ہے ؟ عام طور پر اس کا تعبیر بسے لوگ کرتے ہیں جیسے
 ادب کے ، ناسی ، حال یا مستقبل سے کوئی تعلق نہیں ہوئی ۔ اُن کے حوالے
 سے جس مقام پر ادب ، ادب نہ ایک آواز کے طور پر استعمال کرتے کی طرف
 راجع ہوتے ہیں ۔ فوٹ حاصل ہو جائے ، اس حصے میں رعایت و محرم سے
 کے لئے مدید و بعد ، تک کسی بھی و ۔ بعد ریت امدادی کو لے لے میں روح
 جہیں گیا جانا ، صبراً ہم ایک جمہوری دور سے گزر رہے ہیں ، لیکن ہم اب
 کی ادبیت ہمارے معاشرے میں ابھی اسی لمحہ میں ہوئے ہائی کہ ، کی امدادی ،
 محرم و ہو و حرف و حقیر کے بعد رہتی ہو سکے ۔ حال میں جمہوری دور
 میں ادب کہ ایک 'دینی مصیبت' ، عش ہو رہے ، ایک تو اس دور میں حلسوں
 حلوں کا نہ شور ہوتا ہے نہ کان بڑی و رسانی نہیں دیتی و ر دے ابھی
 جائے تو نگ سے سانس ، سوانہ ہیں کی سنار ہو چکی ۔ اس ہاری سطح کے
 ہنگامے میں ادب کی شمولیت شرم کا مدد ہو گی ۔ دوسری طرف اس محاورے 'حدا
 دو ہو سوانہ ہیں کی طرف روز و ر کے ساتھ نیچے چلی جا رہی ہے ، کس
 طرح ادب و ر سبب کی طرف مائل بن جائے ؟

حال ہی میں اس دوسرے مسئلے پر محرمہ حلسی صاحب نے ایک
 ذاتی مکتوب میں اپنی تشویش کا یوں اظہار کیا ہے :

"بنا ہے کہ ہمارے معاشرے میں ادب کی مؤثریت درجہ صفر تک

معاشرے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ معاشرتی ردِ عمل کے طور پر اس میں چند ایک خود گریں لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ہر قسم کی کتاب کو ، چاہے کسی معیار کی ہو ، خود فراموشی کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ، اور مشیات کے عادی لوگوں کی طرح ہر قسم کے کام کے لیے ، بشمول تحریر ، مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں ۔

عسکری صاحب نے کہیں لکھا تھا کہ بڑھا ایک ساچر لعل ہے ۔ ان ایجنروں کو کیا مر بھی کہ ایک ایسا رہا نہ بھی آنے کا جب ناخواندہ معاشرے کا داف سے بھی ایک مردی مت سا کر رکھ دے گا حیر کا ساح سے کہیں سمجھد ہو گا تو بعض یہ کہ اب یہ لعل ایک ایسی سطح پر جا پہنچا ہے جسے کم از کم شعوری نہیں کہا جا سکتا ۔

پہلے میں معاشرے میں ، جس میں جو مدگی کی شرح گرچہ کم تھی لیکن یہ حوالہ ہوا اور ایسے دن سے عادی ہوا ، ایک تہیسی کوتاہی کی دلیل سمجھا جاتا تھا ۔ حالانکہ لکھنے کی طرف متوجہ ہونے والے یا دوسرے عقول میں تھیں ادب کو اپنا دروڑ سمجھتے تھے وہ ایسے معاشرے سے صاحب بھی ہونے والے اور ایسے معیار نظر کے مطابق اس پر کڑی سے کڑی تنقید بھی روا رکھتے تھے ۔ حیرت کی بات ہے کہ جمیل حالی صاحب نے ایسے خط میں جو کچھ حال ہی میں لکھا ہے تقریباً یہی بات ۱۸۵۰ء کے فوراً بعد امیر مہمانی نے کہے رجاؤ کے ساتھ کہی تھی ۔

میں ابرخاس ہے ، ہنسکے رحمت شمعوں سے ہو رہے ہیں
ہے کوچ کا وقت آسوں اور تارے کہیں نام کو رہے ہیں
سے ان کی نمود بھی کوئی دم وہ بھی نہ رہیں گے جو رہے ہیں

کہا جا سکتا ہے کہ یہ ماں ، کلاسیکی داشوری کے غروب کا تھا جب کہ ہی داشوری کا طور علی گڑھ میں ہو رہا تھا ۔ جس سے نہ امیر مہمانی کو اتنی بھی نہ داع دہوی کو رغبت ۔ انکے لاہور تک میں نئی داشوری کے معرلی احادہ کی صحبت میں اٹھنے والے عہد حیریں آزاد بھی صحت گوہگو کے عہد میں تھے کہ دماغ ”برہنگہ خیال“ کی طرف دوڑا تھا اور دل ”آپ حیا“ کے طہر میں اصر تھا ۔ اصر اکبر الہ آبادی سے جدید داشوری کے پردے میں ، دہنی اسدہ کی ارد گری کو کا لڑا دیکھ رہا تھا :

جو میری ہستی تھی ، مٹ چکی ہے ، نہ غزل میری ، نہ حان میری
 اُردہ آن کا دماغ میرا ، خیال آن کا ، زبان میری

ممکن ہے کسی مہربان کو حیرت ہو کہ مودعِ سخن تو عہدِ حاضر میں
 ادب کا کردار ہے اور بات ہوئے گی ہے کمرانہ آبائی پر حواج سے نہایت
 ایک صدی پہلے اپنی ادبی فعالیت کا تجرباتی مضامین کر رہے تھے ۔ لیکن انھوں
 صدی کے آخر میں ، اکبر نے ، حواج کا ، وہ بڑا بڑا رنگ بسمولہ صدی
 کے واقعہ کی صورت حال کو سمجھنے میں مدد دے سکا ہے ،

مذہب کی کہوں تو دل بگی میں مڑ جائے

مذہب کی کہوں تو ہنس میں مڑ جائے

باقی سر قوم میں ابھی ہے کچھ دھنس

نہایت سے آہ بہ ہوں میں صدی میں مڑ جائے

آج کے ملاحظہ فرمائیے کہ (نورِ آئینہ آج) کے اس شعر میں
 میں ادب کہتے ہیں میں چہرہ آویز حد ہوں ، ایک ۔ صنف کی کہہ رہے ہیں
 لکھنے والے ، اس شعر کے اندر ، اول رائے و مضامین کا بیان ہے ۔ اس میں
 اس کی خصوصیت میں آج کے عصرِ جدید میں جو نئے نئے مسائل ہیں
 ابھی ایک نیا دور کی طرح اس عرصہ کی جدی کہہ رہا ہے کہ اس کی
 شاعری و طراوت پر مضمون گفت و گو یہ ہوا ہے ، تاہم دو کتب لکھے اور
 بھی ملاحظہ ہوں :

گام کی بات ہو کسی سے وہ کہہ دو ، اکبر

دہ میں چوں چائے کی ہم مذاہر گہرائی تھی

درست ہے کہ حافظ گوبائی کا ایک دہ میں چیں ، اس کا ہر شعر
 وگ بڑھائے ہیں ، دیباوی زندگی کی بے شادی کا عشاء ہنس کرنا ہے جس میں
 گہرائی میں جا کر اکبر کے کہنے والے کے عہدِ عرصہ کا احساس دلاتا ہے ،
 وہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ فکری دنیا میں ہو سکتا ہے ۔ اس لیے کہ اس تصور سے
 "گام کی بات" کا کہنا ، عہدِ ہند میں ہو رہا ہے ۔ یہ دہ میں چیں
 ہندیاں ہند ہو کہ اکبر کے زمانہ پر دھنس ، سربا آئی ، صدی کے چائے کا
 اسرار ہو گا جس کی طرف ایک شعر میں حواء بھی موجود ہے :

حانہ اکبر کو ہوا ہے کہ کرو ترک سخن

حور ۔ حافظ بھی نڈلے گئے دیکھائے سے

شہنشاہی دور میں ، ایران کے ممتاز معاصر شاعر ، احمد شاملو نے مجھ سے کہا تھا کہ ”دولت از شعر وحشت می کند“ یعنی حکومت شاعری سے خوف زدہ ہے ۔ یہ بات ہم بھی ایسے تجربے کی روشنی میں جانتے ہیں کہ بیس و راشد ، مشو اور عسکری کسی وقت بھی حکومت کے قابو میں نہیں آئے ، بعض اوقات سرکاری ملازمت میں مبتلا ہونے کے باوجود ۔ ان میں سے کسی کو نہ ریڈیو پاکستان ایسا حلقہ ہنگوش بنا سکا اور نہ بعد میں کوئی رٹائرڈ گنڈا اہلی گومت میں لا سکا ۔ یہاں تک کہ ابھی تک اکادمی ادبیات بھی بیس کے سوا ، کسی اور کو بعد از سرگ قدر ششاسی نہ دے سکی ۔ لگتا ہے کہ دب کی دنیا میں ، سرکاری نقطہ نظر سے ، مرحومیں کو بھی غیر محفوظ نہیں سمجھا جاتا ۔

بودینر نے ”بدی کے پھول“ کے دباچے میں کہا تھا کہ ”شاعر کسی پارٹی کا نہیں ہوتا ۔ اس لیے کہ یوں تو وہ ایک عام آدمی انسان ہو کر رہ جائے گا۔“ زندگی کے کسی مرحلے میں ایک آدمی بہت کم کسی پارٹی سے تھوڑی بہت مشرور ہمدردی ہو سکتی ہے ۔ لیکن غیر مشروط غلام ، کسی سیاسی ، ہم سیاسی جماعت کی ہو یا برقیانی وسائل کی ، کسی ادیب کے شاہانہ شان ہیں ۔ وہ جو پہلے سے ایک ایسے معاشرتی نظام کی سبیری کے حالات حد و حد میں مصروف ہوتا ہے جو اس کے چوگرد محیط ہے ، اور جس میں رہتے ہوئے اس کا دائمی مصیب یہ ہے کہ اس معاشرتی نظام سے اسے عمل کی مدد سے باہر اٹھے ، اور باہر کی دنیا کا سفر سب کو دکھایا دے ۔ اکبر کے ”امہ نامہ اخبار اودہ پنج“ کا ایک شعر ہے :

کی سیر دو عالم اک نفس میں

پھر دیکھیے تو اسی نفس میں

افعال نے اسے آپ کو قافلہ ہمارا کا ”طائر پریش رس“ کہا ہے جس سے حلیہ نفس میں رہتے ہوئے ایسا پیغام نشر کر دیا ہو ، کسی قسم کے بشریاتی ارمیاں وسیلے کے بغیر ۔ تاہم جب مولانا عبد علی جوہر نے انہیں ہی حلیوں سے نکل کر سیاست کے میدانِ عمل میں آفرینے کی دعوت دی تو قافلہ نے جواب دیا کہ ”لہائی“ میں تو قوال ہوں ، گاتا ہوں کہ آپ کو وعدہ میں لاؤں ، اگر میں بھی وعدہ میں آ گیا تو پھر توالی کہسے ہوگی ؟“

نویک ہے کہ قافلہ نے تھوڑا بہت رابطہ اہل سیاست سے بھی رکھا اور مسلم قومیت کے سلسلے میں بقول خود ”فکر و دانش کا درجہ“ بھی انجام دیا ۔

ہے ، تب بھی نہ کسی نہ کسی فارمولائی ترکیب کے تحت وجود میں آئی ہیں ، اور ان میں زیادہ سے زیادہ ، ادیب کی فراست کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے تا ایک چالاک نسخہ کی ہنرمدی ان میں تھوڑی بہت طاہری کشش پیدا کر رہی ہے جیسے فی ۔ وی کے ڈراموں میں ۔

میعانی محروروں سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کہ مہجعتہ اہی سون پر پہنچ چکے ہوں اور اب دوسروں کو وہاں تک لے جانا چاہیے ہوں ۔ تبلیغ یا پرچار ، آزادی کا ہو یا استعمار کا ، اس وقت تک کارگر ہیں ہو سکتا جب تک اس میں انسانی مجرے کی ناسک نوٹیاں اور شک و شبہ کی ہچکچاہٹیں شامل ہیں ہوئیں ۔ اس لیے ادیب نہ کسی حتمی بات کو قبول کرتا ہے اور نہ یقین کی اس سیرل تک پہنچنا چاہتا ہے جس کے بعد راوی جیں لکھ دے ۔ حرمی کے حادانی قسمی لیسک لے نکھا ہے :

”میں تو اس قاعدہ پر قلم اٹھ کے سوچتا ہوں ، اگر آخر کار میرے حالات مجھے مطمئن کر دیں تو میں قاعدہ کے پرزے کو جاک کر دیتا ہوں ۔ ورنہ اسے جہیے کو بھیج دیتا ہوں ۔“

سیاحت کی دنیا محدود اور ہسکاسی سعادت کی دنیا ہے ۔ اس لیے یہاں جو بھی دھسے ہوئے ہیں ، حتمی اور اٹل ہوئے ہیں کہ حادی میں ہیں کچھ ہو سکتا ہے ۔ اس سے پہلے وہ اس کے معہ ہراہیکڈ ہی ہراہیکڈ ، تبلیغ اور مسح کی مدد سے ہر و دانش کی کمی پورا کرنے کی کدش کی حافی ہے ۔ اس کے لیے ادیبوں کی ضرورت ہوتی ہے ، اور ادیب بھی کسی نہ کسی پہانے ، اذوں اور ریلی حدس سے لے کر عصری شعور کی نمائندگی تک ، اس کارہ خبر میں شامل ہو جاتے ہیں ۔ آپ ، اگست کے موضوع پر لکھی ہوئی ن کس لفظوں میں سے جو سرکاری رہنوں میں شائع ہوئیں کوئی ایک آٹھا لکھے تو معلوم ہوگا کہ طرف ہر کا سال ہے ، ، اب کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا ۔ اس کے معانی میں بھس کا ’اع ۔ ع آحالا‘ رہ کر دھیسے نو فارمولائی ترکیب او بعدی تشکیل کا فرق محسوس ۔ ۱۲ ، سکا ہے ۔ اس طرح ۱۹۶۵ء کے مکتبہ نر وی نہ دیکھے جس کی درجہ اولی سٹیسی لکھے تو لوگ سمجھ گئے وہ کہ آتہ کوئی نئی جنگ ہمارے سروں ، مسئلہ ہوئے والی ہے یا کوئی ، مارشر راہ تک چکا ہے ۔

دوست ہے کہ ایسے ترانے لکھے والوں نے اور ان سے بھی زیادہ ان کے
گائے و لڑے اور گائے والیوں نے ، کسی نہ کسی سطح پر اپنا ہنگامی مریضہ
عام دیا ہے نیکی اسے ادب کا کردار اہم دیا ہے کہہ سکتے اس سے کہ
سنگ یا مارشل لاء کے سلسلے میں ادب کا کردار یہاں تک محدود نہیں کہ اپنی
قوم کا حوصلہ بڑھایا جائے یا جو کچھ بھی ہماری مرضی کے منہ ہو ، ہاں اسے اس
پر احسان کا طہار کیا جائے ۔ یہ عام ہے آپ کے ایک بار اہم دے دیا ، اب
ہی آگ کب تک الٹنے دیں گے ؟ کون نہ اسے شعور بند کرے کی کوشش
ہو جو اس قسم کے ہنگامی حالات کو پیدا کرنے سے پہلے روک سکے ؟ اسے نہیں
ہو سکتا ہے کہ ادب ، رکاوٹ ہے بیدار ہو کر کسی وقتی سرے میں
شام کو بے حکیم ، مسلسل بد رستے ، اجتماعی بیداری کی نشوونما میں حصہ
لیا رہے ۔ عصری شعور میں جب تک ہیں لاقواسی شعور شامل ہیں ہوتا ،
نویس حادثات بھی عامی پس منظر کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے اور دونوں میں
جب تک تبدیلی اور تاریخی شعور ہوسکتا ہے ہوتا اس وقت تک ضرور حال
بہتر ہو سکتا ہے ۔ محدود سیاسی مفادات کی سطح پر ، جس کی مدد سے
ادب تخلیق نہیں کیا جا سکتا ، تبلیغ و نفی سے جاری رکھی جا سکتی ہے ۔

آج کل سب سے پرچار ناچیں انداز ، بے تفریق اور سرور سے ہندوستان
کے جہت سے اردو ادیبوں نے اپنا رکھا ہے ۔ اس سلسلے میں سب سے ایک علی سردار
جمہوری ، پندرہ ہاتھ شک ، ام لال ، ڈاکٹر محمد حسن ، نثار عظم ، راسی
مقصود رضا و کئی دوسرے لکھے وہاں کے بندوں بشر ہو چکے ہیں ۔ ان
سب کا پیغام یہ ہے — ہا کشت کو ، ہلال کو ، کشمیر کے دہشت گردوں
اور مذہبی حوصلوں کی پشت پناہی نہیں کرو ، مجھے ہشت پر ہی و حیر ہم
کا کہنے ہیں اور چاہیں وہی نہ کتنی کر سکتے ہیں ، جگر سول یہ ہے کہ
کشمیر میں جس لوگوں کے بھی آواز کا یہ حد بند کرے وہ جو کچھ ہو ہیں ،
اس کا حصہ کوں کرے ؟ کشمیر کے عوام ، کشمیر کی عدالت ؟ بھائی صبا
بھائی ۔ نثار ؟ کیا اردو کے میں ، میں نہیں مجھس ۔ دیوتا کی سرکاری آواز کو
میں صبر کی حد ہے ؟ قصہ دراز ہے کہ وہی کشمیر میں وہ بے راہ و اوقات
کو نظر انداز کر دیا جائے ؟

انتظار میں صاحب کیر نامہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف وہ کے رہے

کا کہا تھا ”بولو ، با ہنر ، تم بھی تو کچھ بولو۔“ اور اب کہ جس وقت پورا کشمیر بولے لگا تو اے آئی آر کی اردو سروس بہ ہر پار کرتی ہے کہ ان کی نہ سو ، بھارت سرکار کی آنکھ کے پارے اردو ادیبوں کی بات سو ۔ اورے بھائی ، اردو سروس کی آوار میں تو اس وقت کوئی ورں پیدا نہ گا جب کشمیر کے ادیبوں کی آراء تحریریں وہاں سے نشر ہوں گی ۔ بول تو کشمیر میں اردو ادیبوں کی کمی ہیں لیکن اے آئی آر کے درمیں ان کی اور یہ تک پہنچے ہیں باقی ، سنک ریڈیو پاکستان کے درمیں بھی ہیں ۔

بیدی کا نام صرف بدوساں میں لکھا جا سکتا تھا ور سے صرف بیدی ہی لکھ سکتا تھا ، لیکن احمد الاٹاں کی ہنگ ایسی نظم ہے جو نہیں بھی لکھی جا سکتی تھی ور کوئی بھی شاعر ، کہہ دیکھ پاکستان میں اے لکھ سکتا تھا ۔ لیکن حیرت کی ، اب ہے نہ بھی صرف حیرت لایمان سے ور وہ بھی بدوساں میں پیش کر ۔ ”سیرۂ بنگامہ“ میں بہت سربص ہے جس کا علاج کسی کے پاس ہیں اس سے کہ اب معاف کسی کسی حرف کے حاسب در ہو چکے ہیں :

مریض واثوں کو چلاتا ہے ، مرے اندر
اسیرِ وحشی پرندہ ہے اک ، نکالو اے
نکو گر نہ ہے یہ ، مس دم سے ، حائف ہے
ستمِ رمیدہ ہے ، مظلوم ہے ، بچا لو اسے
مریض چپختا ہے ، درد سے گراہتا ہے
بہ ویتام کھی ، ڈوسیک کھی کشمیر

اگر یہ وحشی پرندہ صرف ویساں ور ڈوسیک کا نام ہے کر چھتا ، ممکن ہے اس کے خالق کہ اس اعداء میں تو یہ شری کا خطاب ہی مل جاتا لیکن وہ تو ہمے وقت کے مصائب آہ و فغاں میں کشمیر کا یہ بھی بت ہے ، جو تک اسامی نعرہ حیرت کے جو پر بنگ جاری ہے ۔ حیرت لایمان کی نظم کوئی بیدی ہی دیسی ، صرف شان میں گری سے ور سے کی معصیت ہی ہے ۔ پھر بھی ان بات میں تسماعی لفظوں سے چر ہے جس کی بارے میں کہی کمی ہیں ۔ پاکستان کے شاعروں نے نظموں پر نظمیں کشمیر کے بارے میں لکھی ہیں ، کچھ بڑے معروف شعراء اس دھرم میں شامل ہیں ۔ معصیت بات ہے

کہ انھوں نے دنیا کے ہر حصے میں ظلم کے خلاف اٹھنے والی آواز سے آواز ملانی ہے ماسوا کشمیر کے اور امر کے بعد افغانستان کے۔ کشمیر کی تاریخ کے نشیب و فراز تو پھر بھی نرا کتر حساس کے ساتھ مرحوم احمد شمع کی نظموں میں موجود ہیں لیکن افغانستان کے بارے میں اردو ادب تقریباً خاموش رہا ہے حالانکہ اب تو ماہنامہ "موویٹ لٹریچر" تک میں جسے اسے چھپے لگے ہیں جن میں عابدیں کو عابدیں کہا جاتا ہے، دہشت پسند اور مہیسی حوی ہیں کہا جاتا ہے، ہلکے روسی سپاہیوں کو بے فوجی کھنڈروں، حار بوہیوں اور سیاسی فیصلے کرے وائوں پر تنقید کرے ہوئے دکھایا جاتا ہے، اور شرمیلی کے ساتھ وطن واپس جانے ہوئے۔

ممکن ہے ہماری خاموشی کی یہ توجہ کی جائے کہ اپنے وطن میں مسائل کی کون سی کس ہے اور نہ بھی کہہ جائے کہ جسے مسائل پر لکھنے کا وہ ادب ہیں۔ چند ایک کو شاید خدوہشی کا الزام بھی قبول نہ ہو اور وہ ایسی عبرتوں کا حوالہ دیں جو دعائی اور میں لکھی گئیں۔ سکر ایک تو کشمیر کی طرح، وہ مسائل کی صورت حال کو بھی، اصولی وصی سے جدا نہیں کیا جاسکتا دوسرے جسے مسائل پر کچھ نہ لکھنے کی پابندی صرف کشمیر اور افغانستان کی حد تک کون ہو؟ پھر جو باب، ادب کو حملہ عالم کے حوالہ و غور سے پاک رکھتا چاہیے ہیں۔ ان کی منطق کے مطابق تو اپنے یہاں کی صورت حال پر بھی کچھ لکھنے کا حق رہا ہو سکتا تھا۔ مول بہ نہیں کہ عبرتیں حیات سے دور رہ کر اب کی حد تک ممکن بھی ہے یا نہیں۔ یہ ملاں ملاں عبرتیں پر ہمارے ادیبوں کو لکھنا چاہیے تھا اور انھوں نے نہیں لکھا، لہذا ان پر کوئی فرد جرم لگی چاہیے۔ "چاہیے" کا لفظ نقد ادب کے مجموعات میں شامل ہے اس لیے کہ جس سے ادبی فہم کا آغاز ہوتا ہے جو حملہ حکومتوں کی ادبی پالیسی کا نقطہ اشراک ہے۔ ہماری دلچسپی اس باب سے ہے کہ ہمارے ادب میں اس عبرت حیات سے کوئی دخل نہیں پایا تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کیا ہمارا اجماعی تصور حیات کا حد تک وسیع نہیں یا ہم اپنے عبرتیں حیات کو ایسی شخصیت میں جذب ہیں کر ہائے؟ آخر کونسی وجہ تو ہوگی کہ ایک طرف ہمارے ادب زندگی سے ہٹا کر دوسری طرف ہمارا مفاد ادب سے ہٹا کر ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں متضاد کیفیات کا آپس میں کچھ رہتا ہے۔ کسی

ابھی ادیب سے پوچھا جائے کہ عصر حاضر میں ادب کس قسم کا کردار ادا دے تو غالب اکثریت کا بک لفظی جواب ہوگا، کمٹ منٹ۔ یعنی ہمارے ادب کی کمٹ منٹ اہل زمانے کے ساتھ ہے۔ لیکر ہمارا زمانہ کیا ہے اور اس کے ساتھ کمٹ منٹ کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ تو مولانا حالی بھی فرماتے ہیں، چلو تم ادھر کو ہوا ہو حدھر کی۔ گوہ مرغِ باد تابی جاؤ۔ یہ تو کوئی کردار نہ ہو۔ مگر لیجئے کہ ہم تو اس میں کوئی عمل ہے کسی طرح کا ادا دانی صادر۔ موسم کا بک میکانیکی کھیل ہے جو اب سے زیادہ محکمہ موسمیات سے تعلق رکھتا ہے۔ درست ہے کہ صدق و دار ڈالو ایک موسم ہوتا ہے اور حدیث ہزار کا پور پور دیکھ کے مجھے یہ دوسرے موسم بک بک ہیں ہونے، پھرے ہوتے۔ شب صبر وہ۔ پور بک پور بک ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کمٹ منٹ ڈالو مصنفوں سے کہ زمانے کے ساتھ ہوں ہے اور زمانے کے برعکس ہوں۔ عصر حاضر کے شعور سے ہوتا ہے اور عصر حاضر کے شعور سے متصادم بھی۔

پھر زمانہ بنے عبور و دور کا بھی ہے اور بنی برسات کا بھی۔ لیکن ہمیں کہہ دینا ہے کہ وہاں کی خارجہ دنیا، لیکن ہمیں کہہ دینا ہے کہ وہاں کی داخلی دنیا، عمومی خصوصیات کا بھی ہے اور شخصی خصوصیات کا بھی۔ اس طرح کے مسائل سے دوسری طرح کے مسائل میں بک بک ہے۔ وہاں سے کہہ دوں کہ حد کر کے دیکھنا بھی ہوتا ہے۔ جسے میں اب کا کہہ رہا ہوں وہ ہو سکتا۔ ہوں بھی کسی ڈرامائی کردار کا تصور کیجئے: ہیمنٹ یا گندم۔ اب ہم بھر ادا کار میں کردار کہہ دیا کرتے گا۔ ہے ایک موضوع، ایک موضوع۔ اور ہر گز وہ ایک تشبیہی، یعنی وہ کسی نہ کسی طرح ابھی شخصیت کا مکمل اظہار بھی کرتے اور کسی نہ کسی طرح ایک عمومی شخصیت میں شام بھی رہے۔

اسی طرح عصر حاضر میں ادب کا کردار بھی بک ادھر کردار ہے کہ عصری شعور کی نمائندگی بھی کرتے اور عصری شعور کے مبالغے میں بھی نہیں شامل ہے جو عدلی نہ ہوتے ہائے۔ ظاہر ہے کہ یہاں ڈالو مصنف ہے۔ اور کس کا حوصلہ ہے کہ محبتی میں کار کے ہوا دووں برابر کی دووں کو سورا کو سکے؟ ظاہر حد بشر سے باہر کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اربع الباقیت

میں ادب کے کردار کی انجام دہی کبھی آسان نہیں رہی۔ سہل پسندوں کے سہولت کے راستے بھی نکالنے ہیں اور مقبول عام ادیبوں میں یہ قدر مشترک ہانی جاتی ہے کہ وہ یا تو دھڑے کردار کو اکھڑا بنا کر اپنے لیے اور اپنے معاشرے کے لیے آسانیاں پیدا کر لیتے ہیں، یا پھر دھڑے کردار کو بیک وقت ادا کرنے کی بجائے باری باری ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی تھوڑی دیر کے لیے یہ انداز دیکھ لیجیے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی

”سادہ سواری“ میں ایک حکم فلڈیئر نے ادب کی دو جہاں کو زبان و بیان کا المیہ بنا کر پیش کیا ہے :

”ان ہلکے بڑھی ہوئی دیکھنے کی طرح ہے جس پر ہم ایسی دھبی دالتے ہیں جنہیں سن کر ہالو ناچنے لگیں، جب کہ وہ ہر اعظم ستاروں کا دل موم کرنے کو قرضتے ہیں۔“

ان دونوں مثالیں سن کر ہم دھبی جہاں کی قدر لہجوں کر بدلتے ”اور ہالو“ کے ساتھ ساتھ اسے جسے قبول عام کہتے ہیں۔ بڑھی ہوئی دیکھنے والے وسائل جہاں کی محدود صورت ہے جس پر کوئی بھی بھج سکتی ہے تو سہیہ افسانوں اور مسیح شدہ۔ اب کا کردار یہ ہے کہ وہ بڑھی ہوئی دیکھنے کو تھوڑے سے ”سادہ سواری“ قدر کو دسے کی آرزو سے بھی دست بردار نہ ہو۔

معمولیت کا مسئلہ بھی ہے کہ معاصر مقبولیت حاصل کرنے کے لیے ہر حکم ہالو“ کے ساتھ ساتھ کھانی سادہ سے اور قومیت کی دشمنی کے لیے آرزو بھی کی جاتی ہے۔ لیکن یہ سادہ کھیل کے حد خطرناک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ضروری۔ مشکل کے وقت ادب سے بھی سادہ کا سامنا ہے کہ وہ جتنی عدم محبت کی آواز میں محض نا احساس پیدا کرے۔ ادب کی اپنی مصیبت یہ ہے کہ اس کی بڑھی آرزو جس ہے لیکن وہ یہ فریبہ، نارنج اور تہمت کو درمیان میں ڈالنے سے اجتناب نہیں دے سکتا۔ ہر دور کا ادب ایک اپنی کلاسک محقق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن کوئی بھی اپنی کلاسک، نئی نہیں ہو اور کلاسک بھی ہو۔ یہ نام نہاد شکل ہے، کیونکہ کلاسک کہتے ہیں اس ادب کو ہیں جو ہر دور میں نیا معلوم ہو۔

خاتمہ: قلام کے عور اور میر کے آخری دیوں سے ایک نرل کے چند شعرا ملاحظہ ہوں :

وہ ہے غش و درد ، دو دو پہر تک
 سر زخم پہنچا ہے شاید جگر تک
 ہونے ہیں حواس اور ہوش و حرد ، کہ
 خبر کچھ تو آئی ہے اس بے خبر تک
 قیاس ہے مشتاق لوگوں کی کثرت
 پہچا ہے شکل ہمیں اس کے در تک
 کہاں تک اسے سوئے مارا کروں میں
 نہ پہچا مرا ہاتھ اس کی کمر تک
 بار آئی ، ہر ایک بتی بھی گل کی
 نہ آئی اسیران بے بال و پر تک
 جت میر بھر ہم جہاں میں رہیں گے
 اگر وہ گئے آج شب کی سحر تک

اس غزل کو آج کی صبح تھک چکی ہیں ، پورے ارکھ کے ساتھ ، بار بار
 پڑھنے کے بعد ، یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس بیت اور اب اس قدر بڑی حد تک
 باہم مربوط ہے ، اور اب انہیں نے کہی کو چھو کر ہی ایک مشروط پیش گوئی
 سے زیادہ کیا کر سکتا ہے ؟ لیکن یہ پیش گوئی کسی بڑی ہے اور شرم
 کنفی چھوٹی :

اگر وہ گئے آج شب کی سحر تک

شعبه اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ (نویں کمپس جام شورو)

شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ

تحقیق

۴۲ صفحات پر مشتمل ۱۹۹۰ء میں اس کا بیوقوف شمار ہو گیا ہے

۔ جو فی شمارہ کے مقالات ۔

[illegible]

مجلس تہذیبی - * * * * *
را اظہار کیا۔

[illegible]

نامہ و تصدیق قلم و دستخط

ملاحظات: ۱- در صورتی که در هر یک از این موارد، تغییراتی در روش کار یا در مواد مصرفی، مشاهده شود، باید در صورتجلسه، ذکر شود.

• $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

سازمان اسناد و کتابخانه ملی جمهوری اسلامی ایران

دانشور غزنگو

• مسکن
• مجتبیٰ نسیمی



۳۔ زمین و سماء سے تبلیغ

۴. و شطرنجی که در آن

[illegible]

شکل سے تین بیویوں تک ہم سب بھائی والد کے ساتھ قدر سے سکون سے رہے پھر اگست ۳۹ء کو
 مدینہ منورہ کا چارکب خضال ہو گیا اور ہم سب یوں بکھر گئے کہ کبھی کبھی یہاں نصیب نہ ہو سکا۔

پھر ۴۰ء میں اپنی چھوٹی بیوی کو بیوہ بوسیدہ حسین کے ساتھ رہنے کے لیے غازی پور لگا کر پٹنہ بھیج دیا
 گیا اور ۴۱ء میں میرزا داغدار خاں بیگم کو سب اسکی بیوی ہو گیا۔ وہیں سے ۴۲ء میں میرزا بایں کے
 یہاں پٹنہ سے کراچی بھیج دیا۔ کراچی میں داخل ہوا جہاں سے ۴۳ء میں کراچی میں تشریف لایا۔
 یہاں تک کہ قیام کے دوران ہی مجھے ۲۰ سالہ بیٹی سے بھرپور شادی ہوئی یہ متحدہ دراصل صحت میں

نقصان دہ کام نہیں تھا۔ کراچی کے بعد بدھن میں ایک ہی فیضان کے اور مقیم تھے اس زمانہ کے
 یہاں تک کہ ۴۵ء میں جیسے تھے تو میرے لئے سکونت گاہ کی ضرورت پڑی اور پٹنہ میں
 بزمی کے ان تینوں کے ساتھ ہی کراچی بھیج دیا۔ وہاں کچھ عرصہ تک رہے مگر خود انھیں خوش حالی
 سے نہیں تھی۔ تینوں کے ساتھ ساتھ میرزا حسین کو آج درمیان میں جیسے ہی شادی ہوئی وہ نہ صرف خوش
 حال تھا بلکہ ہمیں نہایت سستی بھی ہوئی تھی۔ بعد ازاں چھوٹی بیوی کے دونوں بھائی میرزا حسین اور میرزا
 محمد میرزا کا قیام بھی وہاں تھا۔ یہ سب بات سے شادی دیکھتے۔

دوبارہ کراچی ویرانی میں تھے۔ میرزا حسین عظیم ہوتے ہوئے شادی ہوئے تھے۔
 میرزا حسین کے ساتھ کراچی کے ایک صاحب سے شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۴۶ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔
 میرزا حسین کے ساتھ میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۴۷ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔
 میرزا حسین کے ساتھ میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۴۸ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔

غرض یہی تھا کہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۴۹ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔
 میرزا حسین کے ساتھ میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۵۰ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔
 میرزا حسین کے ساتھ میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ وہ کراچی میں میرزا حسین کے ساتھ
 آباد تھے۔ وہیں ۵۱ء میں میرزا حسین کے ساتھ شادی ہوئی۔ ان دنوں میں سب عظیم ہوتے تھے۔

پہنڈوں زیادہ فکیر کے علاوہ پنج سات مکمل اور نامکمل غریبوں کی فکیر۔ لیکن ان کی موتوں کی بوجھ میں چند اجابگے نکلا۔
 علی گڑھ شہر کی ہے، ڈاکٹر ولیم کاکر زہر ہے چنانچہ یہ سب نامت میں کھنسنہ اور کھنسنہ لوگوں کے علاوہ
 ۱۰۰ فکیر و غمخیز دیوہاٹ غروا اور ناقہ دوسا کا ایک قلعہ موجود تھا۔ یہی وہاں بدینا علی کے ستوں میں
 تھہر ہوئے اندوں، انجمن ترقی پسند مصنفین کے جسے جی مدنی سے جو کرتے تھے اس میں کہ میں ہی تھیں تو تھا
 بڑی جھبوس کی بھی نہ تھی یہاں سے جسے میں بہت ہی ایک نظر ڈالنا تھا۔ وہیں کی حسرت کی جس میں
 جرات رقتہ درمیں حسن جدائی بھی نہ تھی تھے غصہ تو قیاس کی بہت تھی کہ نہیں مودہ سے نہ ہو کر ہو کر
 ممدار دینا، اچھے فیوڈیٹریک کے ساتھ ۸۸ میں شامل کر لیا یہ میری پسندیدہ تھی پتہ کی مودہ۔
 علی گڑھ کے رہا۔ یہاں میں نے زیادہ کچھ نہیں لکھا، اعلیٰ قیام، خیر، دب کا مطالعہ کرنا اور
 شہر حقیقتہ۔ باقی وقت میں فکیر سمجھنے اور سولو وینٹ ڈیزائن کی مشغول رہا۔

۱۰۰ میں رجمن غنمی اس وقت جی سے کے طالب نمونے میں بطور تیار درجہ۔ یہاں میں مشرف
 ہو سکے تھے، انیسویں صدی کے دیوہاٹ کی طرف جہتوں کی وجہ سے کہ ان کا سبب انہوں
 نہیں چوٹا لیا، ان کی یہ بات میرے لئے کوئی تھی۔ یہاں بدینا علی کے ساتھیوں کی
 حوالہ شدہ و جب سے تن تک تیار اور خیر ہوئے۔ ۸۸ میں علی گڑھ سے جی میں یہ کہیں کہ جہت میں
 چنڈو، دو بارہ چنڈو میں میں جو وہاں سے تھی اور وہاں مقبول میں ہو میں میں یہ ساتھیوں میں چنڈو میں
 بار بار مر گئے تھے وہ کچھ ہے، موت بڑگان کرتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جب کہ جو بدینا ہے، اسے ساتھی
 وارن اور مدنی، قدر میں ۸۸ سے مدنی میں تھیں ہم محسوس تو کرتے تھے میں کہ حد و حد و حد کے
 سبب اور جو یہاں سے ان وہ غنمی سے کہ تھے علی گڑھ کی حد و حد سے علی گڑھ میں کہ تھے علی گڑھ
 ایک ایسی تحقیقی زبان کہ وہاں سے تھی جس میں اخلاقی استعارات، پیکر و پیکر میں جیسے حزم میں یہ کوئی
 آسان نہ تھے، اسے یہاں کی گزرتی گزرتی مطالعہ کر رہی تھی کہ میں بھی یہاں سے تھے۔
 اس بار میں قیام پتہ کی فریغ میں بھی یہ کوئی تھی کہ وہاں سے تھے۔
 خوش خلاق و مصنفہ مزاج نہ تھے وہ یہاں سے تھے، اس کے بہت دور میں تھے وہ یہاں سے تھے۔
 فکروں سے متعلق ہے، ان کے فکروں میں تھے کہ یہاں سے تھے کہ یہاں سے تھے کہ یہاں سے تھے۔
 یہاں اور یہاں سے تھے کہ یہاں سے تھے کہ یہاں سے تھے کہ یہاں سے تھے۔

جس کو جہاں جمنوا وہ کھو گیا بانہاں میں
ایک دنیا دیکھ کر لوٹا تو اب حیران ہوں
وقت ہی اقدت ایسا جس کو سب مہم بہت
میں بشپا ہوں کہ اپنی سست فحشی سے فحیم
میں میں طرح شور بھی نغمہ سنائی ہے
دیکھ نہیں ہو جس نے ترے دل کو آسنہ
گھر سے تیرا آفتاب کہ مایوسیوں میں آس
بہتی ہے سب سے پائو سے زنجیر غم فیر
مے کلام میں سب حرفیں سنگفت ہیں
عقیم ایک فقیر ہی بچی سب ورثے میں
کیوں دہا سی بات بد چھڑتی اور دوستار
ڈھنڈتا ہوں میں پریشاں ہو کے اس دورانی کو
یک یاد رہت فحشی کی یک گتھی ٹوٹے
لو لہ کون دیتا ہے صدا ٹھوڑا فحیم
خوش پہ جو سنوے گا اک نغمہ ہے گا
جب نہ فحشی کہ وہ اس درجہ مہر سا ہے نیم
بہ بیویوں کو کہ اک درد حادثہ نہ لگے
سہ تو ہیں میں فحشہ میں وہ یہ دیر صفیں
کھو گیا تو بچو بھی پانوں کی زنجیر ہے
یہ نہ عینیں ہو کہ فحش میں بھی تیری میں ہوں
مے سے ہر مہانے سب عینیں وہ یہ دور کی
جس سے فحشہ یہ سہ فحشہ یہ ہوا کہ دوست کا
پہرے سڑکوست گلے سے پتھر

ہی گیا اک وہم جس شخص کو اپنا کہا
کس بنا پر میں نے ایک قطعہ دنیا کہا
حرف کے پردے میں کس نے کیا کہا کیا کہا
کیسے کیسے مسخروں کو قہر و کتب کہا
فحشی نہ آتھکھ کھوں کہ دنیا دکھ فحشی ہے
کیا قیمت لگاہ شب و روم فحشی ہے
جینے کی جو سبیں تو سب کچھ ٹھجائی ہے
کس میں ہے تن زور کہ غم سے ہا فحشی ہے
شگفت گل بھی نیب واقعہ لگا سب کو
مے بھی نہ لگتی دنیا تو غشت سب کو
سہ اجوم ششما میں مہر نہ ہا مہر
جس نے وی فحشی بہ دہا "مہاں زندہ رہو"
سہ یہ دیوانوں کو بھلا کر یا تری میں جائے
"کیجیے کچھ کام یہاں کھدی بن جائے"
مگر جو راہ لگے گا رہز رہزے گا
مجھ کو کہے مے عیب کی فحش ہے گو
مگر بھی جسے کوئی غم تو واقعہ نہ لگے
یہ وہ کا دہ کبوں ہے سینہ دم سہ میں
در نہ ہر تے مگر دیا فحشی دشت کے آواز میں
حسب سے لوٹا ہوں مسخرے کیچہ تیرے پاس ہوں
راہ پر وہ مہر ہے ان کے مہر سہ اٹھتا رہ
یہی جھٹ گرتی رہی اس کامکاں بھٹ رہا
تم سے بچرے تو ٹھہر گیا کب

نہ نے گھوڑے مجھے پایا کیا کیا
 دل و سبب کہاں کیا کیا
 وادی فن میں کچھ تو بوجھاؤ
 کچھ تو سبب میں دیکھو بوجھاؤ

خود صبر ہو کر سترے کر چلے
 اپنے خوراک کا غور نہ کر چلے

سربستے قدم تو ہو کی ۔ یہ ہے

سب سے قدیر شہدہ ۔ یہ ہے

تو خفا نہ خفا کی ۔ یہ ہے

نار و انتہا ۔ یہ ہے

بہار و زلف مریم ۔ یہ ہے

وہ ۔ یہ ہے

مہربان ۔ یہ ہے

قصہ و چمن ۔ یہ ہے

تو مہربان ۔ یہ ہے

کوئی عقیدہ ۔ یہ ہے

کی سب سے ۔ یہ ہے

نہ خواہ ۔ یہ ہے

تو میں کھوں کھدے ۔ یہ ہے

مگر ۔ یہ ہے

بزم و سرور ۔ یہ ہے

دکڑن و سرور ۔ یہ ہے

حکم وقت پر ۔ یہ ہے

مجھ کو خدا کہتا تو یہ بھی کہتا
 سب نے جہاں چکے تھے حق

اللہ سے پہلے کہ وقت ہو جاؤ

میر و پندار کی بیوی سے نکلا

کچھ ۔ یہ ہے

حسن کا دربار بھی ۔ یہ ہے

جاری ہے حکمرانوں پر ۔ یہ ہے

سب سے حسین ملک ۔ یہ ہے

تبھی میں جسک خدا کا نور ہے

یہ بھی حرف نہ کہتا تو حق نہ ہے

ایکے کہنے سے لوگ مکران میں

موجود ملک سے بھیجے ۔ یہ ہے

کوئی قدرت تو کون جس کوں

بات شبہ میرا سی کی فن کے

وہ نہ کام کوئی ۔ یہ ہے

کی وہ آگ کہ دیو و دد بھی چلے

پڑی وہ دھپ کہ سب رنگ بڑھے

ہر ایک فن کی بنا ۔ یہ ہے

سے بناؤں کہ وحشت کا فائدہ

یہ بھڑانے کہا تھا کہ جھوٹا

میں انک جاؤں گا تہی جستجو میں

بہار و شمع ہے ۔ یہ ہے

اتنی بات تو فریاد کی قسمت

ہو جہنم

یہ جلیں کہ بجھیں آفتاب آئے گا
 نہ ستم کو اٹھائے گا جو نہ فیض
 نشان فتح کسی دن ہوا میں لہرانا
 نہ پست قدم ہے نہ کوئی بلند قامت ہے
 چاہا تھا میر کے پیچھے سخن کی دادی میں
 پس کے دوست بھی نکلے بس طر حسی
 یہی ایک فی میں بدو ہم سب ہی ایک گریبوں سا
 تو ہزار تجھ سے ایک محبت میں ہزار تجھ سے جلا جوں
 کئی این فک میں قید ہوں بھی تو کھنکھائی نہایت
 کیا نہ اب عشق کا یہ منصب ہے بھی نہیں
 مگر حسی تھی گی شکر دہاں کی صورت
 وہ ایسا ہستی کہ قافلے کی جان ہے
 کس جوتے سے جوتے بھرت ہے
 پہلے پہل کا صف میں بھی کفایت رہتی تھی سن
 سونے میں جو دمک ہے وہی اس کی آبرو
 آنا ہے وقت شام جو پہلے کی سمت سے
 غلوں کا حسن خواب کے لمبے میں گفتگو
 میرت وہ کو جس نے جلا یا تھا لے نیت
 وہ علم نہ تو سخن کو وقر دیتا ہے
 یہ کون دل میں جلاتا ہے آتش اُمید
 میں اس اذیت سے کم تر ہوں درج میں حسن
 کچھ سخن فہم کچھ سیاسی ہے
 یہ ہے شعروں میں بس گئی آخر

یقین کرو نہ کرو انقلاب آئے گا
 وہ شہ سوار بہم راہ کاب آئے گا
 شان خواب کوئی مرد خواب آئے گا
 نگاہ شعر میں ہر لفظ اک علامت ہے
 اسی کی خاک لوازی مری امامت ہے
 وہ اپنی آنا میں لے قاعدہ ہوا سو ہوا
 تجھے اس جسم میں ہا سکا تو کسی قدر میں نہ درگا
 کبھی درد میں ہے جگاؤں کا کبھی نید میں سا درگا
 تو گلاب بن گئے تھے یہ جب میں جھکے اپنے میں لگا
 شاہ شمس و قدان افسر بالا بھی نہیں
 کام آکچھ شعلہ مکالم سے نکالا بھی نہیں
 اس کا شعلہ سری میں عہد کی پہچان ہے
 صوفیوں کی میں قوت نکل رفتوں کی شان ہے
 اب تو میں ہوں اور شہادت کا قوی مکان ہے
 یہ حق میں جو چمک ہے وہی اس کی گند ہے
 اک اس ماہتاب جو بوتل میں بند ہے
 دوہر کا حسن پیار کے لمبے میں پند ہے
 وہ نہر میر سے شعر میں اب جو قن ہے
 وہ درخشش جو فن کو نکھار دیتا ہے
 وہ بال فکر کو سر سے اتار دیتا ہے
 جو دھوب بہ کے سحر کو پیار دیتا ہے
 اپنا محبوب ولی باسی ہے
 اس کی آنکھوں میں تو باسی ہے

ہم گئے جس نحر کے سلسلے میں
 اس کے گرنے کا احتمال ہوا
 بسے وحشت تھی کھل کر دنیا سے
 کچھ بھی دھن نہ حسب حال ہو
 جس تعلق پہ فخر تھا کچھ کو
 وہ تعلق بھی اک وہاں ہوا
 دفتر شریں کیا نس و قید کی تمیز
 نام و نجی ہے نہیں تازہ خیال و ایمان
 تیری تصویر چھپی جب تو مجھے حرم ہوا
 کتنا عجیب ترس جب سے والوں کو مراد
 زور و ممکن ہے اس قدر زور و ممکن نہیں
 اسے نہ ممکن ہے اس قدر زور و ممکن نہیں
 ہائے گریہ ہیں اندک کی غم دنیا
 چھوڑ کے قید سے پردوں کو لاد کر کیسے چم
 کچھ دنیا کی باس کچھ بے تاحس میں نہیں
 ہر سر میں ہے حیرت ہے ہر سر میں ہے
 حق بھی ہے تو یوں وارث سوز حسین
 مجھ میں کیسے دی چہ در میں یہ کتنے دور
 تو بھی مدد گاہ سے نہ دیکھ
 علم کتنا ہے گراں راج کی قیمت یہ ہے
 کوئی بازار میں ہر روز بکے تو دیکھ
 یہ رکھ دیتا وہ کس تاج و شے جیسے
 کہ نہیں میں کا کرم خاک و سر ہے دیا
 یہ دشمن تھا کہ ہر خوب کو یہ مال کب
 اور سب چھین لیا زینا تو کئے دیا
 کب مائل تھے رہنے کے جو دینے حسن
 قہین کر ذہن رہ کا سر سر سے دیا
 میرے کام کی دھماکے شب و روز بند
 میں سمجھتا تھا جسے کب فہم در بہ دوست
 عزم ہوا دینی تو برا غصہ بھی
 وہ شخص جس کو یحییٰ ہیں سینکڑوں ہزار
 میں جی روت میں میں کو برس جکا ات
 میں غل کا حرف مگر انتہی کا خوب ہوا
 اپنی صاحب رو داد کے کیسے نہ ہو
 میں جو ہوا کی قرح پھر بھید ہوں دست پر
 آگے آگے یا آگے آگے میں مدد دے رہا ہوں

کہ تھکے کے ٹھٹھے سے بچے میں حسن میں دھندلے
 اب حریف غزل نوکیل سنیں سو بڑوں ہے
 تھکے کوئی بھی کہ حسن میں خوبی ہے
 یہ وہ کشت ترزا تھا جس کی پاش پاش کی
 سامنے جو بھی روپ بھار میں نے جو بھی کوئی
 یہ بنا کہ بھی ستارے نہایت خوش
 رکھے کہ تو بہت سے میں رکھ لیا
 اپنا چوک بوند بنا کر دست ط
 موتمر سب سے یہ کہی نہ گیا
 کیسی کہی رت میں کیا کاروں چرخ
 دشت سب سے ذمہ میں وہ بھی تھا بھی
 تازیانہ قتل کا وہ نے تاسکھ دین
 اس کے اس سے جسم کلیے اب ساگوثر قیوم
 بچے بھی اب کسی کوہ پر گنوا دیتا
 پت چلایا یہ ہوا اور کوثر ٹپٹے پر
 کچھ خط و دست میں تھا کچھ کتاب نمبر
 سنا کی چنی ہوئی عمری میں قدر بے کفایت تھی
 جب ہوا میں رقص کرتی جارتی تھی پت
 سے کا ہندیا اس سے کہوں کچھ درد و ف
 عجیب پیار سے میں نے حسن کہا تھا قیوم
 لکھڑا ہوا ہوں منار گیب و طوفان میں
 یہی سجوم جو بحر کو جھلانے آیا ہے
 یہ اپنا روز و شب ہوں آپ عالم تاب ہوں
 اب حریف غزل نوکیل سنیں سو بڑوں ہے
 تھکے کوئی بھی کہ حسن میں خوبی ہے
 یہ وہ کشت ترزا تھا جس کی پاش پاش کی
 سامنے جو بھی روپ بھار میں نے جو بھی کوئی
 یہ بنا کہ بھی ستارے نہایت خوش
 رکھے کہ تو بہت سے میں رکھ لیا
 اپنا چوک بوند بنا کر دست ط
 موتمر سب سے یہ کہی نہ گیا
 کیسی کہی رت میں کیا کاروں چرخ
 دشت سب سے ذمہ میں وہ بھی تھا بھی
 تازیانہ قتل کا وہ نے تاسکھ دین
 اس کے اس سے جسم کلیے اب ساگوثر قیوم
 بچے بھی اب کسی کوہ پر گنوا دیتا
 پت چلایا یہ ہوا اور کوثر ٹپٹے پر
 کچھ خط و دست میں تھا کچھ کتاب نمبر
 سنا کی چنی ہوئی عمری میں قدر بے کفایت تھی
 جب ہوا میں رقص کرتی جارتی تھی پت
 سے کا ہندیا اس سے کہوں کچھ درد و ف
 عجیب پیار سے میں نے حسن کہا تھا قیوم
 لکھڑا ہوا ہوں منار گیب و طوفان میں
 یہی سجوم جو بحر کو جھلانے آیا ہے

ایک دریا پار کر کے لگی ہوں جس کے پاس _____ ایک صوا کے سوا دریاں کوئی سمیٹیں
 شہر ماہ لیے آسمان سے اتر رہے _____ جدھر بھی جاؤں وہی دل فزا پہنچے
 جو تم ملو تو دنیا ہے آتش روچیں _____ ملو تو یہ دنیا سرب و محراب
 نہ گنہ نہ عذبت نہ زکر نہ سببِ جہاں _____ سرب دریاں عجب شخص کے جوتے
 گندمی جسے گی نہ تہ نہ طہ بھی نہ _____ حیات خواہی عمر وہی اٹھوئی نہ نہ
 ایک دنیا میں اپنے اندر ہوں _____ اس افسانہ کی نصیب سے بہرہ
 حاصل مد سفر ہے بے لابی _____ پہلے دریا تھا اب سمندر ہوں
 خس کی مانند بے قلابے بس _____ ہر پلاسے میکسے بے طر ہوں
 سرے پالک لہو ٹپکتا ہے _____ آپ اپنی انا کا منظر ہوں
 ہر عبرت ہے یہ جہنم میرا _____ اگلے وقتوں کا میں پتہ نہ
 رتک آتی تھا میں حلت نہ تھی _____ اس زمانے میں سب سے تڑپ ہوں
 شہر کے تہ سے کچھ سزا دل رہ جائے گا _____ جتنا کھوسے ت گناہ نور ہو جائے گا
 جتنا ہوں بے گناہ میں دنیا کی آگ میں _____ اب کے حیات بگڑا دنیا میں اور نہ بگ
 جس نے بھگونا عشق کو تفریح خوش رہا _____ بھگدہ ہو کے ہر تو سبیت کو بھی ہے
 ک کوہ سر بلند پہ تنہا کھدا تو پھول _____ سورج سے دو نہ آنکھ نہ اسے تو کیا کرے
 کیا خبر تجھ کو جو بخش تہ ہے ترے _____ کتنے قدموں کے نشاں خاک میں نہ بہت ہیں
 اپنے ہی رُت سے بند ہوئے راستہ نور _____ پیدل کی ایک چوٹ سے ہے چر ہو گئے
 شہر اپنے پاس تھے کاغذ کے روپ میں _____ ہر شہر نے جب چھوڑا تو زرد مال ہو گئے
 سیر فلک سے خوش کی گردن بڑھی تو ہے _____ تھکے گئے تھے باور میں پر کھوئے تھکے
 ہر کو بھی بگڑا سوتے ہشت ہے چہ _____ ہم خاک ہو چکے ہیں گلی میں پڑے پڑے
 یہ کامات ہی میں کی ت کو دور کیا _____ میں ایک گنج میں اٹھوئی راکے جھٹ موں
 یہ جس کی کھج میں سب کچھ نہ تے کہ حق _____ تی کو خوش جوں میں گنہ گارے سیفی موں
 دو تو لشکرِ سلطان سے قہر کے میڈاں میں _____ دسے مجلسِ خواہاں میں اور نظم

خوار کوہ سے آواز دو تو آؤں بھی
 بدن کے بھیس میں اتار ہوں دنیہ میں
 میں بھی ایک صفت ہے شباب: تب میں
 نہو گے کیسے حسن خود کو دفنِ تیزی
 جبرِ شہی کا حرفِ بغاوت علاج ہے
 آئے تو نہ زہرِ عشق میں سب زہرِ حقہ ٹھکے
 کبرِ دلبِ لبِ کثرت کی قیمت ہے بھی نو
 قبل کی نوا سے مشرف ہے گو نغمہ
 جو شہد کا خون کو ساتھ سے کرنا شہدِ لبِ لبِ لب
 ہر رہو ہے، لیکن ہے وحیٰ شین میں آئی کو
 غم نہیں سنیں، مگر جو شہد ہے دہش
 کیا شہدِ کبریٰ کوئی صورتِ منت میں حسن
 جو ایک یاد کی نسبت میں سے ہے رہا
 غنی مسکوں میں غم ہے جرات ہے وقت ہے
 تیکے تمام چن کے بیانیں ٹری چلیں
 پتہ بنوں کے دوست میں سورج بھی چاند بھی
 بہا پہ ایک بھی ٹیلا نظر آتا تھا
 کتے ہیں یہ تو باجھوں کے بل چلے ہوں
 نہ سے بھولتے تو موت کی صدا بھول گئے
 پتے پتے کی رہی موجِ صبا تیری
 بانو سے گئے گھرِ کشت یہ غریب وطن
 ہر بہو روئے میں رسوں تو کھلی زلفِ خیر
 لگے ہیں دیکھ لیتی ہیں تیرا میں درد کے پتے

میں ہر مہم میں طلب کی شکستہ پا ٹھہرا
 تمہیں بتاؤں میں تمہے کہاں جدا ٹھہرا
 یہ شب میں وہی شہدِ لبِ لبِ لب
 تمہارا ساک شہیدوں سے سلسلہ ٹھہرا
 اپنا ازل سے ایک مبینی مزاج ہے
 اب ت غری کی جانِ رگِ احتجاج ہے
 اس دفترِ نو میں سبھی اندراج ہے
 اردو کے صرپ میر کو غزلوں کا تاج ہے
 سمندروں سے سوا ہے گہرا دہرِ بربت کیسے بڑا ہے
 جو کس کو قہرِ لب بھی جانے وہ ایک نیا کج تاج ہے
 دس کے سحر میں سواخوں کے بچو ہی کیا تھا
 برگِ صنی کے سوا اس میں دھرا ہی کیا تھا
 وصل اک تازہ گلستاں سے شہدِ لب ہے
 ایس نہیں کہ سچ کا مقدر ٹکست ہے
 ان جھڑیوں کے بعد سہانا درخت ہے
 حسنِ نعیم، بھی دھوپ سخت ہے
 وہاں سے لوگ اٹھ کر پہاڑ لائے ہیں
 مشابِ موجِ ترے ہم کنار آئے ہیں
 جس کو پڑھتے تھے دمِ شب وہ دعا بھول گئے
 بھول کب شاخ سے ہوتا ہے جدا بھول گئے
 اس کو سمجھو کہ ہم اپنے وطن آئے ہیں
 یوں رہا ناگ کو لہرانے کے فن آئے ہیں
 وہ جہرہ ڈوب جاتا ہے نعیم آنسو بہانے میں

کروں دفن کر مقل کا نام اونچا ہو _____ لہا دو خاک پہ لستے کو قبر رو کر کے
 جب تک شہر عشق ہے پاس جہاں ہے _____ زندان آرزو سے نکلتا محال ہے
 بہ لمحہ افسوس ہے، بہ لمحہ افسوس _____ دل کا وہی ہے جس کو دنیا بھل سے
 کوئی تنہا نہیں دنیا میں بجز درد و نا _____ اس کے ہر ترے آنسو نہ مری کوہ کنی
 کوئی جیسے نوک سنا لیے شب و سر پہ گزرا _____ ہے اویس کا کشتہ، میں یہ ذینوں کا ماس بھی
 ک مٹی کا وہ گھر تھا جس سے اٹھتا ہے دھواں _____ جی جگہ یہ دوسرے حسن و بابر و نق
 سر جھکا لینے سے مرنے جیتا ہر روز تیس _____ ماسے بنگے کے کاٹت پانی کر دیتا
 جگے تمام عمر کہ ہر سو نگاہ تھی _____ دنیا مرے حبیب کی مرم گاہ تھی
 یادوں کو ہر طرح کا تحفظ عیز تھا _____ ہم نے جی دن رات جوہوں کی رہ تھی
 نہ وہ طمانہ کوئی نہ وہی اب اس کی _____ مری طلب کہ بہ جی اس کا گناہ ہے
 ان دنوں کے صدمے میں آجیہا بھی چاہے _____ مجھ کو جینے کے لیے تازہ ہوا تھی حبیب
 اس بہان آرزو میں زندہ رہنے کے لیے _____ تھی کو مہیاں سب کا خدا بخشنے دیتا
 خیال و خواب نے فلاک سے قریں رکھا _____ زمین کی سمت بھگوتے تو میں ہر وقت
 غزل تھی سب کی نوا بسکہ نام میرا تھا _____ یہ مے نور سنس دور تھی جا م یہ اہلی
 مری آقا خدے کیا بدوں کو چاک مگر _____ بھنور سے پکائے نکھڑا بھی کام میرا تھا
 شور و دیر نہ سنوا کتبہ اس محل کو پڑھو _____ ہر سخن کا یہ تقاضا ہے مری دل کو پڑھو
 اس خبر گاہ میں اک دفتر حیرت ہے دیا _____ قیمت عمر گاہ سے نوحہاں کو پڑھو
 کتنے دراق کھیں منصف دست بہ کیے _____ قتل ثبات ہے مگر صورت ذہن کو پڑھو
 ایک طر خط کوئی میں ہے وہ سب سے جدا _____ آنکھیں روشنیوں جو اس زہرہ شہل کو پڑھو
 پو پھٹی تھی کہ سب دھن کا مینوم ملا _____ سو گئے خواب کی بانیوں میں پو پڑھو
 ڈھونڈتے رہے شب و روز میڈم کے قدم _____ نوپا ریت ریت سے اس کے پو پڑھو
 پاسبان تھا مگر راہ میں وہ دھڑکی _____ جھک کے غنیمت سے شہرہ کو پڑھو
 ہم نے جی نہیں جس روز متاع غیرت _____ اک پیار بھی مے کا ہیں متاع

صاف ہوا کی سیکھ امکان مل گیا _____ کوسے جمن کو راہ میں طوفان مل گیا
 روح و سر سے تیک بھی نساں کا آب _____ میں چھوڑیوں توں تیک جسم کا سایہ گیا
 یہ سدا فر دہاں غمی پو بھی ورنہ جو حصے _____ دوست بدو درجہ حرکت دور تک مستند گیا
 یہ کہ قصہ گم سے مشابہت _____ ترے قدم سے بہ مودت شہ کی ماند
 اس تاج و کمرے کا لٹ لٹا گیا _____ انظر دوستی میں چنا دیدہ سر حیدر
 کس ہون سے نہ بھی ہو عشق کے عذاب تیرے _____ یار و صدا یہ رکھ بے قصود ہی مسئلہ
 خوب کی دیر سے نہ رہا مگر _____ اس سفر نے اٹھ یا نہیں آرا مگر
 سدا میں جی حق تلفی مراں میں کیت _____ پوچھ دتی کی ٹھیں سے مراں کبھی
 خدا سے نہ ہو کر رہا ہر قسم _____ یہ جہاں میں صوملہ شکار ہے تنہا
 جہاں میں نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ میان جام و صوملہ شیشہ دلا ہے تنہا
 سر سے رہا نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ نہیں سے سر طرکہ چھوڑ کر تیک جواب بنا
 کوئی چہ غم میں سے نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ ہی رہا نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو
 اس دیکھ نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ ہی رہا نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو
 شاید کہ بہت نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ تم فرق تم بھی جگر کو ہو کر دو
 تو بہ نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ تھوڑی میں زاد زاد نہ منزل کی گرد بہت
 جہاں سے نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ مگر عہد تھا ہوا کوئی صحر نور دہن
 ہیکر نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ تو جہاں میں محبت کی ہو چلی تھی
 لے نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ جد بہ عشق کے ہم راہ مانا چلی تھی
 اس میں تو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ موج در موج سمندر کا یتا ہوا نہ ہو
 میں تو کھوب دیر کا نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو _____ تم بھوک نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو
 جس کے ہم رکھ ہوئے ہیں کہ بہت ہی نہ ہو نہ ہو _____ جو ہری جنکے کسی تھوڑے نے پرکھا ہی نہیں
 گرد و شہت کو بھی دامن سے پیٹے نہ ہو نہ ہو _____ کوئی احسان نہ ہو نہ ہو نہ ہو نہ ہو
 تو نے خزانہ دیکھ کے رکھوں جھکا یہ _____ رہتا ہے سر بند جہاں شیشہ ناگ بھی

میرے قدموں کے نشاں راہ سے کچھ دور بھی — تم سے میں دور نہیں ہوں تجھے کو زود
 یہی رشتہ درد کا کہ ہمیں کشتیاں توں میں سکوں ملے — صفتِ دلِ برسا کا وہ قیامِ دورہ کی گفتگو یہ تھا ہے
 گلِ سایہ ہلکے حیات ہے کوئی زلف کے یورش ورمیں — کوئی سخنِ نسب میں تمام شبِ فریادِ جگہ کے جلاتا ہے
 کوئی وحشتِ مہرباں ہو تو سفر آسان ہے — ورنہ - انتخابِ بھاری مر کنواں ویران ہے
 مژدہ صبحِ بہار ہے میری غزلوں کا خبہر — میں مٹی بوسہِ تھوڑے رخسار سے کہ نہیں
 یک حواسِ سب محلوں سے دور رکھتا ہے مجھے — سن سن میں تارِ دامنِ مدام سے کہ نہیں
 اک دوسرے کو دیکھ کے حسرت سے رہ گئے — دونوں کے ارد گرد رو ہونے کا حال تھا
 ہر گھر سے گھر تر ہے یہ مہر دھو — بے ہنر ہو گا کو پیسے سے ساگر کی بجائے
 دل میں نہ جانے کیا رہا مثلِ شررِ جستجو — جوشِ طلب کے وقت بھی ترکِ ہنس کے بد بھی
 تجھو بتا میں کیا صبا بہت جلائیوں چراغ — آمدِ قوس کے باوجود - رشتہ نسب کے بد بھی
 سر میں گر جنوں نہ ہوتا نہیں ہے تاجِ فتن — فکر و اندیشے کے باوجود - رشتہ نسب کے بد بھی
 ہم خورشید سے اترے کہہ اترے کوئی صبح — ہم غیب میں بہت دیر سے کہہ اترے کوئی صبح
 تنہا دلِ قدیم کو دیران نہ گرجا — روئے گی موتی لنگ جو جس تک جڑیں
 یہ کشنیں یہ ہوئیں یہ سب سب — افق کے پار کوئی اور ہی آتا ہے گا
 کچھ تر توں میں لطف تو کچھ دور یوں میں ہے — یاروں سے وہ قریب بھی یاروں سے بھاگ بھی
 کہاں میں انہم حسرت کے مرحلوں میں اٹھائے پھر ناغم مکاں کو
 خلا سے رشتہ جو تو دیکھا نہ مڑ کے ساحل نہ بادیاں کو
 طائر کوئی جو ہم نفس ہو سکوتِ جنگل میں ہم قدم ہو
 کہیں تو لسیں ہے کوئی ایسا حواس دیتا ہے تفتِ دل کو
 تفتے برسوں میں ہوا آنکھ سے پکا شبِ بھر — فرض تھا مجھ پہ بہت کاسہ دیں و دی کا
 میں نے نرمی تردید میں حق کوئی ک — نام اونچا نہ ہوا مجھ سے روانداری کا
 کوئی بہتر نہیں تھا جو ہرنے سر نہ کی — سے وہ خوابِ گر آرامِ مسرور نہ کیا
 یہ کیوں ہو کہ سدا جہنم میں ہے — اس کا دل تھا حق میں میں تمہے گھر نہ ب

بس ہی نگر کرو جلتی ہے آتش فن _____ آتش رشک سے محفل میں دھواں ہے تو ہے

نہ جیسے خوب کو بیکرو نہ خدو خدانا _____ بہت دیا تو مجھے موق دھواں دیا

نہ زور نہ دوس کا کوئی حساب نگر _____ یہ کار زیت کسی طور سے سبھل دیا

مب عیب کی تصویر اس طرح بھیجی _____ مرے ہنر کو پس پشت اس نے ڈال دیا

عصیہ تجھ سے عزل تجھ سے مرثیہ بخت _____ ہم ایک حرف ہو صاحب تو تجھ سے

رباں کتنی غم سے کھن کتب خیال _____ ورق ورق پہ کھلا رنگ مدعا تجھ سے

نہیں سے بھوٹ بڑ چتر جنوں ساں _____ نگوں میں رو پڑی، تشقبا تجھ سے

کہاں سے زور و فرموشیوں کی خوشی کھی _____ خود دیکھئے تو نہ تھی برق آشنا تجھ سے

یہی تو جاتا سر خیر و وفا باد _____ مگر بے سست قدم عزیز پا تجھ سے

تھپہ شہر میں سے آگ کا اندھاں بر پا _____ کون سی شاخ پہ چڑھ کر یہ نظر راہ کھول

کوہ دیز سے ستوں سوچ رہتے رہتے _____ کیا دھابہ جو کمینوں کا میں رستا دیکھوں

مٹھو کوہ رنگ میں وہ شخص سحر شدہ کھن _____ اس کو غم ویدہ دس موش رہنما دیکھوں

قطرہ سے سے دبا رات نہ طون طلب _____ مجھ پہ کیا بیت گئی رات سنا تو ہوگا

یہ بھی تسلیم کہ تو مجھ سے بچھڑے خوش ہے _____ تبر پہ پھل کا کوئی مار جنسا تو ہوگا

میرا محبوب ہے وہ شخص جو چاہے تو بقیہ _____ سوکھی ڈالی کو بھی گلشن میں بدل سکتا ہے

پتا نہیں کہ وہ جہ سے کارنگ تھا کیا تھا _____ ہو پوڑ کے مینے کا ڈھنگ تھا کیا تھا

نکل پڑی ہے مری روتا کیوں برہنہ پا _____ لباس عشق بہت دل یہ تنگ تھا کیا تھا

پڑی ہے خاک پہ کاشش تو چلو دیکھیں _____ یہ اپنے ملک کا باسی تنگ تھا کیا تھا

نقدہ کتنے چمن اور کھل گئے دل میں _____ دھواں یہ جی خوشبود تھا رنگ تھا کیا تھا

مکتوب یاد ہوتا تو حرف حرف پڑھتے _____ تحریر وقت پڑھ ہی رہے ادمرا دھ سے

جیسے ہی شام آتی جوڑا بطون کا اترا _____ جس پیر کے تلے تھا اس شخص دو پہر سے

کسے تائیں غم کے صحر کو خدو خدو بیایے _____ کہاں سے تب رواں کو پڑا کہاں سے بادل لائے

ڈھونڈو تو وہ فن آج بھی شہر میں نہیں _____ جتنا ہے دل کہ غم کا سسرا پا کہیں نہیں

شاعر کا ہے وہ خوابِ رسویر کی تریز و
 تہ جس کو ڈھونڈتے ہو وہ دنیہ کہیں نہیں
 وہ کارواں پر جو ترا کہیں نہیں
 کسی حبس نے لگی تہ زنگ کی کتاب
 گہرے دشت سے گھر مندوں کی حرف
 وہاں بھر تشریفی وہاں بھی رنگ سراب
 رکھیے خیمے اپنا یمن حسنِ قیوم
 غر کوٹا سے ناز و دہر کی طرح
 ب غم جو ہے تجھے بھی نہ ملے کہ نہیں
 دیکھئے یہاں مرنا تو ہے نامکمل جد
 دشتِ بیاہی ہے میری ہمدرد کا جنوں
 بن چکے ہیں مجھ سے پہلے یہ اندھیرے کشن
 کئے شہوں کے دہے جیسے ہے بجھے ہے
 یہاں بعدِ چیم سے یہ رت دھرتا رہا
 سچا نوید ہے کہ ابھی دس کو سکوں ہے لیکن
 اپنے آدرش حیات سے جی اترتا ہے
 تنہا رہو غم یہ رہو اس ہنسِ کمر
 مسکرت ہوس محبت سے قمار ہے
 جو بھی کتاب ہے محبوبِ صاف شکایت ہی نہیں
 من مشاوت و کنا یا سے جی اترتا ہے
 وہاں یقین کہ خود ہی کہیں گے جیوں
 یہاں یہ کہ دھار زگار مو تو نہیں

اجتبیٰ رضوی، دسمبر ۲۰۱۶ء، فروری ۱۹۹۶ء

۴۸ :- سید احمدی تین رفیقی، مختلف :- رفیقی رہندہ کی تکلیف سناؤ میں نہیں، والد صاحب نام: سید احمد حسین

وطن - پیر و دوست :- ۱۹۰۸ء پیر و ابتدائی تعلیم :- گھر پر ملحق۔

احمدی تعلیم :- ۱۹۲۳ء - ۱۹۲۵ء - ۱۹۲۵ء میں پکیشن، ۱۹۲۶ء - ۱۹۲۷ء

۱۰۶۹ - آئینہ عالمی موجودہ شکستہ کالج مظفرپور - ۱۹۳۸ء - ایک ایسے دانشور کی

زینت کے اہم : اتعات :- ۱۹۲۵ء : پڑھے کھائے سید بنی اس کا یہ قول اور یہ کہ میں آپ

[illegible]

سیدہ امینہ عارفی قرعہ مت، ۱۰۶۰ھ - شادی، ۱۱۹۳ھ - رحلت کی صورت، ۱۲۵۴ھ - رحلت کی صورت

مستند: ۱۳۳۳/۱۰/۱۰ - ۱۳۳۳/۱۰/۱۰ - ۱۳۳۳/۱۰/۱۰

معماریات و تزیینات - ۱۳۹۴-۱۳۹۵ - محمد علی محمدی - و جلد دوم - صفحه شصت

۱۹۲۴ء (۱۰۷۰ھ) - ترک دنیا۔ گنگوہی جہاد کے سچے پیروں میں سے ایک۔

مختلف دہائیوں میں مختلف مقامات پر مختلف طرح کے کتب خانوں کی بنیاد رکھی گئی۔

کتابخانه ملی افغانستان - کابل

۴۲-۶۱۹۰۳ :- ۱۹۲۲ء کے زلزلے سے فوجی شہر کو ذاتی مسکن کا حق

میں نے اس کے لئے ایک خط لکھا تھا۔

مستوفی : مراد تقی کریم ، ایف ڈی آر ، ایف ڈی آر ، ایف ڈی آر

والنات اوست و عی. قزاق. مرسله

وہمہ شعلہ لعل الطمست از دہن زاتہ دل

دوستوں! یہ سب سادہ سادہ فلسفہ - امت کا بچا کے ساتھ - جسد میں فیما اور ان کی رہنما

وہ سب سے پہلے ان لوگوں کی نارہم داری۔

امشب بسلام

بہا دین کا بیٹا، جو جنت کو اس کے پاس لے کر آئے۔

حاصل کی موجودگی پر دیکھئے ان کے زریعہ

مکانی سے آئے ایک مبلغ پر جو سارا چھ

اس دل کا قیر تھا آغز اس سر کا تھوڑا موم تم
 اک حد میں نہ صحت کی تھی اک حد میں صحت کی گئی
 قدم سے دور جہیں رہیں سنگ در پہو گئی
 حوائج بزدل گہرا تر دوسے نامشہود
 جہاں ہے سر زشتی راں اجڑ محروماں رہے گا
 یہ رسم نئی نہ کہ ہے آخر کوئی تیر پہر معاش سے بدیہے
 تمسک زنگی کو جنوں کا ہے انظار
 قطرہ کے دل کی ہو کہ پہ قدم نہ ہنسیہ را
 بس بلازم سے سے کم نہیں ہے کوئے دردی
 ابھی تو دل کے ٹکڑے جمع کیے سے نہیں فرست
 حریف جلدہ کہ اپنی خبر ہے
 گلی کا مسکراہ دیکھ لے دیر
 اب سب ہی۔ ہاں سے سنا لیجئے نصرت کا بیاد ت کیا
 اس دل کو رہ نہیت میں جس کو سنا سے پیا اوت لیا
 میں سمجھتا ہوں کہ یہاں طلسم بہت و برد
 دیدہ پیدا سے تو طلسم آندو
 مجبور نہ میں تھی میں قدرت کے ٹکڑے ہوتے ہیں
 ہر صحت سے خطرہ ہے دل کو دنگے نہ کوئی جھینے پوئی
 ہے کہ شکار سکون میں بھی سر دیا کا خوش جنوں میں بھی
 جیسے ڈھونڈتے ہو وہ یہوں کہیں اور اٹھ کے چلا گیا
 یہ خوش رنگ جو د میں ہیں گل و لالہ ان کو سمجھ نہ تو
 ہے کشت وہ د صحت و در جہاں گرے مکانی باہیں
 ہمہ جود و فنا دنگی ہے تمام دشت میں کھلبلی

تھال پہ نقطہ لٹکا کے تصویر بدلتی جلی گئی
 اس اندر جو چلتا تھا سب رفت بدلتی جلی گئی
 فغان کہہ کہیں کسی سجدہ مستہر ہو گئی
 بہت ہوئی تو قریب قسمت نظر ہو گئی
 ادھر کو جو پہرہ بن گیا، ہر پہرہ اب ان کے رخ موڑ رہا ہے
 جو گل ہانکے گئے کھلے کوڑے وہ آج کیوں توڑ رہا ہے
 اب تک خیر نہ صرف شیت۔ ہو گیا
 میری امید اس کی مضیت نہ ہوئی
 سنہا کر پاؤں رکھے۔ قدم کا گہر ہے
 گریب کی پناہ میں رہیں جو کوسیل سے
 نظر کا رخ کہ وہ جا رہا ہے
 بہت گہرا یہ فلسفہ نظر ہے
 اٹ کیا کیا رہ نہ نہ سننے کے غم غم جنوں کے پاؤں سے
 اک تر ہی نہیں رہتا یہ کیا فر دہ سے لکھنؤ کے روزانہ
 اک جنونی اذہا ہے قہر کوئی نہیں
 جلدہ گاہ نامہ میں میرے سوا کوئی نہیں
 بٹا ہے کوئی مٹا ہے کوئی دس ہنسنے میں سو رہا ہے
 مفت یک پر نہ پوئی کو ہم سے سے ڈھونڈ رہا ہے
 کہیں بار منت سنگ ہے کہیں د م لذت فار ہے
 جو سر سے کہیں میں رہ گیا ہے وہ کبھی کا غبار ہے
 جو ہر سار تھی وہ گزرتی جو رہا وہ داغ ہمارا ہے
 جو ہی ادا ہو مست ہے تو مست ہو کاش رہا ہے
 دلی رہنمائی جس تشنا پہ تیار کس کی پکار ہے

تہا سنی گز محزون کرتے تو ہم جب نہ تھے وہ یہ کہتے تھے
 ہم اپنی منزل سے بڑھ گئے ہیں یہ پاس نہ توں مجھ کا
 طبع کے مگر کہ نہ وہ رہے خندہ زندا سخی راہ گاہ پر
 سلاوے اس نے تم فطرت کو خف گیا پاؤں مجھ کا
 میری محبت کی، تہا سخی سر سے نیک کی بت تراشی
 بکھر گئی آرزو کی پوری طلسم و جلا چونک رہا

ڈھونڈ بیٹے تجھے ہم محنت مراں کی قسم
 قید میں دوستی محمد و دیباں کی قسم
 سرحد ہند میں مت جا کہ ہیں خونہ و فکیر
 صل میں رہ تجھ کو چربا نہ داناں کی قسم
 آج گز پانچ گھنٹہ رضوتی تو یہ کل لوٹے گی
 مہر خ کیا ہے؟ لب تو رہ زنداں کی قسم

اس نہ پانچ اب چیر و تیر و سپید ہوتا ہے
 موجود ہیں وہ سب تار جڑ سے کی نہیں ہے ڈوٹ گی
 ہم روستہ ہیں پہنے پیاروں کو، دور فطرت ہم سے کہتی ہے
 اب اور کھلونوں سے کھیل جو ڈوٹ گی سو ڈوٹ گی
 ہاں سن کر تجھے بھی ہر سے غریب خاں خور کا حسن ترا
 دکھی رہی شانِ اسفا، آخر کیا بھنڈا بھوٹ گیا

دل ہے اور خود غم کی ذوق دہا جس کو کہیں
 بے خودی پا ہے ہم کو کہ خدا جس کو کہیں
 سب سے تیرے کبیرا پسند میں ایسی کوئی چیز
 دل کی بے تاب فطرت کا صلہ جس کو کہیں
 تو سے رضوتی کئی منزل ہے نہ اندھینے
 راہ و اس کو کہو نہ ہما جس کو کہیں

اپر چھی غم کی محبت تیرا ہوا نہ کیا کرتے
 تو سے کے جگر تک جا نہ سکے ہم بیت محو کیا کرتے
 رات آئے نہ تھا مجھ کو زبانی سب بتیہ نہ کر سکتے
 وہ وہ نہ رہا ہم، ہم نہ ہے لے غم کی نشانیا کرتے
 تم نے ہی چین کو لوٹ یا، تم نے ہی نشین پھونک دیا
 ہم شہر کی محبت کرنے کے شہر گئے شہر کی رستے

جود دے نہ آئے جھپٹتی ہے جود کر، آئے تری ہے
 جمے وہ یاد اپنی یا جس میں نہ تار نہ سقا ہے
 کچھ گئے ہیں جن ٹوٹا، اس سے لے چھوٹا ہے
 جملے وہ یاد اپنی یا جس میں نہ تار نہ سقا ہے
 ہے روتا کی حالت کد نہ کی تباہی تیرے گلوں سے
 عالم سے اور جو عالم ہے ہستی سے اچھوٹا ہے

چھوڑا کی کیوں ہوا اسے رو کو بے یار سنے
 غم ایک کسوٹی ہے جس پر یہ عیت ہم کو سنی ہے
 افسردگی بھی حسن ہے، تابندگی بھی حسن
 اندھیر کر دیا، حق حقیقت بے یار سنے

اس دل کو شوق دید میں تیرا کسے یاد
 ہم کو غم نہ تے تم کو سنو رہا سنے
 جس سے کی بھیک سے کے وہ نہ تھے تیرے
 کیا استوار وہ وہ ۱۲ استوار سنے
 گیسو بے راہ منت سے اٹ نہ جائیں
 دامن پکڑا لب نگہ، اعتبار سنے
 صبر میں آپ نیکے میں ہم کو پکڑ سنے

دو دن جہاں کی ساری پروردگار ہوئی کہ تو فرما
مرد گدا کے ہاتھ میں کیونکر کن آتوں کی ہمارے
تیرے بغیر کرتا چلے عزت و ذلت میں الجھانے
مندی سے پروردگار کی مسجد میں چھٹا رہا میں
گوشت و عیش کا پورے لینے دیر سے اٹھ کر ہدی ہانکا
کا فریاد میں آئینا غازی کی لاکڑی میں آئینا
تا ہر پاں بنے تھے، مگر ہر پاں سبے
میرا دل گسست ملا تھا ہے اک سوال
چھپ چھپ کے خود وہ رہنے لگے تم بہا ہے
اب یہ دیر نہ کہستی ہو، نہ مشت خاک
یعنی جو چوں شادخ سے ٹوٹے کب لں ہے
ہے اس کا لبد خاک سے بید روحیات
محل میں گر دہڑتی ہے سیلے کہاں رہے
کوئی اس سر پر غریب کی خبر لا دیتا
کس طرح مٹی ہے، کس طرح مد جو ہے
اک محبوب عالم آئینہ ہے سیلے شہباز
آہ جو دل سے نکلتی ہے وہ کیا ہو جاتا ہے
کہ جہاں ایک نظر لاکھ ادا حق ہے

دعا ہے یہ گناہ کا سارا مٹا دیا

محرمہ مجھ میں فریب نگاہ سے

جو دو ستمیں سمانہ سکیں لائنات میں

اسی اسید پر حق معزش رنڈاں سقا

خند و رشور و ننگ طبع پر ظہرت جس سے

ہم تو آشفہ سری سے ز سمنہ ملے

سب اپنی آنکھ کا آنسو کسی کو سوپ کر آئی

نخل سے کیا شرمندہ اس کو اہل بہت سے

یکساں برابر ہے ہر معور نقش حیرت ہے

سکوت منظر کے زیرِ دامن بہت سے طرفین پائے ہیں

اواسے تعمیر کہ رہی ہے جھلسے قریب کافہ

ہم اور مٹھانے کی امانت وہاں پہنچ جانے دل مٹا

نظر نہیں سے تو کون دیکھے عجب کیسا نقاب کیسی

کسی کی رعنا ہوئی کو برہم کیا مری شوخی نخر سے

عجب ہے اندر سے ساحل ہوا، چلی وہ عجب لڑا

بہت سے تار سے چھلک کے نکلے کسی کوئی نقاب لڑا

خدا نہ کر وہ تو پہنچے آتھوں پر سبستہ، عجب لڑا

ادھر کھلی اپنی چشم میں، ادھر عسک نقاب لڑا

تبدلیاں تلوں کے غلیں جلاں آئے عجب لڑا

نہاں سے دل کا فسانہ کیا زندگی یہ قربان تو جی تھی مگر بنا نہ گئی
ہم ان کے دھمکے فریاد کو کیسے سنیں کہ جنت سے آج کا رعدہ و فکائی نہ گئی
دمِ اخیر وہ دینے لگے حیاتِ دگر پھر ایک عمر کا احسان نہ کیا نہ گئی

زندگی نغمہ بیدار تھا احساں ہی ہے اور وہ لوری بجا ہے جو دل کو ملائی ہے
کارواں فکر ہے منزلِ آخر یہ تو کیا زندگی منزلِ اول سے صدمہ دیتی ہے
ہات بگڑیے کہ بتے یہ مری ہے تانی شوق تیری آواز سے آواز ملائی ہے

ظہور کی محراب سے عرفِ اک نشانی میرا غبارِ کارواں ہوں دور نکلا کارواں میرا
رہائی مرگ شوقِ افیون کی تلک تن ساقی بڑی کشمکش ہے اور غبارِ تاتواں میرا
لجے خیر کے دو شہِ ہستی جاوید پر پہنکا کوئی دم بھی نہ اٹھا موت سے باز نہ میرا
جہنم سے اک طرف ہوں غلبی ہے مرگ فنا پر ارسے او بی تو رہ گم کردہ اپنے تئیں میرا

چڑا نے کو چڑائی میں جھوٹا رو سے روشنا سے گنبد بھلیاں چنی ہوئی ہیں دل کے دامن سے
توتہ پتھر تک بمبیل کم ذوق، اتم کیا اگر غیرِ عمر ہو گئی قریب گلشن سے
مجھے کچھ قریب ہے ہر رنگ کے جھوٹ میں کھولنا مسافر ہوں غرضِ دنیا ہے مجھے صحرِ گلشن سے
مذوقِ جذیب : جہنم گم بت اب تیرے کھانا ہے یہ طفلِ دشتِ بینا گھٹ گیا تہذیبِ گلشن سے
غشی ہیں اس خودی کو پہنے امتحانِ ظرف پروردگار کیاں مرے ہمدرد گھرنے سے

کب سے کیا ہے باندھ کے احرامِ بے غوث میرا طوافِ گردشِ میل و نہار سے
محبت پہ میری پیار سے اٹھ ہے قصبِ بحر دھوئے ہوا پاؤں گریہ اب بہا رہا سے
صحنِ محبتِ تیرے بہ ہزروں ہزار تازہ کھینچے ہے لمحہ سے آنکھ چھوٹی بہا رہا سے
چندین ہزار عالم شفق کی یہ روشنی اترا ہے نازِ خود مرے گیسو سونوار سے
اس جامِ دل کو اپنی تنہیوں پہ لے کے خود جھلکا دیا ہے ساقی کو شرابِ شاد سے
رقبہ دونوں سے وسعتِ آغوش کیے تنگ بیہا ہے لمحہ کو وحدتِ کثرتِ شمار سے
میں آفریں مجازِ پرست حق آشتنا گمبھ کہاں کہاں سے مدد دی ہے یا نہ
دیوانہ وار کفر کو ایسا نہ کئے ہوئے دوڑا تو ساتھ چھوڑ دیا افسانہ سے

کچھ بات تو کرنا چاہی اے انجی تو یہ ایک سہارا ہے
 وہ کون ہے جس کو ظلم تمہارا پیار سے پہنچے بیار ہے
 جب تک نہ حرم تازہ سے تم دوستی کی کیا میں ترو
 ہے خام جھانچم تاروں سے ہے مچھ جھکا جھکا کر زنی ہے
 برباد یہاں تاروں سے نظر لے دیدہ بہشت کون کرے
 ہم کو نہ ہو گریہ در بدری تو خدمت محراب کون کرے
 پردہ سی جلوس کی خاطر یہ انگ کا سودا کون کرے
 اس حرف و جوس کے لیے میں ہم جنس محبت لائے ہیں
 خود کی تیرگی میں آپ کا جلوہ بس اساتفا
 یونہی تار سے فطرت میں ہیں خریکات یہ روحانی
 وہی رنگ و رشتہ وہی لالہ لگا رہا ہے
 اور حرکت ہے خام کا تب تقدیر کا میل کر
 حسن کو دی گئی سیب مشائخ کو ان دی گئی
 دشت نے الحمد للہ کہا مویج جوائے الخفیظ
 پہلے ہر مزار پر کے نقاب الٹ گئے
 وعدہ دید روز حشر سنئے ہیں تو نے کر یا
 ناستا آسمان تک ہے تصور آستان تک ہے
 دل ناراں کی گریہ سیز ہندوستان تک ہے
 سستا ہے کاروان آرزو آستان تک ہے
 بھرے گا کون رنگ خون دل نقش حقیقت میں
 اٹھ بیٹے جائے جنا گد ز صلہ اے ساقی
 صد بے تابوں کا مل گیا ہیں نے یہ خود دکھا
 قمار اور بخت میں کوئی نسبت نہیں رشتہ

اب کتنی دور گنا رہا ہے؟ اب کتنی دور گنا رہا ہے؟
 یہ عاشق اپنے شوق کے میں سب عاشق کون تمہارا ہے
 ہم تم کو دیکھا ہے جاؤں گے جب ہم نے تم کو پہلے ہے
 یہ کس نے بال سوار سے میں؟ یہ کس نے ریشم کھار ہے
 اقرار تھا شا کون کرے؟ انکار تھا شا کون کرے
 بکھرے نہ کرن تو تو دعویٰ کو سو رہا کاشا کون کرے
 جو شبت خیمہ میں لگی رہی سے وہ سب کاشا کون کرے
 سب سستے ماں کے گلاب میں یہ مشکا سودا کون کرے
 کو آدمی بات کو جیسے یہاں تک مچھ جھکا
 کو صبت خواب کون جو تک کہ جو جیسے جھکا
 جودل کے خون سے پہنچے یہاں اور جان بوجھ
 ادھر یہ ایسا تیر ہے کہ جو جوبنا ہے بوجھ
 تم سے نہ دل بیاگے ہم سے تو جان دیا گئی
 بخشش نہیں! الا ماں، خاک کو جان دیا گئی
 چادر خرم و آفتاب قبر پر تان دی گئی
 کچھ سے بھلا فرو بہتا نہ کیسے زبان دی گئی
 مگر شوق دل پہ تاب کیا جانے کہاں تک ہے
 کہاں بھرا کے تھے شعلہ اور یہ تانی کہاں تک ہے
 ہوئے شوق ہمیں ہی خاک گرہاں کہاں تک ہے؟
 تمہارا ہی داستان بھی ہیں ماری داستان تک ہے
 کو ضبط تنقید صبا اسکی رطلی نگران تک ہے
 کہ میر سے دل کی دھوکا اس دن کہاں تک ہے
 کہ وہ ہے آستان تک یہ خواہئے آستان تک ہے

ہر مذہب بے روح جسد ہے جسد کی تلاش ہے
 شرع کی قبل و قال سنی افسانہ وجد و حال سنا
 دل مردہ غلوٹا میں رو میں کون چلے اور کون چلائے
 صانع قدرت تیرے ظلم کا کیا بنا مسکن یہ بت
 درجہ کون سی اب ہوگی ذرات کی رت
 گھومتے گھومتے ہے کوپتے میں ترسہ دن و دن
 یوں میں پریم تری گھنگھور گھٹا سسی زنجیں
 ایسی آباد تری بزم ہے سے جان نشو و
 نہیں سبھی سے ناز و رت کچھ ترنہ سبھی
 اہم الجھنوں میں پڑے عقل دار ملے کر
 اور فرشتے بازار طور اور منظور
 ناز جو تاب بشارت سوزی بصیرت پر
 کہہ نہیں ہوا کہ طیب نہیں ہوا
 ف و ق و غ و ز و ن کی دھج
 اسی کی شعلہ کی کوئی فصل چائے
 نہیں ہوگی نگہ کتاب میں
 غار کچھ چول سے کم لے میں ابجد نہیں
 نوز و مالہ بانڈازہ متاثر سیرے دل
 آپ کا گھر جیسے ان کا دل کہتے ہیں
 ہم کو کہتے ہیں جو آلودہ لذت طبعی
 گھر گھٹ لٹو کہ تمہیں پوت کے کا پوتے
 بیچ ورتے ہے نہ کبیر نکل ہم محمد
 فارغ شمش سود و زبان ہوں رہنوی
 راگہ کے تو لے جیتے ہیں یہ کب ہے وہ کا شہ ہے
 ذہن کی وہ میا شہ ہے اور روح کی یہ میا شہ ہے
 اس ٹھنڈے ماحول میں یہی شوق کی انگڑیا شہ ہے
 نقش بنانا نقش مٹانا یہ کیسی نفا سخی ہے
 بھیگی بھیگی یہ نگار سی برسات کی رات
 بیٹھے سٹ جاتی ہے چوکھٹ پر تری رات کی رات
 جیسے کھری ہوئی کھری بڑی ملاکت کی رات
 جیسے کبہ کی سحر میں خرابات کی رات
 نگر کچھ تب کی سب میں ہے اور نہ سبھی
 وہ طیش سب خبری خوب تھا خبر نہ سبھی
 خبر ہی تو ہے مشہور مشہور سبھی
 لڑنے جن تو کیا طاقت لڑنے سبھی
 دل آپ کے میں کیا کیا نہیں ہو
 جیسے وہ دن اگر چھ نہیں ہوا
 دل ہے وہ وقتہ جیڑ بھی بڑ نہیں ہوا
 وہ ذرہ حیرت جو محراب نہیں ہوا
 کہ غلش دل کے سے اٹھ ہے بید نہیں
 ہے ابھی نام وہ آہنگ جو فریاد نہیں
 کون کہتا ہے کہ آباد ہے آباد نہیں
 کیا وہ آلودہ سحر لذت ابجد نہیں
 دل بدعت جو ایمان سے بھرتا نہیں
 ایک ذرہ بھی یہاں ذرہ آہ نہیں
 عاشق کیا ہے اگر گنج خدا و نہیں

دلوں کو تنکے دیکھ لو یقین نہیں لگتا ہوتا تم
 قہار بن گئے آرزو رواں دواں ہے کوہ کو
 سرو در آتو زندگی میں رہو دلوں کی خبر ہو
 جہیں نے کچھ تو لب تابیں غیر رنگ سے
 نہ بن لگا دیکھا کہ ہے شکوہ کچھ بدلتا
 کل علی بن کے اک بگولا مجھ کو کر دیا دے تنگے
 ٹھہر ٹھہر شوق لالہ اہل چلاکساں آستان سے تنگے
 نمودار اختیار ہستی خود اپنی قسمت سے بجز ہے
 پکار رہی رہ گئی محیقت پڑا رہا جس جو کا صحر
 سکون مطلق کہاں کہ ہم نے ٹھہر کے منزل پہنچ دیکھا
 جنوں کی کون سی مینا باں جہساں میں نہیں
 ازل سے دل میں مشیت کے چہرہ رہا ہوگا
 محبت نہیں کہ وہی اک ہو مرد راہ شناس
 ہمارے خوف کی غلافیاں خدا کی پستیاہ
 لکھا ہوا اپنی ذرات کے محیضوں میں
 یہ نہ پوچھ مجھ سے کہ کب ہوا رہ جسٹہ دلازمیں
 نری پرستوں کی بھی تعمیر سے تر خاکوہ لب پناہ کا
 مجھے لگتی ہیں دشت و در ہر گیر و حکم و مستز
 سے جلوہ ڈھال بھی ساتیا تجھے فکر شیشہ نہیں رہا
 وہ فناء میرہ گذر سر حشر مجھ سے نہ پوچھئے
 کوئی انقلاب مگر ہے ہر بے نصیب کو جو ہر شقان
 جو شہود سے ہے لطیف تر کہیں گم نہ ہو وہ شہودیں
 یہ کرتے جذبہ پنج گئے وہ بنے ہیں فتنہ آرزو

لب فسانہ راز پر بندہ داستان ہوتا تم
 کہیں سے کچھ صدا تو دو کہیں ہوتا تم
 کہ ناکہ بد قدم ہے اور شرعہ سارہ ہوتا تم
 ہجوم سجدہ کی قسم گویا بھی نہیں ہوتا تم
 یہی تبار باغ ہے اسی کے باغیاں ہوتا تم
 جو گرد تھو کارواں سے پیچھے وہ نہ گئی وہاں گئے
 یہیں ہے اک محشر تماشا خانہ جانے کیا ہویاں سے تنگے
 کہ منزل کارواں ہے اب تک قیل کارواں سے تنگے
 ٹھہر گئے ہم خدا کی مسجد بنا کے دیر بناں سے تنگے
 کہ گردِ اشقی رواں ہے حرم آلودگاہ سے آگے
 وہ ہوک صورت برکت میں ہے جوازاں میں نہیں
 وہ راز جو ابھی تقدیر راز داں میں نہیں
 ابھی جو رہو گم گشتہ کارواں میں نہیں
 وہ بکلیاں ہیں نذر میں جو آسمان میں نہیں
 مرافسانہ ہے لبیک مری زبان میں نہیں
 دل پاش پاش کو دیکھ لے جو پناہ ہے کو سے نیاز میں
 کہ بہت رہی ہوئی گونج ہے یہ سکوت سینہ ساز میں
 وہ خود آگاہی جو تپ رہتی تھی حیمہ ناز و نیاز میں
 کہ ہے جان شیشہ لگی ہوئی اس آب شیشہ گداز میں
 جو گزر گئی سو گزر گئی خم و پہنچ راہ محبت میں
 کہ میں پڑھ رہا ہوں نے مفسوئہ ہی چشم فتنہ طراز میں
 کث بدیں سے ہے رنگ ابھی نگہ مشاہدہ باز میں
 جو گھٹ گئے سو گھٹ گئے نگہ کر شہر گداز میں

ان مزاروں پہ قومت سے چراغیں بھی ہیں
دل گزرا گاہِ خیالات پریشاں بھی نہیں
اب تو مریوں نسیوں مانی جان بھی نہیں
ہم تو کچھ مدتی دوستِ داناں بھی نہیں
اس خزاں دوست کو کچھ شرم بہاؤں بھی نہیں

سنگ سیاہ تاگزیرا دورِ مہم بھی نہیں
مجھ پہ کرم نہ کر کہ میں گدے پر کرم نہیں
اہلِ لب وہ راہ کی جس میں کہتا ہوں تم نہیں
تم کو گمان کہ تم نہیں تم کو جیس کرم نہیں
مجھ میں مزاجِ دانی کیسے غم بہ تم نہیں
جا کے الگ کھرے ہوئے کہنے لگے کہ تم نہیں

کہ ہر صورت بھی اک آنکھ سے دیکھی نہیں جاتی
گھر تم ہیں۔ اسی احساس کی سختی نہیں جاتی
کہ اس بر باد سماں کی تنگ رفسنی نہیں جاتی
یہ اک رسم کہن تھی اب کہیں برتی نہیں جاتی
یہ صورت ایسی بگڑی ہے کہ چھپائی نہیں جاتی
وہاں کی بات لیکن پھر بہ لائی نہیں جاتی

ادھر کے پگھلے نہیں تقاضے، ادھر سے یہ ہم بہا رہی ہے
اسی کا دو دن سرور بھی تھا، اسی کا اب تک غم بھی ہے
قدم قدم اجتماع بھی ہے نفس نفسِ انشت رہی ہے
بہت جتنا زک ہے گو یہ رشتہ گھری، استواری بھی ہے
اسی کا روشن سے آج دیکھو یہ سید مریدِ تار بھی ہے
سکون محل نشیں کا دشمن یہ ناقہ بے بہا رہی ہے
بلا کر کشن، ازل کا باغی، انگریز شہساز بھی ہے

کیوں ہیں طوفان کی زد میں حرم و دیر و کشت
کس نے اس انجمنِ شوق کو تاراج کیا
جلوہ آبدنصور پہ ادا کا رنجِ شوق
کائنات ابھی میں دے کے بھی غارِ غیبی آپ
کب سے میخانہ میں رشتہ شوق نہیں آیا ہے نظر

زبد کی سینٹن ٹولہ دیکھ کہاں ختم نہیں
فحش شوق و خود سری شبوہ کی تمام
گم بھی ہو کر مستحوطِ حیات بن سکے
وہ نگاہ و کفر و شمشاد و خرابی نظر
شاہِ ننگیہ خردہ گیرِ حسن کی یوں رگیں نہ توڑ
فلتے جگہ کے وہ ہیں اک لگا کے شہر میں

حدیں چیلین نغری پھر بھی کم یعنی نہیں جاتی
زمینِ دل بہت کچھ نرم کر دی ہے فراموشانے
حیات جا مرنے پر دور و نزدیک ہے
مرد و کرد و فاکہ کر مورخ یہ بھی لکھتا ہے
میں کی مٹھ کے آؤں آپ کے آئینہ خانے میں
نصرت سے جو آئے جستجو کی راہ جاتی ہے

میں پہ اُس در کا پیر بھی ہے کہ اس گھ کا پیر بھی ہے
بڑھ کے بنی تھوئے جوانی غضبِ تعاشیریں وہ خوبانی
یہ راو دور و دراز ہے کہ کھاتی لائی بھی تماش
جہاں سے ان کے میں اک محبتِ خدائی کی بندگی کہاں کی
وہ سوزن فکر مٹانے ک دن یہ رختِ تنہا بکھیرا تھا
نہیں فقط باؤں لگا دیں، ظہورِ خود ہے غمِ مستی
شاعر خانے میں ہر دم کے بہت بھی ایک ہے ختمِ قوم

دلِ محرم کا دکھ اس چشمِ نامحرم سے پہچانا
انہیں ہوتا تھا رسوا ہو چکے تھے رسولِ
مکہ وہ یہ کہیں سب پہ ضعیف ہم ساتھ تھا
دلِ آدم ہی ایک سرکشِ شہرِ محبت ہے عالمِ ہی
یہ کبر و ذلتِ ناب کیا حبِ سرِ ازار تم نکلے
حکِ موقعی، مشنِ روضِ تحسینی تھا
تجھے کس کس لڑنے لے نقطہِ مالوسیِ عشق
تری غیرت کو آخر کیا ہوا لے تازہ نو بخت
اب میں اپنے سے نیچے روغن ہوتے جاتے ہیں
فخاں جو بیگانہ طیش ہے وہ روشن میں اثر بھی ہوئے

خبرِ کمال نہیں ہے اب تک تری قلی ہے اور غیرت
یہ نظریہ آرزو ہے اور محبت تم اس پر کرتے ہو کیا جودا
جو نقطہِ نیستی سے باہر نکل چکی وہ نئی تجسلی
عذر کر ہی مجھ سے بلِ خلعت کر میں اب ایک شعلہِ مذہبوں
ہی مقامت میں سفر کے، انیس کوئی کب بدل سکے گا
یہ دہشتِ سوزِ پاک جاہاں دلوں کی پونجی بھی جلا سکے گا
بشر کا ہر دامنِ جمال ہوتا تجسلی لا زوال ہوتا
شام میں کچھ نرم نہ گرم رفتاری ہمارے دل یہ تکلیف میں

خود کو خانہٴ دل کا نگہباں کر دیا ہم نے
گھٹے جاتے تھے تم منکے غیبِ اہلِ خلوت تھے
انہیں خواجہاں تم تھے، مجلسِ خفا کاں تم تھے
حرمِ نامہ سے تم کو چاہا لے لے مجھ سے میرا
زمینِ خاکِ تبریکِ شہدِ دیم آبِ یک گریہ
یہ گھر باد ہوتا اس کو دیراں کر دیا ہم نے
نہیں جامِ کفِ محرابِ انشیاں کر دیا ہم نے
گھر تم کو نصیب کم نصیباں کر دیا ہم نے
یہ محرابِ حقانے بھی کوسہ جاناں کر دیا ہم نے
ہی وہ آبِ دل بھی ہے جس کو افسانہ کر دیا ہم نے

میں سے بدلتے جب بھوٹا توک عالم نے پہچانا
نہ اُس عالم نے پہچانا نہ اُس عالم نے پہچانا
یہ ذرے دیکھتے ہی رہ گئے شبنم نے پہچانا
یہ رازِ آسودگی بھوٹی ہوئی تھی غم نے پہچانا
گھر اُن یہ کہو بہتوں نے دیکھا کہ نے پہچانا
کہ یہ مٹی کا پتلا اُٹھ کے بولا "ہم نے پہچانا"
دل بیتاب کی میتانی یہ جسم نے پہچانا
سے ایک غورِ خاکِ تھو کو عقابِ امور نے پہچانا
تیس جب دل نے پہچانا تو ایک عالم سے پہچانا

شجرے جو شاخِ کٹ چکی ہے وہ کی کبھی باور بھی ہوئے
وہ پر وہ پوشش میں رہی ہے وہ پر وہ دارِ نظری ہوئے
تمہارے جلسے کی جوامیں ہے وہی نظر پر وہ دیکھی ہوئے
یقین مانو کہ اک نہ اک دنیا غیبِ شمسِ دُشربھی ہوئے
جو نوچِ رخِ محرم ہے اب تک وہ محض رہ گزر بھی ہوئے
مجھ سے پہچانتا ہے ان کے دیکھ وہ آرزو و بد رہ بھی ہوئے
انل سے جو رائگاں ہے اب تک وہ فہمِ کارِ بھی ہوئے
بہت ہی دشواریہ ہم ہے مگر کسی روز سر بھی ہوئے
ابھی تو گویا سحر ہوئے ہے پڑے کادون، وہ پہر بھی ہوئے

اقبال

بخط اقبال



قبائل کی تقریریں بعض دوستوں اور ان کی تقریروں کی طرح جب عدوتوں کے سامنے
کی جاتی ہیں تو کسی نہ کسی میں یہ شک کہ عدوتوں میں یہ عدوتیں نہ ہونے کے سبب یا یہ عدوتیں
میں وہی عدوتیں نہ ہونے کے باعث پھر کی کچھ عدوتوں میں قبائل عدوتوں کی پیشکش اور
مستعد بن رہے۔ اور یہ عدوتیں مسکن میں پہنچنے کے بعد عدوتیں کے کیا یہ عدوتیں پہلے
مستعد بن رہے اور یہ عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد
بروز عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد
نائب عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد عدوتیں کے بعد

دکتر محمد اقبال لاهوری

در سال ۱۳۱۴ هـ ش (۱۹۳۶ م) که به بمبئی و (اگره) رفته بودم قصد رفتن به لاهور نیز داشتم که دکتر محمد اقبال لاهوری شاعر فارسی زبان هندی را که در آنجا سکونت داشت به بینم، ولی موفق نشدم. بوسیله دکتر محمد اسحاق استاد زبان فارسی دانشگاه کنگره کتباً بهم معرفی شده بودیم. نامه‌ای به انگلیسی بمن نوشته، دعوت کرده و کتاب (پیام مشرق) حاوی اشعار خود را برای من فرستاده بود. با اظهار تشکر اشعار زیر را گفتم و فرستادم. عین نامه او که بخط خودش میباشد، بواسطه شخصیت مهم ادبی، اجتماعی و سیاسی وی کلیشه میشود. تعجب نکنید که به انگلیسی نگاشته با اینکه به فارسی شعر میگفته است. نامه‌های پرفسور اسحاق هم تمام به انگلیسی میباشد. عجیب‌تر آنکه پرفسور براون انگلیسی با من به فارسی مکاتبه میکرد. یک نامه او هم برای ملاحظه خط و انشای فارسی وی کلیشه میشود. اسحاق و اقبال، یکی هندی و دیگری پاکستانی، از کشورهای «استعمارزده» میباشند و براون از یک کشور آزاد. اینست نشانه آزادی و اسارت. اندیشه داشتم چو ز هندوستان روم

سوغاتی سفر چه بر دوستان برم

(اقبال) روی کرد و فراز آمد از درم

گلپای نوظهور که زی بوستان برم

نعمه سرا شوند همه پلبلان پارس

زین نغز چامه‌ها که ز هندوستان برم

ترجمه نامه دکتر محمد اقبال پاکستانی

۳۹ زانویه ۳۹

دکتر افشار عزیزم

هم اکنون نامه‌ای از آقای اسحاق از کنگره دریافت کرده‌ام. برای آنکه شما برای گردش هندوستان در بمبئی هستید. سراسر صرفه جویی در وقت بجای اینکه توسط ایشان به شما بنویسم، اجازه میخواهم که مستقیماً این نامه را بنویسم. لازم به گفتن

نیت که من مرور از ملاقات شما خواهم بود وقتی که از لاهور
برنگردید. خواهش من این است که اطلاع دهید کی خواهید آمد بطور
اینکه من بروی مایده (بیپال) بروم جایی مابین هتلی که تاریخ
تقریبی مسافرت شما را به لاهور بداند.
مخلص صمیمی شما محمد اقبال

To Mr. Mohd. Iqbal Ali
M.A. 93 443
Barrister at Law

Lahore

Dated.

24th Jan. 1926

Dear Mr. Iqbal,

I have just received a letter from Mr. Ishagani of
Calcutta intimating that you are in London on
a visit to India. Instead of writing to you through
him I take the liberty of writing to you through
this letter. It is hardly necessary for me to say that
I shall be delighted to meet you when you pass
through Lahore. Please do let me know when you
will be coming so I shall come to go to the airport
some I should like very much to know the exact
date of your visit to Lahore.

Yours sincerely
Muhammad Ali Jinnah

(بشکریه از تاشقند تهران)

بدخیز خرم و لغم روج تیا بلے - ہنسہ در طلب آنجا چہ مستطاع داری ؟
 بزار در لے ملامت در گر بیاخت - درون چہ جنوں گر برد داری ؟
 تبسہ و از پیاصل میدرخ نکفت

بکراہ و غم و برسیمم ایجا چہ سید و کلا است - سید مگو شہ آہ معانی غم رود ؟
 اگر لب لب تو لعل زلف و خونی است - یک در آ بسخن با من شرم زرد ؟
 بخود خرم و لغم لب لب تو سید و رخ نکفت

رو در آہ برسیمم ز ما برسیم - سفر غیب با غیب تو من لے آ کو نیست ؟
 جہاں از پر تو سہاے تو من زار - زرع افغ قرار جلویہ دلے آ کو نیست ؟
 سوئے تارہ ریتیا ز دید و رخ نکفت

شدم محضرت یزدان کہ شتم از مرد و مر - کو دجیان تو کویتہ آ شام نیست
 جہاں ہی از دل و شستہ نایں ہی از لایا - جزہ تر شپ ولے از و طام نیست
 تبسہ لب لب او سید و رخ نکفت

خواران

Mr. Sir Abdul Qader Khan
21 P. O. Box
Durrani, Lahore

Lahore

Lahore

1914

10th Dec 1914

My dear lady friend
There are a few more you can select from the samples.
Yours sincerely
Sir, Khwaja Ghulam

میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

(۱)
میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

(۲)
میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

(۳)
میں نے آپ کے لئے کچھ منتخب کیا ہے
جو آپ کے لئے مناسب ہوگا
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے
میں نے اسے آپ کے لئے بھیج دیا ہے

شائستہ خان اکتب نما نمبر ۱۹۸۹ کے نمبر کے ساتھ

ابوالکلام آزاد

تقدیم دکن ————— محمد امجد

تقدیم ثانی ————— زبیر بھٹو

خطوط آرزو خواہ ازاد بنامہ زیریا جہا پھری

————— جہا پھری

زکریا جہا گل پوری کے ہارس میں

————— جہا پھری

بیکھیتہ محمد زکریا کے ہارس میں

————— زکریا جہا پھری

دارالشاہت میں محمد زکریا جہا پھری کے ہارس میں

————— محمد زکریا جہا پھری



اقبال کی طرح، راز بھی بدل کر بتایا گیا ہے۔ آزاد کے چھوٹے بھائی ہیں مسیح
عزیمت کے دیو میں خدا جوئے میں پیسے لکھ کر دیکھ چکے ہیں کی صاحب سے عہود و
صاحب کو دینے، انہوں نے کسی اور کو کسی اور نے کسی اور کو، اور بالآخر وہ بے منزل صاف
— مکمل عاقبت عزیمت کو محمود و مہدی صاحب اور وہ اپنی اتنی صاحب — ان دلوں اور
مکتوب رقم کا سیر حاصل نہیں کر پایا ہے۔ محمود صاحب سے مزید ایک کھڑکریا یا بھائی
کے عہدہ اور قرن کی فوس میں عاقبت کی ہے تو زمانہ حقان کے نقشہ اول — م — سے
اپس سے پڑھا جائے گا یہ عہدہ ہمارے کرہ میں بوسلی شاہ جہاں کی ہے لڑائی —
شائع کر دیتے ہیں۔ اس ترتیب کا ابتدائی مسودہ مکتوبہ کے مکتوب میں پڑا ہوئی
مراحل سے گزرے۔ اسی کے بعد ہی عہدہ پاک کے عہدہ الہامی میں آئے، اور رب نہیں رہتے
سال بعد مکتوب میں شائع ہے کہ ثابت آئی ہے۔ عہدہ کے پیش میں کہ تو اب اس میں
فی زعمی کے ساتھ ایک نام اعلان کر دیا گیا ہے کہ اس عہدہ کی حکومت پیش کر دیتے ہیں۔

تقدیمِ اول

محمود واجد



خطوط دور سے ۱۹۱۳ء میں سامانی و معہ کے ہیں۔ جزو خطوط، سما کے لئے کے ہیں مگر ان کی حیثیت دوسری ہے۔ نیز کسی نہ محدود وقت کی حصے میں نے ان خطوط کی دس ستونیں لکھی ہیں۔ تاہم کے ساتھ سال ۱۹۱۳ء میں خطوط میں۔ رنج پھیلے۔ اس لیے مسلسل زمان کی ترتیب ممکن نہ تھی مگر بعد ازاں پڑا کہ ان کی نمونہ کی کہیں تاریخیں نہیں ہیں۔ اور کہیں ایک دو تھیں اور میں مسلسل آگیا تھا کہ یہ نمونہ نہ تھا۔ اس خط صحر کی تاریخ دفعہ لکھی ہو چکی ہے۔

تقدیم ثانی

پروفیسر ذہب اثر فی

۱۹۸۰ء

۱۹۸۰ء



سے قاتل، اور ان کے ان کا تیس کا مٹا دیا قصور ہے۔ ابھی تک غیبِ مستعد میں :
 وہ خط دیکھا ہے، آزاد دے لپچی سے، بڑی غرمدی کے رائے سے مولوی محمد براہیم گریا مولوی بھی گھوڑے کا
 لکھے میں یہی دہیں ۲۴ جون ۱۹۰۵ خط دیکھوٹ بھگتے ہیں۔ وہ پوسٹ لارڈ ہیں۔ ان خطوں کی اہمیت یہ ہے کہ ان کی
 ہے کہ ان سے مولوی کی مدد کے متعلقہ ہیں۔ یہ بھی ایسی پڑتی ہے۔ اس کے درمیان مولوی اور مولوی عابد علی
 کے تعلق میں ایسی شہد اور اس سے اس کے پھر کرنے کی حکومت علی بدر اور مولوی کے یہ سب سے امور راجی اور
 اس کے تعلق مولوی کی مختلف علمی و تحقیقی کاموں کو عملی جامہ پہننے سے سامنے آتے ہیں۔ اب کھنڈ
 ہوتا ہے کہ مولوی محمد زکریا کو مولوی محمد زکریا کہتے تھے۔ ان کی علمی حیثیت سے کیا دیکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ
 سے ان کے درمیان بہت سے رشتے اور ان سے خدمت لینے کے۔ اس میں خاصہ مختصر تھے۔ مولوی مولوی کے
 نام ایک خط میں جیٹا ناگپور خصوصاً راجی کے۔ اس میں یوں رقمطراز ہیں:

” حضور، چیراؤ، ایک ہیٹ مٹا ہے کین علم و ادب سے کسے محروم ہو کر ایک گوشے میں
 واقع ہے۔ اس سے مل کر آمد و رفت بھی نہ ہوئی اور جہل و غلامی سے وسیعاً بحالتِ غراب گردی اسے
 دھواں دھار کے یہ قیام سے خدمات نہ پہنچیں۔ ورنہ اسے اس قدر توفیق دی دولت و تبلیغ کا فرض ادا
 کرنا پڑتا۔ یہ بظاہر ایک عظیم قدر و قدر کی پید ہو گئی۔ دروگوں نے اپنی حالت کو محسوس کیا اس شدید
 ضرورت میں اس کی بہت کد ایک عالم کے مستقل طور پر قیام آکر رہے اور زندگی ہوئی ہے وہ ان کے
 - حاسے۔ اگر ایک شخص یہاں قیام نہیں تو پھر اسے خط کی ذمہ داری دینی ہے۔ اس کے ساتھ میں رہے گی اور اس کا
 مسئلہ اس کے ایک گروہ کے لیے بہت اہمیت اور اس میں مشغول رہے گا۔ وہ سب متقابل ہیں اس کی کثرت اور وہ چند
 قضا و جہل کی تھاوت سے یہ دیکھنے والا کہ وہ بہت مشکل ہو جائے اور کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا تھا

بدلتا نکل جاتا ہے اور بدلتے مبادی کی ڈھلکی ہے اور سب جتنی عورت ساقی صبحی رہتی ہے۔

”جس ہدایت و دعوت کے نگوں ہوتے ایک بڑا طوفان رہا، غصہ دیکھتے ہو تو دیکھتے ہو کہ تیرے۔“

واقعہ رہے کہ سورا، آند کی نظر ہوئی تھی کہ یہ بنگلہ پر خود دیکھتے ہیں کہ کتب و سماعت چست، مگر سورا کی ایک
 سہرہ دیکھتے ہیں طیارہ ہوئی تھی کہ یہ بنگلہ پر خود دیکھتے ہیں کہ کتب و سماعت چست، مگر سورا کی ایک
 کے تحت سورا نے ۵ اگست ۱۹۷۱ء کو کھلی سلا میر کی کوئی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک
 زور لگا رہا تھا کہ کتب و سماعت چست، مگر سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک
 کے تحت سورا نے ۵ اگست ۱۹۷۱ء کو کھلی سلا میر کی کوئی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

”سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

مبادی ان رقص کے احساں کو کوئی نہ جانتے تھے کہ یہ بنگلہ پر خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

کے احساں کو کوئی نہ جانتے تھے کہ یہ بنگلہ پر خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک دور سے خود دیکھتے ہیں سورا کی ایک

۲۔ تمہاری اور ہمارے درمیان کے تباہی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یکے کے لئے میں اس کا تعلق قدر کر اٹھوں
 نے دیکھا ہے لیکن جہاں تک یہ تعلق و تعلق ہے ... میں کہاں تک کہ وہیں سے پہلے کسی سیر
 اسے دیکھ کر کہیں جو ... وہاں تھا میری اس بات کی بات کی ہے کہ ... اور یہ نہیں ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے
 ۳۔ رشتہ میں کا تعلق و تعلق کی بات کی ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۸۔ یہ سب کا مقصد سب کی بات کی ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۱۰۔ انسانی کو باہر مت کر دینا ہے

۱۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۲۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۳۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۴۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۵۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...

۱۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۲۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۳۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۴۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۵۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۶۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۷۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۸۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۹۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...
 ۱۰۔ یہ بات یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے اور اس کی بات کی ہے کہ میں نے یہ بھی کیا ہے ...

(۱۹۱۹ء تک)

①

سر سنیو درجہ تہ و بکیت

یہ نئے ہر حال اچھا کیا کر باہر ہو گئے تھے تہ و بکیت۔ یہ نئے جو تہ و بکیت کے ساتھ و باہر کا قیام بے سود تھا۔

تہ و بکیت، اس وقت تہ و بکیت کے معنی ہو کر تہ و بکیت سے فرما ہوں، وہ اس میں نہ کوئی چیز

تہ و بکیت میں وقت تہ و بکیت کا وہ تھا۔ تہ و بکیت

تہ و بکیت

تہ و بکیت ہے حوالہ کی تہ و بکیت۔ آئندہ اس سے احتراز کیجیے۔

(۲)

۱۹۱۵ء کلکتہ

سید علیہم رحمۃ اللہ دیکھ لو کچھ دیکھا

نصرت کے ساتھ اسے اور عورت سیر سوئے جس تک ایک کوئی دانت میں تھا جس پہلے کے لڑکے
 اور انیس لڑکیاں تھیں وہ جو اگر یہ تہیاتے سوئے۔

• ریت کا مٹی کا جو یہ ایک مٹی کا تیرہ سے اور مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 تہ کے مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا

(۳)

عزیزی السلام علیکم

مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا

(۴)

۱۹۱۵ء کلکتہ

مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا
 مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا

(۵)

مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا مٹی کا

مظاہر کر لیں۔ ہر حال محنت و خدمت ہے اور نذر کے خزانوں میں رزق کی کمی نہیں۔ اللہ اللہ کوئی اور صورت پیدا کرے گا۔
 شکریہ دے گا تو کچھ دینے پر درہم حق نہ کو کھو دیا کہ دو، آپ کو بھیجے گا اور قیمت فقیر سے وصول کر لے۔ پوچھا
 عباسؑ سے مطلب کیجئے۔ حایا رو دیا اور بارہ

فقیر بوالکلام کا اللہ راہی

(۳)

حق فی اللہ السلام علیک

موتی، میری غیبت پر تھکا کہ اس موتی پر تپ کی رہتا ہو اس کے لیے کچھ مانگے تمھیں ہوں۔ یہی
 کہہ کر اس کی میٹھی تھی لیکن سو تھاق سے اس کے سبب مظلوم اور ہم ہوئے وہ تشویش دہاں
 اللہ اللہ بیت توٹی ہوئی رکھ دے آپ کی عیبت۔ وہ بے نسبتہ اللہ تعالیٰ محنت کامل مقرر کرے۔

میں اس وقت پر تپ کا کمرہ ریتی بیت مزاج سے تپ کے تمام مصلحت پر غور کرتا ہوں تو سر زست قلعہ دہاں
 سب اظہار تپ ہیں، مسئلہ و فہم کیسے و منتظر رہے کہ اللہ کا بھارت حال بیتیں آتی ہے؟ شاید مست حیدر
 اللہ تعالیٰ صورت مد کر دے، مصلحت تپ کا جواب جس سے سو۔ مدد ہو جو مست اللہ و فہم سب کیجو،
 یوں جو تپ کا مصلحت روئے کر یہ تپ ہیں کہ تپ سے تپ نہ تپ میں یہ تپ کریں؟ تو تپ کے متعلق اپنے گھر
 میں رہیں، انکو لے کر توئی کوئی سب صورت یہ کرے؟ نتیجہ اللہ کا ہر قدر

(۱۴)

(۱۴-۳-۲) (یہ حوالہ ہے قصہ مذکور پہلے)

حق فی اللہ السلام علیک

حالا ہی علی سے ہے۔ ہاں جس پر ہو کہ جو تپ کچھ دہاں لیکن سچ دیکھئے سے معلوم ہو کہ حال تو تپ کا
 لکھی مصلحت ہے۔ مصلحت شایع حال ہے کہ تپ کوئی تپ ہوئی کہ تپ بھٹک جائے تپ۔

و لکھا، لیکن تپ نہ راہی ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱

(۱۵)

۱۵-۳-۲ (یہ حوالہ ہے قصہ مذکور پہلے)

حق فی اللہ السلام علیک

حالا ہی کلک کے سے حق کی سب سے نے اس لیے اسے کوئی کہ تپ کی میں قیام کی کوئی صورت نہ تھی اور

۴۔ مرید دعویٰ حطوطا و غیر مطلوب ہو کر گئے تو طلب کر لیجئے گا۔

(۵) حساب ہو کر محمد علی صاحب کب کدہ شکر گتیر کاں افسوس نگرہ قلم کی ملامتیں دھیم۔ مین
 ح۔ سو غلط جو کدہ قدرت میں رہے ہیں ان کی تہمت تو بہت کمزور ہے۔ مگر صاحب دعویٰ
 زمین تو وہ دوسرے ملک ہیں اس کے لیے کوستیں کیجئے۔ یہ حتمی اصول ہے کہ ان کی تہمتوں کو
 اختیار نہ کرے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی دوسرا طریقہ ہو۔

۱۸۔ ہمت سے گناہ ہے میں کر رہا ہوں۔ ہمت سے کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے طریقہ ہو گا۔

۱۹۔ میں ہمت سے گناہ ہے میں کر رہا ہوں۔ ہمت سے کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے طریقہ ہو گا۔

(۱۰)۔ مگر میں نے یہ فہم کیا ہے کہ صاحب کدہ شکر گتیر کاں افسوس نگرہ قلم کی تہمتوں کو
 یہ کہ تہمت بہت کمزور ہے اور امید نہ ہے کہ ان سے کوئی فائدہ ہو گا۔

(۱۱)۔ یہ تہمتیں میری طرف سے ہیں۔ ان سے میری طرف سے کوئی فائدہ ہو گا۔
 ہو سکتی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو میری طرف سے تہمتیں دے رہا ہے۔ میں نے یہ تہمتیں دے دی ہیں اور
 تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 وگرنہ سے۔ میں نے یہ تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 میری طرف سے۔ یہ وہی شخص ہے جو میری طرف سے تہمتیں دے رہا ہے۔ میں نے یہ تہمتیں دے دی ہیں
 اور تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 کی فصل و غیرت سے ہے۔ میں نے یہ تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 یہ تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔

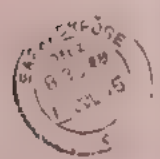
۲۰۔ یہ تہمتیں دے دی ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔

(۱۵)

حق کی تہمتیں میری طرف سے ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 حق کی تہمتیں میری طرف سے ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 حق کی تہمتیں میری طرف سے ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔
 حق کی تہمتیں میری طرف سے ہیں۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔ ان سے تہمت بہت کمزور ہے۔

The following is a list of the
 names of the persons who have
 been appointed to the various
 offices of the Board of
 Directors of the
 Bank of India, for the
 year 1880-81.

1880-81.



M. C. Zacharia
 Officer and
 Agent for the
 Indian
 Sugar Bazar,
 Barrackpore,
 Calcutta.



INDIA
POST CARD

WRITING SPACE

3/12/14

13/12/14

عزیزِ مہربانِ مہربانِ مہربان

کھینچ کر رکھ لے گا ہوا کی

یا تو خود یا درِ غیبِ موزن و خیمہ زلفِ انعام گئی
کہ تاجِ رکھنِ حُثبِ تیارہ بحرِ بیانِ سحرِ عالم

۱۰۱۱

۳۰۵

سید القزیز احمد علی

بزرگ جیہ یکد - صوفی ہوتا - ایسے حامل ہیں کہ ہوشیار ہیں

اللہ بیکہ جزا - ار - بنیاد برائی مابین خودی و سوا

اور بیکہ معلوم ہے کہ وہاں کو تمام حق صمد و روی کو لکھا ہے

میرزا محمد علی
۳۰۵
۳۰۵

علیہ السلام و آلہ و صحبہ
ترجمہ: محمد واجد

[illegible]

ۛ جازمی اور میرا خاندان ۛ

ما ندره : به انصاف است ، به شرف (احمد)

محمّد بن علی بن ابی طالب علیه السلام

نام خود و محلین اینجی - در دفتر سره کاتبه و قلم.

تبرکات

— ۱۰۰ —

معارف - دہلی

۱۰۲

۱۰۲

برادر

۱۰۲

وہی دورہ اور شہر سے اٹھ کر دہلی پہنچا۔

وہی شہر کی طرف سے پہنچا۔

۱۰۲

چند

در سال مستقیم

از آن جهت که هرگز که حکمت خود بخوابد که استغفارها
 اگر حالت که حال بر حکم بایست قتل هوا و از آنکه فعل در کم
 قضا به روز و رات و صبح و عصر و از یکسان روز و شب که یکسان است

چند بیت از سنن که در زیاده و مستند که نالی در
 گویند و از روزی که تمام شاید عید بعد و در هر روز که

هر حال محبت تمام است و در غذا یک حرارت و

وزن که کمی نیست و این را الله و در هر روز که

کرده است و هر یک که بود و الله با

در حال که الله با و در روزی که هر یک که

میزان و هر یک که بود و در هر روز که

خدا با هر یک که بود و در هر روز که

طريقه

1940

... ..

پس من بعد از این که در این کتاب و در این کتاب و در این کتاب

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

... ..

بر سر منبر و در حدیث و کلام

نسخه خطی

مفسر: =

— (1) *Chlorophyll* *a* and *b* contents were determined by the method of Arar and Cook (1987).

... ..

میں نے اپنے دوستوں کو یہ سب سنا دیا۔

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

Journal of Management Education 30(6)

... ..

.....

بسم الله الرحمن الرحيم

.....

.....

.....

.....

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

[illegible]

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

در این کتاب، به بررسی و تحلیل آثار و تفکرات این بزرگوار پرداخته شده است.

... ..

و به این ترتیب که در هر یک از این موارد،

سید سید علی بن ابی طالب

بسم الله الرحمن الرحيم

چند روز بعد از آنکه در این شهر رسید

ان دوشنبه زید چو غنچه شکر

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

... ..

... ..

11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 841. 842. 843. 844. 845. 846. 847

— 100 —

[illegible]

[Faint handwritten notes at the bottom of the page]

Journal of Management Education 30(6)

باز در کعبه تو ایستاده ام و می بینم که
 از آنجا چه می آید و چه می رود و چه می ماند
 شربت آید از آنجا که در آنجا می ماند
 که با تو بود اگر تو می خواهی که تو را
 بماند و بماند و بماند و بماند

غزوی نزد غزو اندک که در آن
 ندیده ام و ندیده ام و ندیده ام
 و ندیده ام و ندیده ام و ندیده ام

طبعاً و ایماناً و کلاماً
چشمه و حوض و آستانه

کلیه درین

منازقہ طبعیہ
که در این عالم است و در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است

پس اگر چه در این عالم است

(۱) اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است

پس اگر چه در این عالم است

(۲) اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است

پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است

(۳) اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است
پس اگر چه در این عالم است

کلمہ
آپ

خیرہ راج مود لے رہے ہیں
آپ کو کھانہ تو کیا تھا کوی صورت میں ہوا ہے اس پر
اقتدار رکھوں اور آپ کو کھونہ کہ اسے اختیار کر لے۔
نہایت سے روں آپ کھانے میں رہے درگشت میں کہ میں
کے کو صورت نہ کھانے کہ۔ آپ جو صورت اختیار کریں
کے ان کے ہے۔ میں کھانے میں ہو پہلے ایک صورت ضرور ہے
ب آتے کوں رہیں صورت نہ کھانے وہی فیتہ مقور
یا ہے اور جاری رکھنا چاہیے۔ اس کے کم کاری تو ہیں۔
آپ میں کہی کہ بہاؤ کو صورت ایسا کھانے ہے۔
راج یہ تمام ہے کہ تو ان وقت اسے حاصل ہیں اگر اسے دالہ شریف

مواظف

۱۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۲۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۳۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۴۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۵۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۶۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۷۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۸۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۹۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔
 ۱۰۔ یہ ایک نیکو شخص ہے جو کہ
 بہت سے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔

چونکہ ہم کو اس دنیا میں نصیب انبات میں نصیب و نایب اور ہم کو
وہ امور میں دست و پا کرنا ہے جس سے حیرت مندی ہوگی اور ان
بہرہ خیز اجزاء کو آگاہ کرنا ہے اور بطور عام
آگاہی نصیبیہ - آگاہی اور تعلیم کا آگاہ
سے قبل سب سے پہلے نصیب و نایب کا علم نصیب و نایب

کیا ہے؟ یہ آگاہی کہ کس کس نصیب و نایب میں
ہم راسخ ہیں اور کس کس میں نہیں آگاہی کے ساتھ ہم کو
عقل ہے - عقل نصیب و نایب کا آگاہی ہے
کیوں علم و نایب ہے - نیکو گوئی - جو کہ آگاہی کے ساتھ
ہے اس لیے کہ وہ آگاہی ہے اور عقل و نایب
یہ آگاہی ہے کہ آگاہی ہے - اب اور عقل و نایب
نصیب و نایب - نصیب و نایب اور آگاہی کے ساتھ
وہ آگاہی ہے کہ آگاہی ہے - آگاہی کے ساتھ
نصیب و نایب - آگاہی کے ساتھ
نصیب و نایب - آگاہی کے ساتھ

۱۔ شہید قزوینی بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم صالح شتغل غور پر قائم رہے
اور خود بھی نور ہے۔ وہ اپنے صاحبزادے سے کہتا ہے۔ اگر ایک نور
پر بیان قائم کرے تو وہ ~~خود بھی نور~~ نور کی دھندلی ہو جاتا ہے۔
اس لیے غم نہ بن کر اور بالکل نیک ہو کر ایک نور بنے۔
کچھ کن چاہت اور شادی شغل رہے۔ دوسری بات میں
عالم سودا کی نیرت اور دجالہ صاف و سیر کی نیرت سے
توصلہ و ہدایت کا نام ہے۔ شغل سونا ہے۔ اور اس
نیرت پر نیرت۔ بیدار رہنا۔ بیدار رہنا۔ اور اس
بیدار صالح بڑا ہے۔ اور اس شخص علمت صاف
اور نیس بنائی جائے۔ میں سنی ہے۔
پس ہدایت ہے۔ ودعوۃ الی اللہ تعالیٰ پہلو سے
نور ایک نورہ عظیم اشاعہ و انتشار پہلو سے۔
نیرت نیرت۔ اس کے درمیان میں بھی شغل
اس وقت اس تو بہ حال ہے۔
کہ صاحب اکس اسوہ کی ہیں

۷ نقد ضمیمہ حقہ جامع اصول و قوانین و قواعد و
 الدین علم احکام و فروع نام جامع احکام و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع

۸ نقد ضمیمہ حقہ جامع اصول و قوانین و قواعد و
 الدین علم احکام و فروع نام جامع احکام و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع

۹ نقد ضمیمہ حقہ جامع اصول و قوانین و قواعد و
 الدین علم احکام و فروع نام جامع احکام و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع
 و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع و فروع

بی وقت به نگرین مردی بی ایمان و بی ایمان
 برآوردن تو را در دنیا و آخرت
 بیفتد و عالم نفسی و فانی را در دست
 و بیخود بگذرد و تنه و تنه و تنه و تنه
 بگویند حرف روضه از کف
 - بات در وقت است بی کمال

بفرموده است که عالم را در دست
 نمک و سرکه و در دست
 است و بیفتد و تنه و تنه و تنه و تنه
 برآوردن تو را در دنیا و آخرت

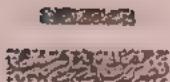
بفرموده است که عالم را در دست
 نمک و سرکه و در دست
 است و بیفتد و تنه و تنه و تنه و تنه
 برآوردن تو را در دنیا و آخرت

۱۸
 بحر میں سیوہ کا میں کہہ . بائیں کی مسجود ہے آید
 کہ شہید تہجی یہ صفت وہاں مایہ آفتابا
 کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تم راہ کا

۱۹
 بہر حال وہ کہ اس کا ہوا ہے اس کے کہ رہا پھر یہ بد میں
 صمد و جود و وحشت شرف و تقاضا ایسے مود میں کہ اگر آج بھی ایک صفت
 کہ کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے ویشی
 کہتا . وہی بہر حال ایک صوم و شام کیسے ہی رہا قصہ میں کہ وہ
 کہ کہ وہ . بہر حال . دھڑلے کا شہید ہے اس کے کہ رہا اس قدر صوم و شام
 شہید آج بھی کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے
 میں اس کے کہ وہ

۲۰
 صمد و جود و وحشت شرف و تقاضا ایسے مود میں کہ اگر آج بھی ایک صفت
 کہ کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے ویشی

۲۱
 کہ کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے ویشی
 کہ کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے ویشی
 کہ کہ وہ اس کے نام نصیب رہا تو وہ دیکھا کہ کج کرنے میں دراز ہی ہے ویشی



مارکاپہ "خلافت"

مجلس خلافت صوبہ بنگال

6497 56

Bengal Provincial Khilafat Committee

1951 年 9 月 20 日

1977年 上

204 Main Court

1981 年 4 月 10 日 星期四

42 August 1942

എഴുത്തുകാരൻ: ഡ. ജാനകി

Presented at the

◆ 正典風采四九 華下凡書經下

† *Supplimentum*

102

میرزا کاظم
اسد عالم

روہ محمد زکریا جاگیردار ایک نیا یہ شخص دماغ میں
قرضات میں گراں رقعہ ہیں اب وہ فیصل ملک کا
شوق ہے اور طبیع کالج میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔
ایسے عہدہ جہاں پریشانی سماج کے نام کر کے ایسے کریڈٹ یہ
فرار دیکھتے جہیں ممکن رہا تھو کہ مٹا رہے ہو

فصل اول

یہ نظر کرنا تھا گھیری کے ام توہنجیں، لیکن وہ متعلق ضرور ہے۔ بعد ازاں کے تو رفتہ سے قس مولانا زکریا سے
اس کا تعارف پیش خدمت ہے

زور یا بجائے گپوں کے باتیں



صوبہ بہار اور خصوصاً کھگپور کی سر زمین کے علمی و ادبی پونے کا جنم لے کر وہاں سے کچھ بچہ خدمت
سے کم نہیں۔ یہی تہذیب و سادہ سادہ انداز فکر بہار کی چہتا ہیں۔ بہار کے اہل علم کسی طرح اپنے قدم بیابان
جہان کے۔ اس کے سامنے میں کتب خانہ کو پناہ دی۔ ہنگامہ کی پیمائش کی رہتی تھی۔ وہ ایک مشکل بنا رہا جس سے
دوسرے کتب خانہ کے روشنی میں رہنے لگے۔ لیکن وہ شخص جس نے زندگی میں چرخ سے نہ ہیرا لگا سکا
وہ اس سے اپنے سرخسہ سے کوئی تہی نہ تھی۔ وہ نہیں لکھا۔ وہ خود پریشانیوں کا درد و غم
بہ خوشی سے لکھ لیا۔ وہ دوسرے تہذیب و تمدن کے پائے در پائے گماں کی اور بے کسی ملی۔ اس شخص کو کہ ہمیشہ
جو بہار و رشتہ کی محبت میں رہنے کا فخر حاصل رہا ہے۔ یہ میں اس کی نہیں کہ بہاروں کو ایک بڑے شخص سے
رشتہ توڑ دینا ایک عظیم و دشوار کام تھا۔ یہ شخص بذات خود نصف درجن بہار کی ویرانہ تھی۔ درجن علی زبیر
کا ہے۔ علم، ادب، فلسفہ، تاریخ و مذہب جیسے متنوع موضوعات کے سمندر میں بڑی اچھی بصیرت رکھتا
ہے۔ کسی زمانہ میں مشہور صحافی رہ چکا ہے۔ اس کی مصالحت نے کافی شہرت پائی ہے۔ مولانا محمد علی، مولانا
آزاد، مولانا آزاد، مولانا قاسم، مولانا آزاد، مولانا آزاد کے ساتھ مل کر کئی اور مل کر کام کرنے کا یہ فخر حاصل
رہا ہے۔ بلکہ دشمن غلام کو دشمن کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے میں اس نے کافی حصہ لیا ہے۔ سر اسحاق خان کو ایک
مجاہد اور پھر قید و بند کی زنجیریں برداشت کی ہیں۔ انھوں نے وہ سب کچھ کیا ہے جو اس وقت کی قومی خدمت کے
لیے ضروری تھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں بہت وقت دہلی کے ساتھ رہا۔ یہ وہاں ہی علم سکھانے کے لیے
آئے۔ نہ کہ ادب سکھانے کے لیے۔ وہ سادہ رنگ جو ان کے زیر بار حسن ہیں ان کے آگے وقت میں کبھی کام نہ آ سکے۔
کسی کی غم سے دے نہیں پڑا۔ حسن سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ چرخ و گردن کے لیے تھے۔ درج تہذیب و تمدن
کا جنم لے کر اس کے کابل چھو سبھی نے وراثت کے تند چھو کونام کے عنوان لکھا ہے۔ اس شخص کا نام مسٹر پرم

در میری اتی سخی و خود سے تڑپ اٹتی، نگری میں لکھی گئی اور پی آر ایس کی ڈگری اور سوئیے کاغذ یا ہوا صاحب کو ملا۔
میری پوری سخی سے سماع فی السیاح کی کتاب، نگری میں لکھی۔ تخریثیت بیسویں سن کی مکتبہ۔ پھر اس کا کچھ
تخلیف و کتب کے لئے لکھتے تھے۔ ان دنوں کلکتہ میں جو سخی کے سلاکس ہسٹری اینڈ پلے کے صدر ہیں۔ ڈاکٹر کے۔ کے جس
نے کسی کی جو سخی میں، یہیں کچھ سے بڑھ کر کتاب کی جو سخی اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے علاوہ در
جہان لے لکھی سنت کچھ بھی در سیکھا۔ !

۱۔ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں ہائی اسکول کے ساتھ ساتھ ۱۹۰۱ء کی بات ہے۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ
میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔

۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔

۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔
۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں میری سخی جو کچھ میں بہت سے غور و فکر سے لکھتا رہا۔

حسن میں گھٹن نہ زیادہ تھی اور شگفتگی کم۔

اس تاریکی میں ہر شب فلسفہ زبان سے نکلتا تھا۔ درگشتِ ان کی تھک چکی تھی ذاتی اور بیرونی میں۔ جس میں کتر سوچا کرتا، ہوس دہ تھک کر رہ جاتا۔ جسے ہو سکتا ہے حمد کے پاس سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ جسے دوسروں سے سب سے زیادہ حقیقت کسی کی شکل میں انھیں پناہ کا واسطہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے کی کڑواہٹوں کے زخموں سے اتارنی چاہتی ہیں۔ بس ان کی پرانی علمی زندگی کا ذکر نہایت تو خوبصورت ہے۔ عین سون چمک اٹھاتی ہے۔ خانے یا چمک بھی مٹی سے کوروں سے سبکس گئے۔ نہیں ایک ڈکال ہے محمد تقی جو دوسروں سے بڑھ کر اس کی کٹھن ہے۔ عرفان نوری اس کا سوا لاکھ بہت قدر افسانے لکھتے ہیں۔ اور یہی فریاد ہے کہ یہ ایک ان کی حسیاتی حقیقت کو کبھی بھی روایت نہیں۔ اس منظر سے روح کا بپا اٹھتی ہے۔ یہ اس فنان کا حال ہے جس کا ماضی قوم کی کھٹی میں حل ہو گیا۔ دوسرے منتظر رکھ کے حیران کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔!

سیکھے ہیں کہ ہمارے کہاں نہ لگیں گے۔ آپ سب چھپ گئے۔ مدد سے مولوی کی۔ مگر کیا نفع ہے۔ مصلحت ہے میرے کھائی۔ درہ مولوی کی شہادت کا دیو یوں خوش ہیں۔ اس کا پھر ایک سو رہا ہوتا ہے۔ مولوی نے ان کے لیے کیا کیا؟ اس کا جواب خود مرزا صاحب کی زبانی سنئے۔ ایک دن میں نے مرزا صاحب سے کہہ۔ تو فرمایا آپ کی طرف متوجہ نہ کیا نہیں ہوتا ہے؟ انھوں نے سہکتے ہوئے کہا۔

"بھائی مولوی کی مشن اکبر سے دربار کے ابو لفضل اور بعضی عیسائی ہیں۔ اس سے اس کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اور میں نے سب سے ہو گیا۔ یہ مولوی کا ذکر ہے جو بہت سارے کے صفت قتل کا سیاست دان رہا۔ اور بہتر موضوع کے دائرہ میں وہ مولوی ہیں جو ایک غلامی میں ایک بزرگ رہا ایک دوست ہیں۔"

DANESH

QUARTERLY JOURNAL

Chief Editor

Cultural Counsellor Islamic Republic of Iran

Editor

Dr. Syed Sibt Hasan Rizvi

Honorary Advisor

Dr. S. Ali Raza Naqvi

Published by

Office of The Cultural Counsellor
EMBASSY OF THE ISLAMIC
REPUBLIC OF IRAN

House No 25 Street No 27 F 5 2
Islamabad, Pakistan

© 818204/818149

کچھ اپنے کچھ مولانا آزاد کے بارے میں



مولانا آزاد کے مکتبہ العینہ

زکریا بھٹ گجپوری

کے نبرے

مولانا محمد عثمانی شجاعہ نشین خانقاہ رومی نیوٹونگیر بہار برٹسے بزرگ اور صوفی گندب ہیں۔ میں نے ان سے بیعت حاصل کی تھی۔ درویش رہا کرتا تھا۔ ان کے حکم اور دعا سے تیریہ ورت دینی عقائد کی۔ دین تقریریں کیا کرتا تھا۔ درویشا مقبول تھا۔ بعد انھوں نے مجھے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے نام تیار فی حکام کی اطلاع دی۔ تو انھیں دین ترویج ہوا تھا۔ میں اس رکھتے تھا کہ۔ حضرت مولانا آزاد خط لے کر کھڑے ہو گئے اور ان کے کھٹے کھٹے بڑھڑھڑاتے تھے۔ یہ بات مجھے ملے سمجھا، وہ شفقت سے رکھا، بہت مانتے تھے۔

الہ آباد کے تین دو رکعت سے لڑکی میں انفر بند ہونے در رہا ہوتا تھا کہ بہت سن رہا۔ وہاں کے بعد مولانا دہلی گئے تو میں لگ چوگا۔

اس کے واقعہ بہت بڑے تھے۔ میرے گئے وہاں سنا ہی کی۔ نو روکے در تین روکے میں میں نے روکے میں میں نے وہاں ہر مقام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مار اور شاہ عریضے مولانا ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہنوں میں سب سے چھوٹی۔ سروفاکر مندر کھویاں کی مکین تھیں۔ بڑی سلیمانیات عمدہ مقرر اور مضبوط تھیں۔ بڑی ہیں کی شاہی کلکتہ کسی۔ جس کے یہاں سہی تھی۔ مولانا کے والد سے ممبئی واپس آئے اور کلکتہ میں بہت عزیز ہوئے۔ اس کے وادھوئی تھے۔ مولانا تین بھینسے بڑوں کی حیرت و سہ کاسیقا آگ تھا۔ جہاں نہاں قرار کرتے تھے۔ ایک ٹوٹو نے اس کے والد سے اس بات کی شکایت کی۔ انھوں نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ تو ایک دن کی بات ہے۔ بھی کھینسے کے دن اب چھو ایک دن کیو کر مولانا کو ٹھہرا اور توجہ کی۔ سانسے بیکانہ خیالات کر ختم ہو گئے اور بکبد ہو گئے۔ پھر مطالعہ کیا۔ ہر قدر فی طور سے کھل رہا تھا۔ آج کی بہت سی تصانیف میں کہ غلامانیں درانا سے منسوب کر دی گئی ہیں۔ کسی نے مولانا کی تحیہ و بعد از مرگ نہایت ہے۔ یہ سر مٹا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے ماضی اظہار کیا ہیں بھی حاصل نہیں کی۔

مولانا بڑے بہت آدمی تھے۔ عمدہ ہنسناک تو ہوتی ہی تھی۔ لیکن کھانے کا خاصا امتیازی ذوق رکھتے تھے۔ ان زالی کے دنوں میں بھی ان کا دستہ خوان ایک وقت میں تیس روپے کا ہوتا تھا۔ کھانا کیا کبھی سہی کھاتے تھے۔ میں مستقل تھی اور سیرنگر کار و زار بہت مدد دیتا تھا۔ فاساد بہتین قسم کا رکھ گیا تھا جو بقول خود کہیں نواب واجد علی تھکے بہاں ہو کر تھا۔ نواب کی طرف قادی کے بعد دارا پھر تھا کہ مولانا نے رکھ لیا۔ مولانا کی حوائج

دارالارشاد (کلکتہ) میں

مولانا آزاد کا درس قرآن



رکن مہتمم اعلیٰ دہلی

قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلے میں مولانا آزاد کا نام ایک مستند محدث کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان چند سطروں کی تفسیر
 "شرح میدان کے تحت پیش کردہ ہا ہوں شام نہ نہ کا بکا اشرہ میں امتدایں دسے چکا ہوں۔ یہ اصل کلاس پڑھنے کے
 لئے مینا بسس بن خواہم ہی کہ بیچے! قرآن کریم کی شرح پاک اور مولانا آزاد کا انداز بیان ہے، ان کے پیالوں سے
 لبریز دو نقشے کی طرح معنی کچھ ہو سکتے ہیں تو شاید ہی ہیں۔ ان پر یہی رائے سے زیادہ آپ کے فہم کی ضرورت ہے۔
 ۱۰۔ لارشا کے بانی اور پسرین مولانا تھے جو عمر ۴۰ پر ہی کلکتہ میں کھول گئے۔ ۵ فروری ۱۹۱۱ء سے اسی کی ابتدا ہوئی اور
 ۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء کو اسی کا خاتمہ ہوا۔ جس کی ایک ساری کتب خانہ میں ہو گیا۔ یہ سڑک کے کلاس ٹوٹے ہیں جو انھوں نے
 ایک منظم کی حیثیت سے مولانا کے گھر میں رکھے۔ ان جو ہر پردہ کو جس کی کسی ذوق و اضافہ اور تعمیر و تبدیلی لین
 پیش کر یا ہوں تاکہ اہل علم کو اسی رائے قائم کرے میں سہولت ہو۔ ————— معصوم و واحد



(السورة الفاتحة)

د فروری ۱۹۹۶ء

سجائات تحفظ خود میں فطری ہے۔ انسان چھت کا قائم مقام پیدا کرتا ہے۔

صحت ترکیب و تہیہ کی کہتے ہیں۔ بڑا تر و نسانے کی ہے عقل قدرت کی ترکیب و تہیہ۔ فطرت حدود نہ ہے وراسی کو اسلام کہتے ہیں۔ سودھ ڈالائی، روتی فلاسفر، بحر الاءلاق

عبس، بانی کا دپر ٹھن۔ گوشت، جرسن فلاسفر، بر علم، مدوق۔

فطرت کی بربادی کا مقام صفت ہے۔ تمدن کی بربادی کا سبب پیدا کرنے و ناکندہ ہے صفت

کی بدائی بربادی فطرت تمدن ہے۔ قوت فطریہ پر ہتھ دکن، در صفت سے اعتراض کرنے کی کا سبب ہے۔

فطرت کی حمایت حرم ہے۔ صفت غیر فطری بھوک پیدا کرنے والی چیز ہے۔ کوٹ ڈالائی کوئی سلام

نفا، اسلام کو دین میں پیش کیا، کہ قوت فطری کو دنیا میں قائم کرے۔ ہر فطری اصول پر مقرر ہے۔

مرعومین صفت، بربادگیں عالم اسلام ہے اور یہی ایک ملت ہے جو عالم میں چائی ہوئی ہے۔

حد، بپا ہائی سب ترقی ہے اور غلبہ نفع۔

یہ ایک بعد و پاک انسانیت سے ملوں نے ساری دنیا پر فتح و تصرف دی۔ جو نہ رہا و کرس گیا میں انتہائی

قوت و درود موجود ہو گا ایک بعد کی طرح ایک نشیں بھی ایک مستقل چیز ہے۔ لقول ابن قیم۔

۶ فروری ۱۹۱۶ء

سندھ میں ترقی کا سبب یہ ہے کہ وہ مسند قدرت کو چھوڑ بیٹھے استغاثت باحث و کوشش محض ہوئے۔
 بہت اور کوشش ہی جذبات میں، اور بڑا اشتہار بھی شامل ہے۔ قوم جذبات ہی سے قوم کی ہے۔
 اعتقاد تو ذہن میں جذبات سے لگا ہوا ہی ہے۔ و ترقی جذبات ہی سے ہوتی ہے ترقی دہریہ
 کو محض جذبات سے مستثنیٰ ہے۔

ترقی و کامیابی میں اعتقاد و کوشش درود۔

فتح و نصرت محض جذبات سے ہے۔

قوت کی کمیابی سبب کی ہے کہ وہ جسم پر جس بے کد جذبات و راستہ استقامت میں ہے تم جھک کر سکتے ہو کہو
 باقی میں کریں گا، استقامت تک، اعتقاد کے ساتھ خدا پر بھروسہ کرو یعنی استقامت، تدبیر و فن یکساں ہیں، درود
 عجز کا ہے، چاروں سمت ہے، زاری کی روش کا ظہور نہ میں ہوتا ہے۔

وسائل یہ ہے، سرکار جو بڑی پیروی ہے استقامت اس کو مٹا کر قدام کی رہ دکھاتی ہے۔

شہادت تو ذہنیت و دماغ سے تعلق ہے ترقی و ترقی کو محض جذبات سے لگاؤ ہے معصوم ذہن و ترقی و دماغ سے

۸ فروری ۱۹۱۶ء

اساتذہ قوم کی ترقی و ترقی حساس میں ہے۔ احساسات کا مٹا ہی مرید کی ہے۔

سورہ فتح یک ایسی قوم پر مبنی جو ساری دنیا و اقوام کا فرمانروا ہو در سب کے لیے داغ بدیت
 ہے۔ سورہ فاتحہ کا لڑنا ہے کہ انسان کے اندر ایک ایسی قوت و احساس پیدا کر دے کہ کسی شکل و حتیٰ کی بھی نہ رہے
 اور اپنی خواہش میں بھی کامیاب ہو اور تم جہاں میں رہا سہا کر رہو۔ حب انسان کل شکل طے کر چکا تو اس کو اب کیا
 کر چاہیے اس لیے ایک محسوس نہیں ہونا ضروری ہے۔

بسم اللہ تعالیٰ کہ بعد از قوس مدد کر کے آگ کر دے۔ تحقیقاً واحد و احد اسطو اخلاق پیدا کر دو
 لسم اللہ اور حمد میں یہ بہت ہے۔ وہ عامل میں ایک جس پر قیام کر دے جو اس کے لئے کوئی چیز اس کی نظر میں ہو۔
 مشکلات حیات آگے بروا دین کے اور سے وضع ہو گئے۔

راستہ میں نہ انداز مقصود۔۔۔ یہی حبیب الدین ہے۔ جب انسان عراط السفیرہ متفق مینہ سے مندرل ہو اغیت خلافت کی طرف مگھ نظر پڑتی ہے اور یکہ محقق نیز نگاہ میں پڑتا ہے۔ یہی حضرت ولی سافل چیز میں ہے کہ نسبت سے دین میں یہ نسبت یہاں کی نہ لگوں۔ وہ سن ہیں جو کتاب حبیبہ معصومہ پیغم سے دشمنی نہ لگوں۔ قرآن کریم کے کو جو حکمت و تیر خلافت و تہیکہ یکہ کی معنی سے دوسری دشمنی نہ لگوں۔

آزمایش

۱۱ مردی ۱۹۱۷

یہ لفظ مبرن ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ ایسا جس بات یہ دوزخ عطیہ کہ سب سے پہلے جہنم میں لے جایا۔ سورہ نوہ میں جس نام کو ذکر کیا ہے جو کہ حضرت محمدؐ پر نازل ہوا تھا۔

سورہ فاتحہ کو کیوں نماز میں شروع کیا گیا۔ چونکہ یہ دستور علی بن ابی طالبؑ سے خواتین مسلمانوں کو سکھایا ہے۔ دین میں ان کو جو
حق کیا، ان کو یہ منصب، نماز میں سورہ فاتحہ کے پیچھے ضرور پڑھا جائیگا۔ وہ چاہے کس کس سے۔ اس
جیسے کیسے کہ۔ مقتدر لعل ہے۔ سا در جہر پڑھنا امام چونکہ وہ سے قرآن مجید، مقتدر کیسے ہی کا نہ تھا۔ وہ
معاذ اللہ! چاہے وہی — ہر حق قرآن مجید کی قرآن سورہ سے ہے۔

سورۃ کی ترتیب: محضرت قصص نے خود کہا ہے۔

سورة: لقمان

۱۱ مردی ۹۰۴

کئی سے اوتار غریب کا نزول مصطفیٰ سے مردِ محزونِ نزول ہے۔

تو اسے حکمتِ نغمہ کے رہا میں رہا چوتھی جھڑت قرار عطا کرنے سے جو نغمہ کی بدولت مسکیر
 ٹیڑھ ٹیس کے حصہ میں بہا ہو گئی کہ نہ کہ یہ حالت ہے کہ نہ کرو اور نہ کرو دیتی ہے اور تیس سال کی محنت
 ہے وہ تو ابھی رہتی ہے باجھول ملامت کا ۔

ہے وہ وہی پہلی ہے اصول علم کا۔
 دیکھو ہر بہتر مصلوح چیز کہتی رکھتی ہے اور مصلح کو مراد کر لیتے۔ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاحت رکھتی
 ہے۔ یہی نہ کہی کہ اسے۔ میں جس کو مصلوح ہوں نہ ہوں تو میں اور مصلح۔۔۔ اس کیسے دیکھتے ہیں کہ وہ
 شے والی تھی ہے بل ہر غیسی قرآن یک ایک جیسے سیرت و حدیث قرآن یک جیسے سیرت و حدیث کیسے کہ وہ
 صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے ہم دیکھنا ہر وقت ہے۔ کھانا اعلیٰ حد کیا اور تہذیب کو دیکھنا۔ یہ کہ
 چاہتے ہیں کہ ہر حد کر دیکھیں اور اس کی جہاں سے دیکھتے ہیں۔ یہ تو ایک ایک جیسے کہ اس کا یہ تو نہ کہ

ضرورت ہے اس چکر قدرت چھوڑ دیتی ہے۔ با تھاق کل سورہ بقرہ مافی ہے لیکن اختلاف کرتے ہیں کہ وہ کئی ہے۔
کئی عموماً تکمل ہے برصلاط مدنی کے۔ دیبا میں جس قدر چیریں ہیں سب اجمال و تفصیل ہیں کیونکہ یہ ارتقا کا اصول ہے۔
مناظر قرآن میں بھی اجمال و تفصیل ہے۔ اس قیاس پر جو کر کے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منجانب صاحب قدرت ہے نزول
قرآن ہی سہہ ترتیب ہے جس قدر سو رتیں ہیں وہ عروست پر نزل ہوا ہے ایسے بلوی انظر میں اختلاف، سب معلوم ہوتا ہے۔

(السورۃ المبقۃ)

۱۳ فروری ۱۹۱۶ء

تمام تفسیر میں خدائی، اصول یہ رہے کہ ایک جماعت تیار ہو جو تبلیغ دین الہی کی کیا کرے۔ نبوت انبیاء
کا کر کے حل دی۔ سب وہ جماعت جو اس کے نام مقدم میں ہے نبوت کی جگہ کام کر رہے۔
نزول قرآن کا دو کام ہے۔ ایک تو وہ جماعت تیار کرنا جو نبوت کی جگہ کام کرے۔ دوسرا کام یہ تھا کہ وہ نفس
جو تسے والی ہے اس کی صلاحیت کو جسے۔

فطرت حسب کوئی چیز مانی ہے تو وہ بتدایں اجمال کے ساتھ ہوتی ہے بعدہ تفصیل وار ہوتی ہے۔
خدا کا کوئی کام نہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کو کوئی کام نہ ہوتا ہے۔ ابتدا میں حلال حالت گذر کر ہے اور انتہا میں حلال
مکمل ہوتی ہے۔ یعنی قرآن پاکستانے ۲۳ سالہ زندگی میں گذر لی تفسیر یا قاعدہ تدریسی استعداد کے موافق ترقی کرتی ہے۔
ترتیب قرآن استعداد ہی طبعی کے موافق ہے اور نزول تدریجی بنا جماعت۔

تعلیم کی اولین بنیاد وحدہ وحدت ہے۔ انحر و قوی و دخی ابتدائی مرحلہ ہے دروحدان سے یہ مرحلہ
طے ہو جاتا ہے اللہ کے بعد مرتبہ دین و عقل کا آتا ہے۔

جنس امدا کی چیز ہوتی ہیں وحدہ ایست تسون رکھتی ہیں۔ چونکہ کئی سورتیں ابتدائی سورہ میں ہیں اس لیے
وحدان سے تسون رکھتی ہیں۔ فطرت حقیقی و بدان ہے۔

۱۳ فروری ۱۹۱۶ء

۲۴ سورتیں مدنی میں درانی کئی ہیں روایت میں عباس سورہ بقرہ سے حدیث سورہ ۵ تک مدنی میں
بافتق۔ انفجاء ایک ایک عدد سے فوت کا انحراف۔ بحث جانا۔ سورہ کئی میں کثرت سے تہذیب و صلہ کا ذکر ہے
مے بقول اس سب سے ترقی کے واسطے بوسطہ کی ترقی لعدہ و ترقیوں ہو جائیں گی جب انسان آزاد ہوا اور قید سے
ہوا تو وہ اب ہر قسم کی ترقی کر سکتا ہے۔

قرآن نے سب سے پہلے دعوت فکر دعوی دی ہے یعنی پہلی منزل تہذیب سے نکلتا ہے جب وہ قید سے نکل چکا تو

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ ہم نے دوسری میں سورہ بقرہ پڑھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب انھوں نے سورہ بقرہ ختم کر لی تو اس خوشی میں لوگوں کو دعوت دیا اور ایک انقرہ قریبی دی۔ سورہ بقرہ میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کا حال دنیا و دین دونوں کا کام ہوتا ہے۔ جس کے بڑھنے کے لئے دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ دنیا سے صرف طہارت و نفاست ہی نہیں دور کرتے بلکہ اولاد کی لطافت و منہاجت و تربیت، کھانا پھینکے ہیں اس کی لذت میں اس قدر حد آتی ہے کہ وہ دنیا میں بدکاری سے دور توں کا نام، کھرتہ ہی نے قرار کیا تھا۔ کیونکہ مسلم شریعت میں آیا ہے کہ بعض مراتب دو دو سوئیں بھی تری ہیں اور اپنے کا تب سے فرمایا ہے کہ فلاں سورت کو فلاں جگہ اور فلاں سورت کو فلاں جگہ لکھ لو۔ نظر میں روایت یہ بات ہے نبوت کو پہنچ چکی کہ سورہ قرآن اور اسما سورہ آنحضرت معلوم کے بعد ہی میں مرتب ہو چکے تھے۔ اور وسط مقرر ہو چکا تھا ہاں رکوع و اوقات و قیام و نجات نے مقرر کیا تھا۔

حروف مقطعات، ہر ایک جمع حروف، بعد بمعنی میں۔ لہذا ان حروف کے اسما بھی ہیں مثلاً ا ل ف ح کے معنی سدا اور ایک کے ہے لیکن قرآن پاک میں جس قدر حروف مقطعات ہیں ان کے معنی آج تک جو میں نہیں آئے۔ تنقیر قول ہم معنی سے عاجز ہیں بھرت جن عباس نے فرمایا ہے کہ ان کے معنی خدا ہی جانتا ہے۔ لہذا جس کے معنی مجھ کو نہ یقین کے ساتھ معلوم ہیں اس کی تاویل کرنا نہیں چاہیے۔ مگر سورہ کا نام کہا جائے تو حیدر علی علیہ السلام ہیں۔

۱۔ اس کتاب کا سبب اس سبب سے ہے کہ قرآن کے بعد تو کچھ ہے۔ بیان کرنے کے قیل ہی پوری کا دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن پاک حقیقت میں شدہ کتاب ہے۔ خدا اپنے علم میں اس کی تدوین کر چکا تھا۔ اب بحالت نزول بھی کتاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نزول سورت ہی میں وہ الکتاب کہلایا۔

قرآن شریف نے سب سے پہلی چیز دنیا میں پیش کیا وہ لایب فیہ ہے۔ قرآن کی جہاں سے پہلی صفت ہے۔ نام اسلم الہی نام اصف لامتناہی جو خدا کی کتاب میں ہونا چاہیے وہ لایب فیہ۔ اب دعویٰ پایہ نبوت کو پہنچتا ہے۔ مثلاً چوروں کو بھلا کر دیکھو کہ جو دو گ کا بغیر دلا دیتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت نہیں بتلا سکتا ہے۔ جنی جبریں قرآن کی ہیں ان میں بغیر کو اس سے دخل نہیں کیونکہ حقیقت حاصل نہیں ہے۔ جب حقیقت نہیں تو بغیر نہیں ہے پس سب میں شک ہے۔ یہ کچھ مشہور علماء عربوں نے کہا ہے کہ جس قدر چیزیں نظر آ رہی ہیں کولی نہیں کا درجہ نہیں رکھتی ہیں سب میں شک ہے۔

تعلق بڑھ راست پیدا ہو گیا کیونکہ اب بدہ صاحب استغوا و ہو چکا۔!

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ جو یہ جس دیکھا یا وہ یہ کہ پہلے نام غیاث اللہ رب کہا جو غایت درجہ کی مہربانی ہے۔
ان کا خاص تعلق محنت سے ہے۔ انسان کی اصلی فطرت یہی ہے۔ کیا کام آدمی کو فطرت میں تھا ایک بار ہے۔
بدی کی لادہم ہوتا ہے۔ عدل پر مہیا آئی خیر ہے۔ مگر اسی اور مسرت سے ہی فطرت و قلب کو یہی ارتقا ہے۔

۲۳ فروری ۱۹۱۶ء

ذولِ مغویٰ اور سے نیچے نا۔

آخر مغویٰ یعنی وہ :۔ سب کے بدہ آوے۔

قرآن نے جو "وہ" کا تہذیب و دنیا و قیامت دونوں میں ہونا ظاہر کیا ہے۔ قانونِ مکافات دونوں جگہ ہے۔
الحسب :۔ سطر سے پوشیدہ ہونا۔ غیر محسوس ہونا۔

دعویٰ کے صدق و تدبیر کی جانب توجہ کہ دعویٰ کو سر کے کھینے۔ مثلاً حکیم کا دعویٰ خداقت میں نافذ
ہونا یہ ہے کہ وہ مرض کو لے اور تھکا دے۔ مگر دعویٰ کی لیاقت ہے یا نہیں۔
قرآن نے جو دعویٰ کیا ثابت کر دیکھا یا بیماری رفت کی اور جماعت متفق تیار کر دی۔ جو تندرستی حاصل
کرنا ہے وہ ایمان الغیب پر یقین رکھنا ہے۔

العیب :۔ ذات الہی جو کہ توں سے غیر محسوس ہے وہ قرآنی جماعت جس کے احکامات اللہ تعالیٰ کے وجود پر اس قدر
یقین ہو جائے جس قدر محسوسات میں بھی نہیں ہوتا ہو۔ اس طرح یقین کرنا کہ بالکل زوارین شک ہوئے۔
کمال درجہ پر یقین رکھنا یہی سماں ہے۔ نماز و عبادت الہی اس طرح کرنا تو یا ان کو نظر سے دیکھ رہا ہو۔

الصلوة :۔ اقامت جہات میں اس کے سنی تھے گھر سے کیے کچھ گھوڑا اکا دوڑنا اتالی ہی مانا یعنی عرب قابلیت میں
عبادت کے وقت عبادت میں کچھ موسیقی کا استعمال کرتے تھے۔ اصل معنی جو شرعاً عرب نے استعمال کیا ہے وہ
بندہ کے ہے یعنی تو وہ اہمیت یافتہ ہوتا ہے پھر شرف کی ہدایت کیسے ہے۔ تہہ جو اس کو مانا ہے وہ وقت شرف
سے۔ اس کو جو بدستل ہے وہ اسی علاج سے۔ وہ گروہ جو اسی بیماری کو کچھ طرح سمجھا اور علاج دیا وہی گوشت میں۔
قرآن کریم کیا یہ دیکھتا ہے کہ یہ وہ وعدہ بیان کرتا ہے۔ وہاں ذمیان سورہ بقرہ میں یہ دیکھتا ہے کہ یہ

۲۶ فروری ۱۹۱۶ء

ایمان یا الیہ صفت متقی کی ہے جو قرآن کے نزدیک ہی مومن قرار دیتا ہے۔ بدین میں اعلم یہ علی بحث

ایمان لایا ہے۔ ورنہ کچھ ایمان رکھتے تھے۔ ایمان بالغیب ہی کی فضیلت میں امتیاز کی تعریف کی گئی ہے۔ ایمان بالغیب میں دل و دماغ شامل ہیں اور اعضا جوارح میں دم و مصلوہ شامل ہیں جس قدر مطلوبات ہیں اتنا ہی جوارح سے ہیں۔ یہی تیرہ سو ۱۷۸ ہے۔ یہی تو تین رزق۔ تین رزق صرف تین ذرات بقا ہے۔ بالقیہ جدید و پرکیزہ جیز ہے۔ بیعت و بدعت۔ ایمان بالغیب، اعضا جوارح، صلوٰۃ، مال و دولت رزق برما جموں۔

خدا کا دم و دم سے کرتے گا وہی منزل دل و دماغ ہے۔ دوسری منزل، اعضا جوارح و قیہ فی نفس مال و دولت۔ فقیر تین منزلوں کا مرکب ملراہ مستقیم ہے۔

۲۹ دوسری ۹۰۹
والذین یؤمنون بما انزل الیہ وما انزل من قبلی
اب کی ایک پر خصوصیت نہیں ہے بلکہ وہ ایسا گزرتا رہا ہے جو کسی ایک صداقت پر دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ تو ایسی جماعت ہے کہ بے دروغی کے ساتھ صدائیں سنیں موجود ہیں۔ تو اس کا دعویٰ ہے کہ تم نے ایک ایسی جماعت تیار کر دی ہے جس میں صدائیں موسوی و مکیٰ سب موجود ہے۔ متقیٰ میں تفریق درجہ اول و ثانی میں قائم ہے۔ ورنہ ہر قوم و مکتبہ میں سورہ فی تکوین و دیکھو فی معلقون۔
فلاح یافتہ وہ ہے جس کے بغیر و غم و غم میں قدر معبود ہوں کہ وہ کبھی بھی کسی نقصان سے بچ نہیں سکتا۔ ان تیرہ کھروا۔ کفر یعنی چھپانا۔

۱۷ مارچ ۱۹۱۶ء
حبس رستی پیش کی جسے تو ملی ذقیول کوں جماعت اور کون نوع ہوگی۔ ایک جماعت وہ نظر آئے گی جو حق پسند یعنی متقی۔ وہ پہلی جماعت ہے نیز اس میں استعداد بھی قبول حق کی موجود ہے وہ جماعت جس میں رشتہ قبولیت موجود ہے۔ واولئک هم المفلحون

وآلئک هم المفلحون کوں جماعت میں تقسیم کیلئے۔ چونکہ یہ بحث مذہبی ہے اور قرآن مذہبی کتاب ہے۔ دنیا میں دائرہ ہیں اصولاً ایک وہ جملہ حق کو نہیں پہچانا۔ اور جو روشنی حق کی درہایت کی آئی ہے وہ اس سے فیض حاصل نہیں کرتے بلکہ آنکھوں کو اس سے پھرتا ہے جو اس میں استعداد خد فیض نہیں ہے۔ چونکہ جماعت اس کے قلب میں پوری طرح تسلط کر چکی ہے قوت احساس فنا ہو چکی ہے۔ وہ جس حال میں ہے قانون ہے۔ قوت تیز معبود ہے کفر و تکذیب رسول ہے یہی سکا حقیقت اور سری نسل اس کے ضمن میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ باوجود معرفت حق کے حق سے اعراض۔ وہ وہاں تک کہ اس میں حق کی روشنی ہے مگر اس کے تسلیم میں نقصان عرض کی وجہ پیدا ہوتی

یہ بعض فرد مر جائے گا جس قوت سے کام نہ لیا جائے تو رومی کہ وہ قوت نازل ہو جائے گی کیوں کہ یہ قوا میں قدرت
ہیہ اور اسی قانون کو اپنی قدرت کی طرف نسبت دیتے ہیں اے ختم اللہ... فرمایا: کیونکہ یہ طریقہ تیسرا ہے اسی
مسئلہ کو بعض مسئلہ قضیہ قدر کہتے ہیں بعض غلط اور صریح غلط۔ خدا ہم اللہ طرف سے مراد شریعت حق کا رد دل
تے کیونکہ وہ تو اس سے اعتراف کرتے ہیں۔ حق کے آسے سے فرد کچھ بڑھے گا۔ ذائقہ ہر تامل... جب اس
تے کہا جائے کہ خدا دست پر جو بنائے ہیں کہ جو صبح میں خدا سے کیا عطا بعض کہتے ہیں کہ خدا اس سے مراد صبح
اور شب میں ہوا ہے کیونکہ کافر کہتے تھے کہ تم تورات دونوں کو ملا دیا جیسے ہیں اور کہہ گئے کہ نہیں! یہی فساد ہے۔
فساد دست پر کھڑا۔ عدت سے مراد ہے تہذیب سماویہ کا قائم ہونا۔ مصلحت و جو شریعت اپنی پر
پیسے اور فساد سے مراد جو شریعت اپنی کا ٹھیک ہے۔

ملا دو عورت بھی نہ عفت موسیٰ کیہ خسرین فی روض کہا عرشد جانتا ہے مفسد اور مصلح کو کون ہے؟
سب جانتے ہیں کہ مفسد ملاک ہوا اور مصلح وہ تھا جو بیخ و بن ت کا مالک ہوا۔ مفسدین کا ایک یہ بھی فساد
ہے کہ جب کبھی اس کے سامنے حق پیش کر دیتے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو محض فساد ہے۔ اذ اقلین ہم تنو... جب ان
سے کہا کہ تم یہاں لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تم غیب کی طرح یہاں لائیں گے۔ اس میں ان کی فطرت غلیظ
امویہ معلوم ہوتی ہے۔ خود سے ایمان رنگو یا اس کے نزدیک یہ میں سفیہوں کا ہے۔ فی حقیقت جو عدت
یہاں سے تانی وہی قطعہ سب سے دور کی تر و عزت و عظمت حاصل کر رہا ہے، عقلمند ضرور کج و نک
منطقی خاک اس کے کمر صفا خریدتا ہے۔!

۶ مارچ ۱۹۱۶ء

دوسری جماعت دعوت جو خادع ہے۔

خادع و رت ہے کہ نہ میر تو صیف ہے نہ ہوا ہے گی ورتوی مانی رہتی ہے سمیع موجود رہتے
نہ نہ نہ بہت ہے اس عرب جس کی روح قوی ہے وہ موجود رہتی و رتور و رتور کہ پہنچتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ
حق نکر ہے گا ورتور۔ صلیح شہا ہے۔ بعد سنت اللہ مدین (۱) استیلا (۲) انتہا (۳) لغیر یہ تیسوا
الصالح و الصلح میں بھی موجود ہیں۔!

قانون ہمارا۔ قوی معطر حجت، عوصا، مستعد (کے) یہ خدا کے قوانین ہیں۔

قانون مکات ہے۔ جیسے جرم ہو گا وہ۔ کھی دینا ہی ہو گا۔ دیکھو سرسید نے صلیح یورپ کی کوجھا کی

دیکھ کر انہیں روپے نہ تھیں براہ کیا۔ دنیاوی منزل کا غیر مافیہ ہے مگر خدا معلیت کے موفیٰ مژدہ دیتے ہیں۔ سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ یہ تو ہمارے گھر والوں کی حق کا کٹہر ہے۔ دنیا حق پرستوں کے لیے ہے بھلائی کے واسطے ہیں جو نہ دنیا خیرا خیر ہے جب کبھی حق سنبھلے گا تب تو کوئی کبھی بھی حق سنبھلے گا تب تک کہ وہ قرآن میں دے۔

حق کی کامیابی یہ ہے کہ جب کبھی حق کا ہر چہ ہو تو معاف کرے ہو اسے فرستے ہو اسے خیر کی سے موابے سب کی دینوں پر قرآن ہی جی جی ہے صراط ایک دہقان اپنی حقوں اندر میدہر و برباد ہے۔ بعد جب حق پرست ملک اپنی حقوں کی میدہر و برباد ہے۔ مصلحت پرستی کی تیسرا لین ہے تو یہ سب کچھ ہے حق منافق و درویش میں نہ دیکھ دے اے یہ۔ "و ادعوا الدین آمنوا..." یہیت منافق کے واسطے ہے۔ یعنی درمیانی راہ نکالنے والے ہیں۔ خارجی پر جو حسابی اندر کی بات سے جوتے ہیں کہ قرآن کا تو ہے کہ کرتے جو کچھ ہے وہ ہم جیسے۔ قرآن ایک قلم لکھ کر ترقی کے واسطے قرآن کو قبول کرے۔ یہ میں خدمت قرآن کی تیسری پھیل ہوئی ہے۔ نفاق تر رہا ہے۔ انسان کے لیے دو درجے ہیں ایک تو اعلیٰ دوسرا تو تیسرا۔ جو کہ انہیں اگر ہو تو وہ نفاق ہے۔ تیسرا جیسے یعنی سردار۔

تعلیق — ہجرت

دو واسطہ کرتے ہیں مگر وہ خود اپنے اور پرستہ کرتا ہے

۹ مارچ ۱۹۶۰ء

جس تک ایمان و عمل صالح نہ ہوگا کبھی بھی نجات نہیں پاسکتے۔ دو چیزوں میں ہوتی ہے وہ۔ اخلاقیات کے لیے اس کی تعریف عاق ہے۔

داد اعلیٰ ان شیطانیہم۔ ان کے دوسرا سردار شیطان کی اصل شیطنت ہے جس سے میں نے دیکھا یعنی میں حق سے دوری ہووے شیطان ہے جب کبھی کوئی یا ہر چہ ہے تو ایک جو صحت سعد کی حالت میں کوئی ہو جاتا ہے شیطان انسان دشمن دونوں میں ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ سے شیطان دونوں کی مخالفت کرتی اور ہم سے شیطان غرور کا مقابلہ جوتا۔

اللہ یستمر! مہر و بعد حمدیٰ علیٰ ہمہ۔ حضرت بر علیٰ نے یہ ہے کہ یہ مگر صحت پہنچ جاتا ہے صحت و عیال۔

قانون انہما کسی مواد کے دور و تکید میں خود وقت ہوتا ہے۔ یہ ہے تو یہ مگر یہ مگر یہ

کی کون سے کچھ جائیں بھی چاک ہوتی ہیں یا لکھتے ہیں اس خوف و ڈر سے بارش کی رحمت باری سے محروم رہنے ہیں

۱۳ ربیع الثانی ۱۹۱۶ء

تنبیہ و تمییز — اللہ تعالیٰ نے دو جہاتوں کے بارے میں دو چیزیں دی ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو اس میں دیکھتے سے کہ بجلی گرتی ہے ہلاکت بھی ہوتی ہے اور امید کی روشنی بھی چمکتی ہے۔ بارش جو حقیقت میں محمود و محمود ہے۔ مگر اس میں بعض احباب بہت ہولناک و ہشتناک ہیں۔ اگر بارش کی طلب ہے تو بجلی و کھوپڑی کے برداشت کی قوت بھی دس میں پیدا کر۔ چاہے تمہارے واسطے بارش چھ جہتیں ہیں قیود سکتی۔ مثلاً ہوا خشک۔ ہوا تیز و شدید بھی ہے۔ حالت سے حینہ۔ طبع بارش اور دھواں کو دیکھ کر بہتر یا برتر ہو جاتا ہے۔ تم بڑی بڑی سودی سمجھ کر کے ہٹ کرے گا۔ جو لوگ بجلی سے ڈرتے ہیں جو لوگ رعد سے ڈرتے ہیں ان کو پیغام مل جاتا چاہئے کہ ان کو بارش میں کچھ حلقہ نہیں ہے۔

بارش ہدایت میں جو رعد و برق ہے وہ جہاں نفی میں مدد ہے۔ وہاں اٹھاتی ہے ہجرت ہے۔ اللہ نے دو قسم کے امتحان بیان کیے ہیں ایک وری و وری ناری۔ قرآن پاک ہدایت دہر و خوش فہم ہے۔ ہر سویت کا ایک موضوع ہے۔ یہی دو حصوں میں قرآن کی جان ہیں۔ قرآن پاک کی ترتیب بظاہر خط و عیب سے پاک ہے۔ مگر جو سمجھنے کے واسطے تمہید ضروری ہے۔ مگر مضمون سے کہ ہم ہیں۔ ساری ہوں مضمون ڈیرہ عرفان میں مضمون کے ہم کے واسطے اصل مطلب کی طرف رجوع کرنا ہے۔ گویا اگر تمہید کو اصل مطالب کے طرف لوڑنا ہے اگر سامعین ہیں تو مضمون الیہ کے سننے کے واسطے موجود ہوں تو تمہید کی عزت ہے۔ اگر مطلب اصلی سے نہ دلف تھا تو تمہید کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن میں فی الارض تمہید تک نہ تمہید ہے اس کے بعد اصل مطالب آئیں گے لفظ آخری طلب یا بہا ساس۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۹۱۶ء

یا بہا ساس — میں جہاں سے جہاں تمہید یا طلب ہے۔ اس تمہید یا طلب سے مقصود ان کے لئے ہے۔
یا بہا ساس — میں مقصود ان کے لئے ہے۔

زیر عرض — مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ مدنی میں بھی یا بہا ساس کا لفظ موجود ہے جس سے قرآن و عرب ماہرے کہیں بات یہ ہے کہ حیات کی معنی یا سہارا ہے جس سے خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔
خطا یا بہا ساس استعمال ہو رہا ہے۔

دریا پادی

مولانا عبدالحق دیرپا پادی گنجی تصنیف اسکالر

دیباچہ سالانہ - خیر الما بعد دریا بادی کا اپنی تحذیریت انکار

فہم سہ ماہیہ خیر الما بعد دریا بادی کا اپنی تحذیریت انکار
 مکتوب ہی میں اس صورت میں تحذیریت فلسفہ اجتماع و بیجا معاہدہ کے صریح برتے کا بیان کیا

برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری

کرم کسٹیا، اہلیہ سیر

فلسفہ اجتماع میں ان میں ان تحذیریت ہے کہ وہی جیب میں نہ لے کر دینے پر رخصت ہو کر دوسرا
 بعد سے فوری قوی ہو کر نہ دوسرا نہ لے کر دینے پر رخصت ہو کر دوسرا نہ لے کر دینے پر رخصت ہو کر دوسرا
 وہی کہ وہی جیب میں نہ لے کر دینے پر رخصت ہو کر دوسرا نہ لے کر دینے پر رخصت ہو کر دوسرا

والسلام دعاگو

عبدالمجید

صدق

برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری

کرم کسٹیا، اہلیہ سیر

برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری
 کرم کسٹیا، اہلیہ سیر
 برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری
 کرم کسٹیا، اہلیہ سیر
 برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری
 کرم کسٹیا، اہلیہ سیر
 برائے شکر یہ محمد علی الدین حسین پوری
 کرم کسٹیا، اہلیہ سیر

ذاکر حسین

ذاکر صاحب

نہایت پر محنت



ذکر صاحب حدیث خاں کے بعد اس نامہ ہفتی کے سب سے بڑے مسئلے پر
بہت تیرہ سو لے آئے یہ کیا دوسرے تھے۔ بے کشتی کے علاوہ اور شہ۔ دوسرا کا اضافہ
ریا دیگوالی میریت سے ہمہ کر کے سی وار کوہ کر کے دائرہ کفری جیت کا دھویا
نور مراد مسیحا دینا ان کے دھوکے اور میری زوی سے نئی دلی یا اس حدیث
خلفہ نہ تین کر سہ کا مناد ہمد مشت لاسہر دیا بیٹکی پر کوس سے کرتی بہت سے
شہ جو تین بار جان مراد حدیث خاں صاحبہ۔ دھوکے اس خاں صاحبہ تیر دلی
صالحہ خاں صاحبہ مدد خط خاں صاحبہ تلخی میری دلی دھوکے خاں صاحبہ دلی خاں صاحبہ
خاں صاحبہ خاں صاحبہ خاں صاحبہ خاں صاحبہ خاں صاحبہ

ذاکر صاحب

پروفیسر انجینئر خاں پ ۷۰۱۱۱۱
 تھانہ جہاں پور میں علی محمد مسعودی کوئی
 سے شریعتیات میں علی تعلیم حاصل کیا پھر اس
 شعبہ کے پروفیسر بن گئے۔ باشم علی صاحب کے
 ہائیکہ بیسی نووی کے گھر پر داس جو نسو بھی
 بنے علی احمد شریعتیات میں پروفیسر بن گئے
 کے خاں قیام کے دو چار صاحب جو بنی بھون
 جو رہائش کیسے کی گئی ہے۔ ذرا وقت
 کے خوش ہوئے کے تھے ذاکر صاحب پر
 ان کو فرمایا جاسیے۔ پانچ سو روپے۔

پروفیسر انجینئر خاں



ان کا طبع و خا بہ دیتی۔ اہل کے و مدد امین خا بہ صاحب و ولایت کے سلسلے میں حیدر آباد دکن چلے

کے تھے یہاں ہی ہمیں ہمیشہ سے جانتے رہے۔ وہیں کوٹھی بھی بنوائی۔ اس طرح ان کا تعلق یونیورسٹی اور ریفرنڈم دونوں سے ہے۔

اتنی تعلیم دلا دیا کہ وہ یہ خیال کر سکا کہ اس کو بے پیرا اسٹریٹفک جین نامی ایک اور پیچیدہ مرض ملا۔

سے بہت ہی ترس رہا تھا۔ سوچا کہ رات کے ہی نہ بوقتِ غفلت سے نہ تیر پھنس جائے گا۔ وہ قریب کی حمایت میں قریب

کرتے دیر چند جمع کرتے۔ یہاں سے کہہ کر اگلے سوچنے والے کو ملتا ہے کہ اس کی تفریق سمجھنے میں بھی کسی نہ سے فوٹی کر کے ایک لکڑی کرنا۔

ان سدا میں۔ یہ تصور ہے کہ مڈ میں م۔ کے۔ وہاں میں و قدیم۔ وہاں کے خالص دوستوں میں

نہیں مرنے پر بھی محبوب نہیں۔ وہ نبی، مہر، سچے، فداکار، عزیز، قابلِ فخر ہے۔ نہ کہ جسے فدا کر دیا اور جس کی چیز بنا

تو نہ بڑھتے تھے نہ غلط اور نہ ہی غلبہ کھسٹو۔ چاروں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور ان کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

نہایت لایعلائی میں جی اظہار نے علامتوں کی کتاب دیکھ کر ۲۰ روپیہ خرید کر بیعت قبول کرنا چاہا۔ علامتہ کی مبالغہ

کے دور میں وہ بھی ہر فرد کے لئے ایک نئے راستے کی تلاش میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات ہمیشہ ہی ایک نئے رخ میں تھے۔

تھا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنی زندگی میں ایک عجیب و غریب تبدیلی کا تجربہ کیا۔ اس نے اپنی زندگی میں ایک عجیب و غریب تبدیلی کا تجربہ کیا۔

چند روزی که در این شهر بودم

مذہب و ملت کے لیے جو کچھ کرنا ہوگا وہی کرنا ہے۔

پنجاب اور برصغیر کی تاریخ و جغرافیہ

۱- این مجله در جهت ترویج و پیدایش فرهنگ و ادب فارسی و
۲- برای آشنایی و آگاهی مردم از فرهنگ و ادب فارسی و

لہذا یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ

بہارِ خورشید و گلِ سالِ ایشیہ

ذاکر صاحب کا کہنا تھا کہ اورنگ زیب مراد سے عرصہ قبل ہی ملتیں میں رہتا تھا۔

[illegible]

فقد استعملت في هذا الكتاب لغة عربية سليمة واضحة، وقد حرصت على أن يكون الأسلوب بسيطاً وسهلاً، وأن تكون المفاهيم واضحة، وأن تكون الأمثلة متنوعة، وأن تكون التمارين مناسبة.

تھیں میری زندگی بچہ کی طرح تھی۔ میری زندگی بچہ کی طرح تھی۔ میری زندگی بچہ کی طرح تھی۔

ہاں میں نے خیرینہ سے ملنے کی بات کی ہے۔

اور خطہ دونوں میں قس۔ لیکن صاحب کی نوبت نہیں آئی، کیونکہ کوئی فقہی مسئلہ ایسا نکلی جو کسی کے حافی صاحب سے چندہ نہیں دیا۔ نہ کر صاحب نے مسائل کی تفصیل مجھے بتائی تھی مگر بد قسمتی سے مجھے یاد نہیں ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کرتا۔ چندہ تین لاکھ کے کام میں لکھ کر کٹنے پر مجبور ہوئے۔

گاندھی جی کی حکومت پر ایک کمیٹی کی مدد سے ابتدائی تعلیم کی وردھا اسکیم تھوڑے عرصہ کی۔ اس کی وردہ میں خاص طور پر قول ذکر میں پہلی بات تو یہ کہ ابتدائی تعلیم بچے کی مادری زبان میں ہونا چاہیے اور دوسری یہ کہ تعلیم کو باطل سیکولر مانگنا۔ البتہ پرائیویٹ اداروں کو آزاد دی گئی کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے فریج پر جن چورس کے والدین ہر ذرت ان کو دے سکتے ہیں۔ یہ وردہ لکھنؤ قومی سطح پر مودہ گئے۔ وردہ قومی پالیسی کا حصہ بن گئے۔ یہ دیگر بات ہے کہ جن فریج کی مادری زبان اردو ہے ان میں سے زیادہ تر کی ابتدائی تعلیم۔ دو میں نہیں ہو رہی ہے۔ گو کہ ابتدائی تعلیم کی اسکیم علامہ اقبال صاحب کی نگرانی میں مودہ ہو کر جاری ہو گیا۔ وردہ کو یہ مودہ نہ مودہ اس سے کٹ کر میں خصوصاً اردو ملک میں مودہ جو رنگ سیکولر پالیسیوں کو مل میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ مضبوط ہوئے اور سندھ کے آزاد امیدوار کی سیکولر پالیسی بنانے میں مددگار ثابت ہوا۔ اس لئے ذکر صاحب کو سیکولرزم کا محارکہ لگایا ہے۔ مگر یہ بات قابل بیان ہے کہ مجموعی طور پر ملک کی فضا اس لحاظ سے سیکولر تھی کہ لیک اور جناح ملک نے کبھی بھی آزادی سے پہلے اسلامی حکومت کی بات نہیں کی۔ بلکہ عام طور پر لوگوں کو یہ انداز تھا کہ جناح صاحب کی سیاست کو بددینوں نے خدشہ میں لایا۔ اس کا بالکل صاف اندازہ جناح کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو انھوں نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے سب سے بڑے لکھنؤ میں سیکولر خیالات کے لوگ بھارتی کثرت میں تھے گو کہ حق تعالیٰ کے لوگوں کی تعداد بھی نہ کے برابر نہیں تھی۔ پھر بھی کافر میں میں کوئی گروہ اعلا یہ طور پر ہندوستان کو ہندوستان بنانے کی بات نہیں کرتا تھا۔ شیعہ و ہندو، سکھ، جیسے گھٹن کو کرتی رہی ہو، گھٹن کر کے کرتی طاقت نہیں تھی۔ لہذا جی ایم ایم کی بات کرتے تھے جس سے غلط فہمیاں پیدا نہ کرنا۔ گو کہ وہ مودہ لکھنؤ سیکولر ہندوستان کے حامی تھے۔ ان کا کوئی ذرا سا جو تعلق ہندو مذہب کے فیصلے سے نہیں تھا۔

ہندو ابتدائی اور خدادادی تعلیم کو سیکولر رکھ کر ابتدائی جدت نہیں تھی۔ یہ ہماری قریب آزادی کی روایات ملک کے مزاج اور ضروریات کے مابین مطابقت تھا

کم از کم ہندوستان جیسے ملک میں جب تو قلمی خلیفہ زبانیں بڑھتی ہیں ان کے خلف رسم و رواج پر جانتے خلیفہ دھار سے ہیں کہ یہ اور لکھنؤ۔ ان کے خلیفہ کی حد تک مختلف ہیں گو کہ دونوں جنوبی

ہند کے برہمن ہیں، پھر مختلف خطوں کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی فرقات لئے مختلف بینک سیکولرزم کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ کم از کم ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر ریاست اور حکومت نہیں چلائی جا سکتی۔ قیمت کی طرف سے قریباً مذہبی حکومت کی مخالفت اتنی شدید نہ ہو جتنی اکثریت کے مختلف طبقوں، دیوروں، اچھوتوں اور غریبوں اور انہوں کی طرف سے ہوگی۔ برہمن کی برتری کو کتنا کون مانے گا جب کہ باہر کی رزمی دھرم میں رہتے ہیں ہم تو آزادی سے پہلے کے ہندوستان کی بات کر رہے تھے۔ اس وقت ملک کامراکیم انڈیا لائبریری طور پر سیکور تھا۔ چرچ، مذاہن، بنیادیت سے لوگ نہ سمجھتے تھے کہ چوں کہ مذہبی تعلیم ملنا چاہیے۔ اس لئے ابتدائی تعلیم کو سیکولر بنانے کی ضرورت عام طور سے جو سمجھتے تھے، ڈوب گئی تھی، اس سے الگ تھی۔ کیونکہ یہ سمجھا گیا تھا کہ اختلاف رہا۔ ملک کے پیمانے پر مسلمانوں میں اس قسم کی خاص طور پر بہت ہی نفرت تھی۔

جمہوریت، سیکولرزم اور سوشلزم۔ پچھلے دو سو سال کی دین ہے، اور یہ یورپ سے ہمارے پاس آئے۔ میری رائے میں ان کو پرانی تاریخ میں ڈھونڈنا، اگرچہ ممکن ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت کو تو ہم نے جوں کا توں لے لیا، مگر سیکولرزم اور سوشلزم میں ہمارے نے ترمیمیں کی ہیں۔ مثلاً یورپ میں سیکولرزم کے ارتقا میں ایک ایسا عنصر مذہب کی مخالفت کا بھی حصہ ہے۔ ہمارے جوں کا توں ایسا نہیں ہے۔ مذہب کو دھڑکتے ہوئے رکھتے تھے۔ ایک تو یہ جو سنت تھا کہ ریاست اور حکومت مذہب کی تقریباً باطل بات ہی نہ کرتی یہ سب مذہب کی برابری سے بات کرتے۔ بعد از خود کرنا طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس کا صحیح اثر کثرت کی طرف بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے سیکولرزم منسوخ ہو گئی ہے۔

مذہب یا معلوم ہوتا ہے کہ ذرا مذہب کو ان خطوط کا احاطہ اس بہت پہلے سے تھا یا تو اس حد تک دوسری دہائی کے وسط میں یا بعد میں وہ ان کے شروع میں انھوں نے کچھ اس وقت سے کہا ہے کہ کچھ لوگ اس وقت بہت ہی نیت سے مذہب کو سیاست میں استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے یہ یاد ہے کہ یہ کہیں بہت عقائد وہ ثابت نہ ہوئے تھے۔ اسے خود کہیں پڑھا ہے مگر یہ بھی یاد نہیں کہ کہاں۔ اس کو ڈھونڈ کر نکالنا چاہیے۔ بس انھوں نے یہ بستر کھینچ کر اپنے آپ کو مذہب سے، الگ الگ رکھے مگر یہ بات صاف رہن چاہیے کہ ان کی سیکولرزم میں مذہب کی مخالفت اور باوجود مذہب ہے۔

ان سے توجہ دی اور کدوں کی برابری۔ سن میں، اس وقت ہندوستان ریاست تھی۔ گوکہ سندھ کی ریاست ہمارے سامنے کے مغربی دور کی قدیم ریاست تھی۔ جو ۱۸۵۰ء میں منسلک ہوئی۔ ان میں مذہب کی

ذکر صاحب سفروندہ سی کا بگردگی کہ بہترین نام کی ہر مکن کوشش کی اور ہر معمولی سے چھوٹی بات کی طرف

ذاتی توجہ دی۔ طالب علموں کے لیے وہی لف کا اختتام کیا۔ اپنی جیب سے بھی غامضی رتودی۔ بالوں میں خود چاکر

طالب علموں کی ہمت افزائی کرتے۔ ان صاحب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ہی وہ میں غماز ہلکے سا لگتی اور پاس کے

بڑے نوجوانوں کی طرف پریمینہ کرتے لگے۔ سبکو مردہ اور بھاریت کی قدیموں کی باتوں کے ایک بڑے طبقے میں بہ دلوریز

موتگیں۔ علم کی پاسبان ہو گئی اور قوتوں میں جدوجہد کرتے تھے بڑھنے کی انگلیں پیدائیں۔ بعد میں سب کو

یہ واقف ہوا۔ ذکر میں صاحب کے تھے سے یونیورسٹی بڑے خطروں سے بچ گئی اور اس نے بڑی تعلق کیا۔

ذکر صاحب کے دور میں جب واپس آئے وقت ملا تھا صاحب کو کہتا تھا میں قتل کر دیں گی تو تم

میں اس پر یونانی مدد ہوا۔ انھوں نے بڑی خوش اسلوبی سے معاملات کو گزرتے سے روکا۔ گیزر کو کونسل پر نہ دینے

پاس کی چکی خور کسی کی موت پر بھی یونیورسٹی سائرن نہیں بجا جاتا تھا۔ راکوں کا انوار تھا کہ سائرن بجا جاتا

ذکر صاحب نے راکوں کے موٹو کو بچ نہ پایا تو انھوں نے دینا میں جاسے کہ کہہ کر پڑیں یونیس اختلاف کے یہ نہ دینے

پاس کے یہ سائرن بجا جاسے تو اس سے دن ہوا۔ سائرن کے راکوں نے ہاتھ دیا ہے نہ ان کو۔ بات سے

اختلاف ہے۔ ایک عرضی الدین احمد جہاں میں ترقی پزیر ہوئی میں اس کے یہ فیصلہ ہوئے۔ ذکر صاحب کوشش

میں داپر رہے۔ فیصلے نہیں ہے۔ جہاں محبت تھی راکوں نے ان کا ہاتھ نیچے دیا۔ لیکن ذکر صاحب کوشش ہو گیا کہ کچھ راکوں

اور خلاف رہے دینے سے روکا جاتا ہے تو انھوں نے کہا کہ جہاں میں یہ اختلاف ہے۔ اس کے سائرن فیصلہ کیا جاتا

راکوں کے کہ راکوں کو غلط فہمی ہے۔ کوئی اختلاف نہیں ہے ویزو ویزو۔ مگر یہ بات حاف تھی کہ اس پر اختلاف تھا۔

صاحب راکوں نے ذکر صاحب کی بات نہیں مان لی جس کمرے میں سائرن تھا اس کا روزہ توڑنے لگے اور باہر

داخل ہونے لگے تھے تو انھوں نے کہا۔ "میں حکم دیتا ہوں کہ سائرن بجا دیتے۔"

علی گڑھ کے دور کی ایک خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ سائرن کے ایک فیصلہ پر و فیصلہ صاحب کی بات

معاذت پر ہو گئی۔ ذکر صاحب ان سے وہ میں شکی تھے مگر پڑیوں کی حمایت کرتے تھے۔ یہ ضرور سمجھ تھا کہ

ان پر فیصلہ صاحب کا رویہ ڈکٹیٹروں کی طرح تھا۔ مگر ان میں بہت غریب بھی تھیں علاوہ ان میں وہ اپنے محبوب

میں کافی شہرت کے مالک تھے وہ بہت دستانہ پیر پیریشیوں کے اپنے منصوبے کے سب پر فیصلوں کے نیا دہلی

مقام رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں مجھ سے ذکر صاحب نے کہا کہ دوسرے آدمی میں یہ سب غریبوں پر ہوا دستانہ

میں پیدا ہو تو حرجی در مشغول نہ بھی نہیں تھا جہاں۔ سب میں یہ محبت ہوں کہ بہت غمناک ہو۔ یہ بھی ہے۔

ہی سرگیا تھا۔ جیسے ہی خدا کو دیکھا کہ ذکر میں حبیب کی سہمہ میں داخل ہوئے، اس واقعہ پر، وہ فرما کر ہو
 مدد معلوم ہو۔ وہ ملازمین سے کہی بار پر کچھ کچھ لے کر لیا اٹھا یا نہیں، اتنے ہی بولے کہ ”جنگ مونی تھی۔“
 تھا کہ ”نسل نکل آئے۔ وہ وہ ویسے ہی آٹھ کو باقی رہا کہ رکھ کر واپس چلے گئے۔“

۲۰ PAN-ISLAMISM نہیں تھا۔ یہاں کو یہ ہو گا کہ ہماری ایک تہہ دہی نے خاص طور پر
 کہنے میں جوش و خروش اور بڑی بڑی کاس قادیان، ان کو پیروں کے خلاف جدوجہد کرنے کی سبب بنو گئے
 ہمدردی تھی، اور اسے یقیناً کچھ زیادہ رہی ہوگی۔

تکلیفیت: وہ جانتے تھے کہ وہ امریں وہ بدنام کریں وہ نہ ذکر کریں دوسرے اور
 ۲۱ آئینہ دار نہ سمجھتے تھے۔ اس سے ان کو یہ بھی ہے کہ جتنی جتنی تھی وہ وہ اس سے متاثر تھے
 ان کو وہ دوسرے نہ سمجھتے تھے کہ وہ بدنام تھے کہہ چکے تھے، ان کی تہہ دہی، اصل تو وقت تیار ہو پاتی تھی۔

تکلیفیت پسندی کے فلسفے کی وجہ سے جو غلوں نے نسبتاً مدت قریبی میں وجود میں لیا، اس میں تکلیف
 میرے اپنے دین کے شعریں ان کے فلسفے کی بھی تہہ دہی ہے:

شرط اسبق ہے ہر ایک امریت غیب بھی کہتے تو نہ ہی سہی

مذہبی افکار: ان کے فلسفہ حیات میں تو عقل و فہم کی کوئی جگہ نہ تھی نہ اس کی

اور نہ ہی ان کو سمجھا۔ ان کے ہر مذہبی عقیدہ میں غلوں کے فلسفہ کے وہ ایک تہہ دہی تھے کہ وہ مذہب
 غلوں پر مبنی ہے۔

وہ غلوں کی کچھ بد وہ تھے۔ وہ ان کی رو سے مذہبی تھے۔ وہ غلوں کی تہہ دہی تھی۔
 رقص، رنگین چھوڑ، بیوقوف اور کمزور افراد میں رہتے تھے۔ ان کے لیے یہ فلسفہ دین، بدنامی میں
 کے ساتھ ان میں لیں، بدنامی میں ان کی تہہ دہی، اس میں اس وقت کچھ نہیں جانتا تھا۔ غلوں نے مجھ سے پوچھا: آ
 لیا ہے۔ میں نے اپنے خیال میں اس میں کچھ حیرت نہ ہو، یہ غلوں نے مجھ کو اس سے کہا کہ اگر کچھ
 ہے تو ہر اچھا کیا ہے۔

ان کے اسلام کے شعریں میں ڈر و سبابت دین رقص و غلوں میں نہیں تھا۔ شراب و خمر و غیرہ غلوں
 کا بعد سے سمجھ لائی ہے۔ ان کے مذہبی عقیدہ عام لوگوں سے مختلف تھے۔ وہ غلوں کی تہہ دہی تھے

ن کی برکت و امانت اور تاملیت کے بہت قائل تھے۔ ذاکر صاحب نے کہا ہے کہ "علی گڑھ میں شروع سے تنقید و ادب کے اہل سہیل تھے۔" رشید احمد دہلوی نے فرمائی کہ ہے "۔ اس زمانہ میں علی گڑھ کی اہل فضا پر ذوق تھا پورے نکلے لیکن سہیل نے دیکھا تو اس ذوق پر مٹی کوڑی اور کچھی استہزیاء اور نفی تھیں اور غالب کی شاعرانہ عظمت کا یہ سکتہ بٹھا یا کہ کالج میں ذوق کا کوئی نمائندہ نہ رہا۔"

کہا جاتا ہے کہ سہیل صاحب کا جواب پڑھ کر محمد اقبال نے مولانا حسین احمد سے لکھ کر معافی مانگی اور ان اشارہ کو غصہ سے خارج کر کے کی بلایت کی، مگر اس پر علی نہ جواب دیا لیکن جیس میں نے کہا ہے، اگر آپ جواب نہ دیتے چار اشعار نہیں بہت کچھ اور بھی خارج کرنا پڑے گا۔

انڈین انیشیایٹو ریڈنگ سوسائٹی بالکل صحیح طور پر

میں کو حال میں نے الی۔ نے۔ مگر ان کی ایک تقریر سے واضح طور پر سمجھ رہا تھا کہ غرض یہ ہے:

مگر یہ سب کے سب سے پہلے ہندوستان بہت سی باتوں میں ڈبو رہا تھا۔ ایک بڑا حصہ انھوں کے پاس تھا لیکن دور دور کے علاقے خود مختار تھے صرف مختصر عرصے کے لیے اشوک اور ونگٹن جیس کے زمانے میں مغرب پر ہندوستان ایک حکومت میں تھا۔ اس طرح ہندوستان میں نہ صرف یہ کہ مختلف مذہب تھے، مختلف زبانیں تھیں بلکہ مختلف علاقوں کے تاریخی قدرت اور معاشی حالات بھی مختلف تھے۔

انگریزوں کے آگے تاج پور ڈھل ہوا اس سے دو کتب خیال پیدا ہوئے، ایک تو وہ تھے جنھوں نے

انگریزوں کو غصہ اور زکیم اور پورے ملک کے سب جنھوں کو مسوں ایک بنانے کی کوشش کی، ان دونوں

مکتب میں شروع سے سرکش تھے۔ جی ہے۔ کہ انگریزوں میں بھی دونوں مکتب رہے ہیں، لیکن اولیٰ لکڑی مکتب

مادی ہے۔ اس مکتب کے علمبردار گاندھی جی اینڈ نہرو ڈاکٹر صاحب اور بہت سے اور لوگ ہیں۔

دوسرے مکتب کے لوگ غلیظوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کیا تم اپنی ملت کو مقدم سمجھتے ہو یا ملک کو۔ اس سے

بدترک و تازہ نگاری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سوال بالکل ایسا ہے جیس کہ بعض لوگ، انھیں میں نے اس سے پوچھتے ہیں کہ آپ ان کو

وال سے زیادہ محبت ہے یا آپ سے۔ اس سے بڑی غصیسات پیدا ہوتی ہیں۔ نہ پڑتے۔ پچھ دونوں سے محبت کرنے ہے

یہی تامل بات ہے۔

قاضی عبدالودود

• رمضان پر بار، نس، مع تدویر

فی سیدہ

• یادداشتیں ۱۰۰۰



قاضی صاحب ہمارے جہ کے سب ترے اردو دانشور تھے اور اب صاحب الشہاد
لی تیار کرے۔ چہ۔ یہی اصول ہے جو پیر مصطفیٰ کے پیرا پیر میں اپنی مہم
میں پیر اپنی ہی میں کو پھینکے تو کیسے آج تک شیوہ ہی کیا: ہر سال ہمارے نام سے ایک گدے
اٹھوں۔ مثلاً میں ترتیب دیا تھا: ڈاکٹر علی محمد مرید سے زمر و پیش کر۔ کا تمام
کیلئے ہم ان کے مسئلوں پر۔

آمنہ گاہ میں قاضی صاحب کا یہ حاد تھا کہ کہتے تھے: اور پھر اردو ناول دیتے تھے
کبھی کسی ہی تیر کو رہے سینئر، جے کے صاحب اور ہر سدا کہتے تھے: طاقت و موصحات
پر ان کی یہ ایسا غصہ ہر ناول چھوٹے بڑے نروں کی شکل میں جو جو ہیں۔ ان میں سے دیکھا
موتی پیش کر با تکت گاہ شاید کوئی پیر کسی کے کہہ جائے۔ ان یہ دانشوروں میں کی ایسی
ہیں جو کسی۔ کسی مصنف کی شکل میں اپنی ہی کچھ داخل کی چیزیں ہیں گی۔

ارمنغان بهار (عکس) مع مقدمه

سید علی حیدر تیر
استاد اوقاف تحقیقات مولیٰ دناوری

پیشہ بہار

ارمغان بہار

موتبہ، قاضی عبدالودود مع تعارف

ارمغان بہار صوبہ بہار کے گذشتہ بیس سال کے اشعار کا انتخاب ہے۔ اس کو قاضی عبدالودود نے حسب ذیل مشابہت "الزاد الحسن عظیم" کی مرتب کیا، اور جسے ڈاکٹر ذاکر حسین دگورنر بہار، جو بکدوش ہو کر دفنی ہو رہے تھے، ان کے وزاعی دعوت کے موقع پر اوقاف تحقیقات مولیٰ دناوری کی جانب سے بطور یادگار تاریخ ۲ مئی ۱۹۷۲ء پیش کیا گیا۔

مذکورہ انتخاب میں یہ اصول متبر نظر ہے کہ وہ بیرونی اصحاب جو کم عمری میں بہار آئے اور یہیں مقیم ہو گئے، انھیں ہیریوں میں محسوب کیا گیا جیسا کہ مرتب نے ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں قاضی صاحب نے چند توفیق اراکان پر مشتمل ایک مجلس مشورت تشکیل دی تھی:

۱۔ جناب کلیم الدین احمد، ۲۔ جناب عطا کا کوئی، ۳۔ جناب جمیل منظر، ۴۔ جناب سید حسن، ۵۔ جناب دین کار، ۶۔ راقم الحروف (سید علی حیدر تیر)۔

اس نشست کے سلسلے میں علی گڑھ پر یہ اصول کار فرما تھا کہ مذکورہ اشخاص سے جو اشعار یا شعر کے متعلق و تفسیر حاصل ہوتی تھی صاحب کی پسند اور تصدیق کے بعد ہی اسے اس انتخاب میں داخل کیا جاتا۔ مخصوص شعر کی سیدیش وفات ورنہ مذکورہ سلسلے میں قاضی صاحب کا فیصلہ حرف آخر ہوتا۔

اس کتاب کا آغاز "عظیم" کی کے منتخب شعر سے جو جو قدیم سے عظیم شاعر تھے، بعد ازاں کسی خاص قاعدہ کی پابندی کیے بغیر اسے ترتیب دیا گیا۔ غنائات میں بطور اشاریہ "ش" سے شروع کیا اور اسے توفیق واد ہے۔ از خان بہار میں جن مشہور شعرا کا انتخاب دیا گیا ہے۔ ان میں راجہ، فیض آباد، حضرت "اسی" شہادت رحمہ اللہ، سلیمان، کمالہ اور مبارک کے ممل وفات کی تعیین ہے۔ نیز عوثر بہاری، فیض آباد، رفیعہ عظیم آبادی، عزت، تنہا، مبارک (شاہ مبارک حسین) اور مبارک (ڈاکٹر مبارک عظیمہ دناوری) کے تلمذ کی

نشاندہی کی گئی ہے۔

”اسخان بہار“ گرد ایک نثر انتخاب ہے، لیکن اس کی اہمیت کم ہے۔ اس سے قاضی عبدالودود کے ذوق شعری اور طریقہ انتخاب پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ کتاب پر گروہ مطبوعہ ہے لیکن کیا اب جگہ نایاب ہے۔ قاضی صاحب کی علمی خدمات کے سلسلے میں اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قاضی صاحب کا ۱۹۱۰ء کا شمار کا سلسلہ جاری تھا اور بہانہ لگائی ہوئی نثراتی بات منظرِ شہر پر لائے جا رہی ہیں، لیکن یہ منصوبہ پشیمان نہیں ہوا۔ اور اس سلسلے کا یہ پہلا اور آخری انتخاب پیش کیا تھا۔

چند اشعار غونہ کے طوبہ پیش ہیں جن سے ذوق انتخاب کا اندازہ ہو سکتا ہے :

تہا رہی بات نے راتِ سمجھ میں کسراہ آئے۔۔۔ مگر بھی ہر کار کرتے ہوا اور دے بھولتے ہو

نتیجہ سے منہ بگاڑا کر آہ نہیں کہہ جاتا ہے۔۔۔ دیکھیے کیا ہوشِ مشکِ جی آج بہت بگڑا ہے

میں تو کچھ جن فصل بہار دیکھ کر۔۔۔ دام بچھے ہیں جا بجا بھیل زار دیکھ کر

ہیں تو عمر و دہنہ غنائتِ لے خضر۔۔۔ بلائیں تہے ہیں ہر جا دہان کے لیے

پر چھا جو کسی نے اس حشر کی مشق تھی کچھ تو دیا۔۔۔ بولے کہ گلاب موسمِ گل بیل تہے تو کچھ تو دیا

مٹا رہا تہ زندگی میری حشر و فک کے سوا نہیں۔۔۔ یہ کیا نہیں وہ ہوا نہیں یہ کیا نہیں وہ بھل نہیں

جو چٹکے رز کھل جائے زچکے آگ لگ جائے۔۔۔ تری یہ کشش لے دیدہ پُر خم بگھسے ہیں

اکتہ میں جگر کی شفتی ہے اک سد سلاطین ہوتا ہے۔۔۔ ہر طرف کو بکارت ہے میں جب ملا عالم سوتا ہے

دیر ہوا ہوا غراں ہے جن میں تک کہ دئے۔۔۔ چاہیں کہ جملہ مویں تر کبھی غارِ خس نہیں

سنا ہے آج بھلنے میں جا رہے ہیں سندنے۔۔۔ زبا دینا دینا دینا دینا بہت کم کو کہتے ہیں

و تہا گیا فراد میں ہوسداتِ زادی میں کشی۔۔۔ عمر کئے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کشی

گر یہ نہ آئے کا وعدہ نہ کیا ہوتا۔۔۔ اب تک دلِ مضطر نے کیا کیا نہ کیا ہوتا

ہزار بار کر کے گا ہزار چاہے گا۔۔۔ مگر طرآنہ کوئی تجھ کو مانا لہے گا

دلِ زار سے دور رہے میں کہہ سکیں کہ نہ۔۔۔ خام سے دردِ دل کی جگہ سے دردِ دل نہ کہ نہ

تھکا اکاب خدا خانہ ہے بدو۔۔۔ ہیں مجنون کو جیساری ہوئی تھی

(رستہ)

(مستند)

(اشعار)

(آخری سہارا)

(سب ضبط نہیں ہوئی)

(مستند مطبوعہ)

(ضبط)

(آخر)

(حسرت)

(آج ہزار بار کہتا ہوں)

(دل)

(پریشانی)

(نہایت)

(مستند اشعار پر مشتمل)

| | | |
|--------------|---|---|
| (دیکھو) | لکھت لگی کو بیہ گوشوں پر پھونک رہی ہے مہیا۔ | رنگ آتا ہے میں دیکھ سکباروں کو |
| (سلطان) | یاد آئی کسی کا کھانا وہ ہے رنجی سے۔ | بولے کوئی نہ ہم سے یوں نہ ہم کسی سے |
| (اسٹیو) | جیسے جب رزق تم زندان کے کھانوں کو گزرتا۔ | قوز بھی منانے کو رہیں پاؤں کی آڑ پاں |
| (ارمیں) | پاس حب آپ کو نہیں پاتے | آپ میں آپ کو نہیں پاتے |
| (جرات) | جی دھڑکتا ہے ہر جہ کی جہ رات آئی۔ | ہائے میں بات کو ڈرتے تھے وہ جہات آئی |
| (نست) | وشت میں خاک بر پست میں غم کرتے ہیں۔ | لوگ مس بات کو جھینے میں وہ ہم کرتے ہیں |
| (مبارک شہید) | وہ جہانور تھے شہنشاہ میں ذکر س لوفت سے میں۔ | مجھے دیر ہوگی بتائیں ہونا ہے کہ نشان نہیں |
| (اس) | آزاد چوں ہوں، شہنشاہ میں چون گزراں۔ | منزل میں ہے راہ کہیں راہ کہیں |
| (مبارک شہید) | مینا صحرایہ میں سرسبز ہمار۔ | چیتے جنیں الفدر سے پر سبز ہمار |
| " " | شمع سے زردانہ لپٹا درجہ کر رہ گیا۔ | یہ تماشہ جس نے دیکھا ہاتھ لی کر رہ گیا |
| " " | یہ غم لدہ ہے جس میں مبارک خوشی کہاں۔ | فہم کو خیر شہی بنا کوئی پہلو نکال کے |
| (مبارک شہید) | خدا کے سامنے سے لعنت سچ بولنا ہوگا۔ | مرے شیشے میں سے دیکھی ہے بات دیکھ ہے |

ارمغان بہار
ARMAGHAN-I-BIHAR



حزب قاکٹر ذاکر حسین صاحب گورنر بہار
۲ مئی سنہ ۱۹۶۲ء

IDARA-I-TAHQIQAT-I-URDU

ادارۂ تحقیقاتِ اردو پٹنہ

ارمغانِ بہار

صوبہ بہار کے شعراءِ گذشتہ کی اشعار کا انتخاب

از

قاضی عبدالودود

جناب انوار الحسن عظیم آبادی کی فرمائش پر

لسبل لیتھو لپری، رنر روڈ، پٹنہ، نے چھاپا۔

عرضِ حال

یہ مغان بہار صدیہ بہار کے شعرائے گذشتہ کے اشعار کا انتخاب ہے۔ وہ یہ دینی اہم ہے جو عمری میں یہاں آئے اور وطن پذیر ہو گئے، بہاریوں میں محبوب ہوئے ہیں۔
 انتخاب کو ذمہ دار جناب قاضی عبدالودود ہیں، ادارہ اصحاب ذیل کا
 جن کے اشعار کو جمع کرنا یا چننے میں مدد ملی ہے نہایت ممنون ہے: جناب کلیم الدین احمد،
 جناب عطا کاوی، جناب جمیل مظہری، جناب سید حسن، جناب دوار کا داس، شاعر،
 جناب سید علی حیدر، نیر۔

ابتداء نسخہ کی گئی ہے، جو غالباً شعرائے قدیم میں سب سے بڑی تھی۔
 ان کے بعد ترتیب میں کسی خاص قاعدے کی پابندی نہیں کی گئی۔ شعرائے تہرست
 آخر میں ملے گی، عنوانات میں شی کے شاگرد اور ہم کو متوفیٰ مراد ہیں۔

ارمغان بہار کی اشاعت کے اخراجات جناب انوار حسن حیرت
 فرمادے ہیں۔ ادارہ ان کا بغایت شکر گزار ہے۔

راستخ غلام علی، م ۱۲۳۸ھ

اپنی جانب تھا کٹ رہا غلو تیری درد کو
 ہاڑی لذت کہ بھگیا جس کا ہمدیگر رہا
 تہائی بات اے راستخ سمجھ میں کس طرح آئی
 تھک بھی یاد کا کرتی ہو اور رو تو بھی جاتی ہو
 صبح سے بیٹابی ہر دم کو تہ نہیں کچھ بھاتا ہے
 دیکھو کی ہو شام ملک جی آج بہت گھبرا ہے
 ہونٹ میں سوکھی تر ہیں تمہیں نہ دیر چہ درخ آہ
 بندی کو صاحب حال تھا۔ با نہیں دیکھ جانا ہے
 نہیں ہوش والوں پہ کچھ حسد کچھ شک ہے تو ہنوں پہ ہر
 جنہیں تیری جوی کو رہنوی دے گی طرح بھری رہی

ضمیمہ لڑے تو ہی پردوں پہ جواک پوٹ سی ہے قطری سنو کو ٹپک پڑتی ہیں دوچار ہنوز
 چشم کی کی تھی یہ دیکھا ہی نہ ان ذرا تھک اٹھا
 اک نگاہ نہ نہیں کی میں تو محنت میں رہا
 اگر کچھ دمد بکھتا ہے تو ماہ عشق یوں طو کر
 کہ فی کانٹ کوئی توڑ نہ پھوڑی آبلہ پاکا
 بھو تو بنگلی سی تھی میں اس کو کیا جانوں تمہیں کہو کہ یہ تم نے کس دستان

بہر مستغنی سے میری کہ قدر افزا طیسر ہو
 شہ سا گونہ بویہ اکوئی پر تو نو گہر ہو

جی دی وہ آتش دل کو ندر کہ جس سے شعہ دلف بہر تر
 بکروہ جس میں ہو دی داغ پر داغ ہزار آتشکد ہی ہوں یہ ہر داغ
 رہے سویش کو سبب رشک گلشن نفس آتش پہ دل کی دہر دامن
 لبوں سے آشنا ہو تازہ گرم رہی جوں موم آتش دیدہ دل نرم
 دھواں آہوں کا پہنچو آسمان تک محبت آتش، فگن ہو دی یاں تک
 مزی سے درد کو جو آشنا ہو الہی اب مجھ وہ دل حلا ہو
 شکست تارہ سے ہر دم لگو ساز دہر یاب شکست اس پر سدا ہوا
 شب لگ کو گل مری بلا فصل روئی تا صبح حسرت دھل
 دشمن ہوئی میری جی کی ایہات افزودنی خواہش ملاقات
 گھٹنی لگی ہاتھ طاقت مہر پہنچی نزدیک رخصت مہر
 اشکوں کے دل تھا ان کا مکن پیلائی پاؤں تا بدامن
 دریا بہا آنکھ سے لہو کا ٹپا خون ہو دل آرزو کا
 بیتابی سے بس کہ سر اٹھایا سینے سے جگر لبوں تک آیا
 تھا یہ دل داغ داغ کا حال ہو باد میں جون چراغ کا حال

سعید محمد عباس عرف ابونصاب

یہ ذکر چمن میں فصل بہار دیکھ کر
 دم بچھو میں جہی میں زہر دیکھ کر

اثر، امداد امام

جنگل جنگل صحر صحر، مری مری پھر تری ہیں

”ہو دشتی جان کو ہم کو ساتھ ہماری پھر تری ہیں

نہ کر سکوہ ہماری بڑ سب کی ہر تری کا

محبت میں تری مری کی قسم یہ بھی ہر تری کا

حزان زندگی ہر تفرقہ اہل محبت کا مزا دنیا میں جتنی کا بہا ہر تری کا

ہمیں تو وہ دوسرے عذاب ہر تفرقہ کا بلائیں تم فی سہیں غر جادواں کو لڑ

بڑا مطلب ہے جو کرتا ہے دیونہ بھی قیس صحر کو گیا کو چہ لیلیٰ ہو کر

سمجھایا بہت دن کو سمجھ ڈک کیا کہی دیونہ ہی دیونہ دیو ڈک کیا کہی

”تو ہی چل جانا کیا سنا ہی کیا جانا میں تو کیا کہی اس جانیو کیا کہی

خدا کی خدادی ہمیشہ بیگنی جو ہوتا رہا ہر سو ہوتا رہیگنا

احقر مہاری ش ازل لکھنوی

پوچھ تو کسی نے احقر کیوں مشق سخن کو چھوڑ دیا

بود کہ گیا جب موسم گل بلبل نے چمن کو چھوڑ دیا

سید حفیظ الدین ملخی

مر کا نام نہ زندگی مری صورتوں کو سو نہیں

یہ کیا نہیں وہ ہو نہیں یہ طائیں وہ نہ نہیں

کچھ نہ تھا سب کچھ ہو پھر کچھ نہیں رنگہ ہی سنا کا انجم میں

جن کو ہر دوسرے مجلس کا خانہ خاکہ ڈرتی ہی نہیں کو جامہ میں

مضطر مظفر پوری

جو ٹیکو راز کھل جاؤ نہ ٹیکو تک لگ جاؤ
تری یہ کشمکش اور دیدہ پُرغم سمجھتی ہیں

ضیا، ش شوق نیوی، م ۱۳۱۹ھ

کچھ کہہ جاتا نہیں حال پریشانی دل کہنہ بیچینگ تو دس اور پریش ہو گا
تصویر ہوں میں غم کی کچھ سنا نہ کچھ کہتا تازی ہوڑے کچھ چادر خاموش پڑی رہتا
براہمتی چلی ہو جی کی دلچسپی دس کو سنبھال جاتی ہیں
دیکھو آگے عشق میں کیا ہو لوگ بہت سمجھتی ہیں
اک ٹیس جگر میں اٹھتی ہو ک در دس دل میں ہوتا ہوا
ہم رتوں کو روایا کرتی ہیں جب سدا عام ہوتا ہوا
کبھی دکھ ہوڑے دس سے جو آہ کی ہوتی بیکار چار طرف سے پناہ کی ہوتی
ضیا تری لہو پہ کرتی ہو ماتم تری جا نہ زیب تری ذوقانی
کو چھو نہ نکلوتی ہو خیمت ہم ایسے دھن آؤ نہ کو
رہنورد پڑی ہیں یک طرف دکھ دیکھ ہو کیوں یہ چاروں

حزین و ظہور، میر محمد باقر، م قبل ۱۱۶۶ھ

دیریاں ہوا خزاں سے چمن یاں تک کہ ہر
چاہیں کہ جل مر رہیں تو کہیں غار و خس نہیں

ہر ایک خدایاں بھوک لڑک لڑاں یہ ماجرا ہی ہماری برہنہ پائی کا
 ہزار پیار کر لگا ہزار چاہیگا مری طرح نہ کوئی تجھ کو یاد چاہیگا
 چمن میں یار بن رہی کو تو کیا رہ رہا کچھ
 ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجو

اختیاری کیا ہے یہ آوارگی دہ مثل ہی ہندگی بیچاگی
 جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ رہتا ہی مرام آب دیدہ
 ماتمکہ جہاں میں جوں ابر روزی کو یو ہوں آفریدہ
 گر اٹند ہر دل میں اتنا ہی آردہی تاراج بڑ نیازی اقلیم آرزو
 گلزار محبت میں نہ پھول نہ چھل ہی ہم مانند چنار آگ میں اپنی ہی جل ہی ہم

ثابت، اصالت خاں، م ۱۳۸۸ھ

بگولی کا کھیر صدمہ کھیر صدمہ کی زحمت ہے
 ہماری خاک یوں اڑتی پھری ہی دہ زحمت ہے
 زحمت و رخ سو دور پڑی ہیں کہ دل اب کیا کام کریں
 شام کو مدد صبح کریں یا صبح کو مدد شام کریں

رضا، ش میرضیا، م ۱۳۸۸ھ

دل کی بیتابیوں کو عشق چھپا دینا
 نام کس فی لیا تیرا کہ میں پایا نہ گیا
 جفا کی عشق کا جب بزم میں بین ہوا
 رتنا کی سن کو خرابی میں بھی کان ہوا
 شکوہ کریں کسی کو ہم ہی کیا کسی کا
 اپنا ہی دل ہوا ہر دشمن ہماری جی کا
 یہ سب یہ کس کو غم میں آنکھیں بھر آئیاں ہیں
 داناں و آستین میں کل کو لٹائیاں ہیں

بھو آگر گرفتاری ہوئی تھی نہ تھی زندگی بھاری ہوئی تھی
 رات کا بے خدا صاف ہو رہا ہے یہی جنوں کو بھاری ہوئی تھی

گر خوش نہ کیا مجھ کو نہیں اس کا توغہ ہاں
 ہوتے مری غمزدوں پہ ستم ہاں ستم ہاں
 آنکھوں میں کس کی زلف سیہ نام چھا گئی
 چادروں طرف جو دیکھوں ہوں بے شام چھا گئی
 کیا کہیں بے یاروں سے عشق کی رمبائی
 جس کے یار کوں ہو سو ہی کہو سودائی

فیض، شمس مصحفی

نہیں معصوم زندگی نوئی یہ قید کو چھوڑ

کھلا در تقد پڑ سنسان میں دم قید خانہ تھی

پھر رہا نظروں میں میری جو سماں رات کا ہر

دن پہ بھی جو کشش تصور سے لگاں رات کا ہر

روز و شب ایک سا عالم ہر جدائی میں تری

دن کا آرام کہیں اور کہیں رات کا ہر

لطف گلشن نہیں جب تازہ گرفتاروں کو

توڑ کر پھینک دو گل پہونک دو گلزاروں کو

نکھت گل کو یوں گوشش پہ پھرتی ہر صبا

ریشک تاتا ہے میں دیکھ سبکدوش کو

دیکھا زمیں میں جو آ کہنے سبب کا حال

زندگی موت ہوئی تازہ گرفتاروں کو

سلطان خواجہ سلطان جان، م ۱۲۷۲ھ

پڑھتا ہوں حریت یوں پر پہنچائی گئی ہے
 کیوں کر وہ خوشنری کا زمانہ میں نام نہ
 مری نالوں کی ہر کچھ اور ہی راہ
 کسی کو در کی حقیقت میں آہ کیا کہتا
 میں کیا بتاؤں کہ اس گل کو ربط کیسا تھا
 دام بلاؤ عشق میں ہم بے سبب پڑے
 دہریہ پاس نہیں مفت میں جان جاتی ہے
 آگ ل میں لگائی شمع رنج جانانہ سے
 کہیں خوشی ہے کہیں لہجہ زمانہ میں
 لاکھ تیریں کہیں پرچہ کو نہ ای جان بے
 نہ چہر ہوجاؤ کچھ کھٹکھٹا دل اس کو دلتا ہے
 دل کو کس طور سے پہلاؤں میں
 سارا زمانہ چھوڑا اب جن کی دکتی میں
 میری جرات کو نہ اپڑ عشق میں بدنام کر
 ہوا تاج سمت فلک میری آہ جاتی ہے
 صدوں کو غم عشق کی جی چھوٹ گیا ہے
 کیا ہوئی یاد ان ہدم ہاؤ وہ محفل کہاں
 دن و رات کیوں ذکر کو سہینہ بھر آتا ہے
 یاد آگیا کسی کا کہن وہ بڑی مٹھی سے
 ہیں کیا کام ہیں اس کی خوش سارا نہ لہڑی

تصور بھی نہیں اس دلربا کو بی تکلف ہی
 جو سانس لیتو آہ کلمہ کو تمام نہ
 نہ اس کی پیردی تو ای جس کر
 جو کچھ کہ رنج دالم ہی سمیڑی جی بہرہ
 نہ فرق عاشق و معشوق میں تھا، ایسا تھا
 کم بخت دل پہ ہاؤ خدا کا غضب پڑے
 الہی مجھ کو شب بھر کا دل کھاتی ہے
 جب بنا پتلا ما خاکستہ پروانہ سے
 یہی ہو کسوت عالم کو تالی بازی میں
 ہاؤ کیا بات کروں جان پر اب آن بے
 تصور اس کا اس دم مجھ کو ہنس کر بات کرتا ہے
 میری اللہ کدھر جاؤں میں
 قدرت خدا کی ہم کو وہ بیرنگیں جی میں
 میں نے کس دن آہ کی سوز کو تمام قدم کر
 ہر ایک شمع جہاں تک نگاہ جاتی ہے
 کھاتی ہے وہ چوٹ آہ کہ دل ٹوٹ گیا ہے
 وہ طبیعت کو مری وہ چہچہو وہ دل کہاں
 داس کا نام دتو کی زبان ہم بار جانی دی
 بول کوئی نہ ہم کو یوں نہ ہم کسی سے
 ہماری تم قدر میں فقط افسوس کھانا ہے

تجھ معصوم کچھ اس کی خبر ہی ای وفا دشمن
 جب آدھی رات ہوئی تو کوئی ٹھکڑے تار
 اسی کا ذریعہ سارے حجاب کی لہر لگائی ہو
 وہ کیا نام خدا ہو جس کی یہ افسانہ خوانی ہو
 ہوئی عید اس کا آؤ سو مرادیں سب میں کی
 مکاں کا حسن ہو، پیو عجب زینت پر غفل کی
 غضب اس وقت تم کو اپنی بازی کی سنائی ہو
 کلیم بیک ہو، آگ کیا دل میں لگائی ہو
 مرا پہلو کبھی خالی نہیں رہتا ہی ای ہدم
 نہیں آتے وہ تنہا تو دل میں رہتا ہو
 وہ دن ہیں یاد جو مٹھو گامیں فراموش کیا
 تو تم نے جھپٹے ہیں دامن کو میری مقام بیا
 بڑے غم کو بس میں کوئی میری بڑی دیکھو
 یہ دن بھر سوچ میں کتنا شب کی بڑی دیکھو

سلیم، میر محمد سلیم، م عشرۃ آخر ماۃ دوازدهم

چین بستی میں ہر اس شے کو نہ دیر اڑیں
 ہر عجب طرح کی دشت ترو دیوانی میں
 چلے حب روٹھ ہم نہراں کو در کی توڑ کر کڑیاں
 تو نہ پھیریں مٹائی کو دیں پاؤں کی آہڑیاں
 فنواں عظیم آبادی، ش سلیم و مجرم

پاس جب آپ کو نہیں پاؤں آپ میں آپ کو نہیں پاؤں
 کشور دل میں آج لوٹ پڑی فوج غم کس کی ہی ٹوٹ پڑی

حیران، ش ہوشش

جس وقت یاد آکر ہمتا ہوش ہو گیا
 شکوہ جود میں تھا سو فرہوش ہو گیا
 جی دھڑکتا ہو رہا کی پھر رات ہی
 ہو جس باب ہو رہا تو خود ہی بات سنی
 نہیں رہتی ہوتی ہر چند میں کہتا ہوں مینگو
 چلو جاؤ بعد رو جائیگی یہ بات کہو کو

رویکر کس کرید اور کس کا ماتم کیجیو
عمر جاتی رہ چلی کچھ اپنا ہی غم کیجیو

تمنا، علی رضا، شجوش

دشت میں خاک ہر پھر تو ہی غم کر تو ہیں لوگ جس بات کو ہنسی دہ ہم کرتے ہیں
تمنا جنس دل باز میں جس سمت تو رکھو
خریداروں کا پھر ادھر گزر ہو تو تو میں جاؤں
گئی تو جب کہ اسی دم کو خوش ہیں نہ آؤ خوشی پاس ہم غم کو خوش ہیں

مبارک شاہ مبارک حسین، شجوحید الہ آبادی

وہ جو اس جشن خسروی میں نہیں لاکھ سماں ہیں دل کسی میں نہیں
ہنس کر بھی دیکھا رو کر بھی دیکھا جو مرا غم میں رہی خوشی میں نہیں
وہ جو ناوہ تجھ زلف میں کہیں ذکر سن لوفانی میں
مجھ ویر ہوگی بتاؤ میں یہی نام ہے کہ نشان نہیں

کمال شاہ کمال علی دیواری، م ۱۵۳۱ھ

تو تنگ دنام کی کیا بات پوچھو یہ زناہ کہیں کسی کا جنت میں تنگ دنام رہا
اڑتا پھر دس ہونٹ شت میں جوں گرد کا رہا فزل کہیں یہ راہ کہیں ماہر کہیں
کبھی خطا نہ کرے تیر گر کماں یہ ہے زمین پہ کیوں نہ ستم ہو جو آساں یہ ہے
اس دل کو تیں دوسوں کتب تاب یہاں احوال غرابی کا مری تم پہ حیاں یہ ہے

مبارک شِشِ دلخ، م ۱۳۳۵ھ

مینا بھی بھرا جام بھی لبریز ہمارا پتھر نہیں اتھری پر ہیز ہمارا
ہم کو محسوس ہو انجام محبت کیا ہو ایک دن موت کی اُمید پہ جینا ہوگا
شمع کی پروانہ لپٹا اور جل کر رہ گیا یہ تماشا جس نے دیکھا ہاتھ مل کر رہ گیا

یہ غمگدہ ہو اس میں مبارک خوشی کہاں
غم کو خوشی بنا کوئی پہلو نکال کر
خدا کی سامنی ای محاسبِ برج یوں ہوگا
مری مشیت میں مری دیکھی ہو یا خواب دیکھا ہو



ارمغان بہار

ادارۂ تحقیقات اردو پٹنہ کی طرف سے
جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کو
وہابی دعوت کے موقع پر بطور یادگار
بتاریخ ۲ مئی سنہ ۱۹۶۲ء پیش کیا گیا۔

یادداشتہائے دود

توثیق نامہ لکھیں مسجد پر بنخانہ کیا تب تو اس صورت میں کیا جان ویرانہ کیا
 بہ مطلع برحق فی میرا علی بن میر ولایت اللہ خان دہلوی کی طرف جنوب کی ہے
 اور اس میں شک نہیں کہ انھیں کاپی لیکن یہ دراصل مختلف شکل میں کتبہ لکھا رہا
 مقلد آتش کو

ماشاء اللہ نگار کی رائے (حوری قمری ۱۹۴۲ء) میں ریاض کی کچھ قدیم تحریریں
 جناب سید طفیل احمد قمری فی بعنوان 'ریاض کو بعض انتقادی مباحث' مع قمری
 ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں مرحوم میرزا کا سمت جوت قوی تصب
 کے روئے میں جکت کی کوئی سر کا کسی نہ ہو رہا ہے درمیان میں اور نہ کوئی اور جوت
 یکت اپنی مندرجہ میں لکھی ہیں :

مشاورہ شروع ہوا ہے مقلد آتش کی نسخہ فی نسخہ کا خط ہو کر گیا پھر شہادت
 ایک مصرع کہا ہے : "اور اب میں سوچتا، انھوں نے جواب دیا "والتی" نسخہ فی
 صورت میں ہے نسخہ فی نسخہ کا مستعار ہی ہے کہ ".... ان کے وہی
 مصرع نکلتی ہی نسخہ کی کہ "تب تو اس صورت میں ہی اب صاف دہرایا گیا"
 یہ پھر کہ "نسخہ نسخہ فی نسخہ جوت کی ہی مگر نسخہ لکھ کر دیا"

اس کذب و فحاشی کے سان میں جہد نش قابل قیام ہیں : (۱) اس کی جوت و جوت
 اور شادی کے دوے ایسی نہ تھے تو وہ نسخہ کو قابل خطاب کہی اور اس کو اس
 نسخہ کے ایک ساتھ لکھ کر دیا تو اس کو کبھی کبھی خیال میں نہ لاتی تھے (۲)
 نسخہ ایسی غیر مذہب نہ تھے کہ وہ ایک بند کو (اور پھر اس جوت بند کو)
 فی ملک ترک کر کے اس کے مصرع پڑھ کر (۳) نسخہ چاہی لکھ کر جواب نہی مگر
 نسخہ کا جواب اور خطبہ الی اللہ کہ وہ ان کو نسخہ کے سامنے رہا نہ کوئی دین
 (۴) مقلد آتش کی کو نسخہ لکھ کر نسخہ کی کوئی مصرع پڑھا نہ اس کا جوت
 کا ذکر کہ لکھا نام میں دیکھا گیا۔ بہ حرف و لفظ تو اس کا نتیجہ یہ جس نے لکھا

نسخہ میں اس طرح وجہ یہ کہ یہ قیام و جوت میں اس اور نسخہ کے نسخہ اور اس طرح
 نسخہ کی وجہ یہ کہ یہ قیام و جوت میں اس اور نسخہ کے نسخہ اور اس طرح

۱۔ بیان دہرہ کا نام "اند" سرسید کا یہاں سے پایس اور انگریز پرستی سے انہیں
 پہلے اختیار کیا تھا کمال لکھ لکھ کر ان کے اندر لاد لاد کر ملا کر لکھتے تھے کہ
 لکھتے ہیں جو پڑھتے تھے یہی لکھتے ہیں دلچسپ مثنوی کے طرز پر
 اور اند کا نام "اند" ایک مختصر ایسے ہی شکل لکھتے تھے جس میں عبادت دہرہ
 موجود ہے

۲۔ آج (تہ بنوہ اند) کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ اند کے صفوں میں
 دینی کی صفات لکھی تھیں جن لوگوں میں یہ صفات تھیں ہی اس طرح کا
 وجہ سے لکھ ان کی آگے سر لکھتے تھے میں ہمارے گورنمنٹ جب کہ ہم
 تندرستی کے ساتھ سلطنت کرتے ہیں تندرستی کے ساتھ دینی کی صفات لکھتے
 ہیں ان صفوں کے ہم ہم اس طرح اور کوئی دینی نہیں لکھتے ہیں
 انہیں دہرہ... انہیں دہرہ لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے
 اور ان کے اندر کا نام ہے آج تک ہی ایک مختصر تاریخ بیان کیا گیا
 تمام بادشاہوں کے حالات ہیں یہاں پر تقریباً دہرہ لکھتے تھے
 مذہب کے (اند) اندر قریب اند اندر لکھتے تھے کہ اند اندر لکھتے تھے
 انہیں سلطنت کے اندر لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے
 عبادت کو تہ ہے

۳۔ اند پر ایک نظم بھی ہے جو لکھتے تھے کہ حشر تابوہی کے فتح پر لکھی گئی
 لکھتے تھے انگریز پرستی کہ اند کیا ہے؟ لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے
 لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے لکھتے تھے

[illegible]

- بالو پندرہ تھان کی در در سے صوبہ کے سارے میں شکار و بیاہ میں زیادہ ہو چکے ہیں۔
اور وہ کہ اکثر وہ میں جو ملائے اور دھڑکا، تھکات (اور تھکات اور تھکات) میں
میں میں ایک ٹھکانے سے تھکات میں بہ در ایک۔ تھکات تھکات میں ایک تھکات
میں کی تھکات تھکات ہے۔

کہا درویش نے آج کل ناہر سے تھکات تھکات سے ایک تھکات
تھکات تھکات سے تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات

تا برائے ان تھکات میں تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات

تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات
تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات تھکات

[illegible]

۱۴۱۶۔ گزارش حاصل مصدق (امین گامی) لور اردو میں مستعمل تھا، اور یہ گزارش گھانٹہ
کا حاصل مصدق اردو میں مستعمل تھا، کسی دو طرفہ کے معنی مختلف ہیں (اردو میں مستعمل
نہیں) لور میں لور میں مستعمل ہے لیکن، زبان فارسی کی مستعمل غالباً یہ ہو سکتا ہے
تھوٹ کی تو بہت سہولت لور میں کو بجائی ز دمی صبح سہولت کی

۱۴۱۷۔ کاغذ کو فارسی میں کہتے ہیں ماحول غالب ذریعہ تھوٹ لور میں لور میں لور میں لور میں
"مستعمل" مانجھو کہ وہ زبان کے تھوٹوں کی رو سے ایک لور میں لور میں لور میں
ایک مصرعہ ہے "تھوٹوں کی لور میں کاغذ لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں

۱۴۱۸۔ تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں

۱۴۱۹۔ دریا میں تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
(چراغ جلالت لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
دریا میں تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں

۱۴۲۰۔ فی شہید (لور میں تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں

۱۴۲۱۔ چوہان آف پیوری۔ اس کی جمع چوہانیاں ہیں اور اس صورت میں چوہانیاں
ملتی ہیں۔ تھوٹوں کی لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں لور میں
چوہانیاں

کھڑک بھی تو کٹر یہ اشعار اس کے رائیڈ کی طبع سے ہیں، اس کی طرف جنوب اس کی گردی ہو
 رہی کہ ایک پردہ نہیں کی زبان سے جو معلوم ہو۔ ان کا اہل مصنف حاذق و فاضل
 ہے جس کے دیوان (م ۱۳۹۱ء) میں یہ اشعار غزل کی دوسری اشعار کے ساتھ
 موجود ہیں۔ حاذق کا مطلع یہ ہے:

N نغم از خود شیر حاذق را بنویسم ہمیشہ ہر کہ او خلق حسن دارد حسن بند مرا
 N کلمات الشعر منقذ سرورش حاذق میں بھی یہ حاذق کے نام سے مندرج ہیں، ان
 اس میں پہلی شعر کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ”وہ کی پیش ملائندہ اس میں منقذ خود را
 سرخو نہ بے بطل الخ، تید گفت صاحب این شعر را در دی گفت باشند۔“ (حاذق)
 ترا شغف و او را در خوش خود داد، اس سلسلے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اشعار
 نیربخت دیوان محلی (ط ۱۲۶۱ء ص ۱۱۹) میں تو ماشر کی نزدیک زرب اعداں حذب
 ہی موجود ہیں۔ یہ بات تو اب ثابت شدہ ہے کہ مروجہ دیوان محلی خواہ جو نوع ہوں
 خواہ نخطوط زرب ان کا نہیں، ایک غیر معروف ایرانی شاعر کا۔ اس کی
 ہر زرب ان کی طرف سے تو دقوی ہو ہی نہیں رہا۔ رہا ایرانی محلی کا معاملہ تو
 اس کی بھی یہی کیفیت ہے اس کی کہ مخطوطہ دیوان میں الخافہ و نام داخل ہو گیا ہے
 جس کے ذیلی دیوان (از ان جملہ نسخہ من) خانی ہیں۔ یہ اشعار وہ ان مخطوطہ میں
 ہر جگہ کثرت مل کر گئی ہیں کہ یہ زرب ان کی ہیں اور دیوان محلی اس کا ہے۔

کون ہو گیا۔ خلیفہ کا انتخاب وہ خود کریں، یہ پسندیدہ نہ ہو لیکن حضرت عمر اس کے نام سے نہ تھے
حضرت عمر کی حضرت عثمان اور حضرت علی کو نامزد کرنا ان دونوں میں کون جانتا ہے کہ ان کا جو طریقہ
انہوں نے اپنایا وہ ایک نیا تھا۔ حضرت عثمان اس کے مالک سونے کی تختی تھے اگر حضرت
حضرت علی کو نامزد کرتے تو کہا جاسکتا کہ اہل تسبیح کا اختیار نہ پیدا ہوا تھا اسلام کے بعد
ان خلیفہ مقامات کو حق تانے پر اس کی وجہ سے جوئے (یعنی مدح و بے ہوشی) کی تعصبات کو بڑی

سکینہ بنت الحارث کی بارے میں شہرہ کی شہرہ آفاق کہانی ہے۔ ناظرین ایک معاشرہ ایرانی
محقق کی شہرہ آفاق کہانی بھی دیکھیں۔

وہ نئی چیل ڈو کشتی و در مصائب جسور بود۔ خانہ اہل برکت جمع شہر و قلعہ منافقہ و کشت بود۔
وہی شاندار بزرگ ہیوں فرزدق و حریر صلیہ خلافت پرورد۔ سکینہ بنتی معجب بن زبیر در آمد
وہیں از قلعہ اور زوے عبداللہ بن عثمان گردید و دین از گلد و بند بن عمر باوی از دلع کویہ
وہی زبیر تنویر بیجا۔ نہ سلف اوہ اطلاق گشت۔ یکہ در مدینہ بنیر لست و قہر سکینہ باوی
مدد منوب است۔ عبادتہ قہر امین مدد کیب (و کلمات در احاطہ شہرہ آفاق اند) (فرہنگ فارسی
کتابتہ تہذیبیہ ج ۵ ص ۶)

کیا شہرہ آفاق کہانی ہے اس کی مختلف روایتیں ۱۰ برس کی بچہ کی کہانی کے شہرہ آفاق ہیں
ان کی روایت جسٹس احمد شاہ میں ترجمہ کی گئی ہے کہ کویہ کا متبع علی۔ اور از حسن حکم سرافقت گشت
کہ اس سے ماہر اس ان کا باپ۔ نہ فرہنگ میں سکینہ عہدہ میں و کویہ کہہ رہے بندہ اس میں نہ باطن
پر بلکہ اس کو کہہ رہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ شہرہ آفاق کہانی کی یاد دہش حضرت
علی کو جھٹک رہے۔

بازیافت

راجند رنگو بیدی کا: لین افسانہ فرشتہ



ہند - یونین ایس قریہ ملا سندھ میں جو کس شخص کے ساتھ تھے یہ
قریباً ۱۸۷۵ء کے ہیں۔ یہ سب کو توبہ علیہ السلام کے قریہ ملا سندھ میں تھے۔

فرشتہ

(۱)

وہ... اُف! کس قدر سردی ہے... وہ وہ وہ
کھولتے فرشتے نے ایک دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے
کہا۔

ساری دنیا سو رہی تھی، لوگ نے اس فرشتے
کی چیخ بکا کر بھی پی نید کے خوابوں کا ایک حصہ بھی
اداس پرکھی نے توجہ نہ دی

”میں تمہاری خواہش پوری کرونگا۔ سننا!
لاچی رگو دروازہ کھول دو! تم کس قدر سگدل
ہو گئے ہو۔ تمہارے دل کے تاریک گھر میں رحم کی
روشنی نہیں۔ صاف سردی دروازہ کھولو۔
جلدی۔“

اب برف باری پہلے سے زیادہ ہونے لگی۔
سردیوں کے تھوکنے کی کڑے دھوکے پر کھڑے ہوئے کہ
کڑے سرخوں کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ تھوہو کے
جھوٹے دیار کے ٹپے ٹپے دھوکے کا مزہ ایک
پہنچتے تھے۔ اک خوف کا۔ نہ توڑ کرینے اگر ادب سے
تھے۔ وہ وہ درخت کا تھوڑی سی پھل سے آسمان کو

موزوں پورے جہن پر تھا۔ اور برف زمین پر
سفید چادر کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔

ایک فرشتہ جس کے چہرے پر مصیبت تھیں
تھی۔ اس کے وقت ایک تیرہ دھڑکی میں ترانہ
وعدت تھا، جہاں کی وجہ سے اس کے دل
سفید پر پیچھے پر پڑے ہوئے تھے۔ اور سینہ میں اسکا
دل دھڑک رہا تھا۔

اور اس کی نگاہیں لوگوں کے دروازوں کی
نہ بکریوں پر تھیں۔

چاند چھپا ہوا تھا۔ اور تارے بھی پناہ ڈالوں
کے نقاب میں چھپ چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ فرشتہ
اپنی جلنے کی مگہ ایک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ آسمان
بہتر ہونے کے لئے چرند و شے کی سیڑھیاں تھیں۔ وہ
بالوں نے اٹھائیں تھیں۔

(۲)

”دروازہ کھولو اور مجھے اپنی آگ کے پاس جلد

چھوٹا کتاب زمین پر پڑا تھا۔

”دروازہ کھولو! میں تمہیں ایک بہت ہی اچھی چیز دوں گا۔“ برائے خدا۔ مراد بوڑھی ماں مراد فرشتے نے ایک دروازہ کو کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔

بڑھیا جس کا جہرہ نہا ہو، اس کی آلودگی سے ایک صاف کدین کی طرح نکلا۔ اور جب کچھ نجف و نادر بن اس کے دائم المرضیہ بننے کی علامت تھی باہر نکلی۔

اس نے دروازہ فرشتے کی پیرسونز اور الم انجین آواز سنئی۔ اور دروازہ کھول دیا۔

اس لئے نہیں کہ اسے کئی بیش قیمت شے ملے۔
 ٹی۔ معلق نہیں۔ وہ دیکھی تھی۔ اور ستم رسیدہ لوگوں کے مصائب سے بخوبی واقف تھی۔ اس نے فرشتہ کو خبر بلایا۔ آگ جلا کر اس کے منہ وار پیر جو کہ بروہت کی وجہ سے من ہو چکے تھے۔ سکھائے اور پھر اسے سونے کے لئے نرم لوہا اور ام و دستریاں جب مشرق کی طرف افق پر سرخی کی جھلک نہ رہی ہوئی یاد فرشتہ اٹھا۔ اور جب آفتاب پناہ لیا وہ اتار کر بنی نبی شعاع سے دنیا کو سلام کیا تو فرشتے نے اٹھ کر بڑھیا کی پیشانی کو بوسہ دیا اور آسمان کو پیر کر گیا۔ صبح کو بچوں نے دیکھا۔ بڑھیا تمام دکھوں کو کلیشوں سے نجات حاصل کر چکی ہے۔

(چند دن ۲۰ جنوری ۱۳۲۱ء)

مشرق وسطیٰ کے سفرنامے

سفر و تہذیب و ثقافت : ۱
سفر و تہذیب و ثقافت : ۲

حرفے چند

مشرق میں کے مغربی ایشیا و شمال افریقہ ————— تک ہوں گے۔
 - ملائکہ ہمیں سب سے بڑی باتوں میں عربیہ ترک ہیں۔ ایرانی ہیں۔

ہندوستان کی بیابانوں میں ملازمین حاکمانہ ہیں۔ ویسے آثاراتِ قلم مند کرتے ہیں۔ اور وہیں سے سفر پل کا ست تھا۔ جیرہ کو دے۔ انیسویں صدی میں، اور پھر ۱۸۴۰ء تک بیسویں صدی میں جو کچھ میسر ہوئے وہ دفنانوشت میں لکھ جاتے تھے۔

مشرق وسطیٰ تو صد برس سے مسیحی ہیں، بس اردو نے اسے اجماع کیا ہے اس لیے عمومی عنوان یہی رکھ جا رہا ہے: **مشرق وسطیٰ کے مسلمان**۔

۱۹۲۲ء کے آس پاس بھی گئے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے ابتدائی عہد کا حوالہ اس میں ملتا ہے۔

محرر

سفرنامه قسطنطنیه عراق و ایران

| فهرست | |
|-------|--------------------|
| ۱ | دیسار |
| ۲ | در بیان حال و سیرت |
| ۳ | در بیان حال و سیرت |
| ۴ | در بیان حال و سیرت |
| ۵ | در بیان حال و سیرت |
| ۶ | در بیان حال و سیرت |

دینار الدین محمد بن قلیخان

برائے شریف قلی خان



محمد علی خان



وِیَباچہ

عرب کا قول ہے دُرَمَّ الْبَدَنُ بِكَيْفِ مَا كَانَتْ لِيَعْنِي جِطْرُنْ مَانِہ پسر
اُسکے ساتھ پھر جا، ایک شاعر نے بھی کہل ہے۔

”زمانہ باتو نہ ساز تو بازمانہ ساز“

یہ ظاہر ہے کہ زمانہ میں ہمیشہ انقلاب ہے اور قیامت تک رہے گا۔
تاریخ کے پڑھنے اور ہر روز کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے خیالات
مذہب و عادات میں بھی نقصان و فساد کے موافق انقلاب ہوا کیا ہی
البتہ ہر ملک و ہر قوم میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے زمانہ کے
ساتھ چلنا اختیار نہیں کیا لیکن مثلاً ہندوستان کے مسلمانوں میں اس
قسم کے اشخاص اب تک کثرت پائے جاتے ہیں اور انکی خام خیالی اور ہم پٹی
تقلید گاہی اور استبداد کا یہ نتیجہ ہے کہ مصر شام و ایران بلکہ دُنیا کے

تمام مسلمانوں میں ہندوستان کے مسلمان زیادہ ذلیل و خوار خیال کئے جاتے
 ہیں جن کی کہ اہل عرق تک انکو ہندی بھال کے نصیب یاد کرتے ہیں اور برہمن
 میں لفظ ہندی اسی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے جس معنی میں *Untouchable*
 ریٹیو کمیشن ہندوستان کے انگریز استعمال کرتے ہیں جس کا مہول میں ہندوستانی
 مسلمان بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور بہت سے ٹرک
 ان سے ملنا یا معاشرت کرنا پسند نہیں کرتے اگرچہ بہت سے سیاسی باب
 کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اور مسلمانوں کی ننگاؤں میں فحش مکتے ہوں
 لیکن اصل سبب ان کی جہالت اور قدامت پرستی ہے۔ یہ عادات و رسوم کو
 اگرچہ کیسی ہی مضروب و بیوقوف ہوں یہ ان کو ترک نہیں کرتے و لازم زندہ لگائی
 آداب معاشرت لباس خوراک وغیرہ وہی قمار کھنچا رہے ہیں جو ہندوؤں
 میں صدیوں سے ہیں ہرام اور فحش کو اسلام پیچھے کی عزت منسوب
 کرتے ہیں خواہ اسے اسلام سے تعلق ہو یا نہ ہو۔ ہندوستان کے تمام مسلمان
 یہاں تک کہ غلام بھی یورپ کا بنا ہو۔ پھر استعمال کرتے ہیں کیونکہ وہ سستا
 اور عمدہ ہوتا ہے لیکن انگریزی قطع کا بننا ہوا لباس مشدد وٹ چٹنوں پر
 سمجھا جاتا ہے حالانکہ میں نے خود بہت سے عصری ترکی و ایرانی عساکر کو

پتلون پہنے ہوئے دیکھا ہے ہمشہ مقدس میں مسجد گوہر شاد کے متولی اور
 امام جماعت کو میں نے ہمیشہ عمارہ و قبا کے ساتھ پتلون پہنے ہوئے دیکھا
 میسر پر چھری کانٹے کے ساتھ کھانا مذموم بلکہ شائد حرام خیال کیا جاتا ہے
 اور ہاتھ سے کھانا سنت قرار دیا جاتا ہے لیکن جو کے بغیر چنے آٹے کی رٹی
 نمکیا سرکہ یا چھوڑا رہ کے ساتھ کھانا سنت نہیں سمجھا جاتا۔ تعجب ہے کہ قورمہ بلاؤ
 شامی کباب متنجین۔ مرغ مرغ مسلم تو جائز بلکہ واجب ہو کہ لیکن میسر پر چھری
 کانٹے سے ابلایا ہو گوشت اُلی ہوئی ترکاری بدناما ڈبل روٹی کھانا ناجائز
 بلکہ حرام ٹوبہ ہو۔ اسی سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں
 ظاہر پرستی بہت ہی زیادہ اور حقیقت شناسی بہت ہی کم ہے اور یہ فقط
 جہالت، اخلاق کی کمزوری اور اوبام پرستی کی علامت ہے۔ میرا مقصود یہ گز
 نہیں ہے کہ ہر شخص کو کوٹ پتلون ہی پہننا یا غیر ہی پر چھری کانٹے سے
 کھانا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرنا چاہے تو اس کے فعل کو خلافِ سب
 نہ قرار دینا چاہیے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ تنگ خیالی ظاہر پرستی
 زیادہ تر ہندوؤں کی معاشرت و عورتوں کی جہالت سے پیدا ہو گئی ہے
 عورتوں میں یہ ناقابلِ علل جہالت سوجھ بوجھ سے ہے کہ ان کی نانیان

دادیان، مسلمان ہندو تھیں جبکہ ان کے اجداد نے جب ہندوستان میں
 آئے تھے مسلمان کر کے ان کے ساتھ عقد کر لیا تھا، وہ مسلمان ہو گئی
 تھیں لیکن ان کے خیالات، عادات، رسوم و آداب وہی رہے جو ہندو
 کے تھے۔ چنانچہ وہی قدیم خیالات و مراسم اب بھی باقی ہیں اور بچے
 لڑکپن سے انھیں کو سیکھ لیتے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کو اپنی عاداتوں کی
 اصلاح اور اخلاق کی تہذیب و اصلاح شرت کی ترقی کیلئے دو باتیں لازم
 ہیں اولاً نوجوان تعلیم یافتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ممالک اسلامیہ کی سیاحت کریں
 اور دوسرا امر جو اس سے بھی زیادہ ضروری ہے یہ ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت
 میں پوری کوشش کریں۔

جو نوجوان حضرات ممالک اسلامیہ کا سفر خستہ یا کرین اُردو، کتھا
 ہون تو ان کو چاہیے کہ کسی اسلامی ملک کی تعلیم یافتہ عورت سے نکاح کر کے
 اپنے ہمراہ ہندوستان لائیں تاکہ ان کے اسوہ خانہ داری میں صلاح و ترقی ہو
 اور بچوں کی تعلیم، تربیت عمدہ طرح سے ہو سکے۔ اس سفر میں محکومہ بھی محسوم ہوا
 کہ اب ان ملکوں کی عورتیں ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ساتھ
 نکاح کرنے سے استغناء فرماتیں کر تیں جیسا پہلے کیا کرتی تھیں۔

یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو ان کے سے گرمیوں میں راحت کا سامان میا کر سکے اور گردشِ تفریح کے لئے گاڑی یا موٹر کو سکے۔ وہ ان کی عورتیں بیان کی عورتوں کی طرح مکان کی پار دیواری میں قیدیوں کی طرح زندگی نہیں بسر کر سکیں گی اور نہ ان کی صحت کیسے ایسا طریقہ زندگی مفید ہو گا۔ اگر کوئی شخص ان کو گرمیوں میں پہاڑ پر بھیجتا چاہے تو آسانی کر سکے گا۔ کیونکہ وہ زمانے پر ڈنگ ہوس یا ہوش میں بغیر کسی زحمت کے تنہا قیام کر لیں گی۔

اس مقام پر بھی ذکر کر دینا غیر مناسب نہیں ہے کہ حتی الامکان ہر ملازم گورنمنٹ پمپشن لینے کے کسی سہمی ملک میں جا کر قیام اختیار کرے۔ ہر سال خصوصاً شریف طبقوں کے مسلمانوں کو ہمیشہ خیالِ خندا چاہیے کہ ہندوستان کا آبائی وطن نہیں ہے اور ان کے اجداد و نندوں کے سرِ گلوں ہندوستان آباد ہو گئے تھے اسلئے جب تحصیل معاش ہے ہر کشتی اختیار کریں تو انکو چاہیے کہ اپنے صانعِ حق کو داپر جائیں طرح کریزیدیشن لینے کے انگلستان چلے جاتے ہیں جن لوگوں نے ایسا کیا ہے مثلاً یہ امر علی صاحب نے انگلستان میں بعض فرازون نے عراق میں اور ایک خاندان نے طران میں قیام اختیار کر لیا ہے وہ لوگ ان کے اصلی باشندوں کی طرح نہایت ہی اچھی صحت و آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں نادر شاہ نے اپنے پامپوں کی وصیت کی تھی کہ ہندوستان میں کبھی قیام نہ کرنا ورنہ تم لوگ بھی

مثل ہندوستانوں کے سست رام طلب کرور و زول ہو جائے گا اور
 کہ مسلمانوں نے پیر عمر نہیں کیا لیکن انگریز بادشاہ کی وصیت کے طبق
 چل رہے ہیں۔ جن پیر یوں نے ہندوستان میں قیام اختیار کر لیا ہے وہ
 بہ نسبت ایران کے باشندوں کے بہت سی کمزور و نحیف البتہ معلوم ہوتے ہیں
 لیکن اگر وہ عوام اور بین طریقہ زندگانی کا اختیار نہ کرتے تو وہ بھی تیرہویں
 چونکہ ان مسلمانوں سے جو خود میں سیدہ اور حبس کے اخلاق پوشیدہ اور
 عادات پوشیدہ دہرائے و تو اسے جہانی ازکار افتادہ ہو گئے ہیں کسی اصلاح
 و ترقی کی امید ہمیں کی جاسکتی اسلئے میری عرض عزت و چون مسلمانوں کی
 خدمت میں ہے کہ وہ خوب غنمت سے بیدار ہو کر خود کوشش کریں اور
 دوسروں کو چلائیں۔ میرے نزدیک بہت ہی خوش اور آسان طریقہ ان کے
 بیداری کا یہ ہے کہ جو ان میں سے وہاں حسب استطاعت ہو سکے وہ اپنے تفسیر کے
 محکم برسنے کسی ملازمت یا پیشہ اختیار کرنے کے بعد کہے کہ کسی ایک
 اسلامی ملک کا سفر اختیار کرے تاکہ وہ ان کے مسلمانوں کے اخلاق و عادات
 و مذہبی اصلاحات کو دیکھ کر فائدہ اٹھائے وہ ہندوستان و ہندو کران کے
 جاری کرنے کی کوشش کرے چنانچہ آیہ شریفہ *فَوَلَا تَقْرَئُونَ مَن مِّنْكُمْ لَعَلَّ تَذَكَّرُوا*

لَيْتَنَفَّهُوا فِي الدِّينِ مِنْ هِيَ أَمْ كُنِي طَرَفٌ طَلِقٌ نَفَّهَ فِي الْإِسْلَامِ -

میں نے محض اسی غرض سے مختصر سفرنامہ جواون کے لئے بطور

Guide book یعنی ہدایت نامہ کے لکھا ہے لیکن جو حضرات یہ چاہتے

ہیں کہ ہندوستان سے باہر قدم نہ اٹھائیں اور محض سفرناموں کو پڑھ کر ممالک ہند

کے متعلق اطلاعات حاصل کریں ان کو اس سفرنامہ کے پڑھنے سے چندان

فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اس میں عمارات و مناظر طبعی و غیرہ کا مفصل بیان جو اکثر

سفرناموں میں ہوا کرتا ہے نہیں ہے اور میں نے قصداً ان کے ذکر کرنے

استغناء کیا ہے۔

میسرے نزدیک بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی اسلامی ملک کے

سفر کرنے سے پہلے انگلستان کا سفر کر لینا نہایت ہی مفید ہوگا کیونکہ ہندوستان

کے عام مسلمانوں کا لباس و طرز معاشرت وغیرہ دوسرے اسلامی ملکوں سے

استغناء مختلف ہو گیا ہے کہ اگر ایک ہندوستانی پہلی مرتبہ ان ملکوں میں

جائے گا تو اسکو بہت سی مشکلین پیش آئیں گی نہ یہ آسانی وہ ان کے لوگوں سے

معاشرت کر سکے گا، نہ وہ ان کی تعلیم یافتہ سوسائٹی میں عزت و احترام

کے ساتھ داخل کیا جائے گا لیکن اگر اس نے انگلستان کا سفر کر کے پورے

عام طرز معاشرت سے واقفیت حاصل کر لی ہے تو ہسکوایشیا کے کسی ملک میں زیادہ رحمت و اطمینانی ٹپے گی۔ کیونکہ ایشیائی ممالک اور مصر اسلامبول میں بجز بعض خصوصیات کے عام طور پر طرز معاشرت مغربی جدید طریقے کا ہو گیا ہے وہاں کے عام مسلمانوں اگلے سے ادنیٰ اور عالم سے جاہل تک کم و بیش زمانہ کی رفتار سے واقف ہو گئے ہیں جیسا کہ سر سید احمد خاں مرحوم ہندوستان کے زمانہ جاہلیت میں زمانہ کے رنگ کو پہچان گئے تھے اور اسلئے اہل رفتار کے ساتھ چلنے پر کار بند ہوئے۔

بعد اس مختصر بیان کے اب چند ضروری امور کا ذکر کرتا ہوں جن کا سفر کرتے وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔

(۱) ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے پاسپورٹ یعنی ٹرانزٹ پاس کی حاصل کر لینا چاہئے اور جن ملکوں کے لئے ویزہ (Visa) یعنی اجازت کی ضرورت ہو اس ملک کے کنسل کے جو ہندوستان میں موجود خط پاسپورٹ پر کر لینا چاہئے یا پاسپورٹ کو ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کسی ملک میں ڈاک خانہ یا ٹاس کوک کے دفتر یا جنک مین خط یا دیو بیٹے جا گیا تو سب سے پہلے آپے پاسپورٹ مانگا جائیگا۔

۲۔ جس ملک سفر کرنا مقصود ہو وہاں کے متعلق تمام ضروری باتوں کی اطلاع دینا، تاکہ ایک یعنی ہدایت نامہ یا سفر نامہ کو پڑھ کر یا کسی شخص سے جسے وہاں کا سفر کیا ہو حاصل کر لینی چاہیے

۳۔ ان کے دفتر ٹرانسپورٹ کمپنی *Eastern Transport*

Company سے جسے دفتر بھیجی میں ہیں سفر کے متعلق کافی اطلاعات

میں سے مل سکتی ہیں۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سفر کا عہدہ ختم ہو چکا ہے

یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو دوبارہ سفر کرنا چاہیے تو دوبارہ کا نظام نکالنا ہوتا ہے

برن کے دوسرے جسکی یکیشٹ ہنسی میں سفر سانی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی کے رہے

مشہد میں سفر ہو تو وہاں سینٹ میں یکیشٹ خیر جہاں چار روٹ

ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک یکیشٹ سڑک ہے جسکی ایک روٹ ہے

سفر میں۔ یہ زمین، ضلع کامونا، چاہیے کیونکہ اسلامی ملکوں میں بھی

سی قوم کا لباس عورتوں کے لئے ہے لیکن یورپ میں انگریزی ٹوپی اور اسلامی

ملکوں میں وہاں کی مخصوص ٹوپوں کا پہننا زیادہ مناسب ہو گا۔ مگر ک۔ یعنی

Customs کی جگہوں سے بچنے کے لئے حتی الامکان تھوڑا لباس

ساتھ لے جانا چاہیے۔ سفید کوٹ چٹون کا دوسرے ملکوں میں بہت ہی کم استعمال

ہوتا ہے لیکن اگر کسی ریشمی کپڑے کا ہتھوڑا یورپ، ایشیا دونوں جگہ ریسوں میں پہنا جاسکتا ہے۔ ایک بڑا کوٹ خراک یا نارنگ یا کریش مع ایک حارٹی۔ پتلون کے ضرور ہمراہ مونا چاہئے کیونکہ ایران، اسلامیات میں معزز لوگوں کے پاس جاتے وقت ایسے لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

مختلف رنگوں کی مائی کا استعمال بہت کم ہے۔ حتیٰ الامکان ہمیشہ سیاہی لگانا چاہئے۔

جوتے سیاہ اور عمدہ قسم کے ہوں کیوں کہ ایران اور دوسرے ملکوں میں لوگ عموماً اچھے قسم کے جوتے پہنتے ہیں۔ بارش کے زمانہ میں جوتے کو کچھ بچانے کے لئے گالاش کی ضرورت ہوتی ہے اور ان ملکوں میں وہ اکثر ملتا ہے اس لئے ہندستان سے ساتھ لیجانے کی ضرورت نہیں۔ ان ملکوں میں کرتے پانجامے صحت سوتے وقت پہنے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی خالی کرتا اور پانجامہ پہنے ہوئے تو نہایت ہی بد مذہب سمجھا جائے گا۔ میں نے سمونی ایرانیوں کو دیکھا ہے کہ گھر میں نکیل کے دن بھی کرتے پانجامے پر قناعت نہیں کرتے بلکہ صبح کو ہاتھ منو جو کر پورا لباس پہن لیتے ہیں اور شب کو سوتے وقت تک اسی لباس کو پہنے رہتے ہیں اسلئے یہاں سے بہت کرتے اور پانجامے ہمراہ نہ لیجانا چاہئے۔ ضروری کمیزوں

کے علاوہ بستر، گلاس، ٹوا - اور دو چھوٹے پورٹ مینٹو یا جڑے کے دوست کپڑے بھی ہمراہ ہونا چاہئے۔

(۵) ہر ملک کے گرگ یعنی (Customs) کے قواعد میں بہت تھوڑا سا فرق ہے۔ اس لئے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھنا بیکار ہے۔ البتہ چند ضروری باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیگارا اور سگریٹ بہت کم ہمراہ لیجا نا چاہئے روزمرہ کے استعمال کے لئے جہاں چاہئے وہیں خرید لیجئے۔ نشہ کرنے والی چیزیں ایفون وغیرہ۔ اسلحہ اور خوشبودار چیزیں مثل عطر وغیرہ کے ہمراہ لیجا نا ممنوع ہے البتہ سر میں لگانے کے لئے عین تیل مستثنیٰ ہے۔ کپڑے جو تے وغیرہ حتیٰ الامکان استعمال شدہ ہوں۔ اگر نئے ہوں تو ان کو چند روز استعمال کر لینا چاہئے اگر شخص استعمال کی چیزوں پر گرگ نہیں ہے لیکن بعض وقت گرگ کے ملازمین ناواقف سیاحوں کو دھوکا دے کر کچھ لے لیتے ہیں۔ یا کہ بے مہربانی کو زحمت دینے کے لئے دیر تک انکی ہر چیز کا معائنہ کرتے ہیں مجھ کو تمام سفر میں گرگ کے متعلق جس قدر تکلیف رانچی میں ہوئی وہ نہ بغداد نہ اسلامبول نہ شام نہ ایران نہ فرانس نہ اٹلی نہ کسی دوسرے یورپین مقام پر یہ امر نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ ہندوستانی ملازمین گورنمنٹ دوسرے ملکوں کے

لمازموں سے زیادہ تر تحلیف وہ ہوتے ہیں اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابھی ہندستان کے لوگوں میں بالکل سلف گورنمنٹ یعنی ہتکال حاصل کی قابلیت نہیں ہے۔

(۶) چونکہ ہر ملک میں مختلف سکوں کا رواج ہے اس لئے انگریزی پونڈ کے نوٹ یا ڈرافٹ کا ہمراہ لجانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ہر ملک میں پونڈ کی سائی چھوٹا ہے بعض مختلف سکوں کے نام اور ان کی قیمت یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں۔
فرانس میں فرانک چلتا ہے جس کی قیمت قبل از جنگ ۵ فرانک فی پونڈ تھی اور اب ایک پونڈ کی قیمت فرانک کے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔

اطالی میں لیر چلتا ہے اور ایک پونڈ کی قیمت قریب ۱۰ لیر کے ہوتی ہے۔
مجیم و سوئزر لینڈ میں بھی فرانک چلتا ہے۔ مجیم میں اس کی قیمت گھٹتی جاتی رہتی ہے لیکن سوئزر لینڈ میں اس کی قیمت قریب قریب ایک ہی حالت پر باقی ہے جہاں اس کی قیمت ۵ فرانک سے کچھ زیادہ ہے۔

مصر میں انگریزی و مصری پونڈ دونوں چلتے ہیں و مصری پونڈ کی قیمت انگریزی پونڈ سے کچھ زیادہ ہے۔

اسلامبول میں لیر عثمانی و بیہ شر چلتا ہے اور سو بیہ شر ایک لیر ہوتا ہے۔

ان دنوں انگریزی پونڈ کی قیمت ۱۰ لیرہ عثمانی ہو گئی ہے۔ فرانک بھی یہاں
بہ آسانی چلتا ہے۔

بیردت میں شام کے لیرہ دو پیاسٹر کا ردع ہے اور یہاں کا ایک لیرہ
دو لیرہ عثمانی کے برابر ہے انگریزی پونڈ و فرانک بھی یہاں بہ آسانی
چلتا ہے دشق میں بیردت کا لیرہ کچھ کم قیمت پر لیا جاتا ہے۔ وہاں نقد
سکہ اور نوٹ کی قیمت میں بھی فرق ہے مثلاً ایک لیرہ دشق سو پیاسٹر
کا ہوتا ہے لیکن اگر ایک لیرہ کا نوٹ بھنایا جائے تو سو پیاسٹر سے کچھ کم پر
چلے گا۔ اسی شہر دشق کو جو شام کا پایہ تخت تھا شام بھی کہتے ہیں۔

بیت المقدس میں انگریزی پونڈ و فرانک اور دوسرے ملکوں کے بھی
سکے چلتے ہیں۔

ہندو میں اب ہندوستانی روپیہ کا رواج ہے لیکن انگریزی پونڈ اور
ایرانی قران بھی کہ آسانی بھن جاتا ہے۔

ایران میں قران چلتا ہے اور ایک پونڈ انگریزی کی قیمت ان دنوں
قریب چالیس قران کے ہے اور ایک روپیہ کی قیمت تین قران ہے لیکن روپیہ
ایران میں نہیں بھن سکتا۔ انگریزی پونڈ کے بھننے میں بھی دقت ہوتی ہے لیکن

بنگ شاہی میں لے لیا جاتا ہے۔ ایک تو ان دس قرن کا ہوتا ہے۔ لیکن کوئی سکھ ایک تو ان کا نہیں ہے۔ قرن کے دو سکے ہیں ایک ایک قرن کا ہر اور دوسرا دو قرن کا۔ پیسے کو ایک ہری اور دوسرے کو دو ہری بھی کہتے ہیں نصف قرن اور ربع قرن کے بھی سکے ہیں۔ ایک قرن میں شاہی کا ہوتا ہے۔ شاہی کو مٹا بھی کہتے ہیں جو نصف ہے صد دینار کا۔ نیم شاہی کا بھی سکھ ہے جو ہندوستان کے ڈبل کی طرت ہوتا ہے۔

۲۔ زبان کا مسئلہ بہت ہی مشکل اور ضروری ہے۔ ہندوستانوں سے یہ امید کہنی کہ وہ فرنگی یا عربی جدید یا ترکی یا فارسی جدید ہندوستان میں رائج کیسے نہیں ممکن ہے۔ بہت سے انگریزی، شمس فرنگی، سکھ، پنجاب، توجہ دینے میں بقدر ضرورت کے جان سکتا ہے۔ لیکن تلفظ کرنے میں ضرور اسکو دشواریاں پیش آئیں گی۔ اگر کوئی شخص کچھ عربی و فارسی جانتا تو ان ملکوں میں جا کر آسانی سے وہاں کے روزمرہ و سننے کی زبان سیکھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اب انگریزی قریب قریب ملک میں وہاں کے تعلیم یافتہ و کم و بیش سب سمجھتے ہیں اسلئے زبان کی ناقصیت سے سفاقت نہیں ملے گی۔ جو پہلے ہو کرتی تھی۔ سدیوں میں شاہی نے رنگ و بھر سے

سمجھتے اور بولتے ہیں۔ مسئلے اگر کوئی ہندوستانی صرف فارسی جانتا ہو تو تعلیم یافتہ لوگوں سے ملنے میں کچھ آسانی ہو جائے گی۔ لیکن عام دکانوں اور تہوہ خانوں میں فارسی سے کچھ مدد نہیں ملے گی۔

(۸) ہر ملک کے ضروری آداب سے بھی فی الجملہ واقفیت ہونی چاہیے مثلاً ایران میں سلام کرنے کا طریقہ صرف گردن کو نیچا جھکا کر آہستہ سے سلام دیکر کہنا ہے۔ اسلامبول و شام و عراق میں سلام کرتے وقت ہاتھ کو غرت سینہ و پیشانی کے لیجا اچا بیٹے۔ لیکن کسی ملک میں رخصت ہوتے وقت سلام علیک نہیں کہا جاتا اس پرست حشہ کا رواج صرف ہندوستان میں ہے علیگڑھ کالج میں بھی یہ طریقہ جاری ہے۔ خدا جانے اسکا رواج ہندوستان میں کیونکر ہوا۔ انگلستان و ایران میں بات کرتے وقت ہاتھوں کو زیادہ حرکت دینا خللات تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ دکا زنا جھائی لینا۔ زمین پر پتھر کنا یا ناک صاف کرنا۔ ہر ملک میں سوائے ہندوستان کے بہت ہی بڑا خیال کیا جاتا ہے۔

شخص تھوکتے اور ناک صاف کرتے وقت رومال استعمال کرتا ہے۔ ہندوستانیوں کو چاہیے کہ ان امور کا ہندوستان میں خیال کیجیں اور جب دوسرے ملکوں میں جائیں تو زیادہ تر انکا لحاظ کریں تاکہ حقارت و ذلت کے سانچہ نہ دیکھے جائیں

مختصر ہے کہ جس ملک میں انسان جائے وہاں کے آداب کو غور سے دیکھ کر
اپنے عمل کرے جیسا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اسلامی ملکوں
کی بیاحت کرنے سے پہلے انگلستان کا سفر لیا جائے۔ وہاں کا سفر نہایت
آسان ہے بیٹی سے بچے اینڈ اداکینی پے ۴۰۰ کے کسی ہماز میں سکند
کلاس ٹکٹ ۶۰ یا ۵۶ پونڈ کو لیکر سیدھے لندن چلے جائے یا مارلیس سے
اڈز ریل کے ذریعہ سے پیرس ہوتے ہوئے لندن جائے لیکن میرے نزدیک
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کا پہلا سفر ہوا اور فرنیچ زبان سے بخوبی آشنا
اُسکو چاہیے کہ سیدھا انگلستان ہی چلے جائے اور وہاں کے وقت پیرس کو
دیکھ لے۔ پیرس سے گرجا ہے تو بذریعہ اکسپریس اور انٹ ریل کے تین دن
میرا اسلامبول چلا جائے۔ یہ ریل ہر روز پیرس سے ایک مرتبہ شب میں روانہ
ہوتی ہے اور ایسے صرف اول درجہ ہوتا ہے اور شب کو سونے کا سامان
یعنی واگن دلی Wagon de nuit میا کیا جاتا ہے۔ کرایہ
قریب چودہ سو فرانک یعنی ۴ پونڈ کے ہے۔ خوراک کا صرفہ اسکے ملے دو گنا
جن ملکوں میں ریل موکر جائے گی ان ملکوں کا وزہ Visa پیدہ پیر
ہونا چاہیے۔ ان زمیوں سے بچنے اور تین دن تک ریل میں قید ہونے سے

بہتر ہوگا کہ ریلیس سے جہاز میں سوار ہو کر پانچ چھ روز میں اسلامبول چلا جائے
 اول درجہ جہاز کا کرایہ مع خوراک کے قریب بارہ تیرہ پونڈ اور سکند کلاس کا
 قریب آٹھ پونڈ کے ہے پھر اسلامبول سے بذریعہ ریل کے حلب اور حلب سے بذریعہ
 موٹر کے بیروت چلا جائے لیکن دیر کا سفر زیادہ مناسب ہے اسلامبول سے
 کسی جہاز میں سوار ہو کر چار پانچ روز میں بیروت چلے جائے وہاں کا بھی
 اول درجہ جہاز کا کرایہ قریب بارہ تیرہ پونڈ کے ہے اور سکند، تھرڈ کلاس کا
 اور بھی کم بہت سے لوگ سکند کلاس میں سفر کرتے ہیں اور کافی آرام
 ملتا ہے۔ بیروت سے اگر دل چاہے تو یافہ (Yafa) اور یافہ سے
 بیت المقدس چلے جائے اور وہاں سے بیروت واپس آ کر تین گھنٹے میں
 موٹر کی سواری سے دمشق چلیے۔ دمشق سے اگر دل چاہے تو موٹر میں
 سوار ہو کر ۲۰ گھنٹے میں صحر اکوٹے کر کے بغداد چلے جائے یا ریل کے ذریعہ سے
 تین چار روز میں مدینہ منورہ کی زیارت سے شرف ہو جائے۔ بیت المقدس
 سے سیدھے بغداد جانے کا راستہ بھی کھل گیا ہے اور Nairn Coy
 کی موٹریں گھنٹے میں پہنچ جاتی ہے لیکن اگر شب کو راستہ میں قیام کرے تو
 البتہ اس سے زیادہ وقت صرف ہوگا۔ دمشق سے فریج کینی کی موٹر Palmyra

پامیر اٹھتی ہوئی بندہ جاتی ہے لیکن *Airn Coy* کی موٹر
 سیر سے بند چلی جاتی ہے دونوں کمپنی ۵۰ پونڈ کر رہتی تھیں لیکن
 بندہ اسے طہر تک پہنچ دن میں موٹر جاتی ہے ورنہ یہ بھی ۵۰ پونڈ ہے
 "ہاں ان سے مشہد اصفہان و شیراز جانے کے لئے امریزی، فرنگی کمپنی
 کی موٹر نہیں چلتی لیکن یرمیوں، تھنڈی ترکوں اور بندہ کی عیوب
 کی موٹریں بکثرت ان مقامات کو جاتی ہیں۔ منہر جانے کا راستہ شخص کو معلوم
 ہے سب سے سب کے گھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب میں یہاں سے اپنا سفر نامہ پیر سے طہران تک چند فصلوں میں

لکھتا ہوں :-

فصل اول از پیر تا اہلامبول

میں ۱۴ ستمبر بروز کیشنبہ کو پیر سے سات بج کر پیرس منٹ شب
 کی گاڑی سے، ریل سے کو روانہ ہوا۔ ۵۵ فرنگ کو دوں درجہ کا ٹکٹ لیا۔
 یہ گاڑی اکسپریس تھی۔ اس میں صرف دس درجہ تھا۔ سکندریہ کا کرایہ

پیرس سے مارلیس تک ۲۴ فرانک ہر۔ اسباب کے بک کرانے میں جو تین چار
 کے سوٹ کیں اور ایک بستر تھا، ۲ فرانک دینے پڑے۔ صبح کو بچے مارلیس
 پہنچا۔ اس وقت ایک موٹر میں بندرگاہ پر گیا اور میڈرڈ سے ۲۵ فرانک
 لیا۔ پھر ایسٹریل سے زیادہ تھا کیونکہ فریج، شل، انگریزی ٹیکسی والوں کے
 ایماں دار نہیں ہوتے اور ایسے موقع پر اجنبی سے زیادہ لے لیتے ہیں۔ مارلیس
 سے تھنٹینیہ تک اول درجہ جہاز کا رایہ ۱۲۸ فرانک یا فریج (Pacquet)
 پائے کمپنی کا جہاز تھا جس پر میں سوار ہوا۔ میرے کین (Cabin) میں
 جواہرات کا ایک امینی تاجر تھا جو پیرس سے اسلامبول کو جا رہا تھا۔ جہاز
 بجائے اسی بجے چلنے کے ڈھائی بجے دن کو چلا۔ جہاز میں مختلف قوم کے لوگ
 سوار تھے۔ منجملہ دیگر مسافروں کے اسلامبول کی سفارت انگریزی کا سکریٹری
 دو تین امریکن اور دو نارویجی تھے۔ چند ترک بھی جہاز پر تھے جو مدت تک
 نیویارک میں رہ کر اب اسلامبول واپس جا رہے تھے۔ ایک انیس سے ایک
 نارویجین عورت کے ساتھ نکاح کر لیا تھا اور اس سے دو بچے تھے۔ جو
 اسکے ہمراہ جا رہے تھے۔ چونکہ وہ صورت اور لباس سے بالکل یورپین معلوم
 ہوتا تھا اسلئے مجھے پہلے نہیں معلوم ہوا کہ وہ ترک ہے۔ دو تین روز کے بعد

اثنائے گفتگو میں اُسے اپنا نام فتح اللہ بتلایا اور یہ بھی کہا کہ اکی پوہ میں جو
 مسلمان ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کے ہمراہ ایک اور عورت تھی جو بدو میں لبا پہننے
 پر تھی مگر اس کے لباس گریزی ٹوپی کے نئے سبز ایک صابہ تھا اور وہ نہیں کرتی تھی۔
 یہ مراکش سے آہی تھی ابی اور تک خوب جانتی تھی۔ اور کچھ فریج بھی سمجھتی تھی لیکن انگریز نہیں
 جانتی تھی۔ ایک جان بوری بھی اسلام بول رہا تھا جو تقریباً زبان ال سلٹا تھا اُسے کہا کہ
 ایک دست لڑکا دین جسے پاس لہرات کی کان ہو۔ اور ایک اور بھی ترک سی جہا پر تھا جو
 بالکل یورپین معلوم ہوتا تھا اور ہمیشہ فریج مسافروں کے ساتھ کاسنے
 بجانے میں مشغول رہتا تھا۔ اثنائے کلام میں معلوم ہوا کہ وہ ترک تھا اور
 اُسے مجھے ترکی اور فریج میں بندہ شاں کے مسلمانوں کے متعلق بہت کچھ
 گفتگو کی۔ وہ سینا کا فلم اور پریشر تھا اور اسلام بول فلم لینے جا رہا تھا۔ ایک فیشن
 سے بھی جہاز پر ملاقات ہوئی جو ڈنارک کے تھیوٹیکل سوسائٹی کا سکریٹری
 تھا اور ڈیش گرنٹ کا سفیر مکر قسطنطنیہ جا رہا تھا۔ اُسے گاندھی دنا گور
 کی بہت تعریف کی اور کہا کہ سارا وہ ہندوستان کی مسافرت کا ہے کیونکہ
 اُسکے سوسائٹی کی ایک شاخ در اس کے کسی شہرٹوں میں سے ہیکو مرقصون
 اور مسو مارٹن کا بہت شوق معلوم ہوتا تھا اور کٹر محبت ان مسائل پر بحث کر

کیا کرتا تھا۔ اس سے جب زیادہ تکلفی ہو گئی تو اس نے مجھے اسٹائر
 (Steiner) کے طریقہ تصوف کے تعلق بہت کچھ گفتگو کی۔ اس سے
 معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ میں ایک سوسائٹی اسٹائر کے تصوف کی ہے اور وہ خود بھی
 اسکا ممبر تھا۔ مرنے سے مجھے قسطنطنیہ کے ایک عالم شیخ عبدالوہاب ہندی کی
 بہت تعریف کی اسکا مجھ کو پتہ بتایا اور کہا کہ اُسے ضرور ملنا۔ چنانچہ قسطنطنیہ
 میں اُسے ملا، انکی ملاقات کا ذکر آئندہ کروں گا۔ اسی جہاز پر ایک یہودیوں سے
 ملاقات ہوئی جو قسطنطنیہ کے کسی وکیل کی بیوی تھی اور کئی زبانیں جانتی تھی۔
 یہ عورت نہایت ہی ہوشیار و کاروباری معلوم ہوتی تھی اور ہر شخص سے اپنے
 شوہر کی تعریف کرتی تھی اور سفارش کرتی تھی کہ اس سے ضرور ملو اور کہتی تھی
 کہ اُسے شوہر سے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے منتر حکام و ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات
 ہے۔ اگر کسی قسم کی دشواری پیش آئے گی تو وہ ضرور مدد دے گا۔ وہ غالباً
 ترکوں کی طرف سے محکمہ راز میں ملازم تھی۔ اسی جہاز پر میں دو جوان لڑکیوں کو روز
 دیکھتا تھا جنہیں کئی دن کے بعد کسی موقع پر گفتگو ہوئی۔ وہ انگریزی۔ فرینچ۔
 جرمنی اور ترکی بول لیتی تھیں۔ دیکھے یورپ میں تسلیم پائی تھیں دو دن کے بعد
 معلوم ہوا کہ وہ دو ترک بنیں تھیں اور اپنے والدین سے ملنے قسطنطنیہ جا رہی تھیں

بڑی بہن سے رہی تھی کسی سلسلہ پر گفتگو ہوئی۔ اُنہائے کلام میں میں نے علمِ شمس
 [Trigonometry] کے ایک سلسلہ پر نہایت بے اعتنائی سے
 اظہارِ خیال کیا۔ اُس نے مجھے فزائیک دیا اور ہیکر مجھ کو میری نفسی کی طرف
 توجہ دلائی۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا۔ دریں نے دل میں نام دم ہو کر اپنے مطلب
 کی تصحیح کی اُس سے حقوقِ زن و شوہر اور تعلیم و حقوقِ نسواں کے مسائل پر
 اکثر گفتگو ہوا کی اُس نے کہا کہ مرد چاہتے ہیں کہ عورتیں انکی محکوم رہیں اور اپنی
 معاش کو آزادانہ طریقہ پر حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ ہندوستان کی مسلمان
 عورتوں کی حالت کو سن کر اُس نے بھی اظہارِ اسف کیا۔ میں نے کہا کہ اگر
 تعلیم یافتہ ترک عورتیں ہندوستان جائیں اور وہاں کے تعلیم یافتہ مسلمانوں
 کے ساتھ نکاح کریں تو وہ ہندوستان کی عورتوں کے تعلیم و تربیت میں بہت کچھ
 مدد دے سکیں گی اُس نے کہا کہ جب پہلے ترک عورتیں زیادہ آزاد خیال اور
 تعلیم یافتہ نہیں تھیں اُس وقت ہندوستان جانے میں شاید تعزیر کرتی
 رہی ہوں لیکن اب وہ غالباً وہاں کا جانا پسند نہ کریں گی۔ یہ ایک فائدہ ہو گا
 تعلیم یافتہ عورتوں کے عمدہ خیالات کا ہے جو یہاں کی عورتوں کیلئے بہت آموز ہو
 جہاں بحرِ مہرِ بزمین۔ بحرِ اتریا تاکا دے بحرِ بحین سے روزِ رتا ہوا چھٹے روز

۱۷ ستمبر کو شام کے وقت چناق پہنچا۔ لیکن ترک حکاموں نے جاز کو آگے جانے
 روک دیا۔ اگرچہ جاز کے کپتان نے بہت شور و غل کیا لیکن حکاموں نے یہ
 کہا چونکہ جاز کی روانگی کا اڑنیس آیا تھا اسلئے ہم آگے جانے کی اجازت
 نہیں دیکتے۔ بہت سے مسافر اپنی جگہ پر سخت اعتراض کر رہے تھے کہ ترک
 نہایت ہی سخت اور غیر منصف ہیں لیکن بعد کے معلوم ہوا کہ یہ جاز کے کپتان ہی
 کی غلطی تھی کہ قلعہ چناق پر پہنچنے کی اطلاع جیسا کہ اسکو قاعدہ کی رو سے
 دینی چاہئے تھی نہیں دی تھی۔ آخر کار شب کو تمام مسافر جاز ہی پر رہے۔
 دوسرے روز جاز اسلئے اصلاح چناق سے روانہ ہوا اور گیلی پولی جزیرہ سے
 گزر کر شام کو پہنچے قسطنطنیہ پہنچا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی اسلئے تمام مسافر شب کو
 جاز ہی پر رہے۔ رات کے وقت قسطنطنیہ جاز پر سے ایسا خوشنما معلوم ہوا تھا کہ
 کاش تمام عمر ایسے وہیں گزرتیں۔ صبح کے وقت ڈاکٹر اور افسر پولیس جاز پر
 آئے سب سے پہلے اول درجہ کے (Saloon) میں بھٹکے بلایا۔ ان کے
 کہ میں منکے پاس جاؤں میں نے تفقاری ڈپٹی جو ایران میں چند امداد پولیس کے
 افسر دینے میں دے لی تھی اور ڈنٹن بنفیر نے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے
 اس قسم کی سیاہ استرخانی ڈپٹی جیسی مصطفیٰ کمال پاشا استعمال کرتے ہیں یہی تھی

افسر پولیس نے میرا سپورٹ دیکھ کر بہت سوالات مجھ سے ترکی میں کئے اور میں نے
 ٹوٹی چھوٹی ترکی میں جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ افسر شخص سے خواہ انگریز ہو یا
 فرینچ ترکی ہی میں سوالات کرتا تھا۔ اگرچہ وہ خود فرینچ خوب جانتا تھا اور غالباً
 انگریزی و جرمنی سے بھی واقف تھا۔ جہاز ہی پر تھا آگیا اور میرا سبب بتا کر
 گرگ خانہ لے گیا۔ جیسا فرانس جاتے وقت کیسلے (Calais) میں
 تھا لوں کا شور و غل سنا تھا وہی نظر یہاں بھی سامنے تھا۔ گرگ کے افسر
 نے میرے تمام ہباب کا معائنہ کیا لیکن مجھے کچھ دینا نہیں پڑا۔ اگر کسی کے پس
 دو تین دجن سگریٹ یا تھوڑا سا عطر ہو تو ہلا بول ایران شام عراق میں ان پر
 کچھ محصول نہیں لیا جاتا کیونکہ ذاتی استعمال کی چیزیں گرگ کے محصول سے مستثنیٰ
 ہیں۔ جب میرا سبب گرگ خانہ میں معائنہ کیسلے پہنچا تو جمال نے کہا کہ تھوڑا سا
 انعام افسر کو دیدو تاکہ اسے یاد دہرے تک نہ بھلا جائے لیکن میں نے انکار کر دیا
 افسر گرگ نے میرے ہباب کو دیکھا لیکن نہ کسی قسم کا اعتراض کیا اور مجھے انعام
 کی خواہش ظاہر کی۔ گرگ خانہ سے باہر کر ایک گھوڑا تالیسی پر سو رہا دوسرے گھوڑے
 گیا۔ چونکہ وہ ان کوئی کمرہ خالی نہیں تھا اس لیے پیرو کے، بیریڈن موٹل
 Imperial Hotel میں گیا۔ یہاں ایک مصری تاجر تھا جس کا

وہاں ایک کمرہ ڈیڑھ لیرہ ترکی پیرہ پر بغیر خوراک کے لے لیا۔ لیکن تھا کہ ایک لیرہ
 فی پیرہ پر چاہتا اگر میں زیادہ قیام کرتا یا ہوٹل کے میجر سے کرایہ کے کم کرنے کیلئے
 بہت زیادہ اصرار کرتا حال بھی میرے ساتھ ہوٹل تک نہ آیا اور میرا بابا گھڑی سے
 اُتار کر ہوٹل میں رکھا۔ جب اُس سے کرایہ گاڑی اور اسکی اجرت کے بابت دریافت
 کیا تو اُس نے پچیس لیرہ ترکی یعنی تین پونڈ سے زیادہ بتایا۔ میں نے کہا کہ یہ بہت
 زیادہ ہے۔ بن اسقدر نہیں دوں گا۔ ہوٹل کے کلرک کو بلایا اور اُس سے دریافت
 کیا کہ اسقدر دینا مناسب ہے۔ اُس نے اور حال میں بہت مباحثہ ہوا۔ بالآخر
 حال دو گھنٹی دالے کو میں نے دس لیرے دیئے۔ جس میں سے ۴ لیرہ غالباً گاڑی کے
 نے اور چھ لیرہ حال کے لئے ہوئے گئے۔ حال نے ضرور مجھ سے زیادہ لیا۔ لیکن
 میں نے غلطی کی تھی کہ اباب حال کو دینے سے پہلے اس سے اجرت ملے
 نہ کر لی۔ یہاں تک نہیں کہ میں نے بہت زیادہ خدمت کی تھی کہ اباب کو
 جہاز سے اُتارنے، گرگ خانہ تک لیجانے اور ہوٹل تک ساتھ آکر اباب کے
 اُتارنے میں بہت کام کیا تھا۔ لیکن جب بھی اجرت زیادہ لی۔ واضح رہے کہ
 انڈین ایک انگریزی پونڈ کی قیمت آٹھ لیرہ ترکی تھی۔ اسلئے دس لیرے جو
 میں نے حال کو دیئے وہ ۲۵ ٹلنگ کے برابر ہوئے جو تقریباً اُنیس روپیہ کے

برابر ہوتے ہیں۔ ہوٹل کا راجیہ اب ٹویڈ میرو دیہ قریب چارٹنگ یعنی
 تین روپے کے ہوا جو روپہ در ہندستان کے مولوں سے مولیٰ سستا تھا۔
 وقائدہ یعنی بٹارنٹ یہاں کثرت سے ہیں اسلئے جہاں دل چاہتا تھا وہاں
 جا کر کھانا کھا لیتا تھا۔ اسلامبول میں وقائدہ بہت کثرت سے ہیں نہایت
 صاف ستھرے یورپین ہو پر رکھے جاتے ہیں۔ کئی نے مختلف قسم کے شربت
 انہیں تیار رہتے ہیں اور چار پانچ قسم کے عمدہ کھانوں میں میر غریبا ایک لڑ
 یعنی ۲۰ ٹنگ گھنٹ ہوتا تھا۔ ان دنوں عبداللہ آندوی کا وقائدہ نہایت
 مشہور ہے۔ میں کئی مرتبہ ہاں گیا اور بہت سی یورپین کو بھی وہاں جاتے ہوئے
 دیکھا۔ اس شہر میں مٹھائی کی دکانیں بکثرت ہیں اور دودھ اور بالائی کے سانچے
 مختلف اقسام کی مٹھائیاں بنتی ہیں پیر کے بعد شاید کوئی دوسرا شہر علاوہ
 اسلامبول کے ہوگا جہاں اس کثرت سے مٹھی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ یہاں
 دہی کا استعمال مثل ایران کے بکثرت ہے اور ہر روز ذرا مین کھانے کے بعد
 دہی اور کھانے کے ساتھ مٹھاپینے کے لئے ملتا ہے۔ مٹھاپینے کا رواج اسلامبول
 اور ایران میں بکثرت ہے۔ میں جب تک اسلامبول اور ایران میں رہا۔ ہمیشہ
 کھانوں کے بعد مٹھاپی کرتا تھا۔ مذکورہ میوے اور گوشت بکثرت میں ہیں اور

بہت ہی سستے ہیں۔ یہاں کی پھل بہت ہی بڑی اور نہایت ہی لذیذ ہوتی ہے
 اور ہر لقانہ میں کھانے کے لئے بلکتی ہے البتہ یہاں کے لقانہ میں پلاؤ یا چلاؤ
 ایسا اچھا نہیں ہوتا جیسا ایران میں ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پلاؤ یا چلاؤ کا پانا
 فقط ایرانیوں ہی کا حق ہے۔ دوسرے روز کاروانسرائے والدہ خانی اس غرض
 سے گیا کہ تید آغا طباطبائی، اجڑے جویرے قدیم دوست تھے اور جن سے مجھے
 ایران کے ایک شہر شہرود، *Shahrood* میں جنگ کے زمانہ میں ملاقات
 ہوئی تھی جا کر طون۔ وہاں وہ نہیں ملے اسلئے خان ترکیہ گیا وہاں معلوم ہوا
 کہ انکا دفتر سلاست خانی میں ہے چنانچہ وہاں جا کر اُسے ملا۔ اُن کو جب میں نے
 پہلے ایران میں دیکھا تھا تو وہ عبا پہنتے تھے اور ڈاڑھی رکھے ہوئے تھے۔ لیکن
 یہاں ڈاڑھی مٹھی ہوئی اور یورپین لباس میں تھے۔ وہ عرصہ سے ہلا بول میں
 تقیم ہیں اسلئے اُنکے ذریعہ سے سیر و سیاحت اور دریافت حالات میں بہت ملی
 وہ ہلا بول سے کچھ دور باہر رہتے تھے اور مجھے اپنے مکان پر لگے۔ صبح کو
 ایشم پور سوار ہو کر دوسرے جانب شہر کے جواشیائے ساحل سے مقام حیدر پاشا
 گیا اور وہاں سے ریل میں ہوا ہو کر گویز پتہ جو ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اُن
 جا کر آرا جب اُن کے مکان پر گیا تو انھوں نے اپنی بیوی اور لڑکی سے ملا کر کائی

جب وہ اٹھ نو برس کی تھی اسوقت اُسے مجھے شاہرود میں دیکھا تھا۔ اسکا نام
 ۱۰۰ سلطان ہے اب اسکی عمر ۱۵ یا ۱۶ برس کی ہوگی۔ جب میں نے اُس سے فارسی میں
 دریافت کیا کہ تِنے مجھے پہچانا یا نہیں تو اُس نے تھوڑی دیر غور کر کے فارسی میں
 کہا کہ آقا آپ ہی تو نہیں ہیں جو میرے مکان پر شاہرود میں جا کرتے تھے۔ اسکی
 اس فہانت اور حافظہ پر مجھے حیرت ہوئی۔ وہ اسوقت ایک مین سیدہ ترک سے
 فریج کا بہن پڑ رہی تھی تھوڑی سی فریج میں بھی میں نے اُس سے گفتگو کی۔
 پھر طباطبائی کے ساتھ اُنکے محل سے جو ایک ترک تبریزی تھے لئے گیا۔
 اُنھوں نے اپنے دو لڑکوں سے ملاقات کرائی۔ انکی عمر ۱۰ سال کی ہوگی۔
 اُن لڑکوں نے مجھ سے انگریزی میں گفتگو کی۔ جب میں نے پوچھا کہ انکی انگریزی
 تعلیم کہاں اور کیونکر ہوئی تو اُن کے والد نے کہا کہ اُن کے جوار میں
 پہلے ایک مدرسہ فرسیسی پادریوں کا تھا جس میں ترکی زبان کے ساتھ فریج
 زبان کی بھی تعلیم دی جاتی تھی اور اُس مدرسہ میں نشان صلیب بھی لگا ہوا تھا ترک کی
 جدید حکومت نے صلیب کے رکھنے پر اعتراض کیا اور کہا کہ چونکہ مدرسہ میں ہر
 مذہب کے بچے تعلیم پاتے ہیں اسلئے صلیب کا گورنمنٹ کے دعوے میں کوئی عارض
 علامت مذہبی نہیں رکھی گئی ہے اس مدرسہ میں بھی نہیں ہونی چاہیے۔

فرنیسی پادریوں نے جب صلیب اٹھالیا منظور نہیں کیا تو انکو مجبوراً در سہ بند
 کر دینا پڑا۔ امریکن پادریوں نے یہ اچھا موقع پا کر اپنا در سہ کھول دیا اور کہا کہ کرم کئی
 سنت جمایک سمن نہیں لگائینگے۔ چنانچہ وہ در سہ اب بچل رہا ہے اور بہت
 رات رات کے دن انگریزی پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں لڑکے بھی اسی اسکول میں تعلیم
 پاتے ہیں اور دن رات دین رہتے ہیں۔ ایرانیوں اور ترکوں میں یہ خاص بات
 میں نے بھی کبھی نہ اپنے بچوں کے دن رات بورڈنگ ہاؤس میں رہنے کو مکان کچ
 رہنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہاں سے پھر میں ایک نہایت ذی علم شخص مرزا حسین
 دانش سے ملے گیا وہ ہلادارانہ میں لیکن کئی تعلیم و تربیت اسلامبول میں ہوئی ہے
 وہ انگریزی، فرینچ، عربی، فارسی، ترکی نہایت اچھوٹے جانتے ہیں اور بہت ہی برد
 اہل قلم ہیں۔ ڈکٹر توفیق رضا بیگ مشہور ترک مصنف کی شرکت میں بہت کچھ
 تصانیف بھی کر چکے ہیں۔ نہایت ہی شغف میرزا زاد خیال ہیں اور اُن سے اور
 ترکوں کے معاشرت و سیاست کے متعلق بہت ہی صحیح اطلاعات حاصل ہوئے۔
 ترکوں میں وہ نہایت ہی مشہور اور فضل کھنے والے خیال کئے جاتے ہیں۔
 انھوں نے رباعیات عمر خیام کی شرح ترکی زبان میں لکھی ہے اور پہلے ہلابول
 کے دارالفنون میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں انھیں محکمہ دیون عمومیہ یعنی

(Public Debt Office) میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز
 ہیں انھیں گنگوہر نے اسے معلوم ہوا کہ میرے مشفق قیدی سید سجاد حیدر صاحب بھی
 ان دنوں سسٹنٹ ٹول میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ جوں گیا اور
 سجاد حیدر صاحب سے ملا لیکن اس امر کا نہایت ہی افسوس ہوا کہ دوسری روز کے بعد سجاد حیدر صاحب
 سسر کو دیکھتے ہوئے ہندوستان واپس چلے گئے۔ ایک روز اتفاق سے پیرہ میں
 ڈھارک کے ایک سفیر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تشریف عبدالوہاب
 آفندی سے ملے ہیں نہ کہا نہیں۔ وہ مجھ کو اپنے سفارت خانہ میں لگیا اور اپنے
 سکریٹری کو میرے ہمراہ کر کے عبدالوہاب کی خدمت میں بھیجا۔ وہ عربی لباس
 پہنے ہوئے تھے اور کہا کہ میں مزینہ کے ملاقات میں سے ہوں اور تیرا چودہ برس
 ہوئے کہ مزینہ سے چلا آیا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے اُردو میں گنگوہر کرنی شروع کی۔
 ان کا سن قریب چالیس برس کے ہو گا لیکن انگریزی فرنیچر۔ جرمنی دسی اطالیائی
 یونانی عربی فارسی۔ ترکی اور اردو بولتے اور لکھتے ہیں۔ انکی زہانت اور باطنی
 پر نہایت ہی حیرت ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ سلا بول ہی میں رکھ لیجئے بہشتیاب
 سے اُردو کیولی ہے۔ وہ بمقابل علمِ نصرت (Theosophy) کے
 (Biosophy) کو ترجیح دیتے ہیں اور انسان کی تہذیبِ اخلاق اور

تزکیہ روح کیلئے اسکو زیادہ مفید نوثر سمجھتے ہیں میرے خیال میں Steinner
 کے طریقہ تصوف کی جانب بھی تکیا میلان ہے۔ وہ کھانا نہایت ہی سادہ کھاتے
 ہیں۔ گوشت اور اناج اسطلق نہیں کھاتے اور نہ کسی مشروبات یا دھانیات کا
 استعمال کرتے ہیں۔ انکے پاس عموماً روسی۔ جرمنی اور یونانی وغیرہ بہت آتے ہیں
 اور تمام یورپین جنکو علم الارواح میں کچھ دلچسپی ہے اُنسے ضرور ملتے ہیں۔ وہ دوبار
 پیرس اور ایک مرتبہ مکہ Moscow۔ بکن جا چکے ہیں اور پیرس میں علم الارواح
 پر ایک بہت ہی شخص اور دلچسپ لکچر دیا تھا۔ اُنکا ارادہ ہندوستان میں آنے کا
 ہے اور علوم روحانی اور طاقیر یا صفت جو ہندو تئیرن اور صوفیوں میں رائج ہے
 اُسکو کھنا چاہتے ہیں اُنھوں نے دو تین مرتبہ دعوت کی اور اردو زبان میں برابر
 گفتگو کی۔ جو حضرات ہندوستان کے اسلا بول جائیں اُنکو چاہیے کہ مزار حسین خان
 دانش اور شیخ عبدالوہاب اندلی سے جو پروفیسر شیخ عبدالوہاب کے نام سے
 مشہور ہیں ضرور ملاقات کریں۔ چند دیگر تجار ایرانی۔ سفیر ایران اور بعض تعلیم یافتہ
 ترکوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک ترک مجھکو ایک کلب لے گیا جو پیرہ میں واقع تھا۔
 وہاں ایک جوان ترک سے ملاقات ہوئی جو فرنیچ خوب جانتا تھا اور ترکی راگوں کو
 یورپین علم موسیقی کے رسم خط میں لکھ کر بیا نہ پڑھاتا تھا۔ اُسنے مجھ سے کہا کہ اگر علیگڑھ کالج

میں کسی پروفیسر علم موسیقی کی ضرورت ہو تو میں جلنے کے لئے حاضر ہوں۔ میں نے
 اپنے دل میں کہا کہ یہ بچہ وہی گندہ کالج کے تعلق کیسے دعوے میں پڑا ہے کیا
 علی گڑھ کالج کو اسے اسلام بل یا طہران کا دار الفنون سمجھتا ہے جہاں اور علوم کے ساتھ
 علم موسیقی کی تعلیم مسلمانوں کو دی جاتی ہے اُسے مجھ سے یہ بھی کہہ کر غریب اس
 کلب میں ایک کنسرٹ (Concert) ہونے والا ہے جس میں تمام مغز ترک
 مرد اور عورت شریک ہونگے اور اس کے بعد بال (Ball) بھی اچانک ہو گا۔
 اُسے کہا کہ گٹ کی فروخت سے جو آمدنی ہوگی وہ ٹھکانے جگہ کے یتیم خانہ کو دیدی جائیگی۔
 میں نے کہا کہ کنسرٹ کے زمانہ تک میں اسلام بل میں نہیں رہتا۔ لیکن ایک ٹکٹ میں نے
 ۵ لبرو ترک پر خرید لیا۔ ایک تہیہ وحید صاحب کے ساتھ اور دوبارہ ایک ترک پروفیسر
 کی معیت میں دار الفنون دیکھنے گیا۔ بھانجا معلوم ہوا ہے کہ ترک تعلیم جدید کے ترقی پسند
 بچہ داخل ہیں اور تمام علوم ترک زبان میں تعلیم ہونے لگے ہیں اور ترک اب گویا ایک
 مکمل علمی زبان ہو گئی ہے۔ مکتب و نصاب تعلیم وغیرہ کے متعلق میں تفصیل نہیں
 لکھنا چاہتا۔ جو صاحب تہذیب و سحر کرین وہ خود ان امور کی تفصیل کریں۔ بعض خبروں کے
 انہی نگاروں مامور ہیں کہ کئی ملاقات ہوئی ہیں انہی نے گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ
 وہ لوگ ہر مہر میں اپنی آواز نہ اس کا انداز نہیں کر سکتے۔ یہ سی اس کے متعلق جو خیالوں

اور بعض جوان ترکوں سے گفتگو ہوئی، انکے اظہار کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔ البتہ
 مقدر ضرور دیکھتا ہوں کہ بہت ترک ہندستان کے مسلمانوں سے نہایت غیظ و
 سلوک ہوتے تھے کہ انہوں نے سُدھانت میں اس قدر کیوں کوشش کی کہ خلافتِ اہل
 کے خاندانِ سلیمان عثمانی میں قائم رہے۔ بہر حال میں اس مسئلہ میں اظہار رائے نہیں کر سکتا
 کہ اس اعتراض میں کس تاں تک ترک حق بجانب ہیں۔

میرے زمانہ قیام میں اتفاق وہ دن بھی آگیا جس دن اس سے ایک سال قبل
 تسمیعِ حنیفہ کو انتہا کی فوجوں نے تھک کر کے منطفے کمال پاشا کی فوج کے حوالہ
 کر دیا تھا۔ اس دن تمام شہر میں جوش بھلا ہوا تھا اور کل دکانیں اور مکانات اور
 سرکاری عمارتیں اور سفارتخانے اور تمام جہاز خواہ عثمانی خواہ غیر عثمانی ترک محنتوں اور
 پھیریوں سے راستہ تھے میں نے تمام عمر کبھی کسی مقام پر خواہ یورپ پر خواہ
 ایشیا میں اس کثرت سے ہرگز نہ دیکھا کسی خوش کے موقع پر نہیں دیکھے تھے منجملہ
 اور مقامات کے چہرہ میں ایک جگہ طق نصرت بنایا گیا تھا جہاں سے صبح کے وقت
 تمام مختلف فرمیں تہی و بحرین مع توپ خانے اور ہلچے وغیرہ کے گزریں۔ پہلوں
 گھنٹوں بااد میں صبح کا گیا ہوا دوپہر کو ٹول داپس آیا۔ لوگوں میں مقدر جوش بھلا
 مواتھا، نقض من کا، نیشہ مواتھا، لیکن پولیس کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ کسی

کی نظمیں ایسا نہیں ہونے پائی

اسلامبول میں مساجد۔ میسے۔ تکیے دوسری مہارت۔ یہ بھرت بن ملین
جدید خانہ میں بڑے دکن خانہ دیون عویسہ کی مہارت نہایت سی خوبصورت و
عایشان ہے ایرانی سفارتچی نے کی بھی مہارت بہت سی خوبصورت اور باٹ و کتے
واقع ہے وضع مہ کھدوم میں تکیہ خاقانہ کو کہتے ہیں کہ مساجدوں میں مرقوم تکیہ
عمد بن ہوا ہے جہاں اس قوم کے فقر و غریب فراخ دینا م کرنے میں بین ایران
میں تکیہ نام بارگاہ کہتے ہیں البتہ جدید بنی میں مہارت و حسینہ کہتے ہیں تکیہ
لفظ کا استعمال بڑے شہر فل میں مرقوم ہو گیا ہے۔

مساجدوں میں قہر خانے کثرت سے ہیں درشت یہ خوبصورت عایشان میں کہ
پیرس کے قہر خانوں کا متبہ کرتے ہیں بعض قہر خانوں میں آرمی مہارت کا سہلی
دتر کی ساز بجا کرتے ہیں اور شاہی مرد و عورت جو عہد و بودی یا خزانہ ہوتے ہیں
عربی دتر کی گیت گاتے رہتے ہیں۔

نروک کوٹونی مور کی جانب نہایت سی نکاح سے چن بچہ جمہ کے دن
شخص کسی نہ سب کی عظمت و رعیت موبی دکان یا دفتر میں کھال سکتا جاں
جمہ کا دین ایسا معلوم ہوتا ہے یہ مدت میں تواریک ان یہ بکیر بچہ تہا دہ

خوشی ہوئی۔ اپنے زمانہ وزارت میں سید ضیاء الدین صاحب نے ایسا ہی حکم لہران میں جاری کیا تھا لیکن اب ضاخاں کے زمانہ میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

اسلامبول کی عمارت و مساجد و آداب معاشرت کے متعلق بہ زیادہ تفصیل سے لکھنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ بعض حضرات اُن مطالب کو اپنے سفرناموں میں مفصل لکھ چکے ہیں البتہ جن لوگوں کی یہ خواہش ہو کہ اسلامبول میں ترکوں سے معاشرت کریں اور انکی تمدنی حالت سے واقفیت حاصل کریں انکو چاہیے کہ ترک یا کم سے کم فرنیچ زبان بعد ضرورت یکہ کر اسلامبول جائیں۔ اگرچہ اب انگریزی بھی استفادہ جاری ہو گئی ہے کہ بہت سے ترک اُسکو جانتے ہیں لیکن فرنیچ سے عام طور پر تعلیم یافتہ ترک واقف ہوتے ہیں اگر کوئی شخص فاسی بعد ضرورت کے جانتا ہو تو تعلیم یافتہ ترک کے گفتگو کرنے سے ضرور مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہندستان کے مسلمانوں کی طرح ترک بھی فاسی ابتدا میں پڑھتے ہیں۔

بہر شخص غالباً اُسکو جانتا ہے کہ اسلامبول کے ترک پہلے ہی سے دو سرنگ کے مسلمانوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے لیکن اس جناب عمومی کے بعد سے بہت ہی سرعت کے ساتھ مراحل تمدن و تہذیب کو طے کر رہے ہیں۔ اس امر کا ثبوت ہاں کے عورتوں کی تعلیمی و تمدنی حالت کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ دنیا کی تمام تمدن قوم کا

عقیدہ بلکہ میرے نزدیک یہی امر ہے کہ ہر قوم کی ترقی زیادہ تر عورتوں ہی کی
 تعلیم و تہذیب پر موقوف ہے ہندوستان کے تمام مسلمان تمام دنیا کے مسلمانوں
 سے اسی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں کہ ان کی عورتیں تمام دنیا کی مسلمان عورتوں
 سے تعلیم تہذیب اور آداب معاشرت وغیرہ میں بہت ہی پیچھے ہیں۔ اسلامبول
 اور دوسرے اسلامی ملکوں میں عورتوں کی تعلیم عام طور پر جاری ہے اور مکان کی
 چار دیواری میں محبوسانہ زندگی نہیں بسر کرتیں کہ ان کی درائے بچوں کی صحت
 خراب ہو جائے۔ ہر طبقے کی عورتیں عام طور پر باہر جاتی ہیں اور خرید و فروخت و
 کرتی ہیں بلکہ بعض بڑی دکانوں میں مثل یورپین عورتوں کے مازیت کرتی
 ہیں۔ ترکوں نے عورتوں کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا ہے کہ کوئی شخص بغیر
 کسی عذر شرعی کے ایک سے زیادہ عورت جالہ نکاح میں نہیں لاسکتا اور یہ بھی
 قانون وضع کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جو کسی دوسری سلطنت کی رعیت ہو
 کسی ترکین سے عقد کرے اور عثمانی ملک میں قیام کرنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ
 وہ عثمانی سلطنت کی رعیت ہو جائے ورنہ وہ ترک سلطنت سے اپنی ترکین
 بیوی کے نکال دیا جائیگا۔ چنانچہ دو تین ایرانی جنہوں نے ترکوں سے عقد
 کیا تھا اس قاعدہ کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے یعنی عثمانی سلطنت کی تبعیت

قبول نہ کرنے کی وجہ سے اسلامبول سے مع اپنی بیویوں کے نکال دئے گئے۔
 واضح رہے کہ یہ امر سوچے نہیں کیا گیا کہ ایرانی شیعہ تھے کیونکہ ترکوں کے نزدیک
 شیعہ دینی میں باہمی نکاح ناجائز سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ایران میں بھی ابھی تک رائج
 ہے۔ میں نے کسی سنی المذہب ہندوستانی و عرب کو دیکھا کہ ایران میں شیعہ عورتوں
 کے ساتھ نکاح کیا۔ میں ہندوستان میں دو قریبی مسلمانوں کو جانتا ہوں کہ جو ایران
 میں شیعہ عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے اپنے ہمراہ ان کو ہندوستان لائے ہیں غالباً
 خان بہادر مولد بخش صاحب نے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے فارسی افسس میں ملازم
 تھے شہد مقدس میں ایک اچھے خاندان کی شیعہ عورت سے نکاح کیا تھا۔ بسطرح
 بہت سے ایرانی مردوں نے ترکی اور مصری عورتوں سے نکاح کر لیا ہے۔

بہتر ہوگا کہ جو شخص اسلامبول جانا چاہے اس کو چاہئے کہ امریکن اکسپریس کمپنی سے
 جسکی ایک شان مبسوطی میں دریک اسلامبول میں سے ضروری ہو کے متعلق خط و کتابت
 کر لے اسلامبول جانے کے لئے بہت ہی کم اسباب اپنے ہمراہ لے جاوے کیونکہ تمام
 ضروری چیزیں وہاں مل جاتی ہیں۔ میرے خیال میں اسلامبول کا روزانہ خرچ قریب
 ۱۰ شلنگ کے ہوگا، طرح پر کہ کسی سی یا یوروپین ہوٹل میں ایک کمرے لے اور
 کھانا جس شارٹ میں چاہے کھا لیا کرے۔ البتہ اگر زیادہ قیام کرنا چاہے تو

قدہ کوئی۔ گیزر پتہ۔ امان پتہ یا بیوک درہ وغیرہ میں جا کر کسی بورڈنگ ہاؤس یا کسی ترک کے مکان میں ایک کرو لیکر قیام کرے ایسی صورت میں مصارف بھی کم ہونگے اور ترکوں سے معاشرت کرنے کا بھی زیادہ موقع ملے گا۔

فصل دوم روانگی ان سلاہ بول بیروت

اسلاہ بول سے روانہ ہونے سے دو تین روز پہلے ترک پولیس سے اجازت نامہ روانگی کا حاصل کیا کیونکہ کوئی شخص اسلاہ بول سے بغیر پولیس سے اجازت نامہ تخریری لئے ہوئے کسی دوسرے شہر کو نہیں جاسکتا۔ لائڈز ٹریننگ کیمپ سے ۱۲ لیرہ یعنی تقریباً ۸ پونڈ اول درجہ کا ٹکٹ بیروت تک لئے خرید کیا اور مجھے کوڈرہ اسلاہ بول سے روانہ ہوا۔ جہاز کے روانہ ہونے سے پہلے پولیس کا دفتر جہاز پر آیا اور پاسپورٹ اور اجازت نامہ ای کا ملاحظہ کیا۔ جہاز نے ساڑھے گیارہ بجے دن کو ملنگر اٹھایا۔ جہاز پر ایک ترک کا مل آفندی سے ملاقات ہوئی جو اپنے بیٹے امین آفندی اور ایک چورس ملازم کے بعد اوجار ہے تھے۔ ان لوگوں سے مرہم پڑو گئے درہمبہ منڈستان در یورپ کے سیاسی و تمدنی مسائل پر گفتگو موائی۔ امین آفندی نہایت بخیر تعلیم یافتہ اور حسین شخص تھے اور نکاسن تقریباً پچیس برس کا ہوگا۔ ابھی تک

شادی نہیں ہوئی تھی۔ فریخ خوب جانتے تھے بکرات و دغائیات سے قلمی
 برہیز کرتے تھے علم تاریخ کو خوب جانتے تھے اور جنگ میں بھی خدمت کر چکے تھے
 خلافت عثمانی کے سخت مخالف تھے اور انکا اعتقاد تھا کہ سلاطین بنیاد علی خلافت
 کے مستحق نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ وہ احکام شریعت کے پابند نہ ہوں۔ انکا یہ بھی
 خیال تھا کہ نقطہ نظریات سے خلیفہ کا اسلامبول میں رہنا غیر مناسب ہے۔

دوسرے دن شنبہ کو جہاز *Smyrna*، ازسیر ہونچا۔ میں ترک
 رفیقوں کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار ہو کر شہر دیکھنے کے لئے کنارہ پر گیا۔ اس
 شہر کو یونانیوں نے زمانہ جنگ میں قبل تخریب کرنے کے جلا دیا تھا اسلئے وہ بیابانی
 اتر حالت میں تھا۔ یہ تجارت کا بہت ہی بڑا بندر گاہ ہے انجیر کی پیداوار اس کے
 اطراف میں کثرت ہوتی رہی ہے اور دوسرے ملکوں کو لاکھوں من انجیر بیاں جاتی ہے
 زمانہ جنگ میں بہت سی یورپین تجارتیاریاں سے چلے گئے تھے لیکن اب دوبارہ
 کچھ واپس آ رہے ہیں اس جہاز پر ایک انگریز اور اسکی بیوی سے ملاقات ہوئی لیکن
 ان لوگوں کے اوجہ سے معلوم ہوا تھا کہ انگریز نہیں تھے اور غالباً اپنی اصلی
 قومیت کو چھپانے کے لئے انگریزی میں گفتگو کرتے تھے بسبب یوم ولادت
 حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے تمام جہازوں اور عمارات پر بھر بھر اور جھنڈے نصب

کئے گئے تھے۔ تمام شب جہاز یہاں ٹھہرا۔ دوسرے روز صبح کو جہاز یہاں روانہ ہوا اور تمام دن رات چکر دو شنبہ کے دن سات بجے صبح کو تمام روڈس (Rhodes) پہنچا۔ یہ بندر گاہ ایتالی دالوں کے قبضہ میں ہے۔ جنگ بلغاریہ کے بعد گوٹ بردر کی جنگ کے پس شہر رقبہ کر لیا تھا اور چونکہ اس وقت کوئی ترکی فوج دماں موجود نہ تھی اسلئے ان لوگوں نے موقع پا کر شہر تصرف کر لیا۔ یہاں پر یونانی اور ایتالیائی بکثرت آباد ہیں۔ سلطان رعایا ایتالیائی حکام سے خوش نہیں معلوم ہوتے یہاں کے لیمو اور نارنگی بہت مشہور ہیں اور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں شہر نہایت ہی صاف اور رو بہ ترقی ہے۔ یہاں سے دو بجے شب جہاز روانہ ہوا۔ اور دوسرے روز صبح کو اناطولیہ پہنچا۔ یہ تمام ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ چونکہ یہاں جہاز تھوڑی سی دیر ٹھہرا تھا اسلئے کنارہ پر نہ جاسکا۔ جہاز دوپہر کو روانہ ہو گیا اور تمام شب چکر دوسرے روز صبح کے وقت جزائر سائپرس (Cyprus) کے بندر گاہ لیموسل پر پہنچا۔ اسکو دیکھنے کے لئے کنارہ پر گیا لیکن یہاں وہ دن نہیں پائی جو دوسرے بندر گاہوں میں تھی۔ بہت کے یونانیوں کو گریزی ٹوپی پہنے ہوئے اور پابریہنہ زداری کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ لوگ نہایت ہی ذلیل حالت میں تھے اور بہت ہی کثیف اور بچے کی طرح پہنے ہوئے تھے۔ یہ شہر گریزوں کے قبضہ میں ہے۔

اس شہر میں تقریباً ساٹھ ہزار ترک و تین لاکھ یونانی آباد ہیں۔ تعلیم کی بہت ہی
 کمی ہے۔ بعض باشندوں نے اس امر کی سخت شکایت کی۔ ایک ترک بیس کار ہنے والا
 اسد بول سے میراجم سفر تھا اور انگریزی بول لیتا تھا۔ اُس نے کہا کہ انگریزی حکومت
 یہاں کے لوگوں کو اعلیٰ قسم کی تعلیم دینا پسند نہیں کرتی۔ میں نے کہا کہ اگر فی الواقع
 ایسا ہے تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ نہ گورنمنٹ
 اور نہ ہندوستانوں کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے۔ ہندوستانی تعلیم یافتہ عموماً اپنے پرانے
 مراسم یہودہ میں باوجود تعلیم جدید کے مبتلا ہیں اور انکی تمدنی حالت میں بہت ہی کمی رہتی
 ہوتی ہے۔ انکی تعلیم یہی ہے کہ بھر سڑکاری ملازمت کرنے کے اور کسی قابل وہ نہیں ہو
 سکتے۔ انکے وجود سے ملک کی ثروت میں ایک کرڑی کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ انکی اعلیٰ
 تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ تصنیف ہی روز بروز روبرو رقی ہے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے
 تعلیم یافتہ مذہبی نزاع کے پیدا کرنے میں لیڈر بناتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ
 گورنمنٹ کے لئے اسوجہ سے مفید نہیں ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے اعلیٰ تعلیم انگریزی
 کی حاصل کی ہے ان کو عموماً ایسے عہدے نہیں ملتے جنکی وہ توقع کرتے ہیں اور حکما
 نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کی مخالفت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر انکو علوم تجارت و فن صنعت
 و حرفت کی تعلیم دی جاتی تو یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ میری مخلص سے اس ترک کو یہاں کچھ تعجب ہو لیکن

چونکہ اہل جنگ میں کچھ ہندوستانی فرج کو اُن سے سائبر میں ایسی اور تمام پر حیا تھا اسلئے اسے
 بھی میرے خیال کی تصدیق کی کہ فی الواقع ہندوستان کے لوگ تمدنی حالت میں بھی بہت
 پیچھے ہیں۔ عیسائیت کبھی یہ جہاں یہاں کے لوگ اہل جنگ میں نہ رہتے تھے۔ بہر گز
 اسکے کہ اس کے باشندوں کی نظیریں زیادہ حقیر و ذلیل ہو گئے۔ وہ کوئی توجہ نہیں دیا۔ وہاں
 بیروت، شام، عراق و ایران میں ہندوستانی اسباب سے زیادہ قبضہ ہو گئے۔ میں عراق و
 عجم میں ہندوستان کے حضرت ہندی بھال و ہندی بابا جوتی کے القاب سے پکارے
 جاتے ہیں اور بعض یانیوں نے اندام مسخر و تہنرا ہندیوں کی شان میں یہ شعر کہا
 ہے شعر ”مردم ہندویم و بود آں دھن ماہیہ اکشتہ دالیم و چا پانی کفن“
 طہر میں ایک موقع پر مجھ کو بہت ہی شرم و محوم ہوا۔ جب ایک ایرانی نے جو کھڑی
 میں ایک چھوٹے عہد پر ممتاز تھا بہت سے تعظیم و تہنرا ہندیوں کے مجمع میں مجھ سے پوچھا کہ کیا
 ہندی لوگ بھی سیرٹ کا استعمال کرتے ہیں جانتے کہ مجھے اسلئے کہ ہونٹوں سے
 لگا کر پیش اسکوٹھی کے اندر رکھ کر شل جتنے کے بیٹے ہیں دوسرے مہاراجے کہہ
 میں نے اکثر ہندی سپاہیوں کو دیکھا ہے کہ وہ بجا نہ کاتھنرا نہیں کرتے۔ وہ اکثر
 تہا جہم میں تیل لگا کر زمین پر رقبہ میں گڑوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان ہندو
 کا میں نے کچھ جو بضروریہ میکن فی حقیقت وہ ایسا جو نہیں تھا کہ وہ لوگ

قبول کر لیتے۔ اگر اچھے تعلیم یافتہ لوگ یہاں سے ان ملکوں میں جلتے تو ممکن تھا
 کہ ہندوؤں کی جاننے والے وہاں کے لوگوں کا خیال اچھا ہو جاتا کیونکہ میرا ذاتی تجربہ
 ہے کہ وہ لوگ تعلیم یافتہ روشن خیال ہندوستانیوں سے فکر نہایت ہی خوش متو
 ہیں۔ وہاں کے لوگ بتاتے نہیں جانتے کہ ہندوستانیوں کو اعلیٰ عہدے یہاں
 ملتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی عموماً اب تک اس قابل نہیں ہو
 ہیں کہ انکو انگریز اعلیٰ مرتبہ کی اوریاں دیکھیں جب میں نے ہندوستان کی پیغام
 ایکسکم کا ذکر کیا تو اسلامبول و طہران میں بہت سے لوگ ہنس کر کہنے لگے کہ ابھی کم سے کم
 تیس برس پہلے یہاں کی تعلیم کے بعد یہ حقوق اگر ہندوستانیوں کو دئے جاتے تو زیادہ مناسب
 تھا۔ بہرحال اس سہارے کے ترک سے بہت دیر تک مجھ سے تعلیم کے مسئلہ پر گفت و گو
 ہی اور شب کے کام میں معلوم ہوا کہ وہ اپنی اولاد کو اسلامبول تعلیم دینے کیلئے
 بھیجنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا کہ جب آپ کے ملک میں انگریزی حکومت ہو چکی ہے جسے
 انگریزی زبان کا جاننا زیادہ مفید ہے تو آپ اپنے بچوں کو علیگڑھ کالج یا لندن کول
 نہیں بھیجتے اس لئے کہ اگر وہ ہندوستان کی آہ ہو اچھی ہے اور وہ وہاں کا طرز نشا
 منہ بظاہر لے گا ہے اسلئے علیگڑھ میں نہیں بھیج سکتا۔ لندن بھیجا بھی نہیں
 نزدیک یا دور مفید نہیں ہوگا۔ میرا ارادہ ہے کہ سب سے اُنکی ابتدائی تعلیم اسلامبول میں

اُسکے بعد انجمنی یاد اکر دی پڑھنے کے لئے جرنی بھیج دی گئی۔ اگر میرا مقصد ورنٹ
 کی ملازمت لانا ہوتا تو البتہ لندن انگریزی تعلیم کے لئے بھیجتا۔ میں شہر کی تھوڑی سی
 گشت کر کے ڈاکٹر گیا وہاں ایک ترک کلر کے ملاقات ہوئی جو انگریزی بول سکتا
 تھا اُس نے بھی کسی تعلیم کی شکایت کی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں تین جاہل پڑ
 ہیں جنہیں سے دو یا تین مسلمان ہر گھر میں کچھروں کی طرف گیا اور وہاں معلوم ہوا کہ
 عدالت دیوانی میں چیف جج انگریز اور ایک جج مسلمان اور دو سرائج دیوانی
 ہوا کرتا ہے کچھروں کو کلون کا استفادہ نہیں دکھائی دیا جیسا ہندوستان میں کرتا ہے
 میں نے خاص طور پر اسلامبول اور طران میں کچھروں کو جا کر دیکھا تو وہاں ہندوستانی
 کچھروں کی سی کھٹیر کہیں نہیں دیکھی میرے خیال میں ہندوستان سے زیادہ کسی
 ملک میں مقدمہ بازی کا رواج میں ہے اور ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی
 کسی مادیہ میں سلف گورنمنٹ یعنی استقلال کامل کئے تھے نہیں ہونے جس طرح میرا
 اعتقاد خدا کے وجود کا ہے یہی ہے
 دیکھ کر میں جہاز واپس پرانا چھتہ کے روز سہ پہر کو جہاز نامہ مندرجہ ذیل در اسی در شب
 جہاز لاہور کا: *Lahore* میں جو بازار ساہیو کا دوسرا بندہ رہا ہے
 یونچک اور جو دھرم چٹو سا بندہ رہا ہے اسے اُسی شب کو تھوڑی دیر بھر کر

وہاں سے روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت جہاز مرسلین (Mersin) پہنچ گیا۔ یہ بندر گاہ ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ یہاں تمام دن جہاز ٹھہرا رہا۔ اور بہت سی دلی اور اُون بیان جہازیں لادی گئی مقام اودہ جہاں سے ریل سے دھانی گھنٹہ کی راہ ہے رونی کی کان ہے اور تمام ضلع میں کثرت دلی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں کے لوگ عربی زبان بولتے ہیں۔ یہاں سے جہاز شنگ دس بجے روانہ ہوا اور دوسرے دن صبح کو انگیزاندرٹ (Alexandrou) پہنچا۔ یہاں تمام دن جہاز ٹھہرا رہا اور نہر دس بجے دہری یہاں سے سوار کی گئیں۔ یہاں کے لوگ بھی عربی بولتے ہیں۔ یہاں سے جہاز ۵ بجے شام کو روانہ ہوا اور تمام رات چل کر صبح کو آٹھ بجے طرابلس شام میں پہنچا۔ طرابلس شام اسکو اسوجہ سے کہتے ہیں کہ دوسرے طرابلس کو طرابلس غرب کہتے ہیں۔ یہ بندر گاہ بھی فرینچ کے زیر نگرانی ہے یہاں سے نازکیاں کثرت لادی گئیں اور ۱۱ بجے دن کو جہاز روانہ ہو کر اُسی روز چار بجے شام کو سیرت پہنچا۔ اطرین کو معلوم ہو گیا ہر گاہ کہ سلاہول سے ہیرت تک نے میں جو مختلف بندر گاہیں تھیں انہیں سے کوئی تو ترک کوئی اِطالی کوئی انگریزی اور کوئی فرینچ کے قبضہ میں ہے۔ جہاز سے اتر کر ایک کشتی میں سوار ہوا اور کنائے گیا مگر خانہ میں

اسباب کو دکھلا کر ایک ہوٹل میں جا کر قیام کیا اسکا نام اوز ہوٹل تھا اور کچا بھر
ایک یونانی تھا۔ ایک لیرو یومیہ پر ایک کمرہ بدن خوراک لیا۔ یہاں کا ایک لیرو
دو ترک لیروں کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے یہاں کے ایک لیرو کی قیمت ننگ
یعنی قریب تین روپیہ بارہ آنہ کے ہوئی۔ شب ایک قہوہ خانہ میں ملا کر ترک رفیقوں کے
ساتھ کھانا کھایا۔ قہوہ خانہ بہت ہی بڑا تھا جیسے ہر قوم کے لوگ عیسائی، یہودی
اور مسلمان کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا کھا کر دوسرے قہوہ خانہ میں جو بہت ہی وسیع
تھا اور جہیں چشمہ کا فوارہ جاری تھا چائے اور زگیل یعنی پچوان پیاجب باغ
ہوٹل پر آ رہا تھا اور یہیں ایک قہوہ خانہ دیکھا جسکے بالا خانہ میں بہت ہی زیادہ
رقی مدنی ہو رہی تھی اور کثرت سے جمع تھا۔ اسے باہر یہ اعلان لگا ہوا تھا۔

”سَيِّدُكَ ابْنُ عَبْدِ الْقَيْسِ بْنِ جَعْفَرٍ“

”یعنی ان کی شب بیدار شیخ عبدالقادر صاحب گئے۔ چونکہ میرے فقارتانہ رزنی
سے ناواقف تھے اسلئے ہم لوگ ہاں نہیں گئے بلکہ سید ہوٹل چلے گئے۔ بیروت میں
دو ہی روز با اسسے نہ کسی سے مل سکا اور نہ کبھی طرح بیروت اس مرتبہ دیکھ سکا۔ بیروت
میں بہت سی پرانی عمارتیں گر گئی ہیں لیکن اسے بجائے بہت سی جدیدہ و نویشن
قہوہ خانے اور بنک وغیرہ زیر تعمیر ہیں یہاں کی عمومی ترقی کی حالت سے شجرہ کی

اسلئے اُسکے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ میں نے فرانس میں شام ہانے کے لئے
فرینچ گورنٹ کا ویزہ (Visa) اپنے پاسپورٹ پر نہیں کرایا تھا
اسلئے مجھکو فرینچ کنسل کے پاس جا کر ویزہ ۲ پیاٹرسین دکر ویزہ کرایا پڑا۔

فصل سوم از بیروت تا بغداد

دوشنبہ کے روز بیروت سے ایک موٹر بغداد جانے کے لئے کرایہ کر کے مہیجے
دن کو دمشق یعنی شام روانہ ہو گئے اور صبحے دمشق پہنچے۔ ایک ہوٹل میں جگنا نام
کافر الفرجی تھا جا کر قیام کیا! اس شہر میں تہوہ خانہ اور لوقا نہ یعنی رٹارنٹ جکو
یہاں فرینچ زبان کے لفظ کے لحاظ سے "راستوران" لکھتے ہیں بکثرت ہیں اور کھانے
اچھے اور سستے ہیں۔ انگور اندول بکثرت اور نہایت ہی لذیذ تھا۔ ایسا عموماً انکو
میں نے اس سے قبل کہیں نہیں کھایا تھا۔ شام کی حالت ویسی ہی ہے جیسی پہلے
تھی بعض بازار نہایت ہی خراب و کثیف ہیں البتہ فرینچ نے چند جدید عمارتیں
تعمیر کرائی ہیں اور سواد شہر میں کثرت سے باغ اور چشے ہیں۔ بعض فرینچ انفرس
سے اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ فرینچ شام سے چلے جانے کے لئے بالکل تیار ہیں
کیونکہ اس ملک کی آمدنی کم اور مصارت زیادہ ہیں اسلئے فرینچ گورنٹ کو یہاں
رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جب جمعیت اتحاد الاقوام کا حکم شام کو چھوڑ دینے کا

ہوگا فریج فوراً اسکا تھیلہ کر دینگے۔ اس افسر نے یہ بھی کہا کہ اگر برٹش گورنمنٹ عراق کو چھوڑ دے تو فریج بھی فوراً شام سے چلے جائینگے۔ ابدی انظر میں بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ یہاں فریج کی حکومت ہے، ہم نظام عرب حکام کرتے ہیں اور فریج گورنمنٹ برائے نام لگائی کرتی ہے۔ دوسرے روز شہنہ کو اسی موٹر پر جس میں میرٹھ کے آئے تھے بغداد جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ پوری موٹر ہم چار آدمیوں نے ہیزب سے بغداد تک کیلئے چالیس پونڈ کرایہ پر لی تھی۔ یہ موٹر ایک ایسی کی تھی اور خود الیکٹرک بہم لوگوں کے ساتھ شام تک یا تھا۔ یہاں سے ایک سلمان شہر تہرہ وگوں کو لے چلا۔ یہ موٹر اس صحرا کے راستے سے چلی جس راستے سے نیرن کمپنی *Nairn Coy* کی موٹریں جاتی ہیں۔ اس راستے میں نہ کوئی آبادی ہے اور نہ کھیت پانی ملتا ہے۔ بحر زین فی آسمان کے دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ شام سے بغداد تک کی مسافت تقریباً ۵۰۰ میل کے ہے۔ ذرا بے کھادہ ہوئی کرایہ کی موٹروں کے دو اور دوپن کمپنی کی موٹریں بیروت سے بغداد اور بغداد سے ہمرن تک جاتی ہیں۔ ایک کا نام *Eastern Trans-Nairn Coy* اور دوسری کا نام *Port Company* ہے۔ یہی گزری اور دوسری فریج ہے دونوں کمپنیاں بیروت سے بغداد تک کے لئے بنی گئیں۔ ۵۰ پونڈ کرایہ لیتی ہیں۔ اور سیفہ بغداد سے تہران تک بھی

کرایہ ہے۔ انگریزی کمپنی کی موٹر شام سے بعد تک کم سے کم ۱۲ گھنٹے میں جاتی ہے اور صحرائیں کہیں نہیں ٹھہرتی لیکن فرینچ کمپنی کی موٹر ایکٹ *Palmyra* اور ایک شب ایکٹ سرے مقام پر ٹھہرتی ہوئی جاتی ہے۔ ان دنوں مقاموں پر کمپنی کی طرف سے مسافروں کے لئے قیام گاہیں ہیں (*Rest House*) بنی ہوئی ہیں اور خوراک اور خواجگہ کمپنی کی جانب سے مہیا کی جاتی ہے۔ یہ سہولت انگریزی کمپنی کی راہ سے زیادہ محفوظ ہے اور اگر کسی شخص کو غلط نہ ہو تو اسی راہ سے جائے۔ بیری موٹر جس میں اور تین ترک سوار تھے شام سے نہ پہر کو روانہ ہوئے اور کچھ دور چل کر شب کے دس بجے صحرائیں ٹھہر گئی اور دوسری موٹر بھی جسا شو فر ایک عمدہ ٹلی ہندوستانی تھا ہلوگوں کی موٹر کے ساتھ ٹھہر گئی صبح ہوتے ہی موٹر روانہ ہوئی لیکن ایک دو گھنٹہ چلی تھی کہ خراب ہو کر رک گئی شو فر نے بہت کچھ کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہم لوگوں کے باہر کی حالت ٹرہتی جاتی تھی اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اتفاقاً دو موٹریں *Wairn Coy* کی قریب ۵ بجے شام کے ہمارے قریبے بعد کو جاتی ہوئی گذریں۔ ہم لوگوں نے ہاتھ اٹھائے ایک تو ٹھہری ہی نہیں لیکن دوسری ایک منٹ کے لئے رک گئی۔ شو فر نے اس موٹر کے شو فر سے اپنی موٹر کے خواب ہو جانے کا حال بیان کیا۔

اس موٹر کے مسافر پر وہ دہن تھے اور شو فر بھی فریج: ایجا یا بی معلوم ہوتا تھا
 اُسے ہنس کر علی میں کہا کہ تم نہیں مر جاؤ وہ یہ کہہ کر چلے گا: چنانچہ اس صحرانے خطر
 میں شخص کو انہی نفس پڑی بند ہے سلسلے کی ششیں دیکھ کر دہنیں کہنا چاہتا ہے اب
 جوں جوں شام قریب آتی تھی تو دوسرے کشادہ پہاں خطرناک تڑپتی جاتی تھی۔
 ترک تھا میں جو این آفندی تھے وہ منت کرنے سے باز نہ آتے تھے اور چونکہ
 انہوں نے سکوں میں کچھ سنجھیری پڑتی تھی اسنے وہ کچھ نہ کچھ نجن کے ہنسنے کی
 فکر میں مشغول تھے جس تناق سے قریب دیکھتے تھے کچھ ٹھیکت: درہم و دوس
 پھر شام کو وہ اپس موسے: ایک دو گھنٹہ جیسے کہ بعد بحر: پانی سے بھر کر دھندلی
 اور بدو عرب اپنے خیمے جنگی تعداد دیکھ کر دوسرے معلوم ہوتی تھی سب سے تھے یہ
 دیکھ کر ہم لوگ بہت سی خوفزدہ ہوئے کہ ہمیں مدد طلب کرنی: اگر ہم دوس کو
 لوٹ نہ لیں مرنے کی خبریت کی درہم و دوسرے ہی سرعت کے ساتھ چھدی قریب
 نصیب کے بلوڑ صحرا میں ٹھہر گئے اور پچھلی صبح روز نہ تو کہ دوپہر کے وقت
 دشت میں پہنچ گئے: دشت چوپتے ہی ہم دوس نے پلے میں جا کر شو فر کی کابری
 اور کہا کہ یا تو موٹر والا سمار کر یا یہ دوس کرے یا دوسری بھی موٹر بعد تو کھیلے
 دے۔ بعد از غلزلہ رحمت موٹر کا: ایک جہد سے ہوا گیا اور سنے دوسری

موٹر دینے کا وعدہ کیا۔ شنب بھدر دار الفرج ہوٹل میں قیام کیا اور علی اصباح طبع ہوئی
یعنی دمشق کی شہر جامع مسجد کو جا کر دیکھا۔ اس مسجد میں وہ مقام بنا ہوا ہے جہاں
حضرت امام زین العابدینؑ نے اسیری کی حالت میں خطبہ پڑھا تھا۔ مسجد اندر تو راستہ ہے
لیکن صحن خراب حالت میں ہے۔ اسی مسجد کے اندر حضرت یحییٰ بن یوسف کا مزار بھی بنا ہوا
ہے۔ اہلبیت کے مظالم کی یادگاریں بھی کچھ موجود ہیں۔ حضرت زینب کا مزار
شہر سے باہر قریب جابریل کے فاصلہ پر بنا ہوا ہے۔

اِسے جمعہ کے روز سہ پہر کو دوسری موٹر میں سوار ہو کر شام سے روانہ ہوا اور
چھ سات گھنٹے چکر شنب کو صحرا میں ٹھہر گیا۔ دوسرے روز علی اصباح موٹر روانہ
ہوئی اور تمام دن چکر شنب پھر صحرا میں ٹھہر گئی۔ دوسرے روز اتوار کے دن بہت
سویس موٹر چلی اور دس بجے دن کو مقام رماوی میں پہنچ گئی۔ چونکہ مقام رماوی
کی سرحد ہے اسلئے گرک خانے میں اباب کا معائنہ ہوا۔ مفتش راپسٹر جو عربی
نہایت سی غور سے اُسے اباب کا معائنہ کیا اور آخر میں ایک فارم بھرنے کے لئے
دیا اور کہا کہ اسکو بغداد کے گرک خانے میں لیجا کر دینا۔ وہاں سے روانہ ہو کر
فلوجہ پہنچا اور وہاں بھی مختصر سامعائنہ کیا گیا اور ۱۲ بجے دن کو بغداد پہنچ گیا
میں موٹر میں سیدہ عمر گم خانہ گیا۔ ملازمین گرک نے کہا کہ آج اتوار ہے اباب

ترک میں چھوڑ جاؤ اور کل آکر لیجانا جب ٹرک کا انسپکٹر آیا میں نے اس سے
 کہا کہ میں لندن سے آ رہا ہوں اور میرے پاس کوئی اسباب قابل حصول نہیں ہے
 اُس نے میرے اسباب معائنہ نہیں کیا اور کہا کہ تم اپنا اسباب لیجاؤ حالانکہ اُس نے میرے
 رفقہ سے ترک کے اسباب بہت ہی سختی سے معائنہ کیا۔ چونکہ میں نے اس انگریزی
 میں بات کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ میں لندن سے آ رہا ہوں اُس نے میرے ساتھ
 یہ رعایت کی تھی وہ بالکل ایک نوجوان عرب تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ سہل
 تھا۔ امیوڈی انصرانی، اُس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ میں سالانہ رخصت لیکر
 لندن جاؤں گا۔ میں اپنا اسباب حمل سے اٹھو کر "Wellington
 Hotel" دہلی میں ہوٹل گیا جو یہاں کے بہت ہی اچھے ہوٹل ہوڈ
 "Maude Hotel" کے مقابل میں واقع ہے۔ وہاں ایک کمرہ تین خوراک
 کے دس روپیہ فی روم پر آیا۔ چونکہ آج اتوار کا دن تھا اس لیے کثرت سے مرد و عورت
 انصرانی بیوی اور سہلان بازاروں میں اچھے اچھے لباس پہنے بیٹھے پھرے تھے
 لیکن اس مجمع میں سہلان عورتیں بہت کم معلوم ہوتی تھیں مجھ کو اپنے قیام جہاں
 سے ملنے کا اس قدر شوق تھا کہ اسی روز شام کے وقت ریل کے دوسرے تہ
 جو ہندو قیام کے، مے سے مشورہ کیا اور وہاں جا کر ریل کے چار خانے سے ملے

انہوں نے زمانہ جنگ میں بسبب انگریزی رعیت ہونے کے بہت مصائب اٹھائے
تھے لیکن اب بھی انکو ویسا ہی خلیق اور زندہ دل پایا جیسا کہ وہ ابیس برس
پہلے تھے شکر ہے اٹھ بجے انکے پاس سے ہول ہاپس آیا اور سفر کی کھان کی وجہ سے
کھانا کھا کر فوراً سو رہا۔ اس ہول کا مالک ایک عرب تھا جو علاوہ عربی کے انگریزی
اور فرنچ بول لیتا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ عراق کا رہنے والا تھا یا شام
کا۔ ہول کے کل ملازم عرب تھے اور نہایت صاف کپڑے پہنے ہوئے تھے البتہ
میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان تھے یا نصرانی۔ میرے علاوہ چند انگریز، دو تین
امریکائی مرد و عورت دو ایک فرنچ اور دو چار شامی و مصری عرب بھی اس ہول میں
ٹھہرے ہوئے تھے۔ بجز میرے کوئی دوسرا ہندوستانی نہیں تھا۔ میں دوسرے روز وہاں
سے کانٹین جلا گیا اور نیا سرخادم کے مکان پر قیام کیا لیکن ہر روز کانٹین سے
بغداد تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے کی ٹریکٹ پر، موٹر آیا کرتا تھا۔ میں مینو پلٹی
کی طرف سے تعلیم صفائی۔ اور کپڑوں کی دھوئی وغیرہ کا کافی انتظام ہے۔ حتیٰ کہ میں نے
کانٹین میں بھی دیکھا کہ تنگ کوچوں میں مینو پلٹی کا جاروب کش جاکر جھار دیا جاتا تھا
اور گھوڑے کو اٹھا کر لجاتا تھا۔ چونکہ بغداد کے باشندے صفائی وغیرہ کے
خواہاں ہیں۔ اسلئے حکومت عراق بھی انگریزی گورنمنٹ کی مدد سے اس کے ہر کام

انتظام کر رہی ہے۔ ہندوستان کے لوگ چونکہ صفائی کے فکر نہیں ہیں اسلئے اگر
یہاں گورنمنٹ کی جانب سے کچھ انتظام بھی کیلجائتا تو عموماً لوگ سکون پسند نہیں کرتے
جب سے مینوسپلٹی ہندوستانیوں کو دیکھی گئی ہے حالت بدتر ہوتی جاتی ہو اور
مالبا کچھ دونوں کے بعد شرمک نشینی اور صفائی وغیرہ کی حالت ایسی ہو جائیگی جیسی
ہزاروں برس سے تھی۔ یہاں کی تمدنی حالت میں پہلے ہی سے ترقی موجود تھی
اور اب تو درجہ بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ تعلیم کی جانب عام توجہ ہو رہی ہے اور بڑے
ابتدائی مدرسے جاری ہو گئے ہیں۔ ان مدرسوں میں چھ درجے ہوتے ہیں اور تمام
مضامین عربی میں پڑھائے جاتے ہیں البتہ جو تھے درجہ سے چھٹے تک انگریزی
جو زبان ثانوی ("Second language") کے پڑھائی
جاتی ہے۔ ان کے علاوہ اور مدارس اعداد یعنی (Intermediate
Schools) بند اور بصرہ اور بصل میں قائم کر دئے گئے ہیں۔ مینے ایک
ابتدائی سکول کو جو کاظمین میں تھا جاکر دیکھا۔ وہاں کی عمارت صفائی و فرسجیدہ
انتظام تعمیر وغیرہ کو دیکھ کر نہایت ہی تعجب ہو معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان کا
ایک چھوٹا سا بانی سکول جو۔ رکیوں کے لئے بھی چند ابتدائی مدرسے کھل گئے
ہیں اور انکی تعمیر و افزائش ترقی کر رہی ہے۔ ہند میں عورتوں کا ایک کلمہ بھی

قائم ہو گیا ہے اور تعلیم یافتہ عورتوں نے سیاسی اور تمدنی معاملات میں حصہ لینا
 شروع کر دیا ہے۔ بڑے ڈاکخانہ میں سالار خاں بلوچی سے جو اسٹنٹ پوسٹ اسٹر
 ہیں ایک اپنے قدیم ملاقاتی فہمی آفندی کا پتہ پوچھا کر ان سے ملنے گیا۔ اب وہ بغداد
 میں فہمی المذرس کے نام سے مشہور ہیں جس زمانہ میں میں مع سجاد حیدر صاحب کے بغداد
 کے نوسل خانہ میں زربان تھا اس وقت ہم لوگوں سے اور ان سے بہت ہی گہرے
 مراسم تھے اس وقت ہم اور زیندار تھے اور ترکی گورنمنٹ گزٹ کے ایڈیٹر تھے۔ جب
 میں نے انکو دیکھا تو وہ یوروپین وضع میں تھے اور چہرہ ہی صاف تھا۔ انشاء گفتگو میں
 معلوم ہوا کہ وہ جدید دار الفنون کے حکام نام جامعۃ الدلہ کی بہت سے ڈاکٹر ہیں
 اور مبلغ نو سو روپیہ ہوا تنخواہ پاتے ہیں۔ جو رفتہ رفتہ پندرہ سو روپیہ تک پہنچ جائیگی
 اس دار الفنون کا نام جامعۃ آل البیت اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ امیر فیصل بادشاہ
 عراق جو ان کے مربی بن حسن بن سید ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بادشاہ کی
 موٹر پر جو ان کو لینے آئی تھی مجھے اس دار الفنون کے دکھانے کو لینگے اور بہان الدین
 آفندی جو خاندان نقیب کے ایک تعلیم یافتہ حوان تھے اور یوروپین لباس پہنے ہو
 تھے وہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ گئے۔ یہ دار الفنون صیغہ اوقات کی طرف ترمیم ہوا ہے
 اور کا بیہ یعنی ہیئت وزراء کے زیر نگرانی ہے وزارت معارف یعنی صیغہ تعلیم سے

اسکو کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابھی صرف غیبہ دنیاوی و ہندسہ کے سے ایک عمارت
 دو منزلہ بنائیت ہی خوبصورت مضبوط تیار ہوئی ہے۔ نیچے کے حصہ میں مینیا
 کے درجے اور اوپر کے حصہ میں ہندسے کے کلاس میں۔ ادب فنون حقوق و طب کے
 لئے ابھی عمارتیں نہیں تیار ہو سکی ہیں۔ صرف موجودہ عمارت کی تعمیر میں قریباً تین لاکھ
 روپے کے صرف دو چارے تعلیم دنیاوی کیلئے فرنیچر ریڈنگ دم دمڑوں کے لئے
 مینیا دم وغیرہ اسی طرح پر مہیا کئے گئے ہیں جیسا کہ یورپ کے عام کالجوں میں
 ہوا کرتے ہیں۔ ان مینیا کے درجوں میں تمام تفسیر و احادیث وغیرہ کی جو تعلیم ہوتی ہے
 وہ بطریق جدید عصر کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام
 کی بہت سی روئے ورثے کہ بنیاد میں بھی قدیم طریقہ تعلیم میں اصلاح کی جائے اور
 جس طرح کہ علامہ قدیم نے یونانی فلسفہ کے مقابلہ میں اصول مذہب اسلام کے اثبات
 حقانیت کیلئے در اسلام پر جو اعتراضات برشت فلسفہ یونانی در وقت تھے انکے دفع
 کرنے کے لئے علم کلام ایجاد کیا تھا اسی طرح اب ضرورت ہے کہ از نئے نئے فلسفہ کو زبردست
 جو اسلام پر اعتراضات در وقت ہوتے ہیں انکے دفع کرنے کے لئے ایک تنظیم کے
 علم کلام کی ترتیب کی جائے اور یہی نقطہ نظر سے نصیب جو دعویٰ قائم ہو جائے۔
 عربوں کی اس روشن خیالی اور عالی تعلیمی کو دیکھا جو ہمیشہ سے نہیں وجود رکھتی ہے

منایت ہی خوشی ہوئی اور فوراً علیگڑھ اور شیعہ کالج یاد آگیا۔ خیر علیگڑھ نے وہ سب کچھ
 کیا ہے لیکن دیکھیے شیعہ کالج کیا کرتا ہے فوٹ بال، کرکٹ، کھیلنا، شرعاً جائز
 قرار دیتا ہے یا نہیں! ہمیں نفرت رہا ہے کجاست تاہم کجا، جب کچھ دنوں کے بعد
 اس دانشن کو عمارت مکمل ہو جائے گی اس وقت یہ قابل دید کالج ہو گا۔ فہمی زندگی
 نے یہ بھی فرمایا کہ سر، رشتوں میں فارسی اور اردو زبان کی کچھ تعلیم ہوگی واضح یہ ہے
 کہ یہ حضرت فہمی کسی دور کے کالج کے تعلیم یافتہ ہیں اور نہ انگریزی جانتے ہیں اور
 نہ فرنگ البتہ بد مبول درضر میں کچھ دنوں رہے ہیں۔

خندہ قلعہ کے عرق میں تجارت و زراعت میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ رائے
 نہ میں بہت سی ٹنگی ہیں، رائے کی کاشت کے لئے بہت زیادہ کوشش کی جا رہی ہے۔
 جیسا پہلے میں نے ذکر کیا ہے باق میں وسیہ کا سکہ جاری ہے اور بعد میں گریزی بڑ
 اکثریت سے دہانتے میں سے سندوتانیوں کو یہاں اس قدر رحمت نہیں پیش آئے گی۔
 جیسی دوسرے ملکوں میں ہوگی۔ بعد ازیں متعدد ہٹل ہو جائے گی وجہ سے منایت ہی رام
 سے مسافر قریب مکریتا ہے۔ بخیر بہت سے بوٹوں کے ونگٹن، بوڈ، کانٹیشن، ضیار
 ورنہ بہت چھ ہٹل ہیں، مہمبی ذکر بخشی سے ہفتہ در ہجاز بصرہ کو جاتے ہیں مہمبی سے
 بصرہ تک مل وجہ کار یہ ذاک کے ہجاز میں مع خوراک کے مبلغ تین سو روپیہ ہے لیکن

وہ درجہ کا کرایہ غالباً دو سو یا کچھ کم ہے۔ اگر دو تین شخص بہ سفر کرتے ہیں اور جو کہ جائے کا
 نوٹ و ڈک، Deck پر بھی جا سکتے ہیں۔ جس کا کرایہ بی بی سے اچھا ہے۔ تاکہ نہ
 پتیس روپیہ ہے کھانے کا انتظام خود کرنا۔ نیز جو دو تین طالب علم مگر ڈک پر بہت ہی
 آسانی سے سفر کر سکتے ہیں۔ جہاز بھر ساقیوں نہ ہوتا ہے۔ اور پھر زب سے ٹپ
 بند و تکٹھا رہ گئے ہیں جاتی ہے ساڈھ کلاس مل کا کرایہ چار ٹین روپیہ ہے لیکن
 تیسرے درجے میں بھی رام سے سفر ہوتا ہے اور کرایہ بھی بہت کم ہے۔ عائدہ
 دوسرے کاجوں کے جوان طالب علموں کو چاہیے کہ ٹینس کے زمانہ میں پانچ چھ مہرے
 عاق کا سفر کریں۔ بغداد میں معمول ہوتا ہے کہ خوراک وغیرہ کے زیادہ سے زیادہ
 پانچ روپیہ فی روزہ۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ دو کاظمین میں کسی خادم کے ساتھ جائیں
 اور جب مل چاہے بغداد آدھ گھنٹے میں ٹیکس سے پر سوار ہو کر چلے جایا کریں۔ یہاں مل
 چاہے کھا نا کھا لیا کریں۔ زیادہ سے زیادہ دو روپیہ فی روزہ نہت نہگا جب چلنے میں خادم
 پانچ چھ آدمی ملکر تین پچیس روپیہ دیدیں۔ کاظمین سے ٹپ میں سو روپیہ سامان کی
 زیارت رکاوٹیں۔ آمد و رفت کا کرایہ بی بی پانچ روپیہ ہے۔ سامان کی ٹپ تو عادت میں
 بھی ہے اور وہاں کا خبر پر مشہور ہے حضرت مہدی علی اور حضرت جعفر علی
 و حضرت زین العابدین و آلہ حضرت مہدی وہاں موقوف ہیں اور یہ روپیہ

نہایت سیاحانہ ہے۔ اس وضع کا تہذیبی تاثر مشاہدے کے بعد اس سے بڑا ہے
 اس وقت میں پرمزاج حسین تیسرا ہی مبتدیانہ ہے تھے جو سرکار کے لقب مشہور تھے فیوں
 صدی میں دنیا کے کسی نرسب میں کوئی نہیں وہانی نے زیادہ اپنے مذہب شیعہ اور اہل
 انداز ہے جب سرحدیں شاہ ساموگے تھے، وہاں نے کی خوش ظاہر کی تھی وہ
 خود شاہ کے قیام کا دہر گئے، ان کو اپنے مکان پر آئے دیا بلکہ انہوں نے حرم عسکری میں ملتا
 کی کہ دید و بازدید کا سوال پیش ہو گئی وفات ساموہ میں ہوئی تھی وہاں کا جنازہ
 انتہائی میں ہر روز آدمی اپنے کاڑھوں پر قریب۔ یہاں کے مختلف شہر تک پہنچا
 تھے۔ ساموہ میں جو پاکستانی مذہب کی آبادی کثرت سے ہوئے وہ لوگ بچے جنازہ
 ساموہ کی سرحد یعنی دیاسے دجلہ کے اس پار تک جو شہر سے قریب تین میل کے ہر خود
 اپنے ہی کاڑھوں پر لٹے اور شیعوں کو جنازہ میں شریک نہیں ہونے دیا اور اسے اہل
 پھر شیعہ جنازہ کو لگئے۔ خداوند کا عین میں تمام ترک حکام نے ہر والی پاشا کی ہر غیبت
 و ترک فوج کے انے جنازہ کی مشایعت کی۔ کاش کہ ہندستان میں بھی شیعہ علماء کے
 جنازہ کے ساتھ سنی اور سنی علماء کے جنازہ میں شیعہ اسی طرح پر شرکت کرتے۔ ان
 مرحوم کے چند واقعات ہیں جو نہایت ہی حیرت انگیز اور دلچسپ ہیں لیکن بسطیہ کے
 ان کا ذکر نہیں کر سکتا، انجملہ اور باتوں کے پانچ ماہ قابل ذکر ہے کہ جب پہلے پہل میں

مندرستان سے سامرا پہنچا وہاں کی خدمت میں منہ پر توجہ لکھ کر یہ علوم کو ایں گزری
 ان اہل علم ہیں تو نہایت درجہ میری قدر فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے طالب علم جو گزری کے
 ساتھ عربی بھی جانتے ہیں وہ زیادہ قابل قدر ہیں اے کہ سن مانہ میں ایسے لوگ سے سامرا کو
 بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے چنانچہ میرے زمانہ قیام میں اپنے طلبہ نے مثل بہر خباب
 دنا حسین نور علی مرحوم کے مجھے گزری پڑھنی شروع کر دی تھی۔

سامرا میں کچھ مشائخ صنف قدیم کے اہل تہجد ہیں کہ انہوں نے سبب بی سبب تو کے
 بہت سے صنف نئی عباسی نے پناہ سے تخت سی مقام کو قرار دیا تھا اس زمانہ پر
 کہ سامرا میں کچھ قلعین رہتے تھے اور کاظمین سے پھر ریل کے ذریعہ کرمانی اور
 وہاں سے موٹر میں بارگاہ شریف شریف کی بھی زیارت سے شرف ہو جاتا ہے نہایت کے وقت
 بہت ہی قریب ہے۔ غیر کے لئے اس مقام کو بھی دیکھ لے۔

فصل پیام از بغداد تا طہران

شعبہ کے دفعہ فہین سے قریب دس بیگ لنگے موٹریں روانہ ہوا میرے ساتھ
 تین اور ایرانی مسافر تھے جو مہن جہ سے تھے۔ ہم دو گوں نے بیس تھ سو روپیہ پر
 ایک اہل نئی فود ڈ موٹر کر کے کئی برس نے اپنے حصے کا سبب فود روپیہ تیز رفتاری
 دیا۔ اگر گزری یا فریج کہنی کے موٹر میں جاتا تو بیس روپیہ کا سبب فود روپیہ تیز رفتاری

روپیہ کے دینے پڑتے۔ اگر میرا تھا تو ان طہرانی مسافروں کا ہوتا تو میرا ارادہ انھیں نہ۔
 کمینوں میں سے کسی ایک کی موٹر میں جانے کا تھا جیسا کہ میں نے دلپس کے وقت طہران
 سے کیا تھا۔ موٹر قریب مہربجے کے خاقین پہنچی اور بعد معائنہ کر کے وہیں ایک سڑک
 میں ایک کمرو لیکر ہم لوگ ٹھہر گئے۔ بغداد سے خاقین تک میل بھی آٹھ گھنٹے میں جاتی
 ہے لیکن پھر وہاں سے طہران کے لئے موٹر ملنے میں وقت بیش آتی ہے اسلئے ہلوگوں نے
 کاظمین سے طہران تک کے لئے دوڑ کر لی تھی

دوسرے روز اتوار کے دن صبح کو موٹر چلی اور راستہ میں دو مقام
 ایک ہر صدر عراق اور دوسرا سرحد ایران پر گرگ کا معائنہ ہوا اور پھر ظہر
 کے وقت ہم لوگ قصر شیریں پہنچ گئے۔ وہاں بھی گرگ کا معائنہ ہوا
 اور وہاں سے جلگر ایک گھنٹہ رات گئے کراں شاہ پہنچ گئے یہاں میں نے ایک محل
 میں حکماء کو ایک یونانی تھا قیام کیا اور ایک تومان یعنی تین روپیہ اور کچھ آنے
 فی شب کرایہ یا د شہر میں جا کر ایک ستوران میں کھانا کھایا۔ یہ شہر بہت ہی قدیم ہے
 کوچے بہت تنگ اور بازاریں چھت دار ہیں۔ شہر تو البتہ اچھا ہے وہاں عجائبات
 اور چوڑی سڑکیں ہیں۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر طاق بتاں ہے جہاں پہاڑ
 میں چند قدیم تصویروں بنی ہوئی ہیں۔ رستم کا مجسمہ (Statue) ایک پتھر کے

گھوڑے پر نہایت ہی عمدہ بنا ہوا ہے۔ دوسری محراب میں مسیحی تھا میں کچھ لکھا ہوا ہے لیکن
 میں اسکو پڑھ نہ سکا۔ اس شہر میں ایک بہت بڑے زمیندار ہیں جو معاون الملک کے لقب
 سے مشہور ہیں وہ ایک نہایت ہی شاندار خوبصورت تصاویر نقش و نگار سے مزین سینہ
 یعنی انم باؤہ تعمیر کر رہے ہیں اس سے عمدہ امام باڑہ غالباً تمام ایران میں کم نہیں ہے
 ایک روز یہاں قیام کیا، در شب کو ایک ایرانی تاجر کے یہاں اپنے لہرائی نقد کے ساتھ
 مہن ہوا مہمانی نہایت ہی پر تحفہ تھی اور بہت سے ایرانی تاجروں سے وہاں ملاقات ملی
 دوسرے روز شہر نہیہ کی مسجد کو کرانشاہ سے روانہ ہو کر غریب کے وقت ہم دوگ جہان
 پہنچ گئے اور میں ہوٹل اقتصاد میں ایک کروئیر ٹیکسٹر گیا۔ کرا یہ ۵ قرن یعنی قریب
 ۴۰۰ کے شب کے حساب سے دیا۔ مسجد کو یک ملانی یعنی *Hair dresser* کی
 دوکان پر بال کٹانے گیا۔ مانی نے بال کاٹتے وقت مسائل سیاسی پر طعن مجھے
 گفتگوں جیسا بندوستان میں ایک اخبار پڑھنے والا معمولی رجیوٹ کرتا ہے جس نے
 اخبار پڑھنے کی وجہ سے میدان کائی کہ بندوستان میں بہت گرجیوٹ دینے پر ہنست
 اتنی صبر میں جو اخبار کو مینیوں اطلاق نہیں پڑھتے۔ اثنائے گفتگو میں اس نے مجھ سے
 یہ بھی کہا کہ آپ یورپ کے چھوڑ کر ایران کیوں آئے کیونکہ ایران میں مسافروں کو بہت
 تکلیف ہوتی ہے۔ بار کاٹنے کے بعد اس نے مجھ کو فیس ملانی۔ چھتہ وقت میں نے

اُسکو دو قرن یعنی قریب سترائے کے دے اور اُسے میراث کی یہ ادا کیا۔ یہ پھر کربا باطامبر
 کے قبر کی زیارت کرنے یا بغیر بہت ہی خراب حالت میں تھا اور باوجود یہ وفات ہو
 کوئی سامان نہ تھا۔ وہاں کے مجاور ایک جان سید تھے جنہوں نے اٹھائے گفتگو میں کہ
 اُنکے جد بزرگوار کشمیر سے آئے تھے تو اُسی میرے دل میں خیال گذرا کہ اگر یہ حضرت کی اصل
 میں تو وقف کو خوب کھاتے ہونگے۔ یہ شہر تجارت کا بہت ہی بڑا مرکز ہے اور یہاں کے قدیم
 باشندے اکثر یہودی ہیں یہاں ہر قسم کا سودہ بکثرت پیدا ہوتا ہے اور بہت کران شاہ
 قزویں اور طہراں کے یہ زیادہ سرد مقام ہے یہاں کی آب و ہوا نہایت ہی اچھی خیال
 کی جاتی ہے۔ ایک زمینیاں کیا اور یہ پھر د شہر کے باہر گردش کرنے گیا۔ شہر
 کے باہر کثرت سے باغ ہیں اور یہاں کا جدید سرباز خانہ (Barrack) نہایت
 ہی عظیم الشان بنا ہوا ہے۔ شہر کے باہر انگریزوں کا ایک قبرستان دیکھا اور
 "British military Cemetery" لکھا ہوا تھا جسے
 معلوم ہو کہ زمانہ جنگ میں جب Dunster force کی فوج
 یہاں مقیم تھی اسوقت کچھ انگریز فساد پرپاسی اس قبرستان میں دفن کئے گئے تھے
 یہاں ایک امریکیان مرضی نہ یعنی ہسپتال بھی بنا ہوا ہے۔ پختہ کو جلاؤں بہان سے
 روانہ ہوئے اور غارت دہ گئے پھر قزویں میں پونچ گئے۔ یہاں میں نے ایک

ہٹل میں جکانام (Grand Hotel) ہے ایک کمرہ قرن یعنی
 پندرہ فی شب کرایہ پر لے کر نیم کیا کھانا، ستوران میں کھانے گیا بلکہ ہٹل ہی میں کھایا۔
 اور اسکی قیمت علیحدہ دی اس شہر کے لوگ ترکی، فارسی اور روسی عموماً جانتے ہیں اور بہت
 لوگ انگریزی جتنی کہ لہو دہ بھی بول جیتے ہیں۔ چڑکھیاں بھی جنگ کے زمانہ میں انگریزی اور
 ہندوستانی فوج ٹھہری ہوئی تھی اسلئے بازار کے کاسبوں نے انگریزی اور اردو کی دھلی
 تھی۔ سہ پہر کو میں شہر گھومنے گیا اور جانب مسجد اور مقبرہ حسین بن امام علی رضا کو جا کر دیکھا
 مسجد نہایت ہی قدیم اور عظیم الشان ہے لیکن بہت ہی بڑی مٹ میں ہے مقبرہ کی عمارت
 نہایت ہی خوبصورت ہے۔ مزار علی بن محمد صاحب عظمیٰ نے اسکو تعمیر کرایا تھا۔ یہاں وہ
 خصوصاً قلم میں صاحب عظمیٰ مروجہ نے بہت سے مقبرے تعمیر کرائے ہیں اور تمام مقبروں کی
 عمارت ایک ہی سی ہے جمعہ کے روز صبح کے وقت قزوین سے روانہ ہوئے اور جب
 ازہر ملتان پہونچ گئے۔ جب ہوگ شہر کے قریب پہونچے تب میرے رفقاء کے اہل
 واجباب ان لوگوں کے بتقبال کو آئے اور میں بھی آقا خدام حسن تبریزی کے ساتھ انکے
 مکان پر جا گیا اور شب کو خیر کا مہمان رہا۔ مہمانی نہایت پر تکلف تھی اور قریب
 ۵۰ آدمی کے دسترخوان بے زود دتھے چائے و تیسری کا سلسلہ کی دت تھی
 دوسرے روز میں اپنے ایک پرانے دوست قاضی مزار علی صاحب کا شف سے پیچیدہ سہارا

جا کر ملا۔ ایران میں تیمور اس عمارت کو کہتے ہیں جہاں پرتاجروں کا آس ہوتا ہے۔
 انھوں نے چائے پلائی اور پھر میرے ساتھ وہ مکان کی تلاش میں چلے۔ چونکہ فوراً
 کوئی اچھی جگہ قیام کے لئے نہ مل سکی اسلئے ہوٹل اقتصاد میں جا کر ٹھہر گیا۔ تین دن
 یعنی ایک روپیہ فی شب کرایے میں رہا اور کھانا جس رتوان میں دل چاہتا تھا جا کر
 کھا لیا کرتا تھا۔ پہلے میں نے چاہا تھا کہ گراڈ ہوٹل میں جا کر قیام کروں لیکن میرے
 دوستوں نے وہاں جانے سے منع کیا کیونکہ وہاں کا کرایہ کچھ زیادہ تھا دریافت کرنے
 سے معلوم ہوا کہ بغیر خوراک کے تین اور پانچ روپیہ فی یوم کی شرح تھی۔ چندا اور ہوٹل
 طہران میں ہیں لیکن استعداد نہیں میں جتنے بغداد میں اور نہ بہت آرام دہ ہیں ایک
 ہفتہ اس ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد ایک قاسم مرزا صابری سے ملاقات
 ہوئی یہ وزارت المیسر میں کلرک ہیں اور ان کو میں شام بد سے جانتا تھا۔
 میں نے 'نئے' اپنے لئے ایک مکان کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے کہا کہ تم میرے مکان
 میں آکر رہو میں تم کو ایک کمرہ دیدوں گا اور کھانا بھی اپنی بیوی سے کچھ ادا کروں گا
 چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور ان کے یہاں جا کر شش ہرڈ کے رہنے لگا۔ قریب پچاس
 روپیہ مہینہ کے میں کمرہ اور کھانے کے لئے دیتا تھا۔ صبح اور عصر چائے پیتا تھا اور
 دوپہر اور شب کو جو کھانا ان کے یہاں پیتا تھا اس کے ساتھ کھاتا تھا۔ کمرہ بھی نہایت

تکلف سے بچا ہوا تھا اور تمام ضروری چیزیں ہمیں موجود تھیں۔ اگرچہ اس قسم کا دلچ
 طہران میں نہیں ہے لیکن انہوں نے میرے ساتھ خاص مہربانی کی تھی۔ طہران
 چونکہ بہت قدیم شہر نہیں ہے اسلئے نہ تو بہت گنجان آبادی ہے اور نہ ہمیں تنگ
 کوچے اور گلیاں ہیں۔ سڑکیں بہت ہی چوڑی اور سیدھی بنی ہوئی ہیں اور عموماً
 سڑکوں کے دونوں جانب درخت لگے ہوئے ہیں جیسا پیرس میں۔ ایسے مقامات کو
 یہاں خیابان اور فرانس میں بولار (Boulevard) کہتے ہیں۔
 تمام ایشیائی ملکوں میں کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں اس قدر خیابان ہوں جتنے
 طہران میں ہیں۔ منجملہ میسوں خیابان لالہ زار خیابان نامری خیابان چلہ برق
 خیابان حسن آباد خیابان دوشن تپہ۔ خیابان نادری خیابان حاجی ملا بائی غفر
 بہت اچھے خیابان ہیں جس طرح لکھنؤ میں امین آباد حضرت گنج و چوک بے سطح
 یہاں خیابان لالہ زار و خیابان نامری سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کی آبادی نہ صرف
 قریب دھائی لاکھ کے ہے لیکن چونکہ عموماً مکان بہت کشادہ ہیں نہ قریب بہ
 ہر اچھے مکان کے اندر ایک باغ ہوتا ہے۔ اسے شہر بہت بڑا معلوم ہوتا ہے اور
 ناواقف مسافر خیال کریں گا کہ یہاں ۱۰ لاکھ آدمی رہتے ہوئے۔ چونکہ شہر
 نہایت ہی کھلا ہوا ہے۔ اسلئے یہاں کی آب و ہوا بہت ہی تھپی ہے۔

بلدیہ یعنی میونسپلٹی بہت سرگرمی سے کام کرتی ہے اور شہر کی صفائی اور برقی روشنی وغیرہ کی جانب خاص توجہ کی جاتی ہے۔ البتہ جاڑوں میں جب برف باری ہوتی ہے اس وقت سڑکوں پر اس قدر کچڑ ہوتی ہے کہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے تاکہ گھوڑے کی ٹریوے چلتی ہے لیکن غنقریب رہتی ہو جائے گی۔ گھوڑے گاڑیاں اور موٹریں کثرت سے کرایہ پر چلتی ہیں۔

طہران میں کوئی خاص عمارت نہیں ہے جس کا خاص طور پر ذکر کیا جائے البتہ مسجد سپاہ سالار عظیم نہایت ہی عظیم الشان ہے لیکن اس کا ایک حصہ ناتمام رہ گیا ہے امرائے ذاتی مکانات البتہ نہایت ہی عمدہ ہیں اور ہر مکان کے اندر اکثر پارک یا کم سے کم بڑا سا باغ ہوتا ہے تمام مکاناتوں میں اتنا ایک مرحوم کا مکان اور پارک نہایت عظیم الشان ہے اسمیں اب روس کا سفارت خانہ ہے۔ مجلس شورائی و بلدیہ و مدرسہ عربیہ کی جی عمارتیں عمدہ ہیں۔ شاہی عمارتیں باہر سے تو بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اندر سے نہایت بھی ہیں اور فرش و نگار سے پُر ہیں۔

تعلیم کی جانب لوگوں کا بہت ہی زیادہ خیال ہے اور لڑکے اور لڑکیوں کے مدارس کافی تعداد میں ہیں جس خاندان میں تعلیم کا رواج ہے اسمیں لڑکے اور لڑکی کو برابر تعلیم دی جاتی ہے۔ البتہ جس خاندان میں تعلیم کا چرچا نہیں ہے اسمیں لڑکا اور

لڑکی دونوں محروم رہتے ہیں۔ ہندوستان کی طرح نہیں ہے کہ میٹا تو گریجویٹ ہے اور لڑکی قرآن پڑھ لینے سے زیادہ کچھ نہیں جانتی اور بعض شرفکے خاندان میں ایسی ہی لڑکیاں ہیں کہ قرن بھی نہیں پڑھ سکتیں۔ علاوہ ایرانی مدرسوں کے تین مدرسے فرانسیسیوں کے ہیں اور دو بہت بڑے اسکول امریکائیوں کے ہیں ایک لڑکوں کے لئے اور دوسرے لڑکیوں کے لئے۔ اب امریکائی شہر کے باہر ایک بہت بڑا کالج تعمیر کر رہے ہیں وہ بعد تعمیر ہو جانے کے 'سکاٹلر ایران' کی بہت بڑی ہوس میں ہوگا۔ میرے خیال میں کئی لاکھ روپے اسکی تعمیر میں صرف ہو چکے ہیں اور اب بھی اسکی تکمیل میں دو تیس لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

علاوہ ابتدائی و متوسط مدرسوں کے ایک اراغنون بھی ہے جہاں فی الصلہ علی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ طبہ مدرسہ حقوق یعنی Law College جسکا پرنسپل ایک شہریت ہی قابل فریج ہے اور سٹورج کالج یعنی Storj College بھی یہاں کے عمدہ دستگاہوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ دارالمنون میں ایک شعبہ تعلیم موسیقی کا بھی ہے لیکن قریب ہے کہ یہاں کے مدرسہ انحصاراً مسیحی مدرسہ و امام جمعہ خولی جسکا شہر میں زیادہ اثر ہے سنی مخالفت نہیں کرتے۔

علاوہ ان مدارس کے یہودی و مسیحیوں کے بھی مدرسے ہیں۔ پینٹنٹ سکول

(Convent school) بھی ہے جس میں فرنیچ کی راہبات یعنی Sisters) تعلیم دیتی ہیں۔ روپیوں کے بھی مدرسے ہیں جہاں اُنکے لڑکے امریکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ عموماً فرنیچ جانتے ہیں۔ اور اب انگریزی کا بھی رواج کثرت سے ہو گیا ہے اور بالخصوص جسے امریکیائی مستشار (Advisers) ایران کے ادارہ مالیہ میں مستخدم مبعوث ہیں۔

اخبار یہاں کثرت سے نکلتے ہیں اور متعدد قرائت خانے یعنی (Reading Rooms) ہیں جہاں لوگ جا کر مفت اخبار پڑھتے ہیں۔ قرائت خانے عموماً کسی ایک شخص کے یا کسی خاص حزب کے قائم کردہ ہیں اور اُن کو عکسہ تعلیم یا بددیہیہ کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اکثر قرائت خانہ "طوفان" میں عصر کے وقت جا کر اخبار پڑھا کرتا تھا یا کتب بینی کیا کرتا تھا۔ میں نے اس قرائت خانہ کے ایک کمرہ میں دنیا کے قومی لیڈر مل کی تصویریں دیکھیں جنہیں مساتما گاندھی کو بھی اُس موجود پایا۔ ذیل میں چند اخباروں کا نام مکتعابوں جس سے لہران میں روزنامہ نگاری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ "ایران" سارہ ایران کو شش۔ مہسن۔ قانون۔ وطن بخت سرخ۔ حیات ایران۔ نسیم صبا۔ علاج۔ توفیق فکر۔ آزاد۔ ناسیم۔ منتشر شہاب۔ تجدد جنت۔ آسائش۔ طلوع شمس۔ بیک۔ آواز تاجیک۔

اور خانہ نسیم شمال وغیرہ بعض اخبار شایہ نہیں سنا ہے یہی ہیں جو کسی دھرم سے
 شہر میں طبع ہوتے ہیں اور ملن کے قرأت خانوں میں پڑھنے کے لئے بھیج دیے جاتے
 ہوں لیکن بیشتر انہیں ایسے ہیں جو مہران میں شائع ہونے میں ساگر بیلن کے تمام
 اخباروں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد قریب نو کے ہوگی۔ واضح رہے کہ
 تمام ایران کی آبادی دو روڑے زیادہ نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کم ہو۔ یہاں چند
 کتب بھی ہیں اور سبک، پنجاب، فوجی کتب ہے اور مین سکوں کے طالب کا بھی ایک
 کتب ہے جو مجمع جو انان ایران کے نام سے مشہور ہے، وہ جہاں اکثر شب میں مختلف
 مضامین پر لکھ کر بھیج دیتے جاتے ہیں۔ ایرانیوں میں تعصب سید و سہ دشمن خیال کے تعصب سے بہت
 نام نہیں بہتر یا ایسی چیزوں کا جن سے سینوں کے دل کو صدمہ پہونچے بھلق
 رواج نہیں ہے اگر کسی ایرانی سے تبرا کا لفظ کہا جاوے تو وہ ہرگز نہیں سمجھے گا
 کہ اُس سے کیا مراد ہے بجز اعیان اسلام اور اہل ایمان و لادان اُس کے اور کسی دن کو وہ
 عید کا دن نہیں قرار دیتے۔ سنی۔ یہودی۔ پارسی اور انہی بالکل سے زائد ہیں اور
 کسی دھرم کے مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے پارسی میں پارسی۔ یہودی اور
 انہی کے نام نہ سے منتخب ہوتے ہیں۔ دراندوزوں مجلس شورے کا منظم ایک پارسی سے
 جس کا نام ارباب کینخرو ہے اور جہاں میں بہت ہی محترم ہے۔

ہر روز عصر کے وقت ایکٹ جی بینڈ میدان سپر میں عمارت بلدیہ کے مقابل اور
 دوسرا میدان مجلس میں بجا کرتا ہے۔ موزیک سننے کے لئے ہزاروں مرد و زن جمع ہوا کرتے ہیں
 مغرب کی اذان بجتے ہی بینڈ بند ہو جاتا ہے لیکن کبھی کبھی بعد ختم اذان پنا شروع ہو جاتا ہے
 مجلس شوریٰ اندون قاعدہ سے کام کر رہی ہے اور اکثر و کلائے مجلس پابندی
 کے ساتھ مجلس میں شرکت کرتے ہیں۔ ممبران مجلس میں سید حسن مدرس نہایت ہی
 با اثر و قابل شخص ہیں اگرچہ وہ نجف اشرف کے تعلیم یافتہ ہیں اور جدید علوم سے
 بالکل ناواقف ہیں لیکن ان کی ایک تقریر جو میں نے وضع الحیات ارضیہ سے
 قانون، نگذاری کے متعلق سنی تھی اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اکثر مسائل فقہی و
 سیاسی میں کافی مہارت حاصل ہے۔ مرزا حسین علائی جو اس سے پیشتر امریکی
 سفیر تھے اور نصرۃ الدولہ خیر و مرزا جو سابق میرا وزیر امور خارجہ کے عہدے پر
 فائز تھے اور ترقی زادہ جو اس سے قبل برلن میں محلہ کا دہ کے مدیر تھے مجلس کے قابل
 ممبروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اندون مجلس کے رئیس یعنی (Speaker)
 آقا موئن الملک ہیں جو نہایت ہی قابل قانون ان اور مدتی شخص ہیں ان کے بھائی
 آقا شیر الدولہ بھی مجلس کے ممبر ہیں جو نہایت ہی با علم و تجربہ کار ہیں بہت ہی
 خاموشی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ بعض واقعات مجلس شوریٰ کے میں لکھتا۔ اگر

اگر خیال طواست مانع نہ ہوتا۔

ایران کی انتظامی حالت ان اوقات میں بہت ہی غنیمت ہے اور میں شک نہیں آقا رضا خاں سردار سپہ نے بہت کچھ اصلاح کر دی ہے بلکہ جنگ میں بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے اور اس وقت ایران میں قریب ساٹھ ہزار فوج کے موجود ہیں۔ بہت سے افسروں نے فرانس و جرمنی میں تعلیم پائی ہے اور جو بیاض کے مدرسہ حربیہ کے تعلیم یافتہ ہیں وہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے اپنے خدمات کو انجام دے رہے ہیں۔ راستوں میں فیست پیلے کے بہت ہی اطمینان بخش امن و امان قائم ہو گئی ہے اور بجز اسکے کہ حال میں ایک محلے ترکمانوں نے مشہد و شامزد کے درمیان قتل و سر پرکردے تھے اور کوئی ڈاکے نہیں پڑے۔ ایران عرب میں عام طور پر اس قدر ڈاکے نہیں پڑتے جتنے ہندوستان میں ڈالے جاتے ہیں۔

نظمیہ یعنی پولیس کا انتظام بہت ہی قابلِ تعریف ہے اور زمانہ جنگ میں محکوم مشہد کی پولیس کے ساتھ بہت کچھ کام کرنے کا اتفاق ہوا لیکن میں نے عموماً پولیس کو بہت ہی باورداشت پایا۔ پولیس چلک کو بہت کم سوت شہادت کا دیتی ہے اور شہادتیں بھونٹے مقدمات بنانے کی شکایت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ بہتر بہ طرآن میں نے پولیس کو اپنے وقت منصب کے انجام دینا چاہیے چلک کے ساتھ تندیب شائستگی سے سلوک کرنی نہایت بہتر ہے۔

یہ پولیس کا حسن انتظام ہے کہ اکثر شہر وں میں عام طور پر چوری و غصب زنی نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں جتقدر سرقہ کا جرم ہندوستان میں ہوتا ہے کسی دوسرے ملک میں نہیں ہوتا۔ *Finance Dept.* دارہ مال میں بھی بہت کچھ مصلوح ہو گئی ہے اور قریب سے بارہ امریکن تشار کے افس میں تخدم میں تشارکل *Administrator* ڈاکٹر ملیپو *Dr. Malispa* *General* امریکن ہے جبکہ بہت وسیع اختیارات دئے گئے ہیں۔ خزانہ مرگ۔ ذکخانہ وغیرہ کے حسابات کی جانچ دیکھاؤں کے متعلق ہے۔ اگرچہ چھ دنوں اس طرح امریکن خازت انجام دیتے رہیں وہ ذوائن خارجی و داخلی نہ عامل ہوں تو یہ ادارہ نہایت منظم و مرتب ہو جائے گا۔ اسلامی و مذہبی عید کے موقع پر شاہ یا دیوسد جو ان دنوں شاہ کے چھوٹے بھائی ہیں دربار میں رسم سلام کے لئے تشریف لاتے ہیں اور سلام کے شرف ہوتے ہی توپ چلنے لگتی ہے اور ایک سورتی دانہ میں موتی میں یہ نکتہ لفظ علی کا مدد بجا بل بجد ۱۰ ہوتا ہے۔

جو لوگ سلام کے سے دربار میں حاضر ہوتے ہیں ان کا لباس عام طور پر سیاہ فزاک کوٹ یا سیاہ سرداری جو ایک شہر وانی سے شاہ ہوئی ہے اور دھاری دار یا سیاہ چٹون اور سیاہ جوتا ہوتا ہے۔ جو لوگ سرداری پہنے ہوتے ہیں انکو کالرد

'ہائی گھانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن فرارک کوٹ دالیں کو سخت کا رادریاہ
 ہائی پہننی پڑتی ہے اسکے علاوہ شخص پالتو یعنی اور کوٹ (Over coat)
 یا عبا اوپر سے پہنکر جاتا ہے لیکن اطاق پذیر (Reception room)
 میں داخل ہونے سے پہلے اپنے بالا پیش کو Cloak room یعنی
 بیرونی کمرہ میں چھوڑ دیتا ہے جیسا تمام لوگ اطاق پذیرائی میں جمع ہو جاتے ہیں
 اس وقت ہر شخص فرد افراد دوسرے کمرہ میں شاہ یا ولیعہد کی خدمت میں پیش
 کیا جاتا ہے اور جا کا تعظیم کرتا ہے شاہ یا ولیعہد اس سے علی قدر تلب کھڑے
 کھڑے مرتبہ پرس کرتے ہیں اس طرح شاہ ہوں یا ولیعہد ان کو غٹھوٹ کھڑے بن
 پڑتا ہے میں جب عیدالادت حضرت علیؑ میں ولیعہد کی خدمت میں حاضر ہوتا
 وہ مجھ سے نہایت بر خلق سے پیش آئے اور میرے امحاورہ فارسی ہونے پر
 بہت تعجب کیا اور اپنے مصاحبین خاص کی خدمت خاصہ کے فرمایا کہ میں
 آقا خیلے خوب با محاورہ حرف می زندہ اسکے بعد انھوں نے گردے تلے عمل کر
 بہت ہی تعجب کی میں نے بھی کھڑکے دونوں ام، دونوں کا کر کیا اُسے
 انھوں نے کہا کہ میں کھڑکے میں سے گردا تھ کر خجود معلوم ہوتا تو میں سوچتا کہ
 اُن کو دیکھتا۔

طهران اور دوسرے بڑے شہروں میں تعلیم یافتہ ایرانیوں کا لباس عام طور پر یورپین ہے۔ بجز اسکے کہ سیاہ ٹوپی اور اوپر سے عبا پہنتے ہیں۔ اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ جو شخص ایران کو جائے وہاں اسکو ایک عبا خرید لینی چاہیے تاکہ جب اشخاص محترم سے ملنے یا مقدر لاکن یا مذہبی جلسوں میں جائے تو اسکو ضرور پہن لیا۔ ایک ایران میں بدون عبا یا (Over coat) کے ایسے موقعوں پر جانا نہایت ہی بدتمیزی خیال کیا جاتا ہے۔ عورتوں کا بھی لباس یورپین (اور باڈی) جو گیا ہے البتہ اوپر سے وہ سیاہ ریشمی چادر یعنی برقع پہنتی ہیں۔ عورتیں عموماً انگریزی جوتے اونچی ٹیڑیوں کے مثل فرنج اور انگریزی لیڈیوں کے پہنتی ہیں۔ منجھکوا نگو تیز چلتے ہوئے دھک کر نہایت ہی حیرت ہوتی تھی کہ اس خراب اور اونچی نیچی سڑکوں پر اور برف باری کے بعد سخت بستیہ کو چوں میں وہ کیونکر ایسے ادب سے چلتے پھرتے ہوئے اس تیزی سے چلتی ہیں کہ دنیا میں کسی قوم کی عورتیں سو سے انگریزی اور امریکن کے ایرانی عورتوں سے زیادہ تیز نہیں چل سکیں۔ عورتیں عام طور سے ہر شریعت و وضع کی اپنے گھروں سے باہر جاتی ہیں اور بازاروں میں خرید و فروخت کرتی ہیں۔ جمعہ اور دوسری مذہبی ایام میں ہزاروں عورتیں شاہ عبدالعظیم کو جو طهران سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے زیارت و گردش کے لئے جاتی ہیں۔ یہی طرح

گرمیوں میں ہر روز کثرت سے عورتیں شیران کو جو طہران سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے سیر و تفریح کے لئے جاتی ہیں۔

ایران میں بھی شل دیگر ایشیائی اور یورپین ممالک کے برعکس موسمِ گرما میں جو دوسرے ملکوں میں نہیں ہوتے مثلاً عیدِ نوروز جو ایرانیوں کی قومی عید و نہایت جشن و تہام سے منائی جاتی ہے۔ آفتاب کے برجِ حمل میں داخل ہوتے ہی خوشی کے مراسم ادا کئے جاتے ہیں اور اسی وقت سے نیا سال شروع ہو جاتا ہے۔ شہرِ اسدرونے کپڑے پہنتا ہے اور تحویلِ آفتاب کے پہلے گھر گھوم خانان ایک صاف و پاکیزہ مقام پر جمع ہوتا ہے۔ اور ایک مینی میرات چیزیں بھی جاتی ہیں جنکے نام جڑتس سے شروع ہوتے ہیں اور جنکو ہفتس کہتے ہیں مثلاً سرکہ، سبزی، پیب، سیر، سیاہ دانہ، سجد، سمٹو، ایک ظرف میں پانی دعا پڑھ کر رکھا جاتا ہے جس میں سے بعد تحویل کے خاندان کا ہر شخص کچھ پانی پیتا ہے۔ ایک ظرف میں سرخ زردہ بھل بھی رکھی جاتی ہے اور انڈا، دودھ، پنیر، دی، بھل پکی ہوئی اور بنیر پکی ہوئی دروغ پکا ہوا دروغیر کا ہوا اور چاندی و سونے کے سکے بھی رکھے جاتے ہیں۔ محنت رنگ و شمع روشن کی جاتی ہیں خواہ تحویل آفتاب دن کو واقع ہو یا شب کو۔ دروغ پکوانیس کی جاتی میں گرہ کی خود ہی ملکر تمام ہو جائیں ہر شخص خستری سے تحویل کے وقت کو

ساعت اور دقیقہ اور ثانیہ کے ساتھ جانتا ہے اور صاحبِ خفا: تحویل سے پہلے اپنے مکان کے باہر چند دقیقہ کے لئے چلا جاتا ہے اور جوں ہی تحویل کا وقت آیا وہ مکان میں داخل ہوتا ہے اور اپنے گھر کے لوگوں کو سونے کے سکے بطور عیدی کے دیتا ہے تحویل کے وقت عموماً لوگ ایک مخصوص مختصر سی دعا پڑھتے رہتے ہیں عید سے کچھ دنوں پہلے لوگ اپنے گھروں میں کسی طرف گلی یا ہستی میں جڑ گیہوں یا بھول وغیرہ بونیت میں اور عیسے روزہ دسترخوان پر اس سبزی کو بھی رکھ دیتے ہیں اور تیرہویں روز جب تمام لوگ محوِ ست سال کو در کرنے کے لئے گھروں سے باہر جاتے ہیں وہ جو کو سیزہ پہنتے ہیں اس سبزی کو بجا میدان میں پھینک دیتے ہیں۔ جوان ناکتھد الزکیاں سبزی پھینکے وقت کہتی ہیں "سیزہ بدر سال دگر۔ خانہ شوہر بچہ بغیل" اور صحرا میں جو سبزی ہوتی ہے اس پر گڑھ لگاتی ہیں اور کہتی ہیں "زر دی من از تو سبزی تو از من" سیزہ بدھ ایک ایسی رسم ہے کہ شخص مرد و عورت اور بچہ ضرور اس روز اپنے مکان سے باہر نکلتا ہے اور لوگ نہایت ہی جشن اور سرور میں مشغول ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں میں اس روز خاص طور پر پولیس انتظام کرتی ہے کہ کوئی شخص جو ان عورتوں سے شیر مہنڈ یا طریقہ پر نہ پیش آئے بہت سے مدہی خیال کے لوگ عید پر نہ منانے کے لئے عراق یا شہد یا قم زیارت کرنے چلے جاتے ہیں۔ طہران ہزار کی آدمی

تم چلے جاتے ہیں کیونکہ بذریعہ موٹر کے طہران سے تم چند گھنٹوں میں انسان پہنچ
 سکتا ہے۔ سبطرہ ہسپتال لاک شاہ عبدالعظیم چلے جاتے ہیں۔ عید کے دوسرے روز شہر کے
 بخش مرغ مسلم آتا ہے۔ یہ وہی مرغ ہوتا ہے جو بچہ ہوا دسترخون پر تھوڑے وقت
 رہا جاتا ہے پھٹی کاسرت اسدن اسقدر ہوتا ہے کہ ملک دس اور نزل وغیرہ
 مچھلیاں خشک کی ہوئی کبھرت ایران میں دوکاندار بیچنے کے لئے منگاتے ہیں۔
 شمعانی کا بھی صرف آتا ہوتا ہے جتنا ہندوستان میں دیوانی کے زمانہ میں ہوتا
 ہے۔ مہتمم تھوڑے اور کرائے کے بعد شخص اپنے دوستوں امر اور عمار سے ملنے جاتا
 اور بیٹھے دس یا تین گھنٹوں میں روزوں کو طی قدر مراتب عیدی دیتے ہیں عید کی
 میں سونے کے سکے میں شرفی پنج ہزاری یا دو ہزاری دی جاتی۔ نوروز کے پہلے
 کثرت سے پنجہزاری دو ہزاری کے سکے مزاروں کی کاغذ پر لکھتے ہیں۔ سونے کی پنجہزاری
 بقدر چوٹی اور دو ہزاری بقدر دوٹی کے ہوتی ہے اصل میں پنجہزاری دو ہزاری
 کے چاندنی کے تیرا جو پنج قران اور دو قران کے ہوتے ہیں دوسرے کے نہ
 عیدی لینے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ زمانہ جنگ میں ایک سال عید کے
 موقع پر شہر میں تھا دہاں شاہزادہ امیر علی کام شاہرود نے عید و شہر
 شہر میں شاہی عیدی دی تھی ورنہ دوسرے موقع پر شہر میں عید تو نہ ملتا

ان نذرانے ۵ سونے کی پھڑاریاں دی تھیں۔ طہران، اصفہان و خیراز میں
بہت مراعیہ کے دن ہزاروں روپیہ عیدی دینے میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن
سب سے ذرا بڑی ہوتی جاتی ہے۔

عید نوروز یزدان میں تیرہ روز تک منائی جاتی ہے اور کشتہ تجارت و سب سے
دست تک مراکز آباد کر دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں
اور جگہ کثرت سے ٹھکانی اور چاہ صرف ہوتی ہے۔ تیرہویں راج کو سیزدہ بدر
کہا جاتا ہے اور اس کے بعد دس دن روبرو میں مشغول ہوتے ہیں۔ جیسا یورپ کی تمام
قومیں میں تکرار ہوتے دن کو نہایت تہا سے مناتے ہیں۔ اس طرح ایشیا کی تمام قوموں
میں یہی رسم ہے۔ نوروز کے عید کے مراسم کو بہت ہی سرگرمی سے ادا کرتے ہیں۔ درخت پر
مکھنڈ لٹاتے ہیں۔ نوروز کے دن عیدی دینے کا دستور ہے اس طرح انگریزوں میں
بھی یہ رسم ہے۔ نوروز میں مدیہ تحفہ دینے کا رواج ہے۔ انگلستان کے دیہاتوں میں
نئے نئے ہتھکڑیوں کی مخصوص میت گاتے ہوئے لوگوں کے دروازوں پر جانے
میں اور ان کے نیچے لٹکائی اور کچھ مشروبات دیتا ہے اور صبح کے وقت نیچے
بیٹوں کے کٹاؤں پر جاتے ہیں اور ان کو کچھ پیسے دیدے جاتے ہیں۔

مسلمان اور سائنس

- تاریخ اسلام میں مسلمانوں کا موقف
- فطرت میں مصلحتوں اور اہم مقاصد
- اللہ کے لئے حلف کرنا سیدھا
- تہذیب و تمدن کی تاریخ میں مسلمانوں کا حصہ



از طوکی کا مٹی بنیوے نے

کیا سوچو گی کہ اور کیا ہے؟

خداوند عطا فرمے

دور میں کر رہا ہے

سیر میں نے اس احوال پر محو یہ غلطیات دیکھے ہیں اپنا؟
دیکھو یہ جیسے یہ بدلتا ہے میں تیرا رویہ۔
لوگوں کو یہ سب کچھ سمجھنے پر نہ مناسب بنا اگر چاہیں
میں یہ ہیں۔

(3) Encyclopaedia Britannica, 15th ed 1985

(4) Wüstenenfeld Mahler Sche, Vergleich: Chungs — Tabellen,

Wiesbaden, 1981

(5) الففطی، علی بن یوسف، حدر العلماء باخار الحکماء، مطبعة

السعادة مصر ۱۳۲۶ هـ

(۶) الررکلی، حیرالدین، الأعلام، قاموس تراجم، دوسرا ایڈیشن،

مطبعة کونستاننوماس وشرکاء، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء، وبعد

(مترجم)۔

ھر جند کہ مورحبی علوم کے ھاں مختلف علوم کی تاریخ میں بدلتے ہوئے منظر نامے کی اہمیت ایک جمعیت مسلمہ ہے تاہم عام علمی تاریخ کی کتابوں میں، کئی صدیوں سے ایک تصور شدت سے غالب جلا آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علوم کا ارتقاء — خصوصاً ان علاقوں میں جو بحیرہ روم کے طاس میں واقع ہیں — دو ہی سیاسی مرحلوں سے گزرا ہے۔ یک یونان قدیم کا مرحلہ دوسرے مغربی دنیا کا مرحلہ جس کا آغاز،،تحریک حیاتیات علوم،، کے مظہر سے ہونا ہے۔

تاریخ فکر انسانی کے خط و حال جاگر کرے کے ضمن میں گرسنہ جند صدیوں کی تحقیقات سے ایسے نتائج سامنے آچکے ہیں جنہیں نظر سداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نتائج بقیباً اس قابل نہیں کہ مورحبی علوم کی توجہ انکی طرف مدول ہوتی اور انکی روشنی میں سلوں سے جلا آئے والا مذکورہ بالا تصور تبدیل ہو جاتا۔

موجودہ صدی کی پہلی دو تہائیوں کے آغاز سے عملاً ڈسمارک کے عالم اونو بویکاور (OTTO NEUGEBAUER) کی ہم مساعی سے آئیں

میری ان معروضات میں کلمۂ حق کا تفصیلاً ہے کہ میں تاریخ علوم میں عربوں کے ظہور کی مسابقت سے چند مکات کی نشان دہی کرتا چلوں۔

اول یہ کہ .. عربوں کے ہاں ابتدائی علوم کی تاریخ - - - یہ کہ یہ .. کس مرحلے کے علوم - - - تھے - - - کے مسئلے پر ہر اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

اس صحن میں میرا نقطۂ آغاز اکثر محققین سے جداگانہ ہے۔ - - - میری رائے یہ ہے کہ اسلام میں فکری و عملی نتیجہ خبری پہلی صدی ہجری ہی میں شروع ہو گئی تھی۔

میں اس بحث کے احمال پر ہی اکتفا کروں گا اور ان تاریخی سواہد سے صرف نظر کروں گا جس کی تفصیل میں حاما یہاں ممکن نہ ہو گا۔

اسلامی معاشرہ جس کی تشکیل پہلی صدی ہجری کے وسط سے مختلف منظر ناموں، متعدد ثقافتوں اور متفرق زبانوں سے مل کر ہوئی شروع ہوئی، وہی مواقع مختلف مکاتب فکر اور ایک افکار کا نقطہ اتصال بن گیا۔ - - - جسکے اس سے قبل یہ سب عناصر ایک دوسرے سے جدا تھے۔ اور ایک دوسرے پر ر - - - کا اثر تقریباً مفقود تھا۔

یہی وہ معاشرہ تھا جس پر رابطہ پیدا کیا اور اسی میں فکر انسانی کے ایک نئے دور کے جنم لب - - - ہمیں اس امر میں قطعاً شک نہیں کہ ابتدائی مسلمان حکام کا رویہ، انسانی ثقافتوں کے حاملین کی حاس سے بشر آمدہ صورت حال کے رد و رد، بے خبری کا رویہ نہ تھا۔

لوگوں میں ایک گروہ بسا ہے جس کے لئے یہ رائے قابل قبول نہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب اس حد تک سادہ تھے کہ ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اُن نے حالات پر کوئی رد عمل بد کر سکیں، جس سے وہ دوچار ہونے، ایسا تصور

رکھے والوں کی خدمت میں ہم بہ عرصہ کرنا چاہیں گے کہ اس محفل میں اساسی نقطہ یہ ہے کہ عرب - کم ر کم حریفانی عداوت سے - باہلی آرامی اقوام کے وارث تھے - ورنہ اگر ایک اور رویے سے دیکھا جائے تو وہ آس پاس کی مسلمان قوم سے مکمل طور پر کٹے ہوئے بھی نہیں تھے -

اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے دور جاہلیت کی عربی - عری - ہند میں رنماہ ورنہ دل کش صنعت مگر، دوسری صدی ہجری کے نصف اول ورنہ نصف ماضی میں علم نحو کی تیری سے روحانی ورنہ - کی وسیع بنش رفت پر یونانی کتب کے ترجمے ورنہ متعلقہ موضوعات پر ر سے پر مدبری سے فعلیات ، حیویات ورنہ موسیقی جیسے بعض علوم کی عجیب و غریب سو ورنہ کا ر ر ر ر ر بس دشوار ہوگا -

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں دیگر قوم کے علوم ، معارف کو ر نکلف حد کر کے کی کوئی میں یک ہم محرک کا بہت بڑا دخل تھا - اس محرک کی وضاحت ہر سر رور سہل کے میں مختصر نصیرے سے ہو جائی ہے جو ر کی کتاب ، اسلام میں قدم یونانیوں کے علوم کا نسل ۲ میں ورد ہوا ہے اور جس میں وہ کہتے ہیں :

”عبر ر یوں سے کتابوں کا ترجمہ کر کے ک وسیع کہ یک با مظہر ہے کہ علمی یا طری فائدہ محض کا محرک اسکی ترجمہ کے لئے کافی نہیں - بلکہ ضروری ہے کہ علم کے رے میں جو دیں سلام کے موقف کو بھی سمجھا جائے ورنہ بھی موقف بہت بڑا محرک نہ رہ صرف زندگی کے دیسی سہو کہنے بلکہ سب زندگی کے تمام سہوؤں کہنے - اسلام کا بھی موقف سہوئی حنحو ورنہ سب دس نک رسانی کے دروازوں کو کھولنے کہنے سب سے بڑا محرک تھا - اگر یہ نہ ہو ، تو ترجمہ کا نہ

صرف عملی زندگی کی بعض ضروری اشیاء تک محدود رہتا۔

میں یہاں اجمالاً اس بات کا اعادہ کرنا چاہوں گا کہ
اجسی علوم کا مرحلہ، تاثر کے اعتبار سے، ظہور اسلام کے بعد
تھوڑی سی مدت میں شروع ہو چکا تھا۔ اس کا ذریعہ پہلی
صدی ہجری میں بعض کتب کے ترجمے کی وساطت سے
اصحاب علوم سے رابطہ تھا۔ اس کی حقیقت وہ نہیں جو
بعض مورخین خیال کرتے ہیں یہی ہے کہ یہ مرحلہ دوسری
صدی ہجری کے وسط کے بعد، خلافت عباسیہ کے آغاز کے
ساتھ اور دوسری صدی کے اتمام اور تیسری کے آغاز کے موڑ
پر خلیفہ مامون کے قائم کردہ، بیت الحکمة، کی تائیس کے بعد
پیش آیا۔ اسلام کی فکری تاریخ میں اس، بیت الحکمة، کی
اہمیت میں مبالغے سے کام لیا جانا رہا ہے اور اسکی حیثیت کو
بالکل غلط انداز میں سمجھا گیا ہے۔

استفادے کا معاملہ۔ جسکا آغاز بہت ابتدائی زمانے سے
ہوا اور جو حرب جبر نیری سے ترقی کرتے ہوئے استفادے سے
تعبید تک جا پہنچا۔ تیسری صدی ہجری کے واسطے سے
اختراع و تارہ کاری کے مرحلے میں داخل ہو گیا۔

پھر اس مرحلے میں بھی کہ جسے غالب رنگ کے اعتبار سے
استفادہ و تقلید کا مرحلہ کہا جاتا ہے عالم اسلام کے علماء نے
عربی شعر کی بیعتیں اور ان کا علم بعضی علم عروض ایجاد
کیا اور علم لغت و نحو کو ترقی دی۔ علم کلام و فلسفہ کی
مطالعات کا وسیع ذخیرہ، اصول فقہ اور خود فقہ کا علم جو
مختلف قواعد پر استوار ہے، اس پر مستزاد ہیں۔ اس ضمن
میں عربوں کا یہ تصور بھی قابل ذکر ہے کہ الجبرا ایک مستقل
جیر ہے نہ کہ اعمال حسابہ کی ایک فرع۔ اسی طرح ہم
دیکھتے ہیں کہ عربوں نے کروڑ ارض کے محیط کی ٹھیک ٹھیک

ہیمائش کیلئے ایسا طریقہ وضع کرنے کا اہتمام کہ جو اراطوستائس [ERATOSTHENES، تقریباً ۲۷۶ - ۱۹۵ ق۔ م] نے اس طریقے سے مختلف تھا جسے علماً اہل بابل سے حد تک گیا اور جسکی درستی کا انحصار ثقافت کے عنصر پر تھا۔

اسی مرحلے میں عرب علماء نیف کے ساتھ - بیچے میں
 پہنچ گئے کہ پٹلموس [Ptolemy - تقریباً ۱۰۰ - ۱۷۰] کے
 فیسات و رہنمائی کے تحت بطور برصغیر میں - حاکم کی
 صحت کی حاجت رکھتے ، اور نصیحت و تکمیل ضروری ہے -
 اسی طرح انہوں نے جہاں دکھائی دیے کے فرق کے ساتھ
 حسابی طریقوں میں فائدہ کر لیا جو یونانیوں کے ہیں - شہر معروف
 نہیں -

انہوں نے حفر قیہہ پر بھی قبم نہ کیا۔ چنانچہ ایک طرف ۔
حفر ایشیائی سانحہ کو حاجب جو یوں یوں کی وضاحت ہے ۔ ایک
سہجے نہم اور دوسری طرف س حاجب مرکھ کے سحرے میں
بہوں ہے کرۂ ارض کی حدود معلومہ میں وسعت یہ کی ۔

اس مرحلے میں عربوں نے علم کیمیا کو نظری و عملی
 بنیادوں پر استوار کیا اور اس صہر میں بہ شائع ہر محضر کیم
 جس تک مختلف اقوام نے سلاہ سے فور پہنچے کئے دور تک
 رسائی حاصل کی تھی لیکن اس کئے ہاں ربطہ باہمی کی وہ
 صورت بہ ابھر سکی نہو جس کئے ذریعہ وہ یک دوسرے سے
 تاثر قبول کرنے ور بالآخر یک جامع ور متحدہ بن گئے۔
 یک پہنچ جانے۔ ا حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں مختلف
 محققین کی کربت سے خلاف ہے جس کی حساب بہ ہے کہ
 مسلمانوں کئے ہاں علم تصفہہ کئے وہ سے علم کیمیا کی بنیاد۔
 جو پہر صدی ہجری سے قبل میں رکھی جا سکی تھی۔

ہم تاریخی حقائق سے انحراف کے مرتکب نہ ہوں گے اگر ہم یہ تصور کریں کہ استفادہ و تقلید کا مرحلہ تیسری صدی ہجری کے اواسط میں آکر اختراع و نازہ کاری کے مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔ اسی طرح ہم اس مرحلے - یعنی اختراعی مرحلے - کی ابتداء کا سگ میل اس نقطے کو قرار دے سکتے ہیں جب مسلمان علماء کو ایسے نازے میں یہ شعور حاصل ہوا کہ وہ انحراف و نازہ کاری پر قادر ہیں اور نتیجہً اس بات پر بھی قادر ہیں کہ ان حقائق تک رسائی حاصل کریں جن تک ان سے پہلے حل ہونے کی رسائی نہ ہو سکی تھی۔

اگر اس شعور کی ایک مثال مقصود ہو تو ہم موسیٰ بن جعفر کے نام سے معروف نس مشہور بھائیوں [ابو جعفر محمد بن موسیٰ، ۱۰ م ۲۵۹ھ - ۸۴۳ء]، ابو القاسم احمد بن موسیٰ، الحسن بن موسیٰ] کے موقف کا ذکر کر سکتے ہیں جو ارسطیدس [ARCHIMEDES - تقریباً ۲۸۷ - ۲۱۲ ق - م] اور اپولونیوس [APOLONIUS - م - دوسری صدی ق - م کا آغاز] پر ایک مشترکہ تحقیقی مطالعے میں مصروف رہے۔ یہ تینوں بھائیوں کے یونانی عدد کی حد صدی قدماء کے معاملے میں زیادہ تاریکی کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ پیر انہیں راویوں کو نہیں مساوی اقسام میں تقسیم کے مسئلے کا بیا حل مطلوب تھا۔ اور سا اوقات وہ ان غلاط کی درستی بھی کرتے تھے جو انکی رائے میں اپولونیوس کی کتاب، المعروطات [CONICS] میں سررد ہو گئی تھیں۔

اسی طرح ریاضیات کے میدان میں ہم یہ ذکر کر سکتے ہیں کہ الماہانی [ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ، م - تقریباً ۲۶۷ھ - ۸۸۰ء] نے تیسری صدی ہجری کے اواسط میں یہ کوشش کی کہ تیسرے درجے کی مساوات کا عددی حل تلاش کرے۔

رازی [ابو بکر محمد بن زکریا۔ تقریباً ۲۳۰ / ۸۵۳ء۔
 ۳۲۳ھ / ۹۳۵ء] کے طب اور بصریات کے میدان میں افسوس
 Euclid۔ زمانہ تقریباً ۲۹۵ ق م] اور حالیوسوس [GALEN۔
 تقریباً ۱۲۹ - ۲۰۰ء] کے اس قول کو رد کیا کہ ۔۔۔ نے
 دکھانی دہے کا عمل پہانی کے آنکھ سے نکل کر ۔۔۔ کی
 طرف خارج سے عبارت ہے۔ رازی وضاحت کرتے ہیں کہ ۔۔۔ نے
 دہے کا عمل مدے سے آنکھ تک روشنی کی روشنی پر مبنی ہے۔
 مبنی طرح مکی یہ رائے ہے کہ آنکھ کی مبنی، آنکھ میں
 داخل ہوئے والی روشنی کی مقدار کی ماسست سے سکری ۔
 پھیلتی رہتی ہے۔

ایک اور مثال الکندی [ابو یوسف یعقوب بن سحر
 الصلاح۔ تقریباً ۱۸۵ھ / ۸۰۱ء۔ ۲۵۲ھ / ۸۶۶ء] کی ہے جو
 آبر علویہ (METEOROLOGY) کے میدان میں رستو در ۔ بگر
 علمائے ہون کے نتائج سے اختلاف کرتے در بعض یہاں ہم
 آراء پیش کرتا ہے جس میں سے بعض دور جدید کے نتائج سے دور
 نہیں۔

میری رائے میں ۔۔۔ عطاء و احراق کے مرحلے کے ۔۔۔ سہو
 حساب ہیں۔ ایک یہ کہ ۔۔۔ جوہیں صدی ہجری کے وسط تک
 علماء خود کو مڑی حد تک قدیم جوہیوں کے ۔۔۔ گردوں کی صف
 ہی میں شمار کرتے رہے حالانکہ وہ خود علوم کے حصہ سہو
 میں شاید ر جدید نتائج تک پہنچ چکے تھے ۔۔۔ دوسرے یہ کہ
 مذکورہ بالا نتائج کے بعد سے یہ علماء خود کو ۔۔۔ بگر جوہ سے
 قطع نظر ۔۔۔ صرف جسے مسماں ۔۔۔ کے گردوں کی ۔۔۔
 خیال کرتے تھے۔

۔۔۔ عطاء و احراق کے اس مرحلے کی آخری حد ۔۔۔ ہے
 اس سلسلے میں محققین کے ہاں یہ تصور ہے ۔۔۔

علوم میں حمود کا آغار ساتویں صدی ہجری سے ہوا۔ میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ محققین کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیونکہ یہ ان حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا جس کا انکشاف بہت سی ایسی تحقیقات سے ہو چکا ہے جو ،، حمود سے متصف۔ اس صدی کے بعد آنے والے علماء کی کاوشوں سے متعلق ہیں

یہ ثابت کر کے لئے دلائل کی جہاں ضرورت نہیں کہ علوم عربیہ ، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں اسے نقطہ عروج کو پہنچ گئے تھے۔ مثال کے طور پر دورانِ خون کے سلسلے میں اس الفیس [علاء الدین ابو الحسن علی بن ابی الحزم م۔ ۶۸۴ھ / ۱۲۸۸ء] کی دریافت ، جہوت کے مسئلے پر لسان الدین ابن الخطیب [محمد بن عبد اللہ بن سعد السلمانی ۶۱۳ھ / ۱۳۱۳ء۔ ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء] کی وضاحت اور نصیر الدین طوسی [محمد بن محمد بن الحسن ۵۹۴ھ / ۱۲۰۶ء۔ ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء] کی طرف سے علم المثلثات [TRIGONOMETRY] کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے وضع کر کے کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اہل غرب بالعموم علم المثلثات کو مستقل حیثیت دینے کا پہلا ریاضی موشاوس

(REGIOMONTANUS) [حرمن حساب دان و ماهر فلکیات ،

JOHANN MULLER کا لقب۔ ۱۳۳۶ھ۔ ۱۳۷۶ء] کے سر

مادہ تھے جسے جو پندرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا ہے

مرید بران ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے دوران شرف

لدس طوسی [لمظفر بن محمد بن المظفر۔ م تقریباً ۶۱۱ھ /

۱۲۱۳ء] کی طرف سے جونہی درجے کی مساوات کی تنظیم

اور اس پر بحث ، علم ریاضیات میں غیاث الدین الکاشی [یا

الکاشانی ، جمسید بن مسعود۔ م۔ ۸۲۲ھ / ۱۳۲۹ء] کی

معدد اہم دریافتیں . علم الفلک میں قطب الدین شیرری
[محمود بن محمود بن مصلح ۶۲۲ھ / ۱۲۲۶ء - ۶۱۱ھ
۱۳۱۱ء] اور ابن الشاطر [علاء الدین ابو الحسن علی بن
برہیم - تقریباً ۶۰۳ھ / ۱۲۰۵ء - ۶۷۷ھ / ۱۲۷۵ء] کی
شاید رمذعی اور مسلمہ تاریخ اور علم الاحصاء کی اساس
کو بھی دھڑ میں رکھا جا رہا ہے ۔

یہاں میر مقصد یہ نہیں کہ غریبی میں بکھریے ورنہ غم
کے کارناموں کو شمار کر کے کوشش کروں ۔ بسی کوئی کچھ
لئے تو کئی خطے درکار ہوں گے ۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ میں
تحقیق خود ابھی اپنے سفر کے آغاز میں ہے ۔ میر مقصود صرف
تاکہ کہ تاریخ علوم میں عرب مرحلے کے حصہ سے مراد
اوصاف کا ذکر کر دوں ۔

میری رائے میں تاریخ علوم میں مسئلہ غمہ کے شعور پر
ایک ہم مظهر کی بسکائی کی ۔ وہ یہ کہ غمہ و دہش کے مرکز
جس میں اسلام سے قبل اور اس کے بعد ایک بڑی حد تک
علوم کا ورثہ رکھ کر ایک خاص مرحلے تک پہنچ جاتا ہے ۔
اس کا کچھ بھی نہیں دیکھا گیا ۔ مگر اس کے بعد ایک بڑی حد تک
بھی ۔ لیکن حیدر علی سلامی معاصر کے تصور میں ۔
وہ عنصر میسر آگیا جو علم و دہش کے مرکز کو دھمکا دے ۔
اس کے مکانات پر ہم کر سکتے ہیں ۔

ایک دور تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پورے اس دور میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مشہور شدہ غمہ کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
پھر وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سے منسوب کر کے برآمدہ دھنیے تھے۔

یونان کے مشہور علماء سے منسوب یہ جعلی کتابیں علم و دس کے مراکز میں متداول تھیں۔ بعد ازاں انہیں کو اولین ماحد کی حیثیت حاصل ہو گئی پھر یہ ترجمے کی وساطت سے مسلمانوں تک پہنچیں۔ حالانکہ اس جمل ساری یا غیر حقیقی مؤلفین کی طرف نسبت میں ان کا ایسا کچھ دخل نہ تھا۔ اسی جعلی کتابوں کی وساطت سے یونانی علوم کی اہمیت کی دھوم ہوتی اور لوگوں کو ان کے عظماء یا مؤلفین کے نام معلوم ہونے لگے۔

چہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے سو ان کے ہاں مذہبی علم و دس سے استفادے کی صورت حال بے آغاز ہی سے — بلا تردد اور بغیر کسی داخلی اضطراب یا نفسیاتی الجھن کے — اسے پیروی کے بارے میں ایک واضح موقف سدا کر دیا تھا۔ اور اس عظیم الشان موقف کی اہمیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم اسکا موازنہ لاطینیوں کے اس موقف سے کرنے میں آج آہوں بے اسے اساتذہ، بعض عربوں کے بارے میں اختیار کیا۔

تاریخ علوم میں داخل ہونے والے جس عصر کو وضاحت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے حوالے سے ہم ایک ہم پہلو پر گھسگو کر سکتے ہیں اور وہ ہے عرب علماء کے ہاں اسے پیروی کی جامع برکت کا عمومی انداز۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان علماء نے اسے بین روں سے اخذ و استفادہ کیا۔ اور پہلی تین ہجری صدیوں میں وہ احد و استفادہ پر محور تھے۔ انہوں نے یونانیوں سے، ہندوؤں سے، برابوں سے سراسر سہ سے استفادہ کیا اور ان سب اقوام کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں آغاز کار میں بہ

ضرورت بھی نہیں کہ ریش رووں کی کتابوں کو سمجھنے کیلئے ان کے حاسیوں سے مدد لیں کیونکہ وہ اصحاب دین کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو واسطے کے گاہ دے سکیں ہیں ایک ہی معاشرے میں رہ رہے نہیں۔ یہیں سے ہم اس سے تو سمجھنے کے لائق ہونے میں جس کے ر کے دلوں سے غبر ہوئے کے ساتھ کے سامنے سکر رہے روشن اختیار کر کے کی عیسائی گروہ دور کر دی۔ یہیں ان کے دور و وضع کا رویہ حصار کر کے برآمدہ کیا اور اسی سلسلہ میں تردد یا احتیاط کے ایک خاص موقف اختیار کرنے پر مائل کیا۔

اس باب کے یہ مقصود یہ سمجھا جانے کے مسلمانوں کے ریش رووں پر مطلقاً تنقید نہیں کی۔ یہ سکر ہر قدمہ پر سلسلہ کے حوصلہ نہیں مانا جاتا تھا۔ حقیقت سکر برعکس کے کیونکہ اسی غلوہ میں مسلمانوں کی دل جیسی کی تاریخ دیکھی جائے تو یہاں کے یہاں ہی میں قدمہ پر تنقید ہے۔ ہر یہ ضرورت ہے کہ سلسلہ کے خاص وضع پر چلی جا غلطیوں کی سی ہے۔ محض بریں قدمہ میں سکی بریف یوں کی جا سکی ہے کہ یہ سلسلہ کے ایک خلاف ہے۔ ہے وراں قدمہ کو بڑی وضاحت کے یہ قدمہ پر قدمہ کا ادراک حاصل تھا۔

مسلمانوں کے وہ اصول، حکمی سلسلہ سیر، قیود کے معرک علمی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکر رہے نہیں، کئی سلسلہ پر وہ ہیں۔ ایک یہ کہ حد میں کے والے سے پس رووں کے میں سیر ہیں۔ اور بعض غلطوں، غریبوں کے وضع ہونے سے۔ رووں کی قدر و قیمت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ رووں کی ضابطہ کے میں انہی کے میں ہے۔

کسر ساں اور حرف گیری میں مبالغے سے کام نہ لیا جائے۔
مسلمان علماء کی رائے میں کوئی بھی عالم خواہ کتنا ہی عظیم
المرتبت کیوں نہ ہو غلطی سے محفوظ اور لغزش سے مبرا نہیں
ان اصولوں نے ان کے ہاں تنقید کے اخلاقی اصولوں کی بنیاد
رکھی اور ان کی تنقید کو مفید اور ماسر بنایا۔ تاہم محققین
کی ایک بڑی تعداد اس حقیقت سے عاقل رہی اور مر واقع کے
بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر عالم اسلام کے علماء پر
سفیدی صلاحیت کے ضعف اور قدماء کی تنقید محض کا الزام
عائد کرتی رہی۔

اس موقع کی ایک سال سن کرے کے لئے میں ۱۹۵۶ء
کی بورڈو [BORDEUX] کانفرنس کے شرکاء میں سے ایک محقق
کا ذکر کروں گا۔ اسلامی علوم میں حمود کے سب سے بحث
کرنے والے انہوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ علمائے اسلام کی
مساعی میں سی قدر نہیں کہ انہوں نے جو کچھ اسے اساتذہ
سے سیکھا وہ تنقیدی اقدار میں ٹھیک ٹھیک آئندہ سلسلوں تک
پہنچا رہا انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ان علماء میں خود اعتمادی
کی کمی تھی۔ اور انہوں نے اسے اساتذہ کے بعد کوئی نئی شے
خترائے کرے کی کوسں نہیں کی (۳)۔

اس قسم کی رائے کی تنقیص کو سب سے پہلے تو انہاں ہی
کہہ دے کہ اس عظیم فرق پر بگاہ ڈالی جائے جو بعد کی
صدیوں میں شگردوں کے کام اور ان سے پہلے ان کے اساتذہ کے
کام میں پایا جاتا ہے۔ پہاں بیروسی کا وہ قول نقل کر دیا کہ وہ
ہو گا جس میں تعبد کی اخلاقی سببوں کے خط و خال نہایت
مختصر کے ساتھ نمایاں ہیں۔ بیروسی نے کہا ہے:

..میں نے وہی کہا ہے جو ہر سال ہر واجب ہے کہ اسے میں
کرے۔ یعنی میں میں جو لوگ میں سے پہلے ہو گئے ہیں ان

میں جہادوں کو فساد کہتے ہیں۔ اور اگر فساد میں نہ ہو
یہ جہاد میں ہی اصلاح کر دیتے ہیں۔ یہ جہاد جو ہم
موجہ ہیں اس سے ہم نے یہ فسادوں میں سے تصور کیا۔
اور یہاں سے یہ جہاد کہہ رہے ہیں۔

یہ اصول کی طرف ہے۔

[illegible][illegible]

۱۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۲۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۳۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۴۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۵۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۶۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۷۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۸۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۹۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل
۱۰۔ H_2SO_4 کا H_2O سے تفاعل

[illegible]

اور ان معنوں میں گویا اسہوں نے نعرے کو ایک واسطے کی شکل دی جسے تحقیق کے دوراں نسل کے ساتھ استعمال میں لایا جانا ہے ویدیمار پوری صراحت کے ساتھ یہ کہنا ہے کہ اس موضوع پر عربوں کو اولیت کا شرف حاصل ہے بلکہ جس نتائج تک راجر بیکن پہنچ سکا وہ ان معلومات کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو قدیم عربوں کے ہاں موجود تھیں۔

علاوہ ازیں ویدیمار نے مسلمان علماء کے ہاں تحقیق کے امداد اور اس کی بسکت کے ایک اور اہم امتیازی پہلو پر بھی نظر ڈالی ہے اور کہا ہے کہ:

„یونانیوں کے ہاں نتائج تحقیق ہمارے سامنے اسی آخری کلاسیکی شکل میں آئے ہیں۔ جامعہ — بعض استثنائی صورتوں کے علاوہ — ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہوا کہ ہم ان کی اٹھار کا سراغ لگا سکیں۔ لیکن عربوں کے ہاں صورت حال یکسر مختلف ہے۔ عرب جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اس کے قدم بہ قدم ارتقاء کی وضاحت کرتے ہیں۔ کچھ اسی طرح جیسے آج ہمارے بعض محققین کرتے ہیں۔ انکی اس وضاحت کے پیش نظر ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انکی طبعیتوں میں ایسے کام کی قدم بہ قدم پیش رفت پر اطمینان و سرور کی ایک کیفیت پائی جاتی ہے اور وہ اپنی تحقیقات میں ایسے ذوق میں اور ان آلات کے کمال کے سبب، جس سے وہ کام لیتے تھے، کامیابی سے ہم کنار ہوتے۔“

یہ بات محققین سے پوشیدہ نہ ہو گی کہ مسلمان علماء، مشاہدہ فطرت، مسلسل فلک بینی، دقت نگاہ اور اسے ان آلات کے باعث جو پہلو پر اتحاد کئے، دنیا کے سامنے ایسے پیش روؤں کے مقابلے میں ایک — نہ نہ مرحلے کی مانندگی کرنے نظر آتے ہیں۔

میں امر سے قطع نظر کہ یہوں کے بعض نئے غلوہ کی سادہ رکھی۔
 در بعض غلوہ کو نئی سادوں پر سور کب مثلاً جو — نئی جس ک
 وہ انہوں کے .. علمہ لمعی .. رکھا کعبا .. ضررنا .. مناب .. طور
 ایک مستقل علمہ .. فلسفہ .. ریح .. ور علم لاجتماع انہوں کے بارہ
 دوسری صدی سے لے کر پچیسویں صدی ہجری تک یہ کوئی بھی تھی
 کہ غلوہ کی صاحب .. در فلسفہ نئے روئے ہائے نگاہ کے مطابق کرتے۔
 ۔ تمام حقائق کے پہلو بہ پہلو ایک اور حقیقت کی تصریح بھی
 ضروری ہے وہ یہ کہ فلسفہ در غلوہ طبعیہ تھی .. ریح اصطلاحات
 میں ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ نیز یہ کہ انہوں کے صرف یہی نہیں
 کہ کہ جو سرمدیہ دوسروں سے ان تک متصل ہوئے جسے جلا جی وہ
 بلکہ ۔ اصطلاحات کے بہت بڑے حصہ یہوں کے جوہر وضع کیا۔ ۔ ریح
 غلوہ میں مستعمل کیے مقام اور لاجی دیا میں کچھ ردیف پر
 ۔ کوئی کوئی ہونے لگا ہے کہ وہ میں مر کو بھی بڑے بحث لائن کے ۔
 کہ یہ پر محض عربی کتب کے ترجمے ۔ صسی حگو ۔ و .. مغرب
 سرور کے فضل ہی کے باعث یہ نہیں ہو سکتا بہت بڑے
 سدادہ و فلسفہ کے میں عمل پر مبنی ہے جسک ۔ در ۔ سوں صدی
 عیسوی میں ہو .. در سلسل سے کئی صدی تک جاری رہا میں نئی
 تکمیل نین راستوں سے ہونی۔

ہیبانیہ، سلی / اٹلی، بیرنظہ

میں بہار میں صورت حال کی تفصیل میں نہیں جا سکتا کہ یہ
 یہ میر اصل مقصود نہیں ہے ۔ ۔ بہا میرے میں نظر حد تک نہ
 سامنے لا ہے ۔ ۔ یک یہ کہ سدادہ و فلسفہ کے عمل لاجسوں کے ہیں
 میں سے مختلف صورت میں تکمیل کو پہنچا جس میں کہ وہ عربوں
 کے ہاں مکمل ہو ۔ وہ مخرج کہ مستعمل تھی میں یک ردیف ۔
 ۔ کی وضاحت سے ہونی ہو ۔ ۔ و ۔ کر حتم ہے ۔ ۔
 ۔ ۔ تھی ۔ ۔ خط سے حو ۔ ۔ سلی ۔ ۔ ہے ۔ ۔ ف ۔ ۔ ہے ۔ ۔ لاجس

کئے ہاں صورت حال مختلف تھی۔ وہ۔ یعنی لاطینی۔ محور تھے کہ علوم، مختلف اداروں کے نظام، ور جامعات کے طریقہ ہائے کار و لائحہ ہائے عمل اسے سیاسی اور دینی حریفوں سے خد کریں چاہیہ جس لوگوں سے وہ احد کر رہے تھے۔ کے لئے دشمنی اور بغض کے جذبات رکھتے تھے اور اس کیفیت کے برعکس انی الہیوں کی صورت میں انکے ہاں عمل استفادہ برعکس ہوا۔ ایسی صورت میں عین فطرتی تھا کہ ان کے ہاں وصاحب و صراحت کے عنصر کے فقدان ہوتا جسکے مفسدوں کے ہاں دوسروں سے استفادے کے عمل میں بھی دو صلی مختصر ہیں۔

نک ور باب اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ مسندوں کے علوم سے لاطینیوں کے عمل استفادہ کے سرفہ و بحال کی صورت پیدا کر لی۔ اس کی وصاحب کئی محققین بہت سے تحقیقی مضامین میں کر سکے ہیں جس میں یہوں کے کہوں کر دیکھا ہے کہ کس طرح لاطینی علماء کے عصر بحسب مسند علماء کی کتابوں سے حد کر کے خود سی طرف مسمو کر لیں۔ یا مکمل کتابیں سی رہوں، میں ترجمہ کر کے یہ دعویٰ کہ یہ کی طبع راد تصنیف یا انکی سی تالیفات ہیں۔ اسی طرح بعض کتابیں عربی سے ترجمہ کر کے یہ کہہ کہ یہ یونانی مسابہر مثلاً ارسطو، جالسنوس، روفوس [RUFUS OF EPHEBUS]

پہلی صدی ق۔ م کے اواخر سے پہلی صدی عیسوی کے واسطے نک وعمرہ کی کتابیں ہیں۔ اس روس ور اسکے دیگر مظاہر کی بکثرت سالوں کا ذکر یہاں ضروری معلوم نہیں ہوا۔

یہاں یہ صراحت لازم ہے کہ میرا مقصد لاطینی کارگزاری کی محقق و نوہں ہر گر نہیں۔ میں تو اس اب کہہ چاہتا ہوں کہ لاطینیوں کے ہاں عربوں سے احد کر کے کے ہاں محرکات بر استوار تھا وہ۔ محرکات سے محقق نہیں جس کے تحت کے بینرو اسندہ ہی عربوں کے یہ عمل احساہ کیا تھا۔ اور ان امتیازی پہلوؤں کے ذکر

مر صرف ایک حقیقت معلوم امداد کریں گے۔ وہ ہے کہ میں مر کر
 نہ رہی تھی مگر یہ کہ میں غلطی مرحلے کی رہا۔ مسئلہ حقیقت سے
 متاثر ہے۔ اور یہی مر بہت سے جگہوں پر معلوم ہے۔

ایک دریا جس کے سر سلسلہ کلاہ میں دیکر صحرانوردی ہے وہ ہے
کہ غلوہ غریبہ میں مسکندہ و شمسہ کہ یہ مرحلہ جو مسکندہ علمہ رخ
حلاف بخش و غروب پر سورج ایک رخ و فہم میں ہے ۔ جب
غلوہ غریبہ میں مسکندہ نہ معلوم بھی ممکن نہ ہو جائیگی ۔
یہی پہنچ پایا تھا ۔

پہاڑوں میں ایک سو گروہ ہو سکتے تھے یہ پہلا تجربہ ممکن
 ہو کہ [عقدہ کے] مغربی سرحد کے حصہ پر عربوں کے سرگرم
 مورخوں کی تعداد ایک سو گروہ کی تھی۔ یہ ایک مغرب میں
 مسلمانوں پر۔ ان کے عقیدہ کے خلاف شہر واپس آئی۔ یہ راجہ
 و۔ ری رہی۔ اس کی وجہ۔ تو مسلمانوں کے یہاں یہ
 صحت سے دور میں صورت حال کے پہلوؤں کا۔ راجہ کی۔ ۱۲۱۰۔
 ۱۲۹۰ء کے عہد تک پہنچنے کے جس میں وہ بعد میں جو
 یہ میں مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ عربی ملک میں۔ یہ
 جس کے مرحلہ لائنوں میں ہو چکے۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔ یہ۔

RAYWUNDUS لالہ رائے رائے صاحب کو یہ خط لکھا ہے ۔
 رائے صاحب نے جواب دیا ہے کہ وہ اس خط کو نہ لکھیں گے ۔
 ۱۹۱۵ء میں وہ اپنے صاحبزادے کے ساتھ لکھنؤ گئے ۔
 ان کے ساتھ کئی اور بھی گئے ۔
 ان کے ساتھ کئی اور بھی گئے ۔
 ان کے ساتھ کئی اور بھی گئے ۔

من مکتبہ - کتب خانہ - مدرسہ اسلامیہ - دارالعلوم - دیوبند -

میں اندریاس الباغوس (ANDREAS ALPAGUS) کا نام سب سے پہلے ہے۔ علوم اسلامیہ کا مرنہ اس کے دل میں اس حد تک تھا کہ اس نے مشرق کا سفر احسار کیا۔ ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کر کے نپس برس دمشق میں قیام کیا پھر ۱۵۱۵ء میں پاڈوا (PADUA) واپس چلا گیا اور بہت سی عربی کتابوں کی لاطینی میں ترجمہ کیا۔ انہی کتابوں میں اس الفیس کی وہ مشہور کتاب بھی ہے جس کو مائیکل سروٹ (SEFVET) [۱۵۱۱ء - ۱۵۵۳ء] نے ہی طرف منسوب کر لیا۔ تاہم غالب رو بعض و عدوت ہی کی رہی جو سولہویں صدی عیسوی تک حرمی، فرانس اور نئی میں جاری رہی۔ اس رو میں ایک نمایاں نام لوہہارٹ فوکس (LEONHART FUCHS) [۱۵۰۱ء - ۱۵۶۶ء] کا ہے جس کا تعلق ٹیوسگی یونیورسٹی سے تھا۔ جس لوگوں نے عربوں کے خلاف کس کس بھی جاری رکھی اور ان کی کتابوں کو اسے نام منسوب بھی کیا ان میں ایک مشہور نام پارا سیلسوس (PARACELSUS) [۱۴۹۳ء - ۱۵۳۱ء] کا ہے۔

ہر جہ کہ سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی کے دوران جب مغرب میں عربوں کے مقام کو فراموس کر دیا گیا تھا۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ عربی کتب سے استفادہ جاری تھا، اور ہے۔ تاہم علوم کے مورخین نے انہی تواریخ ترتیب دینے کا آغاز [فراموشگاری کی] اس فصا میں کیا۔ اٹھارویں صدی عیسوی اسے علوم عربیہ کے حق میں ایک نیا عصر لے کر آئی۔ یعنی مستشرقین کا ظہور جس میں سے بہت سے اس کوشش میں مصروف رہے کہ علوم اسلامیہ کو ان کا حائر حق دلائل اور انہیں تاریخ علوم میں صحیح مقام پر رکھیں۔ اس سلسلے میں ہم نرس اور قدم بریں شخصیت جبکہ رسکے (JAKOB REISKE) [۱۷۱۶ء - ۱۷۷۳ء] کی ہے اور کسٹ برنگل (KURT SPRENGEL) [۱۷۳۹ء - ۱۸۳۲ء] اور (J. W. GOETHE) [۱۷۳۹ء - ۱۸۳۲ء] اور الگرسڈر فون ہمولڈ (ALEXANDER VON HUMBOLDT) [۱۷۶۹ء -

۱۸۵۹ء] جسے بعض مورخین اس کے ہم ہوا ہونے - لکن - بوگوں کی ماسی روس عامہ پر برادر ہونے کے لئے کافی یہ ہیں خصوصاً اس صدی میں کہ جب تاریخ غزوہ کے حوالہ سے یہ لگتا ہے کہ وہ یہاں کہ گذر ہوئی صدی عیسوی سے آگے عامہ سمی سانچ کو مطابقت غزوہ بوہمی کی بوجہ ری تصور کا حاتم - اسی تصور کے سحر میں .. حاتم غزوہ کی اصطلاح وجود میں آئی -

باوجودیکہ بعض علماء کی محدثہ روس غزوہ کی تاریخ عمومی کے ساری خطوط میں سی صورت حال پر مقرر رہی ہے درج بھی نئی حد تک ممکن ہے کہ کوئی رکھے ہونے سے تاہم بعض مسررس کی کوشش سے بعض مدوں میں غلط فہم کی رہا ہو سکتا ہے - خصوصاً ر غزوہ کی - حوالہ میں حال پر محتسب ہے کہ وہ کے آخر موجودہ صدی سے قبل کے ہیں - یہ ہیں - بوگوں کو سی سب سے حاصل رہا ہے جس سب سے وہ روس عامہ کے پر سے محفوظ نہیں اور بیسویں صدی عیسوی کی سوج پر لگی ہوئی جہاں - جو وضعی مکمل فکر POSITIVE SM کے نام سے معروف ہے - کے شکار نہ تھے -

واقعہ رکھے جاتے ہیں کہ غزوہ غریبہ کے مقام کے منہ میں قرب کی عمومی تاریخ میں عامہ سے بڑھ کر عدل و عدل - ماسی ہوگ - اور اس واقعہ کو عمومی جامعہ پہنچے کے لئے اس - لامی وری کے دیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ صہر حقائق میں پھر - حصہ لیں -

حواشی

- ۱۔ دیکھئے صفحہ ۱۷۷ کتاب مہرِ حرم جس میں عدد ۱۹۶۴ء میں ۴۴۷
- ۲۔ دیکھئے H. Rindler: Das Fortleben der Araber in dem Sudan, Stuttgart 201۷, S. 8
- ۳۔ H. Rindler: Hat die religiöse Orthodoxie einen Einfluss auf die Dekadenz des Islams ausgeübt?
- ۴۔ Klassizismus und Kulturverfall, Frankfurt 1980, S. 136
- ۵۔ سب سے زیادہ تاریخ میں دیکھئے (Geschichte der Uoq) III Leipzig 1927, ۱
- ۶۔ اپنے متعدد مقالات میں خصوصاً دیکھئے Die Naturwissenschaften bei den Orientalischen Völkern, Erlanger Aufsätze aus eruster Zeit 1917, S. 42 — 58
- ۷۔ اپنے حصے حالات میں خصوصاً دیکھئے سبکی کتاب Ein al Maythama Weg Zur Physik, Wiesbaden 1963
- ۸۔ اپنے متعدد مقالات میں - خصوصاً دیکھئے Die Naturwissenschaften bei der Ulaula einen Völkern, Erlanger Aufsätze aus eruster Zeit 1917, S. 42 — 58
- ۹۔ برلن H. Lippert: H. Rindler: Ein al Maythama Weg Zur Physik, Wiesbaden 1963
- ۱۰۔ دیکھئے رسائل، Suchan's Archiv, سال ۱۹۶۱
- ۱۱۔ ایضاً ص ۱۱-۱۲، ۱۵

نیکیات میں مسلمانوں اور غریب کے مقام

ہر جگہ یہ ایک سلسلہ حقیقت ہے کہ غریب اور مسکین (اسی طرح
 غریب اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے) غریب اور مسکین
 اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے غریب اور مسکین
 اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے غریب اور مسکین
 اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے غریب اور مسکین
 اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے غریب اور مسکین
 اور مسکین میں صدقہ کی سبب سے غریب اور مسکین

شخصیت میں پہنچ کر ایک نئے مرحلے سے روشناس ہو۔ معجزہ کہا
 ہے کہ ہر جہد کہ بہ سب کچھ حقیقت ہے مگر شکایت کی عمومی
 تاریخ میں اسلامی علم الفلک کے دائرہ مفاہد کے اعتراف نہیں کیا جاتا۔
 اس مفاہد کو کامل طور پر فراموش ہونے کئی صدیاں بیت چلی نہیں
 تھیں۔ سولہ صدی عیسوی کے آغاز میں منہرہ سے علم الفلک کے
 مسائل میں اسلامی ورثے پر تحقیق اور اس سلسلے کے محظوظات کی
 نسبت کی لائق تعریف مہم شروع کی۔

اس عرصے میں تحقیقات کے جو نتائج سامنے آچکے ہیں وہ کوئی
 معمولی نتائج نہیں۔ ناہم وہ طور سے قابل مہیں ہیں کہ ہمیں
 مسلمان فلک سائنس کے گام کی حدود کی مکمل اور ٹھیک ٹھیک
 تصویر فراہم کر سکیں اب تک اس میدان میں محققین کی کاوشوں
 سے جو کچھ روشن ہو سکا ہے اس سے اس باب میں شک کی
 گنجائش نہیں چھوڑی کہ علم الفلک کی عمومی تاریخ میں مسلمان
 فلک سائنس کے حصہ بہت بڑا اور بدیہی (ORIGINAL) نوعیت کا ہے۔
 اسی کا ایک حاکہ اب کے سامنے میں ذرا مفصلاً ہے۔

ہماری ذرا ترس معلومات یہ ہیں کہ سارہ۔ سی سے
 متعلق قبل از اسلام عربوں کے عند میں وہ سائنس تھا۔ وہ جدید کی
 انہائیں مروجہ اور بارہ رجحان سے واقف بھی اور گمان غالب ہے کہ
 سارہ کے وہ بھی خاصے تھے۔ معقولہ ہوا ہے کہ وہ زمین کو چٹا اور
 سارا کو میں ہر ایک گنبد کی صورت میں تصور کرتے تھے۔

اسلام سے فوراً پہلے کے زمانے تک یونان، ہندوستان اور ایران
 میں عام تصور یہ تھا کہ زمین مرکز عالم میں واقع ہے اور تمام افلاک
 اسے گھومتے ہیں اور اس کے گرد گھوم رہے ہیں اور اس
 کا وہ حرکت کے نتیجے میں جو چوبیس گھنٹے میں پوری ہوتی ہے۔

رات اور دن وجود میں آتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری کے نصف سالی
میں بھی تصور عالم اسلام میں منتقل ہو گیا۔

اس تصور کو اسلامی جنموں میں منتقل کر کے ونے برگ بلاسہ وہ
نہے جو اسلامی جھنڈے نئے آحادیہ والے علاؤں میں سور وندہ عیسی
مراکر کے آخری مسوویں بھی۔ یہ لوگ جو احی ہدایت کے حادیں
بھی اسہی کے ہادیوں ابرہی، یونانی، سریانی، و زہدوسی کی کدوں
کا عربی ترجمہ عمل میں آیا جس میں علم الفک کی کتاس بھی
شامل تھیں۔

میں سمجھت ہوں کہ دوسری صدی ہجری کے وسط تک ہنگی
معلومات اور اس سلسلے کی ضروری اصطلاحات کسی حد تک
مسلمانوں کی رسائی میں آچکی تھیں جسبجہ ہوں بے عیسیٰ جسبہ
مصور کی خواہش کے مطابق فلکیات پر ہدوس۔ مکی سب سے بڑی
کتاب، کتاب السدھد، کا عربی میں ترجمہ کر ڈالا اور جن دو
عالموں بے یہ ترجمہ کیا تھا عیسیٰ بے رتی و ر جنموں بے طروق،
انہوں بے خود بھی علم الفک پر کتاس نصف کرہ، شروع کر دیں۔
یہ دوہوں ہنگی حیات میں دوسرے ترجمے کی مبادت کے سبب پر
قدر بھی۔ کتاب السدھد کے ترجمے کے تقریباً سس برس بعد
مسلمانوں کو ہندی و ر بطنی علم الفک پر س حد تک معلومات
حاصل ہو چکی تھیں تہ ہوں بے ۱۶۵ - ۱۸۰ء کے درمیان جسوس
[PTOLMEY] کی کتاب المجسطی [ALMAGEST] پر س کی ریح
بھی جنتری کا ترجمہ کر لیا۔

اس سبب ترجمے میں مسلمان ہنگ مسلمانوں کی سرگرمیوں کی ریح
کا مطالعہ کر کے حد معہے نفس ہو گیا کہ وہ دوسری صدی ہجری
کے حاتم سے لے کر تیسری صدی ہجری تک کے غرضے میں س

لئے بطور خاص استعمال کیا تقریباً چالیس ستر ** وچا تھا۔

ان جدید طریقوں کے حصے میں یہ بھی ذکر کرنے چاہئے کہ مسلمان پہلی قوم تھے جو مسلسل رصد کی عہدہ کر رہے تھے اور یہ ان کی تعمیر کردہ رصد گاہوں کے سب سے پہلے کے عیسائی مآخذ میں اکثر کسی درجہ تک نہیں ملے ہیں کہ فلاں فلاں۔ گدہ برس۔ زیادہ عرصے تک مسلسل کام کرتی رہی۔

پہلے وہ ان کی تعمیر کردہ کسی جگہ میں رہے۔
ان وسائل کے سب سے پہلے ممکن ہو سکی۔

ایک سال پہلے کہ سوری صدی ہجری کے نصف اول میں انہوں نے اسی رصدگاہوں کی سادہ ترین رائے قائم کی کہ رب و رت کے مساوی ہونے کے وقت کے لئے ٹرہ حاصی کی مقدار جسے وہ "الحركة عظيمة" *** سب حرکت کے لئے دیتے تھے۔ سو برس میں ایک درجہ نہیں ہے جبکہ ہل یوں کے حساب لگایا تھا بلکہ ہر 66 برس میں ایک درجہ ہے۔ پھر وہ اس مدت کی تصحیح میں مسلسل مصروف رہے حتیٰ کہ سن ۱۸۰۰ برس میں ایک درجہ طے کر رہا تھا۔ جدید دور جدید کے سائنس دانوں کی جدید۔ یعنی ہر ۸۹ برس میں ایک درجہ۔ سب کچھ زیادہ دور نہیں۔

اسی طرح وہ یہ ذکر کرنا چاہتے تھے کہ تیسری صدی ہجری میں مسلمان فنکاروں نے پہلی بار اس ہتھیار کو جو کہ سورج کا "وجہ"۔ یعنی اس کے زمین سے زیادہ سے زیادہ فاصلے کا نقطہ۔ یکساں نہیں رہا۔ بعد ازاں وہ اس حشر کی حد متعین کرنے میں مصروف رہے۔ مثلاً وہ دیکھتے ہیں کہ باجوبین صدی ہجری میں

•• جدید اصطلاح میں چالیس "دراغہ" دیکھنے حوالہ دالا۔ (ترجمہ)

عس کی تھی وہ ۲۳ درجہ ۳۲ منٹ اور ۲۶ سیکنڈ تھی۔ جدید علم فلک سے اس کا فرق بہت معمولی ہے یعنی صرف دو منٹ۔

نیری اور چوتھی صدی ہجری میں رصدِ آسمانی اور سیارہ کی حرکت کے حساب پر توجہ مرکوز رکھنے کے بعد چوتھی صدی کے آخر میں مسلمان فلک ساسوں نے روز بروز نئے فلکیاتی نظریات وضع کرنے میں دل جسی لسی شروع کی۔ مثال کے طور پر ابو العباس بر سہری نے یہ دریافت کیا کہ .. پلانیوس کی رائے کے برخلاف مکمل سورج گروہ صرف اُس بُد میں ممکن ہے جو اُنہد کی نسبت وسط سے قریب تر ہو۔ *

مسلمان فلک ساسوں نے سورج اور سیاروں کے مدار کی شکل پر بحث کا آغاز کیا۔ اور بعض نے یہ رائے ظاہر کی کہ ان کا مدار۔ دونوں کے قطر میں معمولی فرق کے ساتھ۔ بیضوی شاحت رکھتا ہے۔ اسی زمانے میں اس مسئلے پر بحث نے بہت طول کھینچا کہ زمین ساکن ہے، متحرک، کوئی سکون کا حامل تھا اور کوئی متحرک کا۔ جس لوگوں نے حرکت زمین کے نظریہ قبول کیا ان میں ابو سعید السہری اور جعفر بن محمد بن حریر شامل ہیں جنہوں نے اسی بنیاد پر ایک اضطراب بھی ساز کی۔ بیرونی اس مسئلہ پر ساری عمر دماغ لڑتا رہا۔ اس کے لئے کسی بھی رائے کو ترجیح دینا مشکل رہا۔ آخر میں وہ سکون زمین کے نظریے کی طرف اس لئے مائل ہو گیا کہ حرکت کے نظریہ قبول کر کے بعض طبیعیاتی سوالات کا جواب اس کے لئے بعض دسو رہاں پیدا کرنا تھا اس مسئلے پر تقریباً بھی حال اس

* یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ سورج گروہ صرف اُس بُد میں ممکن ہے جو اُنہد کی نسبت وسط سے قریب تر ہو۔

یہ حد درجہ معمولی فرق ہے جس کے لیے صورت ممکن ہے۔ مگر کی۔ مگر

اور کچھ مقامات وہ ہیں جن میں اس نے جانتے بوجھنے غلطی کا ارتکاب کیا۔ یہی وہ ہیئتیں جو اس نے باہجوں سیاروں کے لئے متعین کیں۔ سو ان میں اس کا کوئی عذر نہیں چل سکتا۔

رہی اس بات کی دلیل کہ اس نے ان مقامات میں غلطی کا ارتکاب قصداً کیا سو وہ یوں مقالے کی دوسری فصل میں اس کا یہ قول ہے ۰۰۰ اسی طرح اس مفہوم نے ہمیں ایک جگہ محبور کر دیا کہ ہم حصہ خارج از قیاس انتباء کو استعمال میں لائیں۔ حال کے طور پر یہ سیارے اس کے مدار میں حرکت کرتے ہوئے جو محدد دائرے بناتے ہیں ان پر دلائل قائم کریں۔ پھر اس مضمون پر اسی نوع کی مزید گفتگو ... »

اس قول سے اس کے یہ اعتراف سامنے آتا ہے کہ اس نے سیاروں کی حرکات کی ہیئت کے سلسلے میں کچھ خارج از قیاس انتباء سے کام لیا۔ اور یہی وہ انتباء ہیں جن سے اس کے ہاں ناقض پیدا ہوا۔ کیونکہ حرکات ستارگان کی ہیئتوں سے متعلق اس کے ہاں ناقض کی سبب یہی ہے کہ اس نے ان حرکات کو حقیقی احسام کے بجائے چند خیالی دائروں اور خطوط میں فرض کر لیا تھا۔ پھر جب انہیں حقیقی احسام میں تصور کیا گیا تو ناقض لازم آیا۔ سو اس کے اعتراف سے واضح ہو گیا کہ اس نے ان مضامین میں غلطی کا ارتکاب حاسے بوجھنے کیا۔ رہا یہ کہ اس حصہ میں وہ کوئی عذر نہیں لا سکتا سو وہ اس لئے کہ آخر کلام میں اس نے یہ کہہ کر عذر پیش کیا کہ .. یہ سمجھنے ہوئے کہ اس نوع کی کسی شے کا استعمال۔ جب تک کہ اس سے سببى طور پر کوئی قابل ذکر فرق نہ پڑتا ہو۔ مقصد تو کچھ حصہ نہیں پہنچانا .. وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ جو ہنہ اس نے فرض کی ہے اس سے سیاروں کی حرکات میں کچھ

سیاروں کے مختلف تعد کی مکمل نوجہ کے لئے گاہی نہیں، تو انہیں ایک اور ترکیب کرنا پڑی۔ یعنی یہ مفروضہ قائم کرنا پڑا کہ سیاروں کی کچھ اور جھوٹی گردشیں ایسے مداروں پر بھی جاری ہیں جن کے مرکز ان فلاح کے مداروں میں گردش کر رہے ہیں جن کے اسے مرکز خارج میں واقع ہیں۔ ان جھوٹے مداروں کو انہوں نے "افلاک الدوائر" [EPICYCLES] کا نام دیا۔

پطلموس نے یہ کہا کہ ستاروں کے لیے ایک سرے دہرے کا تصور قائم کیا جسے اس نے "نہیک المتعد" [EQUANT] کا نام دیا۔ پطلموس کے تصور کے مطابق اس مدار کا مرکز وہ ہو مرکز ثابت پر مطبق ہوتا ہے اور یہ مرکز فلک خارجی پر۔ اس لیے یہ مفروضہ قائم کیا کہ اس لیے یہ مدار [EPICYCLES] میں گردش کر رہے ہوں ستاروں کی حرکت اس فلک معتدل کے اندر سے قطع سے یہ کہ مرکز فلک خارجی یا مرکز کائنات کے اعتبار سے۔

یہی پطلموس پر اس قسم کے غرض کی اساس ہے کہ اس نے یہ ثابت کرنے کے ستاروں کی مطم حرکت کے اصول میں حل ڈال دیا اور یک نئی ثابت پس کر دی۔ فطوس کہ اس نئی ثابت کی تفصیل ہم تک پہنچ نہیں سکی۔

مداروں اور کئی فلک اساس انہ جھوٹے پطلموسی ثابت کو رد کیا۔ مثلاً ابو عبدہ انور حسی اور عمر حبیب۔ پھر ان کے بعد نصر الدین فطوسی فقط الدین سرری، اور اس لیاطرح جسے یوگ انہ جو یکے بعد دیگرے نئے نظریات پس کر رہے تھے اور ہر ایک سے پس رد کیے جانے پر پھر کو اگے بڑھا رہا۔

پس اس میں جتنے محققین کی نوجہ سے طرف مبدول ہوئی کہ جس ممکن ہے۔ انہ نظریات اس کے سامنے سے گزر چکے

[COPERNICUS] کے ستاروں کی فہم میں بطلمیوس کے داخل کئے ہوئے
 نئے عصر، ایک المیزان لکھ کر رد کیا ہو اور بطلمیوس طے
 کر رک کرے ہوئے سورج کو مرکز عام میں جگہ دی ہو۔
 اس میدان میں متعدد تحقیقات کے بعد اس امر میں کوئی شک
 نہ رہا کہ مسلمان ایک صدیوں کے نظریات پوری انقلاب کے
 ساتھ کوریکشن کے علم میں بھی در اس کے حروف و حروف ہیں
 حد۔ بعض کے نئے دیکھنے مری کتاب، تاریخ عرب مری۔
 جلد 6 پر میرا مقدمہ)

جہ جو مسئلہ صاحب تحقیق کو در اس کے وہ اس امر کی
 اصلاح ہے کہ یہ نظریات کس طریق پر عرب میں مقبل ہوئے
 چونکہ یہ مقبول نہیں ہو سکے کہ اس کے مآثرین ایک صدی کی
 کتابوں کے لافانی زبان میں ترجمہ ہو نہ یا نہیں۔ اس موقع پر اس
 مکمل انقلاب اور دلائل کو پیش نہیں کر سکتا۔ وہ جو تحفہ
 بعض سی کتاب کی جہتی حد میں رکھ چکے ہوں اس کی
 محض پر کیا کرے ہوئے غرض کرنا ہوں کہ مسلمان علماء کے یہ
 جدید نظریات عربی دہ میں عربی اور فارسی کتاب کے پوری زبان
 میں ترجمہ کی وساطت سے منتقل ہوئے۔ یہ کہ مدرسہ ترجمہ سے
 مسک نوگوں کے بعد وہ جو پڑھوس صدی عیسوی کے آخر سے
 عربوں اور مسلمانوں کے سپرد میں دئے گئے۔ اس کے ساتھ
 مسلمانوں کی فتح ایک جاری رہا۔ یہ ہو گیا۔ یہ ہو گیا۔
 سپرد کے ساتھ سے رہے اور اس کے وہی روئے کے ترجمہ ہوئے۔
 اس کے ساتھ سے وہی دیکھ کے گئے۔ یہ ہو گیا۔

بطلمیوس کے علم کی جو فہم بعض کی بھی اس پر مبنی
 مسلمان نے حروف سے بھی سک کے چہرہ کیا گیا۔ حد بعد بعد

یعنی اس اشیاء معروفہ سے اس مادہ (الموسمی ۵۲۳ھ) کے کہا
 مرکز عالم کے گرد سے سے مدوں میں سیاروں کے فاصلوں کی
 سماعتوں میں خلاف کا سبب منہس کر کے لئے، افلاک بدویر،
 [EPICYCLES] کے طور کی ضرورت تھی۔ خارجی مرکز رکھنے والے
 دنوں [ECCENTRICS] کو ہوا کر سے ہی کافی ہے، بعد اس
 طفل (الموسمی ۵۸۱ھ) کے، افلاک بدویر، خارجی مرکز رکھنے
 والے دنوں کو بھی ہوا کر کے سے انکار کیا۔ اس کے بعد فلسفی اس
 رسم (الموسمی ۵۹۵ھ) اور فلاک بدویر خارجی مرکز رکھنے
 والے دنوں کے نیکار کی ضرورت کے نظریہ میں کہ۔ اور صراحت
 سے یہ کہ مدوں کے مدوں کے مرکز مشترک ہونے چاہئے اس سے یہ
 نہ مدوں کی حرکت جیسی [SPIRAL] حرکت ہوتی ہے اور جیسی
 حرکت کی سادہ وہ مرکز عالم سے مداروں کے مختلف مداری
 فاصلوں کی وضاحت کیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ وہ عالم کی
 یک نیت منتقلی کرے گا۔ اس کے موافق سے فرض ہے دی۔
 اس اور کی تکمیل ہو جعفر لفظی (الموسمی ۶۰۰ھ) نے
 کے ہاتھوں ہوئی جس کے اب بعد ظنیوس فیث کی جگہ سے
 دے یک نیت علم ہست کے نام کی حسیب سے کرنا۔ اس کے سے
 کہ حسیب سے سے اس موقف کے ظہور ہو گا ہے (۴)۔

میں یہ کہا ہوں کہ ظنیوس کے یہ وضع اس دعوے پر
 قائم نہیں کی تھی کہ یہ حسیب سے الامر سے عبارت ہے۔ یہ
 اس کے موقف یہ ہے کہ جو صول اس کے سامنے ہیں لارما میں کے
 رضی یعنی مہدی سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اس کے یہ ہیں
 [مخصوص] حالات سے مطابقت سے کر کے کے نیت وضع کے یہ کہ
 یہ۔ یہ وہ حالت۔ اس طرح حل ممکن کہ یک مخصوص نظام

در یک بسی ترست آنچه باغ ہوں جس میں حلال و حرام ہی
 گندیں بہ ہوں۔ بہ وہ اس سے بوسہ بہ بھی کہ اس میں وہ ۔۔۔
 وضع [بر ص] شدہ میں مغل بھی در [ہند] جنگی سے در ہی
 کیونکہ میں نے وضع نرہہ ہوں ہوں سے یک یک و یک
 ہی لایہ ۔۔۔ یہ ایک حلالے جس میں خارجی ہو رہے ۔۔۔
 ولان حربہ برج جس ۔۔۔ پھر ۔۔۔ ولان بر مسلسل ولان ۔۔۔
 مقبوضہ ۔۔۔ سے نہ ہوں جس نے حرا ۔۔۔ میں حربہ برج ۔۔۔
 حرا نے مسلح ہوں نے ۔۔۔ ۔۔۔ مسلح ہوں رہے ۔۔۔ حرا
 ۔۔۔ نے جنگی کسی اور جنگ ۔۔۔ حرا ۔۔۔ برج ۔۔۔
 ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 مصائب ۔۔۔ رہے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 کہ حقیقت مر ۱۴۱

بہ ۔۔۔ ضروری سمجھیں جس کے خارجی نے سے خاتمہ میں
 میں محرک حقیقی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 آمادہ کیا۔

کہ جس کا اثر کہ مجھے نہ سوچہ در حیرت ۔۔۔
 مقبوضہ در سوچہ بحر کے سطح میں جو مصالح گھر بہ مجھے
 حاصل ہوئی میں کہ در دروں سے نہ کھڑا ۔۔۔ میں ۔۔۔ ۔۔۔
 سطح سے حاکم ہر وہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 نے کہ حلال کا بہا ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔
 ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

کے ابتدائی مرحلوں کے بارے میں یہ سراع لگانے کے عالم اسلام میں ان کے وجود کا کہاں تک امکان ہے۔ موضوع پر طویل بحث اور بہت سے دلائل مہیا کرنے کے بعد خبر جس سے یہ ثابت کر دیا کہ بارہویں صدی عیسوی میں یورپ کی یہ سب یونیورسٹیاں، طلیطلہ کے راسخے، مکمل طور پر اسلامی یونیورسٹیوں کی تقلید میں ہی تھیں۔

مغربی تحریک احیائے علوم کے تمام پہلوؤں پر اسلامی علوم اور معارف کے عمومی اثر کا یہ مظہر نہیں راسخوں، یعنی ہسپانیہ، اٹلی اور برطانیہ کے راسخے، عمل میں آیا۔

اس خطبے میں مبری کوشش ہو گی کہ یورپ میں عربوں کے علم الفک کے اثرات سے متعلق ایک عمومی تصور آب کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث میں ایسی کتاب [GESCHICHTE DES ARABISCHENSCHRIFTTUMS] کی چھنی حد میں کر چک ہوں۔ سامعین کرام سے درخواست ہے کہ دلائل و مرجع کے لئے اس جلد کی طرف رجوع فرمائیں۔

اجتماعی رابطے کے [عمومی] اثرات سے قطع نظر، عری سے لاطینی میں کیا حارج والا قدیم ترین ترجمہ حواب تک معلوم ہو سکا ہے۔ سوین صدی عیسوی کا ہے۔ کتاب کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ترجمہ „ASTROLOGIA“ کے عربوں سے، لویٹس برسلووی [LUPITUS]، نامی کسی شخص سے کیا تھا۔

عجیب بات ہے کہ اسطرلاب سے متعلق اولین کتاب بھی دسویں صدی عیسوی ہی کے اواخر میں سامعے آئی جس کا مؤلف گررٹ (GERBERT) پایا جاتا ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو سیبوسٹر نامی کے نام سے بائزنطیوم رہا اور اسی سے لاطینی دنیا میں عربی ہندسہ حصارف کرائے۔ وہ ایک مدت تک طلیطلہ اور برشلونہ میں رہ چکا تھا۔

ریاضیات کے ایک مورخ نے اس واقعے کو رد کیا ہے کہ گزرت ہے
 اصطلاحات پر اسی کتاب کی مود منسلک فلک — سور سے اخذ کیا ہے
 کہ اگر کم یہ کہ سور سے مستعدہ کیا ہے ایسویں صدی عیسوی کے دور
 میں انکار کہ یہ رویہ قبول عام نہ رہا تھا کہ اس کتاب کے دریافت ہو
 خارج سے — جس کے میں ہے بھی ذکر کیا ہے حقیقت واضح ہو گئی ہے
 اصل و ترجمہ کے مابین ربط ثابت ہو گیا ہے علاوہ ریں جو ہیں کے
 گزرت کی ایک خط بھی دریافت ہو گیا جس میں وہ کہتے ہیں
 میں ہے — کہ آج کے اصطلاحات پر ایک عربی کتاب
 کا ترجمہ کیا ہے — مستعدہ ہے کہ یہ ترجمہ محض بھجوا
 دیں — اس کے معروضے کی جو شکل بھی ہو میں — اس کے
 لئے تیار ہوئے —

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ فلکیات کی بعض اصطلاحیں گزرت
 کی کتاب میں سی عربی صورت ہی میں رہی ہیں کیونکہ لاطینی
 زبان میں ان کے مترادفات نہ ہونے کے سبب ان کا ترجمہ ممکن نہ
 تھا — موضوع سے ہٹ کر یہاں یہ بھی عرض کرنا چلوں کہ یہ یوگ
 اصطلاحات کے ترجمے میں غلطی کا شکار ہوا کرتے تھے — اس کی
 ایک مثال (SINUS) کے لفظ سے جو منسلک فلک — سور کے در
 منسلک لفظ ہے الحبیب کے ترجمے کے طور پر رہا ہے — مستعدہ ہے
 ہمارے اصطلاح ہند کی زبان مسکرت سے نہیں ہے — یہوں ہے
 اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہی نہیں — تاہم لاطینی ترجمہ اس
 صورت حال کو نہ سمجھ سکے اور لغتوں کی درو گردی کرتے ہیں
 یہ سمجھ کہ مرد عربی کے لفظ ہے الحبیب — یعنی — اس کی حسب
 ہے —

حیرت بہ حیرت معترضہ نہ — اس گزرت کی کتاب کے موضوع کی
 طرف دیکھ — سور — اس میں ایک کئی گھنٹے نہیں ہے —

کتاب میں کی طرف منسوب ہے یا تو اس میں سے عربوں سے اخذ کیا ہے یا پھر وہ کسی عربی کتاب کے ترجمہ سے جو گریٹر میں منسوب ہو گیا۔ یہاں یہ نکتہ یہ ہے کہ کسی زمانے میں لاطینی دہ میں عملاً طبیعی و ریاضی علم فلکیک سے دل چسپی کے آثار ہوئے۔ اس میں قیاس ہے کہ ہاں علم فلکیک سے بہت بگاڑ ضرور ہے۔ یہاں بھی مگر وہ بہت قلیل قدیمہ، گورمولوچی، ہی کے سسٹم سے عبارت تھا۔ تصنیف کی ہمدانی فلکیات سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ محض میں یہ غرض کرنا چاہوں گی کہ وہ طلمیوس اور اس کے نظام فلکیک سے وقف ہی نہیں تھے۔ اور اگر ہومے بھی تو اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے کیونکہ اس کی کتاب کو سمجھنے کے لیے علم ہمدانی کے جو ستر ضروری تھے وہ اس کے ہاں سے ملے نہ تھے۔

یہ دیکھتے ہیں کہ گیارھویں صدی عیسوی میں اسطراب سے مصر، یونان اور اسی کے گیس۔ دہویں میں سے کتاب کی تجدید کی گئی جو گریٹر میں منسوب ہے۔ یہاں یہ مر قابل بحث ہے کہ دہویں اور گیارھویں صدی عیسوی میں بغداد کے مرکز طبطلہ تھا۔ گیارھویں صدی کے آخر میں طبطلہ کے ساتھ فرانس کے دو سہرے طور (TOULOUSE) اور (CHARTRES) بھی شامل ہو گئے اور ان کے بعد پیرس۔

سائنس کے سلسلے کا ایک اہم کام وہ ہے جو فسططیوس فرسی (CONSTANTINE THE AFRICAN) نامی ایک عربی الاصل شخص نے انجام دیا۔ کہہ جاتا ہے کہ وہ لہرانرا کا ایک عرب ماحر تھا جسے حبشی نے فرانس بھیجا۔ (SALERNO) کے علاقے میں اس نے طب کا علم سیکھا اور اسے اپنے وطن میں غوروں کے علم طب کو مدافہ کرنے۔ چنانچہ وہ اپنے وطن

کے ایک عوامی سے ترجمے سے عبارت ہے جس میں عربی اصل کی تاریخوں کو عیسوی سالوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس نامعلوم شخص نے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ الرقالی کا بیروے۔ علاوہ
 ہیں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ کلدانی اور ہبود اور عرب، اہل مغرب کو
 علمی قیادت فراہم کرتے ہیں۔ اسے بطلمیوس کا نام ضرور معلوم ہے
 لیکن وہ علم الفلك کی تاریخ میں اس کے کام سے ہرگز واقف نہیں
 صرف علم الفلك کے میدان ہی میں نہیں بلکہ علمی لمعہ
 اسلامی علوم سے اکتساب کے سلسلے میں ایک اہم مظہر رہا ہو
 صدی عیسوی میں یک نژدے مترجم کا ظہور ہے جس کا نام جیرارڈ
 کرموسی (GERARDO DE CREMONA) تھا۔ اس نے طلیطلہ کے سنہرے
 میں عربی زبان اور اسلامی علوم سیکھے اور نئے سے راند عربی کی
 کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔ ان میں سے مابعد فلکیات کے میدان
 نے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی بطلمیوس کی کتاب المحسطی پر حابر
 اس طرح کی صلاح، الرقالی کی جسنری، طلوع فجر پر ایک کتاب
 جو اس اہمیت سے مسووم ہے، میر العرغاسی کی کتاب کا ترجمہ جو
 اس سے قبل بھی ایک بار ترجمہ کی جا چکی تھی، اسی طرح
 بطلمیوس کی کتاب المحسطی کا عربی سے لاطینی ترجمہ جس سے
 پہلے المحسطی لاطینی میں غیر معروف تھی۔

یہ بات لائق توجہ ہے کہ جیرارڈ کرموسی نے جو ترجمے کئے ان کے
 ذریعے میدان فلکیات کے بعض اہم عناصر لاطینی دنیا میں منتقل ہونے
 اور جس زمانے میں لاطینیوں کا تعارف بطلمیوس کی کتاب المحسطی
 سے ہوا اسی زمانے میں الرقالی کی جسنری بھی ان کے علم میں آگئی
 جس میں محسطی سے متعلق بعض اہم نتائج موجود ہیں۔ اسی طرح
 المحسطی پر حابر اس افادہ کی اصلاح کے ذریعے لاطینیوں کو محسطی

پر شدید تنقید اور اس میں بعض اہم تصحیحات سے بھی واقفیت حاصل ہو گئی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جابر بن قلع کی اسی کتب کی وساطت سے ان کی رسائی علم المثلثات [TRIGONOMETRY] کے تفصیلی تعارف تک ہوئی جس کی وسیع اثر کوپریکس کے عہد تک بہت سے مؤلفین کے ہاں نظر آتا ہے۔ خود کوپریکس کے س کتب سے دور رس استفادہ کیا۔ مابین ہمہ جابر بن قلع پر بہ نسبت جیسی آئی ہے کہ اس کے پٹلمیوس پر غلط الزامات عائد کرتے ہیں۔

الزرقالی کی جنتری اور اس کی دیگر کتب کے لاطینی و عربی ترجمے کے لاطینی دنیا میں علم الفلك کے آئندہ ارتقاء پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اور وہ بران اثرات کی بات یک طرفہ اب تو یہ امر بایہ نوت کو بھیج چکا ہے کہ خود کوپریکس کے۔ ماحذ کی ذکر کئے بغیر۔ الزرقالی کی جنتری سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ ہ۔ کوپریکس اوج الشمس [SOLAR APOGEE] کی سالانہ حرکت، جو الزرقالی کے حساب سے 2.4° ہے کی مناسبت سے روروی میں اس کی ذکر ضرور کرنا ہے اگرچہ خود اسے یہ تسلیم کرے میں تاقل ہے کہ اوج الشمس میں حرکت پائی جاتی ہے۔

بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ مشہور سائنس دان کپلر (KEPLER) بھی الزرقالی کی کتاب سے متاثر ہوا مثلاً اس کے سبب مریخ کے مدار کی بیضوی شکل کے بارے میں اس کے نظریے سے بر قول کہ۔ ریچیمونٹانوس (REGIOMONTANUS) کی کتاب میں یک عجیب چیرے۔ اس کے الزرقالی کا جو ترجمہ کیا، چھپنے کی عطی سے، اس میں جہاں یہ ذکر تھا کہ چار رصدی مطالعوں کے بعد وہ یہ ثابت کر سکا کہ اوج الشمس کی نقطہ (QUATUOR - 402) سے وہاں طاعت میں یہ عدد 402۔ ہے اور سی کی سبب بر کپلر ایک معروف فلک شناس کو خط لکھا جس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا

س کے نام لورفالٹی کی وہ کتاب ہے جس میں اس نے یہ بتایا ہے کہ اس کے رصدی مطالعوں کی تعداد ۳۰۲ تک پہنچ گئی تھی۔

طلوع صبح کے موضوع پر جو کتاب ابن الہیثم سے منسوب ہے۔ اور درحقیقت یک ور فلک — س. محمد بن یوسف بن معاذ کی ہے جس کا تعلق بدلتس سے تھا اور جو باجوہیں صدی ہجری میں ہوا ہے۔ — لف میں حدتوں کے نونے کے مسئلے پر اس کے اثر کا صراحت ہے۔ یہیں صدی عیسوی کے آخر تک مہلے۔

س مر کا ذکر بھی ہمیں اسے حالیہ ہوگ کہ مترجم حیرارڈ ترمیمی کو یہ حدت ہو گئے۔ کتابوں کا ترجمہ کر لیں گے بعد اب وہ اس کا نام ہو گیا ہے کہ نظری فلکیات [THEORETICAL ASTRONOMY] پر ملاحظیوں کے نئے خود یک کتاب تالیف کر سکے۔

لیکن درحقیقت جو کچھ — س نے کیا وہ صرف اس قدر تھا کہ اس نے طرعی اور السی کی دو کتابوں کی ماہہ امیرس کر دی۔ ہر جس کہ بعد کے زمانے میں اس کتاب کو شخصیت پر ملاحظیوں پر اعتبار سے ملاحظی کے صفت تبدیل کے ساتھ پایا گیا۔ ہر بھی تیرہویں ور چودھویں صدی عیسوی میں اس کے کچھ نہ کچھ۔ تبدیل کر کے والی پیدا ہونے۔ مثلاً تیرہویں صدی عیسوی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مشہور لاطینی فلک ساس الوبیس دو اسولیس (ALONIS DE INSULIS) موفی ۱۲۰۳ء یک کتاب ترتیب دیتا ہے جس میں حائر بن فلح اور الفرعانی کی کتاب کے علاوہ حیرارڈ کی کتاب — (جو جو بھی بعض عربی مأخذ کی نقل ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا) — کا بھی چرہ اڑاتا ہے۔

لاطینی علم الفلک کی تاریخ میں ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ ولیم (GUILLAUME) * نامی ایک انگریز فلک شناس نے الرقاعی کی "ریح طبلطلہ" (طبلطلہ کی جنری)، جسے کسی گمام شخص نے مرسیلہ کے حالات کے مطابق ڈھال دیا تھا، لی اور اس میں ضروری تبدیلیاں کر کے اسے لندن کے حالات کے مطابق بنا دیا۔ یہ جنری جو "لندن کی جنری" کہلاتی، ایک طویل عرصے تک اپنے مقام کو برقرار رکھ سکی اور کئی صدیوں تک وہاں فلکی حسابات کے لئے بنیاد کا کام دیتی رہی۔

تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل تک لاطینی حلقوں میں — بطلمیوس پر جابر بن اقلح کی تنقید کے علاوہ — نظام عالم پر اس رشد اور البطروجی کا نظریہ بھی راہ پا چکا تھا، جو بطلمیوس کے نظام عالم کی جگہ لینا چاہتا تھا۔ یہ نظریہ لاطینی دہ میں اس شرح کے جو اس رشد نے ارسطو کی کذب لاء والعالم پر لکھی تھی پر ہیئت عالم پر البطروجی کی کتاب کے ترجموں کی وساطت سے پہنچا۔ اسی آخر الذکر کتاب نے یورپ میں، سولہویں صدی عیسوی کے اواسط تک، نہ صرف فلک شناسی کے میدان میں دہی رویے پر گہرے اثرات جھوڑے بلکہ فیزیکی فلسفے کے راویہ نگاہ کو بھی متاثر کیا۔

مذکورہ بالا دونوں کتابوں کا ترجمہ انگریز عالم مائیکل سکاٹ (MICHAEL SCOTUS) نے کیا۔ علاوہ ازیں اسے اس غیر بطلمیوسی

* WILLIAM نامی ایک مورخ — دیکھئے

Webster's New Biographical Dictionary

Marshall — Webster Inc. Springfield M. A. U.S.A. 1963 P. 430

Dictionary of Scientific Biography 14: 299.

پر دیکھئے

* Within the Englishman. —

بطاء کی ترویج کے سلسلے میں دو کتابیں خود بھی تالیف کیں۔ یہاں میں بطور خاص اس بات کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ یہ شخص البطروچی کے بطاء کی توضیح پر اسی کتاب کو نیکولاوس دمشقی [NICOLAUS OF DAMASCUS] سے منسوب کرتا ہے جس کا زمانہ پہلی صدی قبل مسیح کا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتی ہے کہ آئندہ سالوں میں اس کتاب کو مشہور فلک سائنسوں اور فلسفیوں کے ہاں ایک مقام حاصل ہونا ہے مگر اس مفروضے پر کہ یہ نیکولاوس دمشقی کی کتاب ہے۔

نیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں البطروچی کی کتاب کے ترجمے کے بعد سے لاطینیوں کو دو متضاد نظاموں سے ساتھ بڑھنا پڑا۔ بطلمیوسی نظام اور غیر بطلمیوسی نظام۔ نتیجہً ان میں ایک طرف ایک نظام کی پیروی کرنا ہے اور دوسرا دوسرے کی۔ جس کے ایک تیسرا طبقہ ان دونوں میں سے کسی ایک نظام کو قبول کرے کے سوال پر تردد کا شکار ہو جاتا ہے اور تدبیر میں بڑھ کر عرب اساتذہ کی حاکم سے وصول ہوئے والی ہو یہ وہ معلومات کے مطابق اسے موقف میں تبدیل کرتا رہتا ہے جس اس آخر الذکر طبقے میں سے نہیں انخاص کا ذکر کروں گا جو نیرھویں صدی عیسوی میں پیرس کے مکتب فکر کے ستوں سمجھے جاتے ہیں یعنی راجر بیکن (ROGER BACON) لرنس میگس (ALBERTUS MAGNUS) اور رنرس گروسسٹسٹ (ROBERTUS GROSSETESTE)۔

رنرس بڑے مؤلفین میں سے تھا اور اس کا شمار ارسطو کے پیروں میں ہونا چاہیے وہ اسی کتابوں میں اس کے مسلک کا دفاع کرتا ہے۔ حال ہی میں یہ مکتب ہوئے کہ ارسطو کی کتابیں مطلقاً اس تک پہنچی ہی نہیں۔ اور فلکیات کی تاریخ میں جو کچھ

رابرٹس سے منسوب ہے الثانی اور نامت بین قرہ کی کتابوں سے منقول ہے۔ بطلمیوس کا اس سے س سرسری سا ذکر کیا ہے۔ حقیقت میں اس کی میلان الطرووحی کی طرف سے مگر وہ متردد ہے۔ ساتھ ہی اس کی کتابوں کے قاری کو یہ بات اسی طرف متوجہ کرتی ہے کہ وہ بعض اور عرب فلک ساسوں کے افکار کو احد کرنے ہونے بہ محسوس نہیں کر سکتا کہ یہ افکار لطروحی کے اصولوں سے نکرانے ہیں۔

بدرہویں صدی عیسوی میں بھی کسی رابرٹس سے منسوب یک اور لاطینی کتاب مندی ہے اور اس کے بارے میں بھی یہ وضع ہو چکا ہے کہ یہ عرب فلک ساسوں ہی کے افکار سے منقول ایک مجموعہ ہے۔

رابرٹس کی ایک کتاب ..مدوجرر.. مرے جو آج تک اس موضوع پر پہلی اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔ میں سے اس کا موارہ الکدی کی کتاب سے کیا تو دیکھ، کہ یہ سی کا خلاصہ ہے۔ اس پر، ان شاء اللہ، میں ..آر غویہ.. [METEOROLOGY] کے اسے خطے کے دوران بات کروں گا۔ چودھویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ بطلمیوسی مکتب فکر کے لوگ بیرس اور آکسورڈ میں، مشاہدہ فلاک ور سیاروں کے مدروں کے حساب پر توجہ رہے ہیں تاہم وہ کوئی نئی بات پیش کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ وہ ہور اسے عرب اساتذہ سے اخذ کردہ معلومات کو قصہ ہی نہیں کر سکتے۔

الرنس میگس (ALBERTUS MAGNUS) اسی رہ گئی کے یسنر حصے میں سطروحی کے ظریات کا بیرو رہا لیکن جب بات بین قرہ کی کتاب اس تک پہنچی جو مدار سیارگان کی وضاحت میں اس کے خاص ظریات پر مشتمل تھی تو میگس کا غالب میلان بطلمیوس کی طرف ہو گیا۔

جہاں تک راجر بیکن کا تعلق ہے سو اسے ان دونوں مسلکوں میں سے کسی ایک کے قول کرنے میں سب سے زیادہ تردد رہا اور اسی تردد کے سبب اسے بہ سہرہ حاصل ہوئی کہ وہ بافادہ ذہن کا مالک ہے۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ اس لہجہ کی کتاب *ہینہ العالم* کے زیرِ مرِ فلکی حرکات کے ماحدے کے سلسلے میں اس کا میلان عربِ طلمیوسیوں کے مسلک کی طرف ہے۔ لیکن نظامِ عالم کو فلسفیانہ نقطہ نظر سے سمجھنے کے لئے وہ اسطروجی کے طریقے کو زیادہ مناسب مانا ہے۔

جیس کے فلکِ ساس حتمی کے لوگوں نے نہرویں صدی عیسوی کے حتمہ سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک کے عرصے میں عربِ طلمیوسیوں کی ارہ قول کر کے خود کو تدب سے نجات دلا لی۔ اور یہ ہینہِ عالم پر ابنِ الہیم کی کتاب کے ترجمے کے بعد ہی ممکن ہو سکا۔

ابنِ الہیم کی کتاب کے ترجمے کے ساتھ لاطینی فلک شناس حتموں میں ایک بے عصر داخل ہونا ہے جو لاطینی فیزیائی فلکی روتے کو بہت گہری تحریک دہم پہنچانا ہے۔ اس نئے عصر کا نام (IMAGINATIO MODERNURUM) بھی ہے۔ عالم کی نئی ہینہ تھا اور پہلا فلک شناس جس نے تدب کے موقف کو خیرباد کہے کی حُرّت کی مراد دوس دو ویریدیو (BERNARDUS DE VIRIDINO) تھا چودھویں صدی عیسوی کے اوائل سے بیس اور آکسفورڈ میں طلمیوس مکتب فکر کی بالادستی قائم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ فلکیاتی مشاہدات و حسابات میں دل چسپی کا آغاز کرتے ہیں۔ لیکن ہوز وہ کوئی نئی چیز پیش کرنے سے قاصر تھے کیونکہ انہوں نے جو کچھ اپنے عرب اساتذہ سے اخذ کیا تھا ابھی اسے ہضم نہیں کر

سکے تھے۔ - لٹکے ہوئے ہیں مشہور میں ماری سے گھس گھسوں۔
 (EV BEN GERSON) ہے۔ - وہ موزوں علم لٹکے تھے وہ دعوے کرتے
 تھے عقیدہ فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتے جس کی روش سے متعدد
 دریاہوں کا سہرہ میں محقق تھے سرے۔ - نیچر کے آج کے علم کے لئے یہ
 ممکن ہو گیا ہے کہ - دریاہوں کو - آج کے حقیقی دریاہوں کی
 طرف لوٹا سکیں۔ - مثلاً میں لٹکے - میں تھے ہیں نظمیں بر
 تنقید میں ہے جو کئی صدیوں سے میں تھے یہ درج چلی گئی ہے۔
 لیکن محقق سے یہ بات محلی میں رہی کہ میں یہ نظمیں بر حار
 میں افلاک کی تنقید کو دھریں سے زیادہ کچھ نہیں کہ۔

سائنس کی تاریخ میں یہ سبب کہ جاتے کہ شریات کے میدان
 میں حشرہ - ریک [CAMERA OBSCURA] کو دریافت کر کے ور چاند
 کے ماحول کے سطح میں میں کو استعمال کر کے دیا گیا ہے۔ - وہ
 بڑے برس ہوئے یہ حقیقت مکلف ہو چکی ہے کہ یہ کرمہ دراصل
 اس الہامی ہے بعد دیا گیا - ور میں مشہور کہ زیادہ حشرہ روٹی ہے۔
 اس طرح منبأ کروہ [SPHERICAL ANGLES] کی دریافت
 لیوی سے مشہور کر دی گئی ہے مگر میں میں سینٹر بہ بات ہو چکا
 ہے کہ یہ سہرہ - جو بھی صدی شہری تھے - لٹکے ہوئے - وہ
 البورحانی ور بوضر میں غریب تھے سرے - وہ علم کے لئے یہ سراج
 لگنا مشکل نہیں رہا کہ میں یہ بہ سبب کچھ نہیں - میں حد نہ۔
 میں طرح ہوئی میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ میں یہ رصد گاہ
 الہ بعد نہ حد واقعی - میں حشرہ - [JACOBSSTAFF]
 کے نام سے مشہور ہو - میں یہ تھی بعد - میں یہ رصد گاہ
 عیسوی کے حشرہ - میں یہ رصد گاہ میں بھی حشرہ کرنا نظر آتا ہے۔
 معاصر علم ہے میں لٹکے - میں بھی حشرہ تھے کہ یہ رصد گاہ میں

لیوی بن کرسوں کی اس ایجاد کو امانز طور پر خود سے منسوب کر لیا ہو۔ تاہم مشہور عالم ویڈیمان [WIEDEMANN] نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ دراصل اس سبب اس آلے کا موجد ہے۔ مرید برآن ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آلہ ابن سینا کے ہاتھوں جس درجہ کمال کو پہنچ چکا تھا سترھویں صدی عیسوی کے ان علماء کے ہاں اس درجے کو نہیں پہنچ سکا۔

آخری بات یہ کہ کسر اعشاریہ کی دریافت بھی لیوی بن کرسوں سے منسوب کر دی گئی ہے حالانکہ اب ہمارے علم میں ہے کہ یہ سہرا الافیدسی کے سر ہے جو چوتھی صدی ہجری کے مسلمان حساب دانوں میں سے ہے۔

بیرس اور آکسفورڈ کے مکاتب فکر پر مزید گفتگو طوالت کا باعث ہوگی لہذا اسے چھوڑتے ہوئے میں لاطینی فلکیاتی حلقوں کے ایک اور مظہر کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا جو میری نظر میں اسی جگہ اہم ہے اور توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتا ہے۔ یہ ان نئی کتابوں کا وجود ہے جو عربی کتب کے تراجم کے پہلو بہ پہلو ایک اہم حینیت رکھتی ہیں۔ میری مراد ان بڑی بڑی تالیفات سے ہے جو عربی مآخذ کی نقول پر مشتمل ہیں مگر جو سرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اصل مآخذ اور اصل اسانذہ کے ناموں کو فراموش کر دینے کا سبب بنیں۔

مثال کے طور پر شاہ الفوس دہم (ALPHONS) قسطلیہ میں علماء کی ایک بڑی جماعت کو اسے گرد جمع کرنا ہے تاکہ وہ علم الفلک پر ان سب عربی کتابوں کے مواد پر مشتمل ایک جامع تالیف تیار کر سکیں جو اس وقت ان کے ہاں معروف تھیں۔ چنانچہ انہوں نے عملاً بیس کتابیں یکجا کیں اور ان کا خلاصہ تیار کیا۔ انہی میں ابن

الہیئم کی کتاب ہیئت العالم بھی تھی۔ یہ مجموعہ اپنے برتگیری عنوان سے مشہور ہوا اور یورپ میں (LIBROS DELSABER) کے نام سے عام ہو اور اسے اپنے لاطینی ترجمے کی وساطت سے یورپ میں بہت فروغ حاصل ہوا۔

اسی طرح کی ایک اور کتاب .. سیاروں کی جدید نظریہ .. (THEORICAE NOVAE PLANETARUM) ہے جس کا مؤلف فلک شناس پوٹرباک (PEURBACH) تھا۔ وہ پندرہویں صدی عیسوی کا آدمی ہے۔ اس کتاب میں اس نے عربی سے کئے ہوئے کئی تراجم یکجا کر دیئے ہیں۔ لیکن اساسی طور پر اس کا انحصار ابن الہیئم، ثابت بن قرہ اور الررقالی کی کتابوں پر رہا ہے۔

ایک اور کتاب ریچیمونٹناوس کی تالیف ہے جس کا عنوان .. بطلمیوس کی عظیم کتاب کا خلاصہ .. ہے مگر درحقیقت یہ التامی اور الررقالی کی کتابوں کی تلخیص سے عبارت ہے۔ مرید یہ کہ یہ فلک شناس ۱۳۶۳ء میں اٹلی کے شہر پاڈووا [PADOVA] میں الفرعانی کی کتاب پر لیکچر دیا کرتا تھا۔

یہ آخر الذکر دونوں مشہور کتابیں، کوپرنیکس، گلیلیو اور کپلر کے اہم مآخذ میں شامل نہیں۔

یہاں میں خود کو معذور پاتا ہوں کہ متأخر مسلمان فلک شناسوں مثلاً نصیر الدین طوسی، قطب الدین شیرازی اور ابن شاطر سے کوپرنیکس کے متأثر ہونے کے مسئلے پر جملہ الفاظ کہوں۔ یہ مسئلہ گذشتہ بیس برس سے ماہرین علم فلک کے درمیان اہم ترین اختلافی مسائل میں شامل ہو گیا ہے۔ کوپرنیکس نے سیاروں کی حرکات سے متعلق علماء کے بعض نظریات اخذ کئے۔ اس خطے کی حدود میں رہنے والے کہ کوپرنیکس کے بعض اکتساب کی وضاحت بلاشبہ مشکل

ہوگی۔ ایسی کتاب،، تاریخ التراث العربی،، کی جہنی جلد کے مقدمہ میں میں ہے اس مسئلے کو واضح کرے کی کونش کی ہے۔ مختصراً یہ کہ چودھویں صدی عسوی کے دوران بحیرۃ اسود کے مشرقی ساحل پر واقع شہر طرابزون [TRABZON] میں نیز قسطنطنیہ میں ترجمے کے لئے ایک ایک مدرسہ قائم ہوا۔ ان دونوں مدرسوں کے علماء یورپ میں سے بھائیوں کی مدد کے لئے مدھی جوش کے تحت عالم اسلام میں رلف کی حائر والی تازہ نریں کتابوں کا ترجمہ کیا کرتے تھے۔

تاریخ عموم پر ایسی تحقیقات کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عالم اسلام سے لاطینیوں کے اکتساب کا مسئلہ اتنا پھیلاؤ رکھنا ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت مل کر بھی کئی دہائیوں میں اس کی وصاحت کرے پر قادر نہ ہو سکے گی۔

حوں جو انسان یورپ کے اصل مأخذ کی گہری تحقیق کرتا ہے اس کے ہاں یہ تصور قوت پکڑتا چلا جاتا ہے کہ وہاں کی نام نہاد تحریک احیاء اس بجے سے ازحد مشابہت رکھتی ہے جسے اس کے حقیقی باپ کے بحائے کسی اور کی طرف مسوب کر دیا گیا ہو۔



آثار علویہ * کی تاریخ میں مسلمانوں اور عربوں کا مقام

اس موضوع کا اسباب — جس سے آپ لوگوں کی کنجش نہ
واسطہ نہ رہا ہوگا۔ میں نے سننے کی ہے نہ یہ یک یسی حقیقی
مال سمجھی جاتی ہے جس سے بہت ہونے کہ تاریخ علوم کے بارے
میں، خصوصاً مسلمانوں کے حصے میں منعم، دور حاضر کی آراء میں
روحانیت نہیں ہیں۔ یہ کہ اس علمی ورے کی تحقیق پر توجہ
دہ ہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے اس راہ کو سلامی علوم کے حق
میں ہموار کیا جا سکتا ہے۔

یہ موضوع معمولی سے معمولی مطالعے پر توجہ سے بھی محروم
رہا ہے اور اس میں اس کو کہیں بابف ہوئی نہیں ہیں فلکات
کی کتابوں کے دہل میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس علم کے مؤرخین نے اس
کے بگ موضوعات پر بے سکی عمومی تاریخ پر متعدد محفدات
کی ہیں۔ عموماً وہ شار جہنی صدی قبل مسیح سے لے کر صہ
— لاء تک کے علم کے بول لے لے سے کرتے ہیں اور پھر بے موحیہ

کے بارے میں ، نیرھویں صدی عیسوی کے اختتام یعنی اس دور کے اوئل تک کے لئے سکوت اختیار کرتے ہیں جسے وہ احیائے علوم کا دور قرار دیتے ہیں ۔

دور حاضر میں کچھ ہی عرصہ قبل ، بعض علماء کو حسب رسائل احوں لکھا کا حرم ترجمہ مزہر کا موقع ملا تو انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ رسائل میں ایک فصل فضائے آسمانی میں واقع ہوئے واقع بعض امور سے متعلق ہے ۔ اسی طرح معروف عالم ویدیمان (E . Wiedemann) جس کی ساری علمی زندگی تاریخ علوم میں مستندوں کا مدد و نصیح کرنے کی کوشش میں بسر ہوئی ۔ نے بھی ایک مختصر مدللہ لکھا ہے جو آثار علویہ پر ان محسوسات سے متعلق ہے جو سیروبی کی کتاب .. لآثار آسمانیۃ عن افروں الخالیۃ .. میں اس کی نظر سے گزریں ۔ تاہم یہ سب چیزیں آثار علویہ کی تاریخ میں مسلسل سلسلہ کی مساعی کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر تصور مہیا کرنے کے لئے کافی نہ تھیں ۔

چہار نک .. آثار علویہ .. کی اصطلاح کا تعلق ہے سو یہ Meteorology کی عربی صورت ہے جس کا مفہوم ہے وہ اشیاء یا عبرات جس کی نمود زمین سے اوپر اور ہوتی ہے ۔ اس اصطلاح کا آغاز جونہی صدی قبل مسیح میں ہوا ۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ فلاسفہ یونان فضائے آسمانی میں وقوع پذیر ہونے والے مظاہر کی توضیح میں دل چسپی لیا کرتے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے ان کی مختلف توجہات پیش کی ہیں ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یونانیوں نے دیگر اقوام خصوصاً اہل بابل سے کس حد تک استفادہ کیا ۔ مگر اتنا ثابت ہے کہ قدیم ہی سے ان کی رسائی اہل بابل و مصر سے مقول بعض حیرت انگیز حقائق تک رہی جن میں کچھ سادہ سی فضائی معلومات

بھی شامل نہیں۔

یونانیوں کے ہاں اس موضوع پر پہلی مفصل کتاب، ارسطو کی کتاب „الآثار العلویہ (۱)“ ہے۔ اس میں اس کے متقدمین کے افکار کی جمع و ترتیب کی ہے۔ یہ امر لائق توجہ ہے کہ باعتبار ہمیشہ متقدمین کے افکار کی درجہ بندی کرنے ہوئے ارسطو کی رائے اکثر صائب رہی ہے۔ مؤرخین علوم کے ہاں یہ رائے غالب رہی ہے کہ آثار علویہ کا علم، ارسطو کے شاگرد تھیوفراسٹس (Theophrastus) کے ہاں یک اہم مرحلے میں داخل ہوا۔ اس قیاس کی اساس عربی زبان میں ہم تک پہنچنے والے بعض نثر باروں کی تاویل پر نہیں کیونکہ یونانی اصل نو ضائع ہو چکی تھی۔ عربی اور سریانی میں دریافت ہوئے والے کچھ ٹکڑوں پر تحقیق کی گئی اور بعض علماء کے ان سے بعض نتائج اخذ کئے۔

چار برس ہوئے رامپور (ہندوستان) میں [اس کتاب کے] عربی ترجمے کا واحد مکمل نسخہ میرے ہاتھ لگا۔ میں نے یہ دیکھ کر اس کا مطالعہ کیا کہ آثار علویہ کی تاریخ میں تھیوفراسٹس کی حیثیت سے متعلق جو قیاس آرنیاں کی گئیں، کچھ یاد رہیں۔ کھلا یہ کہ اس میدان میں بہت سالے سے کام آ رہا ہے۔ سر یہ کہ مضمر کتاب بعض عجیب و غریب موجبات و رد کے حوالے — شمول ان آراء کے جو خود تھیوفراسٹس کے ہیں — میں — بعض اس معروض پر فراہم کر کے کی گئیں ہیں جو حد تک اس کے دراصل یہ عرب ترجمہ کی کونہی فہم کے نسخہ میں جس کے، یوں موصوف، کتاب کو جہی طرح سمجھ رہے ہیں — کی بعض کر ڈی ہے۔

رہی مسلم علماء کی حسیّت جو اس کو، کماحقہ معلوم کریں

ہی ممکن نہیں رہا کیونکہ اس میدان میں ان کی زیادہ تر اہم کتب صانع ہو چکی ہیں مثلاً الکندی ، ابن الہیثم اور البروسی کی وہ کتابیں جس میں اس علم کے پیچیدہ مسائل پر بھرپور بحث کی گئی تھی ۔ چنانچہ ہم محصور ہیں کہ اسے اس خطے میں ان مخصوص رسائل پر جس کے موضوع آثار علویہ کے تحت تحت مسائل ہیں بہر مسموم سانس ۔ فلسفیوں کی ان راہ پر انحصار کریں جو ان کی کتابوں میں توسط آ گئی ہیں ۔

مسموموں کے ہاں اس علویہ کی تحقیق کے سلسلے میں ایک اہم دستاویز الکندی کے رسائل ہیں ۔ آثار علویہ پر الکندی کی اہم ترین عطا ، قانون اساطیر احجام ، (حجم میں پھیلاؤ کا قانون) ہے جس کی بنیاد پر اسے پھیلا عالم قرار دیا جا سکتا ہے جس نے اس علم کو اس قانون کی اساس فراہم کی ۔ حکمہ ہم دیکھتے ہیں کہ ارسطو اور اس سے قبل اور اس کے بعد کے لوگوں کے ہاں عدم آثار علویہ کی اساس زمین سے اوپر سورج کے اثر سے دو قسم کے بخارات تھیں تر بخارات اور خشک بخارات کے جدا ہونے کے تصور پر قائم تھی (۲) ۔ تر بخارات بارش ، برف اور اولوں وغیرہ کا مادہ تھے حکمہ خشک بخارات ہواؤں کا مادہ تھے ۔

الکندی نے مسانی احوال کی تشکیل کے ضمن میں ، قانون اساطیر احجام ، کو بنیادی اصول کی حیثیت دی ۔ بتائیں وہ ہمیں اس میدان میں جدید نظریات کا پیرو نظر آتا ہے ۔ اسے مخصوص اسلوب میں وہ اس قانون کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے ۔ (۳)

،، ہر جسم جو ٹھنڈا ہوتا ہے وہ سکڑ جاتا ہے اور ٹھنڈا ہونے سے قبل حتمی حکمہ گھیرنا تھا اس سے کم اسے درکار ہوتی ہے ۔ اور ہر جسم جو گرم ہوتا ہے وہ پھیلتا ہے اور گرم ہونے سے قبل حتمی حکمہ

کہ ہواؤں کے چلنے کی جو توضیح ارسطو نے پیش کی ہے وہ آپ کے سامنے بیان کر دوں تاکہ انکسڈی کے نظریات کی اہمیت کھل کر سامنے آسکے۔ ارسطو نے ہواؤں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے : عمودی ہوائیں اور افقی ہوائیں۔ اول الذکر اس کے خیال میں خشک بحار کے نہیں اور بلندی پر جا کر سردی سے ٹکرائے کے سبب پیدا ہوتی ہیں جس کے سبب سے یہ بخارات زمین کی طرف لوٹ آتی ہیں اور یہ حرکت عمودی ہواؤں کو جسم دیتی ہے۔ افقی ہوائیں اس کی رائے کے مطابق، کرہ ارض کے گرد موحود طیفہ ہوائی کی حرکت سے عذرب ہیں جو فلک افقی کے ساتھ کئی حرکت کی تابع ہیں۔ یہ عجب و غریب تصور بہت بڑے نصارت پر مستمل ہے۔ ایک محقق نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ، ارسطو خود بھی نہیں سمجھ سکا کہ اس نے یہاں کیا کہہ ہے۔۔

آئیے اب دیکھیں کہ انکسڈی ہواؤں کے چلنے کی کیا توجیہ کرتا ہے :
 ،،جب سورج شمالی چھکاؤ میں ہوتا ہے تو شمالی جانب کے مقامات گرم ہو جاتے ہیں اور جنوبی جانب کے مقامات سرد ہو جاتے ہیں۔ نتیجہً شمالی ہو سی حرارت کے باعث پھیلنے اور جنوب کی سمت روان ہوتی ہے کیونکہ جنوبی ہو سرد ہو جانے کے باعث سکڑ چکی ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ موسم گرما کی اکثر ہوائیں شمالی اور موسم سرد کی اکثر ہوائیں جنوبی ہوتی ہیں۔ بحرین صورتوں کے حوالہ پر [جی رہی] سبب سے پیش آتی ہیں۔ مثلاً ہدی بالوں کے مہاؤ، عارضی طعابیں، نہمے ہونے باقی، اور چوٹیوں کی بلندی کہ یہ ور سے ہی دیگر سبب ایسی وجوہ پیدا کرتے ہیں جن سے بخارات کا مہاؤ مختلف سمت احبار کر لیتا ہے اور نتیجہً، مقامات کی بلندی کے عذر سے، مختلف قسم کی ہوائیں رونما ہوتی

الکندی کا یہ نظریہ مکمل طور پر اس جدید نظریے سے ہمہ تن ہلکا ہے جو اٹھارھویں صدی عیسوی میں جارج ہیڈلی (George Hadley) اور ایمانوئل کانت (Immanuel Kant) سے منسوب کیا جاتا ہے۔

قانون ابسٹاٹ احجام ہی کی بنیاد پر الکندی اور بھی کئی فضائی تشکیلات کی وضاحت کے سلسلے میں ارسطو سے اختلاف رکھتا ہے مثلاً برف اور اولوں کا وجود میں آنا۔ میں یہاں اس کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں پاتا۔ مگر مناسب حیل کرتا ہوں کہ فضا میں بخارات کے بلند ہونے کی حدود کے سلسلے میں ارسطو کی رائے پر الکندی کی تنقید کا ذکر کرنا چلوں۔ ارسطو کا خیال تھا کہ طوفان ہوا کی بلندی سولہ (سٹاڈیون) یعنی تقریباً تین ہزار دو سو میٹر سے زائد نہیں ہوتی۔ اس پر الکندی یوں تبصرہ کرتا ہے :

.. فلسفی۔ [ارسطو] کو کیونکر علم ہوا کہ روزی زمین سے بخارات کا ارتفاع سولہ سٹاڈیا سے زائد نہیں ہوتا۔ میرے یہ کہ روزی زمین اور اس قریب ترین مقام کے درمیان۔ جہاں بخارات مسدود ہو کر مادل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ کس قدر فاصلہ ہے ۔

ارسطو کی آراء پر مافدائے بحث کے بعد وہ کہتا ہے ۔
.. جو کچھ ہم نے عرض کیا اس سے واضح ہو گیا کہ اس حد کا معین اندازہ نہیں ، جہاں پہنچنے پر بخارات کثیف ہو کر اس میں جانے ہیں ۔ بسا اوقات اس کے زمین سے قرب یا بلندی کے اعتبار سے کچھ دیریں عوامل رونما ہوتے ہیں ۔ چنانچہ وہ مقامات جہاں سرحد تک پہنچاؤ ہوتا ہے وہ بخارات کو گردش کی حرکت کا اثر قبول کرنے سے باز رکھتے ہیں ۔ الخ ۔

آثار عنوبہ پر الکندی کے ہاں جو اہم نکات ملتے ہیں ان میں سے

ایک وہ رائے ہے جو اس نے فضا میں نظر آنے والے لاجوردی رنگ کا سبب متعین کرنے کے سلسلے میں پیش کی۔ اس موضوع کی تاریخ پر ہمارے علم کے مطابق الکدی ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ رائے قائم کی کہ آسمان کا رنگ دراصل لاجوردی نہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :

.. فضا جو زمین کا احاطہ کرتے ہوئے ہے انر بدیر ہو کر ایک ہلکی سی روشنی دہے لگتی ہے جس کا سبب وہ زمینی ناری احرا ہیں جو اس حرارت کے باعث منتشر ہو جاتے ہیں جسے انہوں نے زمین سے انعکاس شعاع کے سبب قبول کیا ہوتا ہے۔ (چنانچہ) ہمارے سروں پر جو تاریک فضا ہے وہ صباغے ارضی و در ضباغے کوکبی کے امتزاج سے تاریکی اور احالے کے ہیں ایک رنگ میں نظر آنے لگتی ہے اور وہی یہ لاجوردی رنگ ہے۔۔

ناہم سائنس کی تاریخ میں یہ مذکور ہے کہ اٹلی کے لیونارڈو ڈوچی اور جرمن شاعر گوئٹے وہ دو شخص تھے جنہیں پہلے پہل یہ نوحیہ سوجھی۔ لیکن جب ہم الکدی کی وضاحت اور اس کی نوحیہ کا موازنہ ان دونوں کی آراء سے کرنے ہیں تو ہم دیکھنے لگے کہ الکدی کی رائے، جو سائنسی علم رکھتا ہے، ان دونوں سے زیادہ دقیق ہے جس میں سے ایک نے تو مصوّر کی نگاہ سے اس مظہر کو بیان کیا اور دوسرے نے شاعر کی نگاہ سے۔ اور ان تینوں میں جنہوں نے اس مظہر کی نوحہ سن کی، صرف الکدی ہی ایسا ہے جس نے اس کے مفہوم پر نظر ڈالی اور یہ رائے قائم کی کہ درمیانی فضا کی مقدار کثافت لاجوردی رنگ کے مدارج پر اثر انداز ہوتی ہے۔۔۔ مقدار پر مشاہدے سے پہلی بار بروکس (Brooks) نامی عالم نے، ایسویں صدی عری کے اوخر میں استعدہ کیا۔

ہکندی کی ایک مستقل رسالہ، مدوحررہ کے موضوع پر بھی ہے
 جو بیسویں صدی عیسوی سے پہلے کے دور میں مدوحرر کے مظہر
 کی سب سے بھرپور اور سب سے مکمل تصویر پیش کرتا ہے۔
 اس مظہر کی وضاحت کی تاریخ میں ہم یہ سننے ہیں کہ
 رتھوسٹینس (Arathostenes) یونانی اور سلیکوس (Seleukos) ماسی کے
 دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں یہ رنج قائم کی کہ مدوحرر کا
 کسی نہ کسی شکل میں جامد کی حرکات سے تعلق ہے۔ تاہم یہ دونوں
 اس مظہر کی توجیہ نہ کر سکے اور یہ گمان قائم کر لیا کہ جب کبھی
 جامد سمندر کے پاس سے گزرتا ہے، سمندر جیوں کی طرح اس میں لبتا
 ہے۔

جہاں تک ہکندی کا تعلق ہے سو وہ مدوحرر کی فضاء سے
 وقف ہے اور اس کو اس طرح بیان کرتے جس طرح وہ آہ ہادی
 موجودہ صدی میں معروف ہیں۔ تاہم اس سے یہ علم نہیں کہ اس سب
 جامد کی کشش ہے۔ شاید، قانون اسطیج احشاء کے زیر اثر ہونے کے
 باعث اس میں یہ توجیہ قائم کی کہ جامد فضاء زمینی سے گزرنے وقت
 حرارت پیدا کرتا ہے جو حرارت شمسی کے علاوہ ہوتی ہے۔ اس
 حرارت سے ہوا کی حباب بہت سے اور نتیجہ سمندر کی حباب جس کے
 پاس سے جامد گزرتا ہے، بھی بہل جاتا ہے۔

یہ بات معجزہ پر واضح ہو چکی ہے کہ نرموں صدی عیسوی کے
 لاطینی عالم رابرٹ گروسٹینس (Robertus Grosseteste) نے ہکندی کی
 کتاب دیکھی تھی اور اس سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا تھا۔ اور
 گروسٹینس کے زمانے ہی کو مدوحرر کے مظہر کی وہیں مفصل علمی
 مامندارک جاتا ہے۔ میر حال ہے کہ لکندی کی توجیہ گروسٹینس
 پر واضح نہیں ہو سکی، چنانچہ اس میں سے ایک عجیب و غریب

انداز میں سمجھا (دیکھئے میری کتاب تاریخ التراث العربی کی ساتویں جلد)۔

مسلمان علماء نے چاند کی کشش کے سبب سے مدوجزر کی توجیہ نک فوراً بعد کی صدیوں میں رسائی پائی۔ چنانچہ ایک گمنام مؤلف کا ایک رسالہ ہم نک پہنچا ہے جو مختلف آراء کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی رائے بھی پیش کرتا ہے جو چاند کی کشش کی بنیاد پر اس کی توجیہ کرتے ہیں۔ امکان یہ ہے کہ یہ رسالہ پانچویں صدی ہجری میں تالیف ہوا ہو۔ اس میں مؤلف نے کرۂ ارض پر مدوجزر کے اہم مقامات کے بارے میں بھی سائے ہیں۔

یہاں میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ آثار علویہ کے میدان میں مسلمانوں نے جن جن نتائج تک رسائی حاصل کی سب کو بیان کر دوں تاہم الکندی کے بعد کے بعض اہم نتائج کی طرف اشارے پر اکتفا کرتا ہوں۔

قابل ذکر امور میں سے ایک یہ ہے کہ البیریزی جو چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ہو گزرا ہے، پہلی بار بادلوں اور بخارات کی بلدی کی پیمائش کے لئے آلات وضع کرتا ہے اور یہ آثار علویہ کی تاریخ میں ایک بڑا مرحلہ ہے۔ چوتھی صدی ہی کے اواخر میں اوسهل الکوهی نے حساب لگنے کی کوشش کرتا ہے کہ شہاب کے گزرنے کی فاصلوں پر ہیں اور اس نوع کی تحقیق فضائی امور سے متعلق ہی تصور ہونی تھی۔

تاہم آثار علویہ کی تاریخ میں عربی کی اہم ترین کتاب، ابراہیم بن مسعود بن ثابت بن قرقہ کی کتاب، الاشارة عن الطریفة المنقرقة ہے۔ اس کی وقت چوتھی صدی ہجری کے واسطے میں ہونی جبکہ اس کی عمر ابھی چالیس برس کی بھی ہے نہیں۔ ریاضی

اور علم الفلک کے میدان میں اس نے حیرت انگیز دریافتیں کیں۔
 نصیب و تالیف کا آدراس نے اٹھارہ برس کی عمر ہی میں کر دیا
 تھا۔ سورج کی حرکات پر اس کی کتاب کا مطالعہ کرنے ہونے چاہیے
 محکمہ اس کتاب [الایمانہ] کی اہمیت کا احساس ہوا کیونکہ اس میں
 آثار علویہ پر ارسطو کی کتاب پر تنقید لائی گئی ہے۔ ارسطو پر اس
 کی تنقید کے بعض اقتداسات دیکھ لیں گے بعد میں اس کی اس
 کتاب کو عربی اسلامی ورثے کی ہم ترین گم گشتہ کڑیوں میں شمار
 کرنا ہوں۔ سب سے پہلے اس شدید تنقید کا ذکر مناسب ہو گا جو
 اس نے بیروان ارسطو پر ان لفظ میں کی ہے : ۱۸

..ان لوگوں کی مصیبت یہ ہے کہ یہ ارسطو کی تمام تر آراء کے
 دواع میں افراط سے کام لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں
 لعرش کا وجود ممکن نہیں حالانکہ انہیں علم ہے کہ ارسطو مجتہد
 ضرور تھا معصوم و مؤید نہ تھا۔ اور اجتہاد میں حواء کتنی ہی عرق
 ریزی کیوں نہ کی جائے بہر حال لعرش کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ یہ وہ
 مقدم ہے جہاں ان کی ہٹ دھرمی (۱۹) سے سکایت پیدا ہوتی ہے اور ان
 کے طور طریقے پر افسوس ہوتا ہے۔ بھئی وہ اسے اسے لئے درست
 سمجھتے ہیں کہ ارسطو کی کتاب الآثار العلویہ کی منشاء و کمال
 بیرونی کرتے رہیں۔

ارسطو کی کتاب پر اس کی تنقیدات میں سے صرف تین ہم تک
 پہنچی ہیں :

۱۔ پہلی بات جسے وہ سخت غلطی قرار دیتے ہیں ارسطو کی یہ
 رائے ہے کہ خط سرطان سے بیچے آدھی حتم ہو جاتی ہے اور اس سے
 آگے جنوب کی سمت اس کا وجود ممکن نہیں ۲۰ کیونکہ اس کے
 خیال کے مطابق شمال اور مغرب کی طرف یہ نہیں دیا جاتا۔

۲۔ دوسری بات پہاڑوں کی فضا میں بخارات کے وجود کی حدود سے متعلق ارسطو کی رائے ہے۔ (۱۱) اس سلسلے میں وہ کہتا ہے: (۱۲) „ارسطو کا خیال ہے کہ بخارات کوہ قافوس [Caucasus] تک بلند نہیں ہونے اور ہوائیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔ اس پر اس کا استدلال یہ ہے کہ وہ لکیریوں اور ہندسے جو قربانیوں اور ذبیحوں کی راکھ پر بنائے جاتے ہیں جوں کے توں باقی رہتے ہیں۔ نہ ہوائیں ان کو مٹاتی ہیں نہ بارش ختم کرتی ہے۔ [تاہم اس پر ہوا کی تاریکی کا کوئی ذکر نہیں کیا] حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو اس پہاڑ پر چلنے کا راستہ ہی نہ سوچنا اور نہ وہ سب کام ممکن رہتے جو وہ اپنی قدیم جاہلیت کے دور میں وہاں جا کر انجام دیتے تھے۔ پھر وہ اس تاریکی (۱۳) کا بیان بھی ضرور کیا کرتے کیونکہ یہ باقی باتوں سے بڑھ کر اجنبیہ کی چیز تھی بلکہ اس سے متعلق ایسی اساطیر گھڑ لیتے جو قربانی کے جانور لے کر اس پہاڑ پر جانے والوں اور پھر واپسی پر ان سے [وہاں کے احوال] سسے والوں کے عقائد کو تقویت پہنچاتیں۔“

۳۔ تیسری بات جو میرے خیال میں اس کا سب سے اہم اعتراض ہے اس اصول کے رد میں ہے جس پر یونانی اور بہت سے مسلمان علماء بھی یہ صرف آثار علویہ کے میدان میں بلکہ طبیعیات کے سلسلے میں بھی یقین رکھتے تھے۔ یہ اصول اہل یونان کے ہاں (Antiperistasis) کہلاتا تھا (۱۵)۔ الکندی کے الفاظ میں یہ اصول „متضاد عوامل مثلاً ظاہر و باطن کی کیفیات کی تقسیم“ سے عبارت ہے۔ مراد یہ کہ حرارت اسے آب کو آس ناس کی برودت کے مقابلے میں سمیٹ کر رکھتی ہے۔ اور اس کے اثر سے خود کو گھنٹے نہیں دیتی اور اسی طرح بالعکس۔ ارسطو بہت سے فضائی مظاہر کی توجیہ اسی اصول کی سیاد پر کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ارسطو کی رائے میں

موسم گرما کی مارس گرم بحررب کے سن برودت سے نکلنے کے
 سبب ہوتی ہے جو گرم ہو میں محسوس ہوتی ہے۔ لکھنؤ اور بعض
 دوسرے مسلمان علماء مثلاً اس الفہم اسی قضائی مظہر کی توجہ
 یوں کرتے ہیں کہ گرم بحررب فصا میں سرد ہو سے نکلنے میں جس
 کے سبب میں گرم بحررب کے حصہ سے نکلنے کے اور یہی توجہ وہ
 سن سلسلے میں پیش کرتے تھے کہ موسم گرما میں مصر اور حریرہ
 عرب میں برس کم کیوں ہوتی ہے اور ہندوستان میں زیادہ کیوں ہوتی
 ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ ہندوستان میں موسم گرما
 کی برسات کی وجہ اس الفہم کے ہیں کی ہے وہ موجودہ دور کی
 توجہ سے کامل مطابقت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ اس کے سبب بحرہند
 سے آئے دایہ بحاراب کی کثرت کے اس سبب ہو سے نکلنے کے جو
 سورج کے شمالی جھکاؤ کے باعث بہت کرادھر رہی ہوتی ہے۔

یہ اصول .. حوالا سراب۔ [یہ حاسوں کی فصا کے علوم سے
 چوتھی صدی ہجری میں علماء کے ہاں موضوع اختلاف بنا رہا۔ ہم
 دیکھتے ہیں کہ ابراہیم بن سنان ارسطو کے اصول کو تحریر کی بنیاد
 پر یوں رد کرتا ہے : (۱۶۱)

۸۱ .. اور میں نے دو مہوی اور مہم مشاہیر برتنوں میں اس حد
 تک ٹھنڈے اور گرم سادہ باسی کی ۔ یکساں مقدار ڈالی جسے چھوٹے
 سے تکلیف محسوس نہ ہو۔ پھر دونوں کو بیک وقت حبس کیا ۱۸۸ ہوا کے
 سامنے رکھا ۔ سو ٹھنڈے باسی کی سطح ہم گئی جبکہ گرم باسی میں
 ہور گرمی کی کچھ رقی نہ ہوئی ۔ میں نے اس بحریرہ کو دھریا
 اور گرم باسی کو خوب کھولا ل ۱۱۹۔ سبب ٹھنڈے باسی ہم گیا ۔ جبکہ
 گرم باسی ہور بہتے بحریرہ وچ درجہ حرارت تک بھی نہیں آیا تھا ۔
 علاوہ اس نہ حاسوں کی فصا کے برس میں اس کی بہ رائے ہے کہ

وہ موسم گرما کی نسبت موسم سرما میں زیادہ گرم ہوتی ہے۔ برعکس، حالانکہ دونوں موسموں میں موم یا بگھلی ہوئی چربی کے وہاں کی فضا میں جم جائے کی مدت کا تجربہ اور پھر اس بات کا ریکارڈ کہ جسم سے متصل لباس ۲۰۱ کی وہ کم سے کم مقدار کیا ہے جس سے دونوں ۱۹۱ موسموں میں وہاں پر جسم موسم کی شدت سے بس محفوظ رہ سکے، ان کی رائے کو غلط ثابت کرنا ہے اور اسی رائے کی تصدیق کرتا ہے کہ گرمی اور سردی ہوا کو لاحق ہونے والی دو کیفیتیں ہیں۔ پھر یہ کہ ہوا کا جو حصہ زمین کی بیرونی سطح سے متصل ہوتا ہے وہ ان دونوں کیفیتوں سے زیادہ متاثر ہوتا ہے نسبت اس حصے کے جو سطح زمین سے دور ہوتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ارسطو کے معنفدین میں سے ایک فاضل شخص نے مجھ سے کہا: ”اگر اسے درست مان لیا جائے تو کیا ۱۲۱ ہمارے تمام علوم طبیعیات ناقص نہ قرار پائیں گے؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر ناقص ٹھہریں گے تو وہ اصول ٹھہریں گے جن پر تم نے عمارت اٹھائی ہے اور جو چیز حقیقت پر مبنی نہیں اس کے علم کو ”علم“ کہا ہی درست نہیں۔“

مدرجہ بالا بحث کے تسلسل میں میں یہاں ایک شعاعی مسئلے کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا جو (Meteorology) کے دائرے میں زیر بحث آتا رہا ہے۔ یہی روشنی کی رفتار کا مسئلہ۔ علمائے یونان آسمانی بجلی اور گرج کی رفتار پر بحث کیا کرتے تھے اور اس ضمن میں بار بار یہ کہنے لگتے تھے کہ روشنی کے محسوس ہونے میں وقت صرف نہیں ہوتا جسکے آثار کے محسوس ہونے میں وقت لگتا ہے۔ مسلمان علماء بھی اسی رائے کے قائل تھے جن میں ابن سینا بھی شامل ہے۔ لیکن ابن الہشام نے پہلی بار یہ لکھا کہ روشنی کی رفتار بھی محدود ہے اور سر ”بر رمان“ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اخر میں اس اہم توضیح کا ذکر کرنا چاہوں گے جو مسلمان علماء
 پر ہالہ اور فوس فرج کے پیدا ہونے کی توجیہ میں پیش کی۔ اس
 صحن میں یہوں پر حیرت کی تانیع تک رسائی حاصل کی۔ یہاں
 کی مقبیل میں حاد ممکن نہ ہو گ صرف حمالاً ان کی ذکر کروں گے۔
 ان کی دریافتوں کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہو گ کہ ہم
 یہ بھی جاننے ہوں کہ یونانیوں ماحصوص ارسطو ور اس کے شاگرد
 تھیوفرسٹس کے تصور ت کیا تھے۔ ان کے ہاں نقطہ اعار یہ تہا کہ
 آنکھ سے نکلتے والی بصری شعاع مادل تک اور پھر معکس ہو کر
 جامد ور سورج تک پہنچتی ہے گویا اس مسننے کی وضاحت میں
 ارسطو صرف طور پر یہ کہتہ تہا کہ مادل کے زمین سے فاصدہ اتنا
 می ہے جتنا جامد ور سورج سے ہے ۲۴۔ ہالہ سے کے سلسلے میں
 جیوفرسٹس کے تصور یہ تہا کہ جامد سی روسی کی موحود ہوں سے
 گرد موحود مادل اور کھڑکے ساتھ دور ہٹ جاتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مسلمان علماء پر یہ سمجھ
 لیا کہ جیروں کا نظرا ان جیروں سے آئے والی شعاع کے آنکھ میں
 داخل ہونے کے سب سے ہوا ہے ور سی ساس پر وہ ہالہ اور فوس
 فرج کے پیدا ہونے کو زیر بحث لاتے تہر۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی
 توضیحات کا رتہ بالآخر سببیں صدی ہجری کے کمال الدین
 الحارسی کی شخصیت میں اس صحیح حل تک پہنچ گیا جو
 فرانسسی علم ڈسکارٹ (Descartes) کے ہاں سترھویں صدی
 عسوی میں نظر آئے۔ جیسی یہ کہ فوس فرج فصائے جامد میں
 موحود نظروں میں شعاع کے یک یا دو پڑونے کی نتیجہ ہے ور رنگ
 اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

ہواشی از مترجم

۱۔ رسلو کی یہ کتاب چار محضر حصوں میں منقسم ہے۔ عبارت کے لئے دیکھیے

Sarton George, Introduction to the History of Science,
Washington, 1950-53, 1/333.

"Meteorology" کے حوالے سے اس کے مکمل انگریزی ترجمے کے لئے دیکھئے

Great Books of the Western World, (Britannica Great
Books), Chief Ed. Hutchins R.M., Encyc. Brit.
Inc. 1952, 8/445-494 (tr. by E.W. Webster)

نوٹ :

۱۔ جوہی میں اس انگریزی ترجمے کے حوالے کے لئے صرف "Meteorology" رسلو استعمال ہوگا۔

۲۔ دیکھئے ارسطو، Meteorology، ص ۳۶۲

۳۔ قطع میں مباحثات کے حوالے سمجھا نہیں گئے تھے اور لکھدی کے طبع میں یہ کتاب کی بار
ہی مذکور ہیں لہذا اس تک زمانی عبارتے لئے ممکن نہ ہو سکی۔

Appolonius of Tyana سے منسوب کتاب

Book of Causes (or Secret of the Creation)

مراد ہے۔ دیکھیے

Dictionary of Scientific Biography, American Council of
of Learned Societies, Chief Ed. C.C. Gillispie,
New York, 1981, 7/41, 13/407.

۵۔ دیکھیے ارسطو Meteorology ص ۳۵۲۔

۶۔ حیرت (Wind) کے معنی ہو، ۸۲، اس کتاب کے طبع میں ملاحظہ ہو
ارسطو، Meteorology، ص ۳۵۵، ۳۶۵۔

۷۔ مطبوعہ عبارت میں تصحیف ہے اور اصل حصے میں اس کی اصلاح کی ہے۔ دیکھیے
اردو ترجمہ، کتاب میں حیرت لکھی ہے اور بطور تصحیف اس کے لئے
۱۳۱۶ھ / ۱۹۹۸ء ص ۵۶۔

نوٹ

۸۔ جوہی میں اس کتاب کے حوالے کے لئے صرف حیرت لکھی ہے۔ سمجھو ہوگے۔

۹۔ حیرت کے معنی میں حیرت لکھی جگہ غلطی ہوئی رکھی ہے۔

۱۰۔ مطبوعہ میں اردو موضع سیکہ ۱۰۷۵ ہے۔ قطع میں چاروں موضع سیکہ ۱۰۷۵
گاہے۔ اردو عبارت میں اس کے کچھ مفہوم ہیں ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۳۲، ۲۰۳۳، ۲۰۳۴، ۲۰۳۵، ۲۰۳۶، ۲۰۳۷، ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۲۰۴۰، ۲۰۴۱، ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۲۰۴۴، ۲۰۴۵، ۲۰۴۶، ۲۰۴۷، ۲۰۴۸، ۲۰۴۹، ۲۰۵۰، ۲۰۵۱، ۲۰۵۲، ۲۰۵۳، ۲۰۵۴، ۲۰۵۵، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، ۲۰۵۸، ۲۰۵۹، ۲۰۶۰، ۲۰۶۱، ۲۰۶۲، ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ۲۰۶۵، ۲۰۶۶، ۲۰۶۷، ۲۰۶۸، ۲۰۶۹، ۲۰۷۰، ۲۰۷۱، ۲۰۷۲، ۲۰۷۳، ۲۰۷۴، ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸، ۲۰۷۹، ۲۰۸۰، ۲۰۸۱، ۲۰۸۲، ۲۰۸۳، ۲۰۸۴، ۲۰۸۵، ۲۰۸۶، ۲۰۸۷، ۲۰۸۸، ۲۰۸۹، ۲۰۹۰، ۲۰۹۱، ۲۰۹۲، ۲۰۹۳، ۲۰۹۴، ۲۰۹۵، ۲۰۹۶، ۲۰۹۷، ۲۰۹۸، ۲۰۹۹، ۲۱۰۰، ۲۱۰۱، ۲۱۰۲، ۲۱۰۳، ۲۱۰۴، ۲۱۰۵، ۲۱۰۶، ۲۱۰۷، ۲۱۰۸، ۲۱۰۹، ۲۱۱۰، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۴، ۲۱۱۵، ۲۱۱۶، ۲۱۱۷، ۲۱۱۸، ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، ۲۱۲۲، ۲۱۲۳، ۲۱۲۴، ۲۱۲۵، ۲۱۲۶، ۲۱۲۷، ۲۱۲۸، ۲۱۲۹، ۲۱۳۰، ۲۱۳۱، ۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۴، ۲۱۳۵، ۲۱۳۶، ۲۱۳۷، ۲۱۳۸، ۲۱۳۹، ۲۱۴۰، ۲۱۴۱، ۲۱۴۲، ۲۱۴۳، ۲۱۴۴، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۲۱۴۷، ۲۱۴۸، ۲۱۴۹، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۱۵۴، ۲۱۵۵، ۲۱۵۶، ۲۱۵۷، ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، ۲۱۶۰، ۲۱۶۱، ۲۱۶۲، ۲۱۶۳، ۲۱۶۴، ۲۱۶۵، ۲۱۶۶، ۲۱۶۷، ۲۱۶۸، ۲۱۶۹، ۲۱۷۰، ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۷۳، ۲۱۷۴، ۲

قرآنیات

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک آج

پیش رہا ہے کہ اس سے میرا



قریباً: ۱۱۰ سال کے بعد ان کی ۱۳ سو سال وحدت میں تھوکانو و مر
سید، سندھ میں بڑا تھا، میں ایک تھوکانو ڈاکٹر احمد اللہ نے بھی پیش کیا تھا۔ وہ بنی تھا
پیش خدمت ہے۔ ڈاکٹر سید کی سس کا مقصد یہ تھا کہ میں نے موسیٰ پر صحت کیا ہے۔
امید ہے کہ یہی ہے پڑھایا جائے گا۔

ایمانی دوس کے ہستیانی مسلمان

قرنِ پانچ کے ترقی



بکن کے علاقوں میں اس سلسلے میں جس سے بالآخر شکر چارج کا تعلق ہے ایک شخص یا مثن چارج
 (Sahibzada) ہوا ہے۔ شکر چارج کے زمانے پر اگر قیاس کریں تو یا مثن چارج کو پہلی صدی ہجری رساوی مہدی مہدی
 کا آدمی مانا ہوگا۔ کل زبان میں اس کا نام آرڈو (Ardu) ہے یعنی وہ جو حفاظت کے لیے شرف رکھتا
 ہے۔ شکر چارج مسلمان تھا۔ اس شخص کے ظہور کے بارے میں گورایت مشہور
 ہے۔ سبھی مہاشائی کے قول کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یا مثن چارج وہی وہ شخص ہے جس سے بھکتی کے تصور کی ابتدا
 ہوئی ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ مہذت ان میں آئے۔ بعد میں مسلمان بزرگوں سے یہ طریقہ بنا کر پھار ہوا
 اور ریافت کے عاملوں میں بھی ایسی صورت اختیار کی کہ جیسے جو یہاں کے ماحول اور ماحول سے مطابقت ہو اور عزت
 کا جس پر پناہ ہو۔ یہاں کے عوام کے یہ وہ سے زیادہ سے قریب تھے۔ وہ ان کے بانوں کو بعد از قبول کر لیا
 اس طرح اسلامی عقائد و تعلیمات بالواسطہ طریق پر تدریجاً رواج پاتے رہے۔ ابتدائی دور کے مسلمانوں کی بے بسی
 و اندازاری نے انھیں بھکتی یعنی نیا مہدی عشق کے طریقہ کو جو خالق کو کائنات تک رسائی کے ذریعے ذات میں نماز و دعا
 کا عمل تھا اختیار کر لینے کی تحریک کی تھی۔ یا مثن چارج کے بعد یہ طریقہ سلسلہ شالی ہند میں بھی پہنچا۔ مہاشائی
 میں ان کے ناموں کی سیمیا یا عقادہ برہمن تھے اور خود اس طریقہ کو اپنے مخصوص حق و قدر کے مطابق دھارم یا خدا
 تمنا ہند کے بتائی زمانے کے مسلمان صوفی بزرگوں نے بھی عشق کے رستے کو اختیار کیا تھا۔ ورنہ
 کہ مشرب یا مسحر کے طریقے مطبعت رکھتے تھے۔ اسی لیے بہا کی زبان میں وہ صوفی بھکت کہتے۔ یہاں
 کے مشہور و نامور مہاشائی نے بہا کی زبان سے تہذیب و انسانیت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ بتایا گیا ہے کہ حضرت
 معین الدین چشتی قادیانی نے بہا کی زبان میں مہاشائی کے گائے جانے کی اجازت دی۔ اہم
 میں تہذیب عرب کے موقع پر اسٹی (Sahibzada) اسی ہند کی حمد کے گائے کار و راج چلا آتا ہے۔ عالمگیر درگاہ
 کے عہد کے بہا کی زبان میں مہاشائی کی ابتدا کا سلسلہ بھی حضرت خواجہ ربیعہ جری سے ہی جوڑا ہے۔ ان کے بعد
 دو تہذیب کے کہہ کر دیو اللہ عبادت میں عربی تکلم کر دے۔ نیز آج کل دیو اللہ در ملک عرب مخصوص نہ ہو۔
 پس ہر ملک کے بودہ زبان اس ملک کے بکار ہوئے۔ اندر وہ چل کر کہیں گئے۔ دیو اللہ زبان ہندی تکلم کر دے۔ نیز آج
 اور زمین دیو اللہ قطب القادسی خواجہ بزرگ معین الحق والدین کی زبان سے گائے کہ دیو زبان مکن فرمودہ

- باتر کر دے کہ وہی مہاشائی کے نام ہیں جو مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔
 قریب مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔
 کہ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔ مہاشائی کے نام ہیں۔

نہ ہوں میں سے۔ مگر جو بد پشتوں کے ترجمہ نہیں ہیں، دنیا میں بولی جانے والی کتنی ہی دوزخیں بھی ہوں گی جن سے ترجمہ اس
ذخیرے کی درست نہیں بن سکے ہیں۔

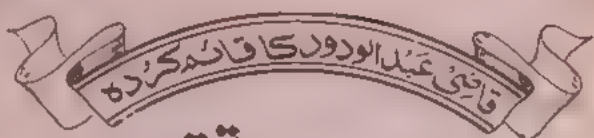
آخر میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ اور ترجمہ کا تفسیر کا جو حق مسلمانوں سے تھا، یہاں تک پہنچا ہے۔
اس ایک کام میں غیر مسلموں نے بھی حصہ لیا ہے۔ جس عیسائی پادریوں اور مسلمانوں نے ترجمہ کیا اس میں، پادری
احمد پادری علی بخش پادری وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ عیسائی پادریوں کا ساتھ دینا بدعتِ سابقہ ترجمہ و تفسیر
کا وہ حصہ ہے جو تفسیرِ ہندی میں ۱۸۴۲ء میں چھپا تھا۔ جو پادری اس کام کو کتنا ہی پسند کرے، یہ چھپنے سے شرم
کسی جرم کا ترجمہ کیا نہیں جے علی بخش، پادری احمد سلطان محمد خاں پادری کا، آیا ہے۔

ہندو مت میں کھلیا لانا محمد زری نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ ابلاغ، دہلی ص ۱۸۲۱ء میں چھپوایا تھا۔ اس مقام پر یہ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر سنسکرت زبان میں بھی قرآن پاک کا ترجمہ کیا جائے گا،
سیکسٹریکٹ کرمانی کی نگاہ میں اس میں عیسویوں کے اور سب سے زیادہ ترشہ جوش ملی
ایک مرد و عورت نے قرآن مجید کو ترجمہ کیا ہے اور یہ، سنسکرت میں اس کتاب میں قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ یہاں تک کہ
اس سے پہلے سنسکرت میں قرآن مجید کے ۵۰۵ میں قرآن مجید کو بنگالی میں بھی ترجمہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ وہ سنسکرت
میں ترجمہ کیا، مولانا عباس علی بنایا گیا ہے۔

تیسرا ترجمہ یہ ہے کہ اس ایک کام کے لیے پشہ ہندی میں پوری زبان کو دیت حاصل ہے۔ اس ترجمہ
کی خامیوں، کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے محمد قاسم صاحب نامی ایک مسلمان، نے اس کام کو زبردستی دوزخ کا ترجمہ
حیدرآباد سے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا۔

اب چونکہ یہ گیا اس سے یہ بات بخوبی مرے کہ اس آواز میں پڑھنے پر ہم سب نے اپنی غلطیوں سے اپنے
دونوں اور مکر و نیرے جس کتاب کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی ہے وہ وہ کتاب ہے جس میں خود بخود
نے یہ فرمایا ہے کہ قدرِ نعمتِ دیکھو ۵

قرآن پاک کے اردو ترجمہ اور تفسیر کے لیے جو مسلمانوں نے کوشش کی، ان میں سے ۱۹۱۱ء میں ۱۰۰
تقریباً ۱۰۰ مسلمانوں نے مسلمانوں کے لیے قرآن پاک کے اردو ترجمہ کی کوشش کی۔ ان میں سے ۱۰۰
کے کہ جس میں مسلمانوں نے قرآن پاک کے اردو ترجمہ کی کوشش کی، ان میں سے ۱۰۰
مسلمانوں نے قرآن پاک کے اردو ترجمہ کی کوشش کی۔ ان میں سے ۱۰۰



ادارہ تحقیقات اردو کا علمی و تحقیقی مجلہ



اردو کے تحقیقی مقالوں کا حقیقی و تنقیدی جائزہ شہود معروضات دین و محققین کے قلم سے

تقریباً ایک ہزار صفحات



دھاتی سوپے میں

خدا بخش اور نیٹل پبلک لائبریری پٹنہ



خزانہ (Plazzo) اپنے اردو۔ انگریزی لغت میں (ص ۴۰۹) لفظ 'خزانہ' کے معنی ذخیرہ، گھر، حالت گھر۔ یا خزانہ لکھا ہے۔ عددہ اردی 'خزانہ' اس لفظ کو ذرا ہی بتایا گیا ہے۔ بلکہ یہ معانی اس لفظ کا بازاری تلفظ 'خزانہ' ہو، بہت سے لکھنے والے نے نہ سمجھا، کیونکہ عربی میں لفظ 'خزان' ہے جس کے 'ن' کی جگہ کے ہیں۔ عربی لفظ 'خزان' سے اگر عربی میں خزانہ میں جاتا تو یہ لفظ جدید ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ نہیں ہے کیونکہ عربی میں اس لفظ کا مستعمل ہے، ہر حال ہندوستان میں۔ مستند لفظ 'خزانہ' اس طرح مستعمل ہے جس سے اس کا دوسرا تلفظ ہی نہیں ہے۔ آت میں یہ لفظ صاف طور سے 'خزانہ' ہے۔

(سورہ ۴-۱۵۰، ۱۱-۱۳، ۵۰-۵۱) عبد الباقی صفت علی ایضاً ترجمہ میں، حصہ ۲، ص ۴۴، فٹ نوٹ (نمبر ۱۹۵) میں لکھتے ہیں۔ *Khazain* حریف کے معنی حالت گھر اور یہ کہ بتائیں ہیں جس قیمتی چیز میں جمع کی باتیں درج ذیل کے وقت تقسیم کا بتا رہے ہیں۔ یہ مفہوم درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ بنیادی طور سے لفظ کے معنی ہیں خزانہ گھر۔

لفظوں کو زیادہ معلوم کرنے کے لئے درج ذیل عناصر میں وقتہ جب: ریخ، ٹی، فاموش، و: *Synthetic method* ترکیبی طریقہ کار جو ممکن ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ (خزانہ) کے ذریعہ شارح معنی *Connotative meaning* دریافت کرے خزانہ کے بنیادی معنی حالت گھر: (To go) سے بھی کچھ مفہوم نکالے گا۔ یہ کہتے ہیں جیسے، *Pinson* (پینسن) ذخیرہ، ذخیرہ، *Lahschia* (لاشیا) ابی گمری۔ معنی لغت میں (ص ۶۴) 'To' ang کے معنی حالت کا ذخیرہ گھر *Store-house* اور کس 'ذخیرہ گھر' کے معنی 'Ho - To' ang' استعمال کرتا ہے۔ (دیکھئے *Pinson*) اس کے لئے چینی زبان میں اور مسکے لفظ ہیں جس میں ایک لفظ 'Na' ang' بھی ہے

(*Na' ang*) - (*Ho - To' ang*) کے معنی، ہتھکڑی کے لغت میں 'ایضاً کا ذخیرہ' گھر، ہوتے ہیں (دیکھئے *Na' ang*) کے حریف کے مطابق 'Ho' ang'، 'Au' ang' بتایا گیا ہے۔ تاہم (ملاحظہ فرمائیے) کے چینی گمری لغت میں (نمبر ۵۳۲) اس کے معنی 'ایضاً یا زبور' ہوتے ہیں، دوسرے لفظ 'Ts' ang' گمری کے لغت میں (نمبر ۱۱۵۹) 'Ts' ang' کی تفسیر میں لکھا ہے: 'جو جس کے معنی 'گھر' ہوتے ہیں۔ لاشیا کا استعمال کر کے لفظ 'Ho - To' ang' گمری کے لغت میں لکھی گئی ہے اور اس کے معنی 'ریخ' گھر ہونے ہیں۔ *Soch'ia and* سوچان بولی میں اس لفظ کا تلفظ *Ho - To' ang*

الغزوات ابو بکر و علی

• مناقب ابو بکر بنی ہاشمی

• مناقب علی بن ابی طالب

تصنیف: مولانا محمد رفیع

مصحف: مولانا محمد رفیع



پھر یہ کہ اس کے لئے یہاں پر ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر حکومت کی تیسری قسم کی سند ہے
 کہ تیسری قسم کی سند ہے کہ یہاں پر ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر حکومت کی تیسری قسم کی سند ہے
 دیکھتے ہیں کہ اس کے لئے یہاں پر ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر حکومت کی تیسری قسم کی سند ہے
 یہاں پر ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر حکومت کی تیسری قسم کی سند ہے

مذہب میں جو کچھ ہے وہ اس کے لیے ہے۔ اس کے لیے ہے جو اس کے لیے ہے۔ اس کے لیے ہے جو اس کے لیے ہے۔

یہاں پر مشرقی شہرہ آفاق چھوٹی گاؤں۔ ٹوبہ جہاں،۔ بیلہری، سکر
 جہاں کوئی چہ۔

تصنيف: علامات تحشيرية

ترجمہ : اعشام الحسن کاندھلوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت علیؑ کے مناقب حضرت ابو بکرؓ کی زبانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حضرت علیؓ کی چہرہ کو دیکھ کر نے غصے میں نے عرض کیا ”آپ! آپ اگر علیؓ کے جبرے کو کیوں دیکھتے ہیں؟“ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ”یہی میں سے رسول اللہ علیہ السلام سے سنا ہے آپؓ فرمایا علیؓ کے جبرہ کی حروف دیکھنا عبادت ہے۔“

حضرت جنتی من جازہ ہوتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
نے فرمایا جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کر دیا ہو اسے کفر سے محفوظ رکھنا۔
ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا اے حبیبہؓ تمہیں اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے
تین منکر کچھ روک دینے کا وعدہ فرمایا تھا آپ صحت علی کو لوگوں سے روک دیا۔ وہ کس شخص سے
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت میں کسی کو روک دیا خدا فرمایا تھا تم کو تین منکر روک دے۔
جنتی کہتے ہیں جب جنت میں آئیں گے تو کچھ روک دینے کے واسطے فرمایا ان کو سہارہ دینا۔
منکر میں ہا کہ میرے پاس کچھ روک دینے سے بہتر ہے ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا صدق اللہ بولنا
راستہ خدا اس کے رسول سے فرمایا۔

بھرت کی شب جب بھونڈے سے نکل رہے تھے : درمیان کا راز تھا " جو کہ
میرا اصل کا ہاتھ شرمیں بڑھ رہے :"

حضرت زید بن شیبہ بیان کرے گی کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نہ دیا میں سیدنا
 میں نے یہی کہہ دیجھا حضور ہندس نے خبر لے لیا کہ ان سے شک ہو گیا کہ کچھ ہے موت
 میں دفن فرمیں دعوت ہی حضرت نے علم احسن کو جس میں تھے درجہ اولیٰ اور دوسرے
 زید بن شیبہ ان میں خیر سے متوجہ رکھے میں اس کے حق میں علیؑ مجھ میں نہ جو راست

حضرت زوالیٰ بن سبرہ ہالی کہتے ہیں کہ ہم نے ایک روز حضرت علیؑ کو ہشتاقت شہنشاہ
یا کر عمن کیا کہ امیر المومنین اپنے اصحاب کے واقعات بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب (ساتھی) میرے بھی اصحاب ہیں۔

ہم نے عرض کیا اپنے مخصوص دوستوں کے واقعات بیان کیجئے۔
آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی میرا خصوصی دوست تھا۔
ہم نے مکر عمن کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حالات بیان
کیجئے۔

آپ نے فرمایا کہ تم میرے سے نام لے کر دریافت کرو۔
ہم نے عرض کیا حضرت ابو بکر صدیق کے حالات بیان فرمائیے۔
آپ نے فرمایا یہ جہتہی میں جن کا حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صدیق لقب رکھا۔ اور نماز کی امامت
کے لئے رسول اللہ کا نائب بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہماری دینی امامت
کے لئے پسند فرمایا اسی لئے ہم نے ان کو اپنی زنیوی امامت کے لئے منتخب کر لیا۔

حضرت جبریل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ و حجۃ ادا
کر کے مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق کو امیر حج نہ کر کے مکہ مکرمہ
روانا فرمایا میں بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا جب ہم موضع بئر جحہ پہنچے اور آپ کو بھیج کی نماز
کی اطلاع دی گئی۔ آپ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اچانک حضورؐ کے پیچھے سے
اڑتی کی آواز سنائی دی آپ نماز پڑھانے سے ٹک گئے اور فرمایا میں ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
اڑتی جودار کی آواز ہے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کا ارادہ ہو گیا ہو اور
آپ تشریف لے رہے ہوں تو یہ میری ہی خبر ہے کہ ہمراہ نماز ادا کریں گے۔ دیکھو یہ کسی رسی تھی کہ
حضرت علیؑ ہیچ نہ تھے حضرت ابو بکر نے ان سے دریافت کیا تم میرا کر بیٹھے تھے یہ شخص صدوق
حضرت علیؑ نے فرمایا امیر نہیں بلکہ امام ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات
برابر نہ کر کے مجھ پر انعام کیا جو ان لوگوں کی تہ کو کھتا ہوں۔ ہر کہ مکرمہ
پہنچے جب چھٹی دی الحجہ ہوئی تو حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں احکام حج
بین فرمائے جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور سورہ براءت

حضرت علیؑ کے لئے ہوئے بیٹھے تھے ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھے اندھا بنا کر تو فرشتے نے ہوت مذہب و مقلد کے کہیں سے تھے اور میر خاں ہے کہ تو خدا کا امت دار ہے۔

میں نے جواب دیا "ہاں"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "کون حق تعالیٰ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے اگلی تل کر دیتا کہ تک جو بیکہ خود سے چار ماٹوں میں گرہ ہوئے تھے جن کو میں نہیں دیکھتا اور ان سے موتیوں اور عماموں کا بھول سہا سہی سہا صلیب کی ہمراہ ہجرت اور نماز کی رفاقت اور نماز کو... مسلمانوں کی مسرت، ان سب میں حضرت علیؑ کی خدمت مسرت ہے گئے۔" یہ کہہ کر حضرت علیؑ نے فرمایا: "میں نے اس وقت اپنے دین کو رکھ دیا کہ کلمہ گھڑی کو چاہ کر لیتے تھے۔ وہ میں اس وقت اپنے دین کو چھپاتا تھا قریش مجھے حق تعالیٰ سے تھے۔ وہ ان کی عزت کرتے تھے۔"

کہ حضرت ابوبکرؓ کی اور مذہب کی سرکوبی سے درگزر کرنے تو ہمیشہ ہمچید گئیں۔ یوں رہیں۔ یہ لوگ اہل علم سے غایت کی عزت ہے۔ حضرت علیؑ سے محبت ہو جاتے۔ حق تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو مسلمانوں کو فرمانے والوں کو میر سلام پہنچائے۔

پھر دیا کوئی شخص مجھے حضرت ابوبکرؓ پر فوقیت نہ دے۔ ورنہ میں اس کو سزا دوں گا۔ اور اس پر مغتری کی حد جاری کروں گا۔

حضرت محمدؐ جمعہ کے دن میں آئے امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: "ابو بکر صدیقؓ ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کے وقت اس کے سو کسی سے مدد نہیں چاہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو حضرت ابوبکرؓ کے گھر تہ عین لے گئے اور اس کی یاد مبارک اور ذکر کر لیتے گئے، اس کے کہ حضرت علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ رات کے بعد لا رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکرؓ کے گھر آ کر رہو، میں تم کو آگے لے گا۔" یہ کہہ کر وہی جا بھر رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری رہے جوئے، ہر تہ لے لائے جو دیگرے سے اور... سے۔" کہتے تھے انہوں نے آپ کو دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیت

وَالْحَقُّ فِيهِمْ مِنْ أَنْ يَنْتَهِي

اور محمدؐ کے سامنے

سَيِّدُ الْاَوَّلِينَ سَيِّدُ الْاٰخِرِينَ
 نَاغَتِيْنَا هُوَ نَبِيُّكُمْ لَا
 يَمُوتُ وَلَا يَمُوتُ
 بچے ایک ایک پر وہ ذال دیا۔
 پس ڈھانک لیا ہم نے ان کو کہ
 وہ دیکھ نہ سکیں۔

ایک بھٹی ایک برہمن کی اور اس کی عورت بھٹک : جس سے سنی عالی شان کو تر
 اور کر دیا۔ پھر یہ بھٹک بھٹک کے پاس تشریف لے گئے مدعو۔ لا کر چلے گئے۔
 ہو گیا ہے۔ اور حضرت بلکہ کہ وہاں سے کہہ کر حضرت خرمی : حضرت بلکہ کہ
 تے گئے آئے چلے آئے میں سے، میں کو مشاہدہ سے کہہ کر حضرت بلکہ کہ یہ میں نے۔
 حضرت ان کو کہنے چلے آئے یہ ہے حضرت عائشہ کی بہن حضرت اسماء کو کہہ کر یہ دے کر
 نرہ بان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہا : یہ کہہ کر میں اور چوں کہ یہ کہہ کر حضرت
 مرفوع ہے میں نے گوشت روٹی پھانسا اور اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
 میں سے تو کہہ دینا میں عورت ذات ہوں اور اپنے کام میں مستیوں ہوں۔

عاریہ بیچ کر حضرت ابو بکر نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایہ درختوں سے
 میں جا کر اس کو بک کر : اس خیال کے کوئی موذی چیز حضور کو یاد نہ آئے جو سورۃ
 نظر پڑا میں اس کی زبان کر دیکھی ایک بڑا بھٹ تھا آپ نے اپنا بیڑا میں داخل کر دیا چون
 ایک اندر چلا گیا پھر باہر نکالا اور عرض کیا رسول اللہ تشریف لائے میں نے آپ کے لئے بنگہ
 صاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ انجھ سے زیادہ آپ کے محافظ وہ نگہبان ہیں۔

کفار قریش بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک من سے کہہ کر تبعات : اندن سے کہا کہ کس
 کام میں جو میں بھی تھا اسامی ہوں۔ انھوں نے کہا ہم عیذ کو بقی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ
 کردہ سب بن کر یہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرا کا کہہ کر دیکھئے تو وہاں آپ کی کاتے علی بن ابی طالب کو آپ
 کی یاد راڈ ہے جیسے بایا۔

میں دست رسول اللہ تعالیٰ کے لئے گئے اللہ تعالیٰ میں کو مدد میں سے دیا۔
 پس میں آدھو کہہ کر دونوں رسول اللہ کے پاس شام ہو گیا۔

حضور نے میں کو کہہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ در میں آپ کی بھرتہ سے کیا دیا۔ یہ
 میں سے یہ شخص نے میں خوب دھوکا دیا۔ نہ میں کو مدد میں سے دیا۔ یہ شخص سے کہہ کر

ابھی اسی نامہ چلے گئے اور وہ سب آب کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت اسماءؓ گوشت پکاری تھیں اور انہوں نے چرخ کو نکال کر باہر رکھ دیا تاکہ سانس کی بو نہ پھیلے۔ وہ سب حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا کیا تھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر؟

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا میں عورت ذات ہوں اور اپنے کام میں متغول ہوں۔ اس پردہ لوگ ماں سے میل دے اور جستجو کرتے کرتے عاتکہؓ پہنچ گئے۔ زبان حق تعالیٰ نے ان دونوں کے نشانات درم کو چھایا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قدموں کے نشانات کا پتہ نہ دیا حتیٰ کہ ایک شخص غار پر مٹھ کر مشابہ کر لے گا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ لیا ابو بکرؓ انہوں نے ہمیں نہیں دیکھا اگر دیکھ لیتے تو یہ شخص اس طرح ہمارے سامنے بیٹھ کر مشابہ نہ کرتا۔ پھر وہ لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے۔ اور دونوں حضرتؓ نے غار میں رات گزاری۔ حضرت ابو بکرؓ کے ایک سانپ نے کاب لیا جس کی وجہ سے انہوں نے یہ رات سخت بے چینی سے بسر کی جبکہ کوئی مہم بدن پر درم تھا اور حالت نازک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ابو بکرؓ یہ کیسا ہوا؟

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! سانپ نے کھا لیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے اسی وقت مجھے کیوں نہ خبر کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ آپ کی خدمت کو خراب کرنا گوارا نہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت ابو بکرؓ کے بدن پر پھیرا جس سے ان کی ساری تکلیف مٹا ہی اور بالکل خوش و حرم اور تسکین و دست نہ توانا ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ عاصیؓ خدمت ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اشارہ سے ان کو بلایا اور کہا بیٹے! کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلامذہ کرتا ہوا آئے تو کہہ دینا مجھے کسا حرا و درپردہ سے کہتے کہ بکریوں کو ایسی طرح غار پر لانے کہ ہمارا کوئی نشان دیتے کسی پر ظاہر نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت اسماءؓ وہ دنیاوی باتیں انہوں نے اپنی مادر کو بیٹی کی طرح نہ دیکھا تھا جس میں ایک روٹی دائیں جانب اور ایک بائیں جانب چھپا کر رکھی جاتی تھیں تاکہ کسی کو ان پر شک و شبہ نہ ہو۔

موا کوئی آپ کے لام نہ آیا۔ حضرت ابو بکرؓ تنہا مقابلہ کے لئے آئے اور کوشش کر کے محج کو
بندت جاتے درمیانے مٹھو لیا۔ ایسے تھک کر قتل کرنے جو حویہ کہتے ہیں کہ میرا پیر در دیکار
صرف افسر سے اور اس پر اسد رب العزت کی جانب سے دلائل اور یہ یقین پیش کرنا ہے۔
خدا کی قسم یہ شخص افسر کا رسول اور پیامبر ہے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سر پر درمیں ڈھیلیاں تھیں اس ہنگامہ میں ان میں سے
ایک نوٹ لکھی۔

حضرت علیؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا تمہیں خدا کی قسم دے کر دریافت کرنا ہے،
کہ ان دونوں کے مومن شخص در ابو بکرؓ میں سے کون افضل ہے؟
اس پر رب خدا مومن رہے میرا آپ نے فرمایا خدا کی قسم حضرت ابو بکرؓ کا ایک ایک
دن دس سو سالوں سے افضل ہے وہ ایک شخص تھا جس نے اپنے یاروں کو پوشیدہ رکھ
اس رشتہ میں نے اس کی تعریف فرمائی اور ابو بکر صدیقؓ میں انہوں نے اس کی ر
میں ایک سال اور اپنے خون خرچ کیا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنینؓ حضرت
علیؓ نے خطبہ پڑھا بعد فرمایا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟
بہمنہ ان کی کہ "امیر المومنینؓ آپ ہی ہیں"۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں نہیں کہ ابو بکر صدیقؓ تھے اس لئے کہ جنگ بدر میں ہم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک جہر نصب کیا اور باہم مشورہ ہوا کہ یہاں کسی کو حقا
کے لئے کفار اموال چاہیے تاکہ دشمن خیر تک نہ پہنچ سکے حضرت ابو بکرؓ کے سوا کسی کی وہاں کفر
جوئے کی تمت نہ ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار سوت کر کھڑے ہوئے جب کوئی مشرک آپ
کے قہر آتا آپ اس پر نوازا تو اس سے حملہ کرتے۔ ایک مرتبہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے پاس گھیر لیا اور آپ کو تار اور پریشان کرنا شروع کر دیا اور
بار بار کہتے کیا تو نے ہی سب مجبوروں کو ایک مجبور کر دیا۔

خدا کی قسم اس وقت ابو بکر صدیقؓ کے علاوہ کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدد کے لئے نہ گیا (پھر تمام قصہ بیان کیا) حضرت عبد جبر سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے

فرمایا قرآن کریم کی خدمت کرنے والوں میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کے مستحق حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ اس لئے کامنوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

حضرت موسیٰ بن شاذان سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: جماعت صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق سب سے افضل ہیں۔

حضرت ابوسفیان کا حضرت ابو بکر کی خلافت کو نا پسند کرنا اور حضرت علی کی تردید

حضرت ابوسفیان حضرت علی در حضرت عباس کی خدمت میں گئے اور ان سے کہا اے علی اور عباس خلافت قریش کے چھوٹے ایزاد فی قبیلہ میں مل گئی اب اس کا کب حشر ہو گا؟ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو ابھی ان کے خلاف اطراف و جوانب سے یہ دہ در سوار لشکر جمع کروں۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا خدا کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرنا اگر ہم حضرت ابو بکر صدیق کو خلافت کا اہل نہ سمجھتے تو ہرگز ان کو خلیفہ نہ بناتے۔ ابوسفیان بے سلسلہ وہ قوم ہے جو ایک دوسرے کی غیر خواہ اور معین و مددگار ہو۔ اگر جو بن کے اجسام و راز و ظان و در و در ہوں۔ اور منافق وہ قوم ہے جس کا شیوہ دھوکہ اور فریب ہے وہ ایک ساتھ نہ کر سکیں ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے ہیں اور مکر و فریب پھیلاتے ہیں یہ بات کہ ہم ظاہر میں تو حضرت ابو بکر سے بیعت کر لیں اور دل سے اس کو نا پسند کریں۔ اسلامی تعلیمات اور مصلحتان قوم کی سمجھوتہ کے باطل منافق ہے یہ تو کھلا نفاق ہے اور منافقوں کی خاص علامت ہے کہ بظاہر راہ را کی برتی جائے وراںدہ دنی طور پر دھوکہ اور فریب دیا جائے

مرتدین و فیر کے بارہ میں حضرت ابو بکر کا حضرت علی سے مشورہ

جب حضرت ابو بکر صدیق خدیجہ منتخب ہو گئے تو عرب کے بعض قبیلوں سے یہ کہو: بیت المال میں دینے سے عار کیا اور کہا کہ ہم مال نکوۃ کو بندہ دست و اعلیٰ ہیں اندری خواہش کے موافق غریب کریں گے اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ طلب کیا بعض نے رائے بھی کو ان سے کوئی اعتراض نہ کیا جائے کہ سو مت و نف

ہو جائیں اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ بعض نے کہا ان کو اپنی حسب منشا
حرب کرنے دیجئے بعد میں آپ اس مال کو واپس لے لیں۔ حضرت ابو بکر حضرت علی کی جانب
مستحب ہوئے اور فرمایا ابو بکر تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت علی نے فرمایا جو کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے اگر آپ
نے اس میں کچھ بھی جوڑ دیا تو یہ طریقہ نبوی کے خلاف شمار ہوگا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا جب یہ بات ہے تو اگر انہوں نے مال زکوٰۃ کی یکم
دن سے بھی انکار کیا تو میں ان سے ضرور قتال کر دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں داد ما جبرائی سواری پر سوار ہو کر تلوار سوتے ہوئے
ذوالہ شعلہ کی جانب روانہ ہو گئے حضرت علی کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے پہنچ کر سواری کی
ہنگ پکڑن کے کہنا کہ عیض رسول اللہ کہیں کا قصد ہے؟ میں آپ سے اس وقت زہی بات عرض
کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اعداء میں آپ سے فرمائی تھی کہ بنی ثور کو حیا
میں رکھو اور ہمیں اپنے ڈنکوں پر بھی ڈنک ڈالو۔ اگر ہم یہ آپ کی مفارقت کا سبب بنیں تو پھر آپ
کے بعد سزا کا نظام ہرگز قائم نہ ہو سکتا۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے در مشکوہ روانہ کر دیا حضرت فائد بن سید نے
ایک مضمین حضرت ابو بکر صدیق کو اعلائی دی کہ اس نے آپ میں ایک شخص کی صورتوں کی حرام
کرتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے مستور سے لے کر مکیہ کو جمع فرمایا جن میں حضرت علی
بھی تھے۔ حضرت علی نے فرمایا قوم بوط کے سوا یہ نہ کہ کسی سے مدد نہ لیں بلکہ ہم جو معاملہ حق تعالیٰ
سے لے سکتے ہیں سب کو معلوم ہے میرے خیال میں اس شخص کو لوگ لگا دیا جائے
اسی وقت ہم سوار کا حلق ہو گیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق نے حکم پھر دیا کہ اس شخص
کو کٹ میں جلا دیا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی کے تاثرات

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور آپ کو چادر اٹھا دی گئی تو

عہد ایک مقدم کا نام ہے ۱۲

اللہ علیہ وسلم کے طریق پر کاربند ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے اور منافقوں کی کاوش اور کافروں کی ناگواری، حاسدوں کی ناراضگی ناسقوں کی رشادتی اور بایمیں کی مسامحی کے باوجود آپ کی خلافت میں کوئی جھگڑا ہوا اور نہ آپ خلافت سے باز رکھے گئے۔

جس وقت لوگ مسست پڑ گئے تو آپ چمت رہے اور اہم امور انجام دے اور حب وہ بول نہ سکتے تھے آپ گونا رہے، وہ بھٹک کر کھڑے تو آپ روشنی میں چلے آئے۔ آپ کی پیروی کی اور راہ یاب ہوئے۔

آپ بہت آوار تھے مگر قرآن اور گفتگو خوب سمات کرتے تھے۔ آپ گرجہ اور درست گو تھے اور بیشتر خاموش رہتے تھے۔ آپ قدرت کلام، انصابت رائے۔ تجاوت بجز میں سب سے ممتاز تھے۔ خدا کی قسم آپ اس وقت بھی اسلام کے رئیس اور امیر تھے جب لوگ اسلام سے پہلو ہتی کر رہے تھے اور اس وقت بھی رئیس تھے جب لوگ جو حق اسلام کی جانب، اس تھے آپ مومنوں کے رحیم باپ تھے جب وہ آپ کے عبد بن گئے تو آپ نے ان کا وہ بوجہ مستبعد لیا جس سے وہ عاجز ہو گئے تھے اور جو انہوں نے جھوٹا دیا تھا اس کی حفاظت فرمائی اور جو حق نک کر دیا تھا اس کی غلامی فرمائی ان کی ذمت دیکھ کر آپ نے ہمت کیا ورنہ ملی ہمتی سے کام لیا اور ان کے جزیعہ و نزاع کے وقت مہر و تحمل کیا ورنہ ان کی جانیات کا بدلہ لے لیا۔ وہ اپنی ہدایت یابی کے شباب کی طرف پڑھے اور کامیاب ہوئے، ورنہ آپ کے باعث وہ حاصل کر لیا جس کا ان کو دم لوگ بھی نہ تھا۔ آپ معاندین، اسلام کھلے سراپا تھے اور غضب تھے اور مومنوں کے حق میں سرسبز رحمت و نعمت تھے۔ ورنہ تمام امور میں آپ کی پروا نہ تھی بلکہ نبی اور آپ نے اسم امور میں سمیت کامیابی حاصل کی اور ملی ذمت ادا کرنا تو کب کو حاصل کیا۔ آپ کی دلیل کبھی معقبہ نہ تھی ورنہ آپ کی بصیرت کم زور نہ ہوتی اور نہ کبھی آپ پر زور و ظاہر ہوتی نہ کسی قسم کا خوف نہ رہا اس جو ابکہ آپ ہمیشہ سفید سے پہاڑ کی طرح جھڑے جس کو آنحضرت حرکت سے سکین ورنہ ایسی جگہ سے ہٹ سکین۔ آپ دلیا ہی تھے حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں اور دفرنا کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مال و

پیٹ کو حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا

اس میں حکم نہ رہا۔ مرنے والے نے فرمایا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا ہوں تو میں اس سے نفع پہنچاتے اور جب کوئی دوسرا شخص مجھ سے حدیث رسول بیان کرتا تو میں اس سے قسم نیت جب وہ قسم کھا لیتا تب میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے محمدؐ سے حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے (لہذا ان سے قسم لینے کی ضرورت نہ تھی)۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی مسلمان سے کوئی حدیث نہ ملے تو وہ صحیح ہے پھر اچھی طرح دیکھ کر کے ذکر کثرت نماز پڑھے اور وہ اسے مستحضر کرے تو حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے دفن کرنے میں صحابہ کرام کی غفرت رہ گئی جس نے بقیع کی رائے دی بعض نے مونیع جنازہ پسند کیا اور بعض نے صحابہ کے قبرستان کا مشورہ دیا۔ اسی دوران میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور مزید بہت جاؤ نبی کے درپردہ موت و حیات دونوں حالت میں بلند آواز سے گفتگو ذکر کیا پاتے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ اپنے مولات میں قابض اعتماد ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رحمت کی تھی کہ جس جگہ نبی کا وصال ہوتا ہے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔

(ن) جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خلیفہ ہونا تقیید الہی میں لکھا جا چکا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے سبب احکام خاصہ بطور پران کو بتلا دئے تھے۔ نبی کا کسی مقام پر وصال ہونا یہ گویا حق تعالیٰ کی جانب سے اس مقام کا نبی کی آرام گاہ کے لئے انتخاب ہے پس جس جگہ نبی کا وصال ہو رہا ہو وہ اس آرام گاہ بنے گی۔ اس قاعدہ کلیہ سے حضرت جعفر علیہ السلام مستثنیٰ ہیں

ان کا وصال معمرین ہوا۔ پھر حضرت نبوی علیہ السلام نے ان کی وصیت کے مطابق ان کے مہاجرین کو فلسطین لے جا کر دفن فرمایا۔ اور اس استثناء کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہِ اہلبی میں یہ تمنا اور انتہائی کران کی آخری آرام گاہ ان کے وطن میں ہو چکی۔ دیگر انبیاء بنی اسرائیل آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم سے ارشاد فرمایا ابوبکر جب لوگوں کو دنیا کی طرف جھپٹتے ہوئے دیکھو تو تم آخرت کو مقدم رکھنا۔ اور آپاری اور روزانہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو جب تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں نہ بھولیں گے۔ اور کسی مسلمان کو ہرگز معیشت بہن کیونکہ ادنیٰ مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک با عظمت و حرمت ہے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسو وچھٹا گنا ہوں کے حق میں ایسا ہے جیسا آگ کے حق میں پانی دینی مسیبا پانی ڈالنے کے بعد آگ کے تمام اثرات ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح درود شریف پڑھنے کے بعد گناہوں کے سارے اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔ اور بارگاہِ نبوی میں سلام بخینا غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام نفوس سے افضل ہے۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا تذکرہ

حضرت فاطمہ زہراؓ حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں آئیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاغ فلک مجھے مہ فرما دیا تھا ہذا دہ مجھے دے دیجئے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا صاحبزادی تم سچ کہتی ہو مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس باغ کی آمدنی نے تمہارا روزینہ دے کر لی کو بیرون اور سکیمین اور مسافروں پر خرچ فرماتے تھے تم اسے لے کر کیا کر دو گی؟

حضرت فاطمہ نے فرمایا جس طرح میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، اسی طرح میں بھی کروں گی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کو یاد دہانا ہوں

کہ اس کی آمدنی اسی طرح خرچ کر دے گا جس طرح محمدؐ سے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا قسم کھاؤں، یہاں ہی کرو گے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہاں ہی کروں گا۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا "اے اللہ لوگو! وہ"۔

یہ ہمیشہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس باغ کی آمدنی سے اپنا صیبت کرام کے اخراجات

دے کر باقی چیزوں اور مسکینوں اور مسافروں پر تقسیم کر دیتے تھے ان کے بعد حضرت

عمر فاروقؓ بھی یہاں ہی کرتے رہے۔ بعد حضرت علیؓ نے بھی اپنے دنہ خلاف میں یہاں ہی کب۔ حضرت علیؓ کے کسی نے اس بارہ میں انگٹوں کی نوآپ سے فرمایا جس کام کو ایر بکر، وہ حرکت کرتے تھے اس کا خلاف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔

حضرت فاطمہؑ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں تشریف لے گئیں اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درخت کا مطالبہ کیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر اور تمھارے والد پر قربان

ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث

نہیں ہوتا جو کچھ مال و سامان ہم چھوڑیں وہ عہدہ ہے۔

(دنی) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت نہ ہونے میں چند منافع ہیں۔

اول یہ کہ نبی کی ذات گرامی پر کسی کو دنیا طلبی اور جمع مال کا خشک و شہ نہ ہو جو

مس کی گرامی اور تباہی کا باعث بنے۔ دوسرے یہ کہ نبی کے رشتہ داروں کے دل میں کبھی

یہ دوسرے ذات کے کہنی کے بعد یہ مال و متاع ہمارا ہو گا۔ یہ خیال گویا نبی کی وفات کی خوش

ہے جو موجب ناکت و بربادی ہے تیسرے یہ کہ نبی اپنی ساری امت کے لئے بمنزہ باد

کے ہوتا ہے اور امت نبی کی اولاد ہوتی ہے اور یہ روحانی نفع تمام مادی تعلقات پر

غائب ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کے درخت کی حق دار ساری امت ہوتی ہے۔

حضرت فاطمہؑ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا

فیذریل اللہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں یا رسول اللہ کے اولاد؟

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا میں وارث نہیں بلکہ اہل بیت وارث ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم آپ کے ہوتے ہوئے کوئی اور نماز پڑھا
پس حضرت ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت فاطمہؓ پر
رضی اللہ عنہا کو رات ہی میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے جنازہ کی نماز میں چاند بکیر کی کہیں۔

حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے قببستان بکیر کی زبانی

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین
کے متعلق ارشاد فرمایا یہ دونوں مطہق نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ن) بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت سب کے سب نوجوان اور ہم عمر ہوں گے
پس ارشاد نبوی کے یہ معنی ہوتے کہ انبیاء و مرسلین اور خلفاء راشدین کے علاوہ جن
کی فضیلت یقینی اور واضح ہے۔ یہ دونوں حضرات باقی تمام اہل جنت کے سردار اور
مستراح ہوں گے۔

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے
تھے اور کعبہ میں تھے رحمت حسن و حسین آئے اور گود کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکڑا اور آہستہ سے انار کے ساتھ بٹھایا میں نے ان کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا ہوا دیکھا اور میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیکھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتے تھے اور ان کو اپنے کندھے
پر بٹھایا کرتے تھے۔

حضرت عقب بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے
ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ مسجد سے واپس ہو رہے تھے اور آپ میرے اور
حضرت علیؑ کے درمیان کھڑے کہ راستے میں کچھ بچے کھیل رہے تھے جن میں حسن بن علی بھی تھے۔
حضرت ابو بکر نے ان کو پکڑا اور گود میں اٹھا لیا اور فرمانے لگے میرے باپ تم پر قربان ہوں
تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو علی کے مشابہ نہیں ہو۔

حضرت علیؑ یس کر بیٹھے گئے۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ میری بڑی بڑی شریف فرمائے کہ حضرت حسنؑ آئے اور

کہا میرے والد کی جگہ سے اترد۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ہے شک خدا کی قسم یہ تھا کہ میرے والد ماجد کی جگہ ہے میرے
بپ کی جگہ نہیں۔ یہ کہہ کر ان کو گود میں اٹھالیا اور رونے لگے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ میرے اشارہ سے نہیں ہوا حضرت ابو بکرؓ نے
فرمایا رائد میں آپ کو متہم نہیں کرتا۔

حضرت ابو بکرؓ کا وصال اور حضرت عمرؓ کی خلافت

مسیحی بن ابی قحطہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے نعت پر حاضر تھا
آپ جب مرنے لگے میں مبتلا ہونے لگا تو میں حاضر خدمت ہوا وہاں ایک صحابی کو آپ کے
پاس تہائی میں بیٹھے ہوئے پایا جو حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق اختلاف کر رہا تھا میں نے
اس وقت لوٹنا چاہا لیکن جب آپ نے بیٹھے کا اشارہ فرمایا تو میں بیٹھ گیا، تنہا میں ان
کی باہمی گفتگو زور سے ہونے لگی اور حضرت ابو بکرؓ نے فقہ سے فرمایا خدا کی قسم یہ کام بغیر
سوچے دیکھے نہیں کیا گیا بلکہ عمرؓ تمہارے لئے تم سے بہتر ہیں وہ تمہارے سراسر شہر و نشانہ
ہو۔ دائرہ اگر میں تجھے ماکم بنا دوں تو تو اپنی ماکم کو گدڑی کے پیچھے لگا لے یعنی حق سے ہٹ کر
کر کے باطل کی طرف متوجہ ہو جائے اور اپنی حیثیت سے زیادہ اپنے کو دیکھا سمجھنے لگے
تو میرے پاس آنکھیں ملتا ہوا اس لئے آیا ہے کہ مجھے میری رائے سے باز رکھے اور میرے
دین میں بخاندلے خدا تجھے کھڑا ہونے کی بھی توفیق نہ دے دائرہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ
تو نے عمرؓ کی حقیت یا بدگوئی کی تو تجھے نہر بدر کے تھوڑا لگا ہوں میں بھیج دوں گا جب حریف
درمید نہ ہو گئے۔ باقی ہو گئے اور سیراب نہ ہو گئے۔ اسی پر دشمن اس اندکرمیاد مجھ سے آپ
کے قریب ہو کر سلام کیا یہ کیفیت مزاج دریافت کی آپ نے سلام کا جواب دیا۔ در
مزاج کی کیفیت بیان نہ فرمائی تھی میں اطلاع دی گئی کہ دروازہ پر حضرت عمرؓ اور
حضرت علیؓ حاضر ہیں یہ داخل نہ کہ آپ ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دیں گے عمرؓ
نے اجازت دے دی وہ اندر آئے سلام کیا درمزاج یہی فرمائی آپ نے سلام کا
جواب دیا اور کیفیت مزاج بیان فرمائی پھر مزاج یہی فرمائی کہ متعلق رہی ہوئے جو تنوں
نقص بھی کہہ گیا ہے۔

انہوں نے عرض کی خلیفہ رسول اللہؐ وہ شخص کیا کہہ گیا؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس کے خیال میں عمرؓ ادنیٰ گمراہی کا آدمی ہے اور بعد میں اسلام لایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت کم فائدہ پہنچا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا خدا کی قسم اس نے بہت نازیبا کہا۔ اسے خلیفہ رسول اللہؐ عمرؓ کی طرح ہی میں جیسے آپ چاہتے ہیں اور آپ کی مشاء کے مطابق ہیں علاوہ انہیں وہ نہایت جبری اور قوی ہیں اور مؤمنین سابقین سے ہیں۔

حضرت علیؓ نے نہ مایہ اس شخص نے جھوٹ بولا اور بہت سخت کہا۔ اگر آپ نے عمرؓ کو عہد بنا دیا تو وہ آپ کے خیال اور منشاء کے مطابق نکلتے گئے پھر وہ آپ کے ساتھ ہم کبھی کر چکا۔ آپ ان کی رائے پر جیسے تھے اور اس کو قبول کرتے تھے آپ کا جواب ارادہ مؤثر نہ رہا اور لوگوں کے کہنے سننے کی پروا نہ کیجئے۔ اگر آپ کے حاکم کے معنی نہیں ہوں تو راستہ اللہ ہی ہو گا تو آپ کا مقصد پورا ہو گیا۔ وہ اگر خدا خواستہ آپ کے گمان کے برعکس نکلتے تو مقصد تیرا ہی تھا۔ پھر وہ دونوں حضرات شریف نے گئے اور آپ نے شجر سے ذرا احتساب قریب ہو جاؤ۔ وہ ہزار ایک عمر کے متعین کیا کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اسے خلیفہ رسول اللہؐ کیجئے تو ان کو پسند کرتے ہیں اور گنہگار نہ کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ زائد کون ہیں؟

میں نے عرض کیا ناپسند کرنے والے۔

یہ سن کر وہ غم سے موش ہو گئے میں اسی زیادتی پر بہت لیشیں ہوا اور سوچ میں رہا کہ اس کی حالی کس طرح ہوگی اس لئے کہ حضرت عمرؓ میرے خیموں میں دوستوں میں سے تھے کہ میں حضرت عمرؓ کے دروازہ پر عاجز ہونے کی اطلاع دی گئی آپ نے ان کو مدعو لایا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر حضرت عمرؓ نے مزاج یہ کہ آپ نے فلاح کی کیفیت بیان فرمائی اور عمرؓ نے بعض لوگ تعجب پسند کرتے ہیں اور بعض پسند در اکثر نرمی لوگوں کو پسندیدہ ہوتی ہے اور خیر مانگو رگزدنی ہے۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہؐ اس منصب خلافت کو تو مجھ سے صبر

کیجئے مجھے اس کی حاجت نہیں۔

متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہارے سے ایک مہم لینا چاہتا ہوں کیا تم اس پر راضی ہو؟
 لوگوں نے عرض کیا "خليفة رسول الله" ہم راضی ہیں پھر حضرت نے کھڑے
 ہو کر فرمایا "ہم عزیز الخطاب کے علاوہ کسی دوسرے سے راضی نہیں۔"

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی (حق تعالیٰ ان کی مغفرت
 فرمائے) اور امت محمدیہ کی طرف سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے

اس وقت آپ نے صحابہ کے پاس تا مدینہ جا کر زمین خوب چیدہ سماہ کر دیا۔
 اس پہاڑ پر اولین میں سے جن میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان غنی اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ اور حضرت زبیر و غیرہ وغیرہ شامل ہیں تشریف لے گئے اور انصار
 میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابوطالبؓ اور حضرت
 ابویوب انصاریؓ اور حضرت سعد بن عبادہ وغیرہ وغیرہ سرداران انصاری تھے۔ یہ سب
 حضرات صحابہ کرام جمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت آپ کو
 ایک چادر ڈھاکھی تھی اور ایک چادر آپ کے نیچے بچھا رکھی تھی اور آپ کے سر پر ایک
 یہاں رکھا ہوا تھا جس میں گہریں تھیں یا کھجور اور جو کے ٹکڑے۔

جب سب حضرات بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا مجھے سہارا لگا کر بٹاؤ۔
 لوگوں نے سہارا لگا کر آپ کو بٹھایا جسم پر گوشت کا نام نہ تھا ہڈیوں اور کھال کے
 سوا کچھ نہ تھا سر اور جسم کے بال بڑھ گئے تھے صفت ایک بخیف اور ناتواں جتن تھا۔ آپ کا
 یہ حال دیکھ کر سب رونے لگے۔

آپ نے فرمایا خدا تم سب پر رحمت نازل فرمائے کیوں روتے ہو؟

صحابہ نے عرض کیا آپ کی اس ظہری حالت پر سارا جسم ڈبلا ہو گیا اور بال
 بڑھ گئے ورساوی عثمانی اور خوب عبور تھی جاتی رہی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "جس شخص کی ہمت کی آگ میں جھینکے جائے ملاحظہ ہو
 جس کا عذاب دائمی ہے جس کی رسوائی بڑی رسوائی ہے جس میں رہنے والوں کا کام ہر وقت کلمہ
 درود ہے جہلا اور دانا ہو یا کراتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ حالت کچھ بھی نہیں اور جس شخص کو اللہ
 تعالیٰ کی سداور رحمت اور مغفرت اور رحمت و کلمہ کے امیدوار ہیں ہو کہ جنت تک پہنچ جائے گا۔
 اور جو اس میں پہنچ گیا وہ جہنم نشتیں سے محفوظ ہو گیا اور تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔"

حیث بولنے یا اپنی طرف سے کوئی بات بڑھانے سے خدا کی پناہ مانگنا ہوں۔

حاضرین نے عرض کیا: "خليفة رسول الله شكك آپ بالکل سچے ہیں۔"

آپ نے فرمایا میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے جن کی آستین چرمی ہوئی تھی ایک نور چمک رہا تھا جو آنکھوں کو چمکاتا چمکاتا رہا تھا۔ آپ کے ہمراہ درجنوں اور تھے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب اور آپ وسط میں تھے۔ دونوں بھی عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھے جس سے نور نکلیں رہا تھا۔ میں نے ان جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا کوئی جلد مرتبہ معلوم ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے مصافحہ کیا پھر میرے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا جس سے وہ کرب دیے جینی جو میں محسوس کر رہا تھا جاتی رہی میں اب تک آپ سے دست مبارک کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ابو بکر تمہاری ملاقات کا شوق بڑھ گیا کیا تم کبھی ہمارے مشتاق ہو؟"

میں خواب میں خوب رو با حس کی بد میں گھبراؤں نے بھی خبر دی اور عرض کیا اے اشتیاق

"نیت یہ رسول اللہ (آہ یا رسول اللہ آپ کی ملاقات کا شوق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کوئی دیر بد میں ہماری ملاقات ہوگی۔ ابو بکر حق تعالیٰ نے تمہارے من میں نہیں بیکر کیا جب رہائی فرمادی اب جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا گنہ گری اللہ کی جانب سے ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مرنے کے قریب ہوں اب آپ کی امت کے لئے کس کو

صلیہ مہر کروں؟ اور کس کو عوام کا حکمران بناؤں؟ اور یہ ہمارے کس کے گلے میں ڈالوں؟

یا رسول اللہ میرے ملن آپ پر قربان ہوں میں نے آج استعفا لکھ دیا اور مجھے انشاء اللہ بہتراتی کی امید ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حامل صادق صاحب قوت و شجاعت جن سے زمین و آسمان دے سب خوش ہیں۔ راہ راست پر چلنے والے متقی و پرہیزگار جن کا تقویٰ مقبول و مورد ہے۔ عمر بن الخطاب تمام صحابہ سے افضل اور خلافت کے مستحق ہیں۔ پھر حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہمراہیوں سے کہا اس کے بعد فلا فلا فیصلہ

از حکم مقرر ہو کر ہے گا۔ یہ دونوں (یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 عنہما) دنیا میں آپ کے نزدیک رہے اور آپ کے پاس ملاؤں ہوں گے اور جنت میں آپ کے دست پر رہیں گے
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور ان دونوں نے بھی سلام کیا اور فرقت
 کہا تم رزق ذات سے محفوظ ہو گئے اور بالکل پاک و صاف ہو گئے اب زمین و آسمان دونوں
 انسانوں اور فرشتوں میں تم "صدیق" ہو۔

میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے نانا باپ آپ پر فخر بن ہوں۔ انہوں نے کہا میں نے
 جب آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے
 مقرب فرشتے ہیں آپ کا اشارہ حضرت تیسری اور حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف تھا۔
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے جنت میں سید رہے جو اتنا سید رہے
 جہاں اور اور بھی رہے ہوں گے اور اللہ کے میرے رزق اور میرے کھانے کھانے کی چیزیں
 کھا رہے ہوں گے خلیفہ کی معمول کو میں نے کیا دیکھا۔ انہوں نے کہا میں ہوں دینی اور
 انہی خبر دینے سے خدا کی پاداش ہوگی اور یہ تمہارے سے ایک بہت زیادہ جہاں میں رہیں گے
 سب فخریہ رہے اور جنت علی رضی اللہ عنہ میں رہیں گے اور وہ کسی کو پسند
 دیتے اب آپ کی پسندیدگی نے ہماری پسند کو غویت بھی دی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق چند کلمات فرمائے پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہارے
 رہبر ہوں انصاف کو کہہ کر بتا ہوں تم ان کی بات کو سنو نہ ان کی عصا کو اور بارگاہ کو
 کی بہائی میں ہرگز متنازعہ نہ رہو گے۔ حضرت ابو بکر کے فری رشتہ ارہوے کی وجہ سے سب
 کا خیال تھا کہ حضرت ابو بکر ان کو خلیفہ بنا دیں گے جب آپ نے غلامیہ توق حضرت کو کو علیہ
 بنا دیا تو انہوں نے عرض کیا خلیفہ رسول اللہ قیامت کے دن اس کا بی بی آپ سے سوال ہوگا کہ
 امت کے لئے جس طرح ضرور کر لیجئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "معاذ اللہ" انصاف کے معاملہ کسی کی بات سن سکیں گے
 نہ کسی کی عصا کے کسی کے ہر وہ۔ واللہ عمر کے سو کوئی میں لوگوں میں خدا کے
 عجب بھی میں کا حق نہیں رکھتا۔ اور ابو بکر کے بعد عمر کے سو کوئی بھی خلافت کے لئے
 موزوں نہیں۔ حتیٰ کوئی۔ راستہ باری پاک و مہربان کا یہی راستہ درستی و راستہ
 پرستی پسندوں باری وغیرہ از وصاف میں عمر عجب سے مستاز ہیں۔

واللہ عزوجل شخص ہیں جو اسلام لا کر کبھی مذہب نہ بدلتے۔ قتال کیا اور کبھی مسمت نہ ہوتے۔
مشقوتوں کو برداشت کیا اور کبھی پشت نہ پھیری۔ اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور کبھی غل نہ کیا۔
پھر حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

خلیفہ رسول اللہ جس سے آپ خوش اس سے ہم بھی خوش ہیں اور جو آپ کی خواہش
ہے وہی ہماری بھی خواہش ہے۔ میں علوم ہے کہ آپ نے امت محمدی سے کسی خیر بھلائی
اور نیکیست و خیر خواہی کی بات کو کبھی پوشیدہ نہیں رکھا اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمدیہ کی
طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کو آپ کی آرزو اور آپ کی تمنا اور آپ
کے ہم دگان سے بہت زیادہ الطاف و انعامات سے سرفراز فرمائے۔

پھر سب لوگ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے اور مجمع منتشر ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں جب سب لوگ چلے گئے تو میں اور میری سہیلی
میں آپ کے پاس حاضر ہو گئے ایک چادر آپ کے لئے بچھا رکھی تھی اس پر آپ کوٹ دیا
اور دوسری چادر اڑھا دی۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت مرض میں کبھی محسوس کرتا ہوں ہی
چاہتا ہے کہ تعویذی دیر کے لئے سو جاؤں پھر آپ سو گئے ہم سمجھے کہ شاید پھر غشی طاری ہوگئی
اور آپ کو اسی حال میں چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تعویذی ذریعہ نگذری تھی کہ باہر سے ایک
بندہ آواز سنائی دی جس سے آپ گھبرا کر بیدار ہو گئے۔ درہا جزاء سے فرمایا "بیٹا
دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ وہ باہر گئے اندر آئیں اگر کہا بعض مسلمان طوالت کے لئے آئے ہیں۔
آپ نے فرمایا "ان کو اندر بلاؤ"

صاحبزادہ نے ان کو اندر بلایا۔ وہ ہنستے کھل کھلاتے اندر داخل ہوئے سلام کیا
اور مزاج پرسی کی۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر دینیک حق سبحانہ و تعالیٰ کی
حد و نشان بیان کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا پھر فرمایا تم لوگ
جمع ہو کر ہنستے کھل کھلاتے کیوں آئے ہو اور کیا سرگوشیاں کر رہے ہو؟ جو تمہارے دل
میں ہے صاف صاف زور سے کہو چھپاؤ نہیں وہ واضح اور کھلی بات ہے جو تم دل میں لپکتی ہو۔
انہوں نے عرض کیا "خلیفہ رسول اللہ آپ نے عمر جیسے سخت مزاج کو خلیفہ بنا دیا۔

عہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امور حق میں سختی اور اپنے عزم میں پختگی کے باعث بعض صحابہ کرام
ان سے ڈرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی نرم خو بہت پسند خلیفہ مقرر ہو۔ حضرت ابو بکر اور

اللہ تعالیٰ کے درجہ جب آپ پیش ہوں گے اور آپ سے اس کے متعلق سوال ہوگا تو آپ کیا جواب دیں گے اور کیا دلیل پیش کریں گے؟

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا بہت غصہ ہوئے میں نے ان کو اس تند غضب ناک کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ مجھے ان کا یہ غصہ اچھٹا سا سلو ہو گیا پھر فرمایا: پھر کیا تم مجھے میرے پروردگار کی دھمکی دیتے ہو؟ اگر اس ذوالجلال الکبیر نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا تو عرض کروں گا میں نے ایسے شخص کو حاکم بنایا جو سب سے بہتر اور اعلیٰ تھا اور میرے بعد میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھا اور اہل زمین میں سب سے زیادہ تیری مرضیات کا شناسا تھا۔

خدا کی قسم جو کچھ ہوتا تھا وہ آج مجھ سے عادی ہو چکا اور جو چیز اور آدمی انصاف کے بعد مجھے اپنے کسی عس پرستاد حق اور اطمینان نہیں جتنا عمر کو خلیفہ بنانے پر میرے پھر تم کو عیب کی وجہ سے نا پسند نہیں کرتے بلکہ اس لئے نا پسند کرتے ہو کہ وہ انصاف پسند اور صلح جو ہے دوسروں کو باز و رزنا نہ زمین ان کا باطن نفاق سے پاک نہ صاف ہے اور ان کا ظاہر قوت کے ساتھ حق سے وابستہ ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارشادات سن کر ان سب نے بھی حضرت عمرؓ کی تعریف کی گویا زحقی مارنے کے باعث مستقل چنگاریاں تھیں جن پر بانی نزل آیا گیا پھر وہ لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے اور سارے میں مشہور ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ جب یہ لوگ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو آپ نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بولا اور تنہائی میں ان سے فرمایا، عمرؓ تھیں ایک وصیت کرتا ہوں اور ایسی بات بتاؤں کہ گرم نے اس کو محفوظ رکھا تو مجھے امید ہے کہ تم اس بار خلافت کی ذمہ داریوں سے محفوظ رہو گے اور اس وجہ سے سب کو خوش رہو گے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، حلفہ رسول اللہؐ ضرور فرمائیے میں اس کو غور سے سنوں گا جو کہ آپ مجھ سے مطالبہ کریں گے اس کو پورا کروں گا اور جو آپ حکم دیں گے اس میں اس کی پابندی کروں گا۔

حضرت علیؓ جو کہ مجھے تھے کہ بغیر اس کے کہ خلافت سرانجام میں ہو سکے اس لئے وہ یہی راستہ

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنی منشا کے موافق بنایا وہ ذات وعدہ لا شرک لہ ہے اللہ تعالیٰ کا جو حکم رات کے متعلق ہوتا ہے وہ دن کو مقبول نہیں ہوتا اور جو حکم دن کے متعلق ہوتا ہے وہ رات کو مقبول نہیں ہوتا۔ اور جب تک سفر نبض خداوندی ارادہ ہوں نفی تمام قبول نہیں ہوتے۔ قیامت میں لوگوں کی ترازو بھاری اور نرنی ہیرگی جس شیعہ حق کی سیرزی اور پابندی ہوا اور حق ان کے لئے سہل و آسان ہو جس ترازو میں حق کے سوا کچھ ہو اس کا وزنی ہونا برقی در بر یہی ہے ان دن لوگوں کی ترازو ہلکی ہوگی جو باطل کی پیروی کرتے ہیں اور باطل ان کے لئے آسان ہے جس ترازو میں باطل کے سوا کچھ ہو اس کا ہلکا پھلکا ہونا کھلی بات ہے۔ اس کو ہلکا ہی ہونا ہی ہے حق تعالیٰ نے اس جنت کا اچھے اعمال کے ساتھ اسی طرح تذکرہ فرمایا کہ ہر شخص یہ سمجھ جائے کہ ان کے علاوہ اور کوئی بھی حق تعالیٰ کی بارگاہ میں مغرب اور پسندیدہ نہیں اور اس رتبہ کو بغیر رحمت خداوندی اور عنایت تقویٰ و سیرت ناری اور دایر خداوندی کی پابندی اور مہنہات سے دستگاہی کے بغیر کوئی شخص بھی حاصل نہیں کر سکتا پھر حق تعالیٰ نے دوزخوں کے رے اعمال کا تذکرہ فرمایا اور ان کے اچھے اعمال کو اس سے مدخر دیا کہ وہ ظلم سے خالی تھا اور ان کو کر کے والے مہنہات سے نہ بچتے تھے تاکہ ہر ایک ان سے بہتر بننے کی خواہش کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی صادق مصدق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت رحمت اور آیت عذاب دونوں مانلی فرمائیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے
 اِنَّ رَحْمَتِيْ لَظٰلِمٰیْنَ
 بلا شک تمہارا پروردگار لوگوں کی بخشش
 علی ظالمین
 کرنے والا ہے ان کے ظلم کی بنا پر
 دوسری جگہ ارشاد ہے

اِنَّ رَحْمَتِيْ لَشٰدِیْدٌ اَلْعَاقِبِیْنَ
 بلا شک تمہارا پروردگار رحمت گزشتہ کے لئے
 تاکہ مومن بہ دست رحمت خداوندی کا امیدوار رہیں اور عذاب الہی سے خوف زدہ
 رہیں اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑیں اور اللہ تعالیٰ سے مافیہ کی امید نہ کر لیں۔
 ترجمہ: سب سے بڑی رحمت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس میں موت سے زیادہ کوئی شے

دی اور بعض نے مرض شہداء کو پسند کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا نہیں میں اپنے گھر اپنے
 مجھ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے میں دفن کروں گی اور دونوں حضرات کی قبور کی
 زیارت سے ان کی یاد تازہ رکھوں گی۔

یگانگہ موی رہی تھی کہ ایک دم سب پر غم کا غلبہ ہوا اور انک طاری ہو گئی۔ اسی
 حال میں ایک غیبی آواز سنی ختمو الجلیب الی الجلیب دوست کو دوست سے
 ملاو۔ ہم نے سر اٹھایا تو کوئی سفر آیا البتہ آواز سب نے سنی حتیٰ کہ جو لوگ مسجد میں سکتے
 انہوں نے بھی سنی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنا ہے ہو گیا تو بچہ شخص بقعہ نور نظر
 ڈالتا نگاہیں خیرہ ہو جاتیں اور قبر کا کھودنا مشکل ہو گیا۔

حضرت علی نے فرمایا رات تک ٹھیرا رات ہو گئی تو حضرت علیؑ نے ٹور کن کے
 چہرے پر کپڑا ڈال کر اس کو حجر منورہ میں داخل کیا اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے
 قبر اظہر انور کی جانب نیست کر کے قبر کھودنی شروع کی۔

حضرت علیؑ نے ٹور کن کو حکم فرمایا کہ جلدی کر زیادہ دیر نہ لگے۔

مائی لوگ باہر کھڑے رہے جب لحد تیار ہو گئی تو پ کے اجزائوں، ہر گھردانوں
 نے پ کو قبض میں آتا را رہتی ڈال دی۔

اسلام اور ہندومت

اسلام اور ہندومت کی بعض مشترک تعلیمات

سید محمد



نہدو، بس سہری ہ۔ سیر پہنچی حرا بحر چو رگڑتہ اوزار دوزخ کے
میں پڑا کرکٹ کے ملنے کو۔ سیر میں تو رویا چاہتے ہیں کسی سے قربت کی
نہیں تھیں۔ اگلے دن کو اس دن پر سیر ہڈیوں کی تھیں
ہیں۔ اگلے دن سیر میں تھیں اس دن پر سیر تھیں۔ اگلے دن
تھیں۔ اگلے دن سیر میں تھیں۔ اگلے دن سیر میں تھیں۔

دوسرا کتابت یعنی عیون اور سید یون کے ذہن میں منے کے بعد بہشت و دوزخ کا عقیدہ
 پایا جاتا ہے۔ اور سدوم میں بھی یہی پایا جاتا ہے کیا سہی واقعہ ہے؟ سید یون کا دل تو یہ ہے کہ اُن کے ذہن
 کی بنیاد ہی کتاب قرأت رسالہ کے بعد چھٹے کے عقیدہ سے نہ ہوتی تھی اور یہی کہ سدوم میں
 کی سڑ میں کا وہ اس کتاب میں پایا جاتا ہے جس میں بار بار دہرایا گیا ہے کہ کسی شخص کو دوزخ میں نہ لے کر
 کی نہ رہیں جتنی ہیں خدا کے نیکوں کو، تو گئے، تو اس سرزمین پر تھا۔ قبضہ قائم ہے تا باقی مہمانی نہ رہے
 اس میں منے کے بعد کی زندگی کو بزرگوار اور بزرگوار مہمانوں کا عقیدہ ہی کہ نیک آدمی منے کے بعد تشریف
 بر جاتا ہے۔ اور یہ ہے۔ شیطان اور صحت بن کا منہ ہیں ایسی وجہ کی جو قرآن کی حیثیت پر مبنی ہے
 یہی ہے۔ جہنم میں نہ فرشتہ کی زندگی کو صحت و امن و خوشحالی کے عقیدے کا تصدیق

ہائی ہیں بات یہی سند دستان کے باشندے سے سدوم کے پیش کے مومے عقیدہ سے جنت و دوزخ سے
 تعلق قائم رہنا وقت ہے۔ ان کے ذہن میں نجات کا ذریعہ صرف نماز کو نہ جاتا تھا۔ بلکہ اس کے
 سوا بھی اس کی تعلیمات کے دوسرے اجزاء کے تصدیق دیکھے کہ اگر کہ حرم کی ضرورت اس باب میں
 کیا ہیں

افسوس منہ ہے کہ سدوم اور سدوم کے دیکھ دیکھ کا مقابلہ صحیح علمی روشنی میں نہیں کیا گیا
 ایک ہندوستان دھرم کے تحت تو آپ دیکھ کے خود مسنون کا بھی حال میں سدوم میں یہی کہ
 برہمن مت مندروں کی تہذیب کے پڑھنے پر موقوف جن لوگوں کا نہیں دے۔ ٹیٹل مانی، بارہا اور
 فرار سے کہ قسم کی چیزیں ان کی تہذیب میں بھی درج ہو گئی ہیں۔ اور نوادہ تہذیب نے سدوم کو نہرونی
 جنتی نے مذہب دوزخ میں اپنی تصور کتاب میں مل گئی ہے۔ اس میں اصل میں نہرونی کے میں نہرونی
 کا تہذیب اگر کہ مسکرم کو بخانا رہا، لیکن شخص کی علامت مذہب سے یہ اصل نہرونی تہذیب
 نام کا ایک ہندی عقیدہ ہے اس پر غور کرنے سے شہرستان کے لکھے کہ یہ عجیب بات ہو سکتی ہے۔

پہنچے انوکھے سے کہ

”بھینٹ کر، زن بھٹ جان کر نوک درشن۔“

سے مری کرشن جی سے سرفراز کیا یعنی تیغوں عام (لوک) کاٹا ہوا لکڑا کر ایذا نہ کرنا، (انقرض میں
ن بھکت کا جو مذہب ہے، اس کا مطلب سکتا ہے جن بین کیا گیا ہے کہ
”جو بیوں (صرت) مارن (خاق) مالہ کی دسپا، (مبادت) کر، جو

(مجاہد شائق پر پ ۱۱۱۱ دھیائے)

جس سے معلوم ہوا کہ مجاہد کی جنگ اس ملک میں جب لڑی گئی تھی اس وقت بکری
نہ نہ کی دوت میں ن بھکت نہ بھیجی ہاں نہیں، وہ یہ تو خیر پھر بھی ایک جہتی، ت موہ
ن بھکت نہ نہ غلم کوئے کی مشیت۔ جو بہ خضر کو اصل مونی تھی ان کی دوت انھا خاکسار خدھا
کریتہ کوئے جی۔

نہ نہ بھگت ڈے دوتی قمت۔ ا۔ جو بہ خضر

مٹھا دے باتوں کے لیے پریتا بھان کر گیا ہے جس میں خاق عالم کو ان لفظ میں، دوت سر کریتہ
دنی نامی مشیت (م) کو، تپا اپید اکرتے، وہ پھر اپنے میں لے کریتہ
رہتی۔ چیز کی کثرت و پس مچاتی ہے، اگل ایسا راہوں (وہی سب دوت، دت، شریعت

وہ دوت کے جو بہ مشور کا پل میں پیش کرتے دتے)

تو دین جو بہ خضر، لکڑا کر، کیا تھا کہ

”اسی دوت، کا پون کر دت“

گیا۔

ڈا رے ڈے ڈے زنگھ
میں انڈے ٹھکانا چور دتہ، پس اس

گو چہ چہ ہوت

فاجعہ دیکھا

کی ترنی تیت کا جو جس ہے، اسی کی نظر میں جو بد عشر کو دی گئی تھی، وہ جہاں رہتا ہے وہاں رہتا رہتا
جس کی پوجا لا ملا، جو بد عشر سے کی گئی ہے جانتے ہیں سندھوستان کے، دیواروں کے، پتوں
کی طرف، اس کے مشن کن گھر نوب تک پہنچ گئی تھی

اسی کتاب کا وہ حصہ جسے دیوگتہ کہتے ہیں، اس کے گیارہویں اور دھندلے ہیں، ایک رشتہ
اور سچت جیسا جیسا ہے، ان کی طرف یہ بیان مسوب کیا گیا جو کہ

سچت جی سے کہہ کر ہم کا وہ پکب برن امان، اگر وہ نہ پر غل زریں، میں وہ
سے، لاٹ، سکان، این، اس کا کوئی جسم سے، وہ سمندر میں سے اندر دروں میں
نہا کی بن نہا، بن، وہ چند، ن، ڈکٹر زریں اکیلی دینا سے نہ سمجھتے نہ وہ
کسی میں، کنٹریں، وہ پ، ایا، میٹر

پارین کا ترجمہ تر تو جسے بنے شل وہ مد کیا سے نیز کسی دیوگتہ کے، وہ چوبہ دیکھا
میں، حشر، نہ فاکو، نہ پتے ہیں،

اس رسم کی صورت کو پیکر اور مثال سے نہیں بنانی چاہی، مد کوئی اس کے

مشاہدہ ہے

افریقی میں کشتہ شبی کے تیری، اس میں قریب نہ صورت کی صورت میں شہ

سے ترجمہ چاہی، اس کی تیری، م، م، جب، ترجمہ دی میں حضور سے پ، ترجمہ
میں کوئی نہیں، ترجمہ کے، ترجمہ بدت، کو، ترجمہ کا یہ ب ترجمہ کیا سے، ترجمہ
میں سمندر، ترجمہ چھپ سے، ترجمہ پیش، ترجمہ کا، ترجمہ فکری ہے، م، م، ترجمہ نہ
کے کسی ترجمہ سے، مافوق

وَأَتَدَبَّرْنَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً إِذْ
 خَلَعُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرَ ذُنُوبَهُ
 فَاسْتَغْفَرَ الدَّانِئَ نُوْبَهُمْ وَنَعُوْ
 بِصُهُمْ وَأَعْلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ
 وَنَسَتْ جَرَاءَ حَتَّى مَعْصِيَتِهِمْ
 رَبِّهِمْ
 اِنَّا لَا مَصْرَفَ لِنَا فِي اَمْرٍ
 مَّا نَشَاءُ
 اِنَّا لَا مَصْرَفَ لِنَا فِي اَمْرٍ
 مَّا نَشَاءُ

ہم نے جو کچھ کرنا چاہا کیا یا
 ہے، اور پر غم توڑا، اور آیا ان کے
 پھر مانی چاہی، اپنے گناہوں
 اور جو کچھ کر گئے، اس پر اے
 نہ کیا، بکا سہے رہا جان رہا ہے
 انا کا مصرفہ اپنے مالک کی طرف

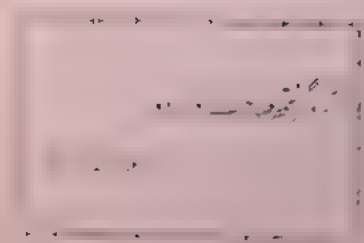
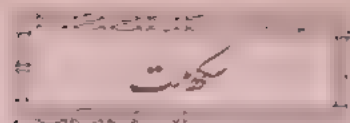
ہم نے جو کچھ کرنا چاہا کیا یا
 ہے، اور پر غم توڑا، اور آیا ان کے
 پھر مانی چاہی، اپنے گناہوں
 اور جو کچھ کر گئے، اس پر اے
 نہ کیا، بکا سہے رہا جان رہا ہے
 انا کا مصرفہ اپنے مالک کی طرف

ہم نے جو کچھ کرنا چاہا کیا یا
 ہے، اور پر غم توڑا، اور آیا ان کے
 پھر مانی چاہی، اپنے گناہوں
 اور جو کچھ کر گئے، اس پر اے
 نہ کیا، بکا سہے رہا جان رہا ہے
 انا کا مصرفہ اپنے مالک کی طرف

ہم نے جو کچھ کرنا چاہا کیا یا
 ہے، اور پر غم توڑا، اور آیا ان کے
 پھر مانی چاہی، اپنے گناہوں
 اور جو کچھ کر گئے، اس پر اے
 نہ کیا، بکا سہے رہا جان رہا ہے
 انا کا مصرفہ اپنے مالک کی طرف

اصط سے خواہ مخواہ، سر جھکا جاسے، بہ تحقیق و تدلیش سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سند و ستانی کا بانی، در
موردی، اہم قرن کے پیش کئے ہوئے دین سے جتنا زیادہ قریب اور نزدیک ہے، شاید یہ نزدیک ان
دینوں اور مذہبوں کی موجودگیوں کو بھی شکل میں ترا سکتی ہو جن کو یہ وہب دولت کی مذکورہ باطنی
تفسیر کے رد سے ساری زبان کی فرست میں ہم شریک پائے ہیں، حالانکہ بعض جہد سرسری باتیں، وہ
وہ بھی صرف ایک کتاب و بجات کے مختلف مفادات سے، غرض کے آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں
لیکن فرست کے پڑھنے والوں سے جن میں کسی کو بھی کی درخواست دیتا ہوں تو حیدر بنی الخلق توحید بنی الخلق
توحید بنی الخلق بالافعال یا قانون برد و غورنگی و بدی، اس قانون کے تابعی اعجاز دان و توبہ و استغفار
الغفران سے صوری حدیثی جو برقرقی تسلیم کی بنیاد قائم ہے کیا وہی ساری باتیں عبارت
میں ہیں جن میں ہی ہیں؟ آپ توبہ سے کہ بعض بعض فقرے و عبارت کے مذکورہ بالا حوالوں
میں یہ بھی ہیں کہ قرآن کی عربی عبارت کے سامنے بطور ترجمہ کے ہم ان کو آپ کی درج
کر سکتے ہیں،

اور یہ فقہاء و محدثین و محدثین و محدثین کے مخصوصات تک محدود نہیں کی جگہ خدائی غافل
درواں کی جو فرست اسلام میں پائی جاتی ہے، بجز یہی فرست دیکھ کر دھرم کی بھی کی جگہ کسی چیز
جو عموماً سادہ کے ساتھ مختص بھی مانتی ہیں، مثلاً جو شرب خوری ان کی حرمت کا بھی، بہرہ ذکر
کتاب میں کیا گیا ہے، تاہم جو ان کی حریت نوی سے عام ہے کہ عبارت کا موضوع ہی ایک
عنایت سے رخصت ہائے توبہ یعنی جو کوئی کے گناہ و گناہ کو بیان کرے اسے ہی جہاد سے کہہ
ساری غایہ زیب و حسن عبارت کی طرف سے مومنین اور جب کہ اس کی کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ
کرشمہ برکات و حسن جو اس طرح ہیں، اس کے سبب کہ خوب پڑھو اور گور و خاندان کے خاندان
ذات شہید و حسن و عیون و جہاد و خاندان، ہاں مقبول کی تہد ایک دب جھکا متکرر و پس منہ کی ہو،





ہم نے ان کے لیے ایک اور چیز کی یہ کہ وہ ایک دوسری بنیاد روڑی ہے
یہ کہ ہم نے ہر ایک کے لیے ایک دوسری بنیاد روڑی ہے

گورو گرنتھ صاحب اور اردو

گورو گرنتھ صاحب سکھ صاحبان کی سندس مذہبی کتاب ہے اور سکھ کی سب سے زیادہ کلام پر مشتمل ہے جو انکس راگوں میں منسج ہے۔ اکثر سکھ اسے گورو گویند سکھ جی کے بعد اپنا علمی گورو تسلیم کرتے ہیں اور اس پر اسان گوروؤں کے سلسلے کو ختم یقین کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک گورو گویند سکھ جی نے اپنے بعد گوربانو کو گرنتھ اور پنتھ کے دو حصوں میں تقسیم کر کے اسان گوروؤں کا سلسلہ بند کر دیا تھا (۱)۔ علمی گوربانو گورو گرنتھ صاحب کو اور عملی گوربانو پنتھ کو سونپ دی تھی۔ گورو گرنتھ صاحب، گورو ارجن جی نے ۱۶۶۱ مکرمی مطابق ۱۶۰۳ء میں مرتب کیا۔

(۱) سکھوں میں نام دھاری اور نوٹکاری وغیرہ ایسے نرفے بھی ہیں جن کے نزدیک ہر زمانہ میں انسان نمونہ کا محتاج ہے اور اسان کے لیے کوئی کتاب نمونہ نہیں بن سکتی۔ بلکہ یہ مقام کسی سندس سے ہو کو خاص ہے۔ وہ گورو گویند سکھ جی کے بعد بھی اسان گوروؤں کے احرا کے فائل ہیں۔ وہ گورو، گورو کو اس حصوں میں گورو تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو سکھوں میں ہوگا۔ ان کے اپنے ایک ایک گورو ہیں۔ چنانچہ یہ دھاری وروہ کے جوگ گورو گویند سکھ جی کے بعد جن بزرگوں کو سے گورو مانے ہیں وہ یہ ہیں: (۱۱) بابا بیک سکھ جی، (۱۲) بابا بیک سکھ جی، (۱۳) بابا بیک سکھ جی، (۱۴) بابا بیک سکھ جی، (۱۵) بابا جتھت سکھ جی۔ اس کے گورو مؤخر۔ کو بزرگ ہیں۔ نوٹکاری صاحبان کے گوروؤں کا سلسلہ اس سے نکلتا ہے۔

نونی گورو : گورو تیغ ہاندر جی
 دسویں گورو : گیارہ سکھ جی (صرف ایک شلوک)

ان سکھ گورو صاحب کے علاوہ بعض ہندو ور مسند پر گن
 کیا جا کر دہ کلام جی گورو گروہ صاحب میں درج ہے ۔ جسے عرف
 عام میں " بھگت کی " یا " دا " بھگت نام " کے نام سے موسوم
 کیا جاتا ہے اور وہ بھگت بہ ہیں :

- | | |
|---------------------|----------------------|
| (۱) شیخ فرید جی - | (۲) بھگت کسور جی - |
| (۳) تروچن جی - | (۴) نام دیو جی - |
| (۵) سدا جی - | (۶) جے دیو جی - |
| (۷) بی بی جی - | (۸) رامانند جی - |
| (۹) بیبا جی - | (۱۰) مین جی - |
| (۱۱) دعا جی - | (۱۲) بھیکھن جی - |
| (۱۳) پرمانند جی - | (۱۴) سورداس جی - |
| (۱۵) پرمانند جی - | |

ان بھگتوں میں اکثریت ان کی ہے جو ہندو سچ میں ادنیٰ
 اور اچھوت تصور کیے جاتے تھے اور یہ سارے بھگت سکھ گورو
 صاحب سے بہت سے گھرے ہیں ۔ ان میں سے بعض بھگتوں کا زمانہ
 نو صدیوں سے ہے یعنی سکھ گورو صاحب ان سے صدیوں بعد پیدا
 ہوئے تھے ۔

بعض سکھ سواروں اور مسافروں کے نزدیک بھگتوں کا حلقہ گم
 گورو گروہ صاحب کے مؤلف گورو جی کے حوالہ سے بعض ت
 کے بڑے بڑے مسافر کے پاس (لیکن سکھوں میں سے وہ)

() مشہور سکھ وہاں بہت تار سکھ جی پروردہ یا حیرت
 شدہ صاحب میں درج شدہ بھگتوں گورو ارچن جی کے حوالہ
 ہیں ان بھگتوں کے نام پر اجارہ کی بھی گویا رہ کر ان مسند
 گورو ارچن جی کے ہیں ۔

بھی موجود ہیں جن کے نزدیک سکھ گورو صاحبان کے تلامذہ کے ساتھ ساتھ چکروں کا کلام شام کرنے کی داغ بیل گورو نانک جی نے ڈالی تھی۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں بھی سکھوں کو جو سکھوں کے اپنے کلام کے ساتھ درج کر رہا تھا۔ گورو ارجن جی نے گورو نانک جی کی جمع کردہ بیگم نامی مکتبہ گورو گرنٹھ صاحب میں درج کروا دیا تھا (۲)۔

سکھوں میں بیگم نامی سے متعلق ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ گورو ارجن جی کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی ہرتھی چند جی نے (جو بعض مؤرخین کے نزدیک گورو ارجن جی کے سوتیلے بھائی اور اشد محال بلکہ خون کے پیارے تھے) ہندوؤں اور مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے گورو صاحب کی منشا کے خلاف بیگم نامی گورو گرنٹھ صاحب میں درج کروا دی تھی اور گورو صاحب موصوف کے مؤلفہ گورو گرنٹھ صاحب کو تلف کروا دیا تھا۔ مروجہ گورو

(۲) جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ بیگم نامی کے مصنف وہ بھیگ ہی ہیں جن کے نام پر اسے گورو گرنٹھ صاحب میں درج کیا گیا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک گورو ارجن جی نے اس میں مناسب ترمیم کرنے کے بعد اسے گرنٹھ صاحب میں درج کیا تھا۔

(۱) بعض سکھوں کے نزدیک یہ بھاٹ اصل میں چاروں وبدوں کے اوتار ہے۔ یعنی وبدوں نے انسانی شکل اختیار کر کے سکھ گورو صاحبان کی تعریف میں کلام بیان کیا تھا جسے گورو ارجن جی نے گرنٹھ میں شامل کر دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بھاٹ وبدوں کے عالم تھے۔ سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک یہ بھاٹ سکھ گورو صاحبان کی گدی نشینی کے وقت مختلف اوقات میں جو کلام بیان کرتے رہے اسے گورو ارجن جی کے گورو گرنٹھ صاحب کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر درج کروا دیا۔

گرتے صاحب میں درج شدہ بھگت باقی کا گورو ارہن جی سے کہوں
 تعمق نہیں۔ گورو گرتے صاحب کے بعض قلمی نسخے ایسے بھی ہیں
 جن میں یہ بھگت باقی شامل نہیں ہے۔

ان محض چھتوں کے کلام کے علاوہ بعض اور لوگوں اور
 بیہنوں (۱) کے نام سے بھی کئی کلام گورو گرتے صاحب میں درج
 ہے، جن کے نام یہ ہیں :

- (۱) بیہانی مردنہ جی - (۲) بابا سندرداس جی ۔
 (۳) رائے لویڈ اور سناؤم - (۴) گلہار -
 (۵) جالب - (۶) کرت -
 (۷) بھکتا - (۸) سل -
 (۹) نل - (۱۰) گیندہ -
 (۱۱) ستھرا - (۱۲) بل -
 (۱۳) ہونسی وغیرہ -

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گورو گرتے صاحب میں جن
 بھگتوں کا کلام درج ہے وہ سب کے سب سکے گورو صاحب سے ہیں
 عرصہ پہلے گزر چکے ہیں۔ بعض تو ایسے بھی ہیں جن میں صدوں
 کا عہد ہے۔ اور سکے گورو صاحب میں یہی اکثریت ہیں لوگوں
 کی ہے جو اردو زبان کے نشو و نما پائے سے قد و قاب پ چکے تھے۔
 اس لیے اردو کی اس ترقی پائی ہوئی صورت کا تو ذکر ہی کیا، جو
 ہمارے زمانے میں ہے، گورو گرتے صاحب کے شبہوں شدہ کلام میں
 تو اردو کی وہ صورت بھی نہیں مل سکتی جو اسے شاہ جہاں کے عہد
 میں حاصل ہوئی تھی۔ اس لیے اسے شدہ اور شکوک یا ان شدہوں اور
 شکوکوں کی بعض سطور اسی ضرور مل جاتی ہیں جن میں اردو کی
 حسیک نثر آ جاتی ہے اور اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ

گورو صاحبان اور ان سے قبل گزر چکے بعض بھگتوں نے ہندی کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کے ان الفاظ کو بھی اپنا لیا تھا جو آگے چل کر اردو زبان کو وجود میں لانے کا باعث بنے اور ایک مستقل زبان کی شکل اختیار کر گئے ۔

کلام کا ایک نسخہ گورو نانک جی کی بیٹھ کیا تھا ۔

مکے ودوانوں میں اسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کے نزدیک گورو گرنٹھ صاحب میں درج شدہ فرید حی کی بانی شیخ فرید شکر گنج اور شیخ ابراہیم (فرید ثانی) دونوں کی ملی جلی ہے ۔

موجودہ مروجہ گورو گرنٹھ صاحب میں شیخ فرید جی کے نام پر جو نام درج ہے وہ حار شدوں اور ایک سو تیس شاہکوں پر مشتمل ہے ۔ مکے ودوان شیخ جی کے کلام کو ابتدائی معانی کلام کا دیتے ہیں ۔ تاہم اس میں بھی عربی اور فارسی الفاظ کی آمزش پائی جاتی ہے جو اردو کے ارتقائی مسائل کی نشان دہی کرتی ہے ۔ ذیل میں ہم شیخ جی کے کلام سے نمونہ پیش کرتے ہیں ۔

گورو گرنٹھ صاحب میں راگ آسا کے آخر میں آئے یہ دو شبد درج ہیں :-

دلہوں بہت (محبت) جن مینی چھا
جن من ہور مکھ ہور سے کالڈھے کچھا
رے امک کھدائے (عشق خدائے) رنگ دیدار کر
وسریا جن نام نے بھوئے بھار تھنے
آپ لیے لڑ لانے در دروہس (در درویش) سے
نن دھن جنیدی ماؤ آئے سبھل سے
پرودگار (پروردگار) اہار اکھ بے الت نو

حنیاں پیمانہ صبح جو ماہر مون
تیری ہناہ کنہائے (خدائے) تو بکھندگی (بخشندهی)
سکتہ بھرید (شیخ فرید) کہہ (خبر) دے ہندی
[گورو گرنٹھ صاحب راگ آسا شیخ فرید ص ۳۸۸]
دوسرا شبد یہ ہے :-

ہوائے سکتہ بھرید (شیخ فرید) ہمارے اللہ لگے
ابہ تن ہوسی کٹھاک (خاک) نمانی گورو گھرے
آج ملاوا سکتہ بھرید (شیخ فرید)
نا کم کو حڑیا (ن) منہ چڑھیا (ن)
حے حانا مر جائیے گیتوم نہ آئیے
حیونہی دنا لگ نہ آب وغنائے
ہوئیے صبح دھرم جیونہ نہ ہوئیے
حو گور دے واٹ مریداں حوئیے
چہل لنگندے ہار گوری من دھرم
کمن ونے ہائے کوت جیریا
سکتہ (شیخ) ہائی (حنی) جگ نہ کوئی تھر رہا
حس آسن ۶ پٹھے کہتے بس کا
کنک کو بجاں جت ڈوساوں بجاں
سائے سوعدیاں پر گل ہاڑیاں
جلیے جیساں وچارا نیے منو
گدھدیاں جیہ ماہ لڑدیاں اک کہنو
حی (رس) ہوجیے استان پیریدا (فریدا) کھوٹ کن گئے
حانی گوزاں دن الامے جینی سہے
[گورو گرنٹھ صاحب راگ آسا شیخ فرید ص ۳۸۹]
شرح فریدہ حی کے سمرچہ نالا روپوں شدوں میں سرور و درسی

الفاظ کی آہستہ ہے۔ چنانچہ محبت، عشق، رنگ، در، دروہس، پروردگار، ہوا، بختندی، حیر، اللہ، گور، خاک وغیرہ الفاظ کا تعلق عربی اور فارسی سے ہے۔

گورو گرتھ صاحب میں راک سوہی میں شیخ مرید جی کے نام پر دو شبہ درج ہیں۔ ان میں بھی عربی اور فارسی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جیسا کہ :

تپ تپ لوہے لوہے ہاتھ مرورو
 باناں ہوئی سوسہ (شہ) لورو
 نے سہ (شہ) من میں کیا روس
 محبت اوگ سہ (شہ) ناہی دوس
 تیں صاحب کی میں مار نہ جانی
 جیوں کتوںے ہاجھے پھوتانی
 کالی کوئل تو کت گن کالی
 ابھے برنم کے ہوں برہے جانی
 پرہے بیون کیتے سکے ہائے
 جاہوئے کربال ناں ہرہو ملائے
 ودھن کھوہی مندھ اکیلی
 نہ کو ساڈھی لہ کو بلی
 کر کرہا ہرنہ سادہ سنگ مہلی
 جان پھر دیکھوں ناں میرا اللہ بلی
 واٹ ہماری کھیری اڈھٹی
 کھنوں لکھی بہت پھنٹی
 اس اوپر ہے مارگ میرا
 سیکھ پھریدا (شیخ فریدا) ہنتہ سمار سو را

اور دوسرا شبہ یہ ہے :-

پڑا بدھ لہ مکیو بندھ کی ویلا
 نہر سرور جب اوچیلے لب تون دھولا
 ہتھ لہ لانے کسبھڑے جل جاسی ڈھولا
 اک آہنے ہتلی مہ (شہ) کیرے بولا

دودھا تھنی آونی بھر ہونے لہ میلا
 کہے پھرید (فرید) مہلیو (مہلیو) مہ (شہ) لانے سی
 ہس جلسی ڈوسٹا ابہ تن ڈھیری تھیری

جسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گوروگرتے صاحب من شیخ
 فرید ہی کے نام پر کچھ شلوک بنی درج ہیں ۔ ان شلوکوں میں
 شیخ صاحب ے عربی اور فارسی الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ ذیل میں ہم
 ان شلوکوں سے بعض مثالیں پیش کیے دیتے ہیں :-

والوں ٹکی پرسلات (ہل صراط) کنی نہ منی آنے
 پھریدا (فریدا) کبڑی ہوندی کیڈا نہ آپ مہانے
 پھریدا (فریدا) دردروسی (دروینی) گاکھڑی جلاں دنیا نہت
 جہہ اٹھائی ہوئی کتھے وچاں گت - ۲

.....

پھریدا (فریدا) حے لو اکل لنبہ (عقل لطیف) کائے لکھ نہ لیکھ
 آہڑے گریواں (گریباں) مہ سر لوان کر ویکھ - ۶

.....

پھریدا (فریدا) جاں لو کتھ ویلا تاں لوں دتا دن مسن
 مرگ سوانی لیہ جاں پھریا دن لدبا - ۸

.....

پھریدا (فریدا) کوکھدباں جاگسہباں منی دیدن نت
 جو سیناں (شبٹاں) وعدا سے کت پھیرے جت - ۱۵

.....

گڑھ لیتا گھٹ لوٹا دیوڑے گینا بوجھائے - ۴۸

.....

بھریدا (فریدا) کوٹھے منڈپ ماڑیاں ابت لہ لائے جت

مٹی بنی اتولوں کوٹے لہ ہوسی مت - ۵۷

بھریدا (فریدا) منڈپ مال لہ لائے مرگ ستان جت دھر

ساں جائے شمال جھٹے ہی تو ونجھاں - ۵۸

بھریدا (فریدا) جی کبی ناہیں گن نے کڑے وسار

مت سرمندا (سرمندا) تھوہی مانی دے دربار - ۵۹

بھریدا (فریدا) صاحب دی کر جا کری دل دی لہ بھرانہ

دروساں (درویشاں) نو لوڑینے رکھیں دی جیراند - ۶۰

بھریدا (فریدا) کالے سینڈے کپڑے کالا سینڈا ویس

کسی بھریا میں بھران نوک کھے درویش (درویش) - ۶۱

.....

خان کواری تان جافو ویواہی تا ماملے (حاصلے)

بھریدا (فریدا) ایو پچیتو تاؤ وت کواری لہ تھینے - ۶۲

.....

بھریدا (فریدا) بھنی کھڑی سونوی نوٹی نا کر لہ

اجرائیل (عیرائیل) بھرسنہ (فرشتہ) کے گھر لانیسی اج - ۶۳

.....

بھریدا (فریدا) ے لواجا (ے نمازا) کتیا ابہ لہ بھلی ربت

کھنی چل لہ آتیا پھری وکھت (وقت) مسبت - ۶۴

اٹپ بھریدا (فریدا) احو (وضو) ساح

سبہ (صبح) نواح (نماز) گجارج (گرجا)

جو سر مانیں لہ نویں سو سر کپ اتار - ۶۵

جو سر سائبی نہ لویں سو سر کیجئے کائے
کنے ہیٹھ جلا بنے بالن سندڑے تھائے - ۷۲

.....

پیریدا (فریدا) سن میدان کر ٹوٹے لیے لاء
اچے مول نہ آوسی دوجک (دوزخ) سندی بہاء - ۷۳
پیریدا (فریدا) کھالک (خالق) کھلک (خلق) میں
کھلک (خلق) وے رب ماہ

مدا کس نو آکھینے جاں تس بن کوئی ناہ - ۷۵
پیریدا (فریدا) جے دہ لالا کیا ہے گل کہیے چوکھ
بیون نہ اتی ماملے (معاملے) - ہاں نہ اتی دوکھ - ۷۶

.....

پیریدا (فریدا) برے دا بیتلا کر گسہ (غصہ) من نہ ہڈھائے
دہی روگ نہ لا گئی ہلے سب کچھ ہائے - ۷۸
پیریدا (فریدا) بنکھ پراہٹی دنی سوہاوا باگ (باغ)
لوٹ وحی مہ (صبح) سیوں چلن کا کر ساج (ساز) - ۷۹

.....

پیریدا (فریدا) مہل (محل) نسکھن رہ گئے واسا آنا تل
گوراں سے نشان بہن روہاں (روہاں) مل
آکھیں سبکھاں (شبعان) ہدی چلن اح کہ کل - ۹۷

پیریدا (فریدا) موئے دا ہاں ابوے دے جیوں درباوے ڈھاھا
اچے دوجک (دوزخ) تپیا سنہنے ہول ہوے کاھاھا
اکھاں نوں سب سوچی آئی اک پیردے بے پرواھا
اچل (محل) جے کب دنی وچ سے درگہ اوکھا - ۹۸
پیریدا (فریدا) مہل (محل) کھلک (خلق) کھلک (خلق)

کیل کر بندے ہجہ لو اچھے باج (باز) بنے
 باج (باز) بنے تو رب دے کیلاں و سرباں
 جو من چت لہ جنے من سو گالی رب کیاں - ۹۹

ساڈھے ترے من دیہری چلے ہاں ان
 آنبو بندہ دنی وج وت آسوں جن
 مالک الموت جاں آوسی سب درواحے (دروازے) بین
 تنان پیاریاں بیانیان اچھے دتا بنہ
 دیکھو بدہ چلبا جیوہ جنبا دے کن
 پھریدا (فریدا) امل (عمل) حے کیتے دنی وج درگاہ آنے کہ - ۱۰۰
 پھریدا (فریدا) عوں بلسہاری تن ہنکییاں جگل جہاں واس
 ککر جگن تیل و من رب لہ چھوڈن پاس - ۱۰۱

.....

پھریدا (فریدا) پچیتی رات نہ جا گیوہے جیوندڑو موٹیوہ
 حے تیں رب و ساریاں تان رب نہ و سربوہ - ۱۰۲
 پھریدا (فریدا) کت رنگولا وڈا وے سبتاح (بے محتاح
 اللہ ستی رب اہہ سچاواں ساج (سار) ۱۰۳
 پھریدا (فریدا) دکھے سکھے اک کر دل نے لاء وکار
 اللہ بھاوے سو نہلا تان لہی دربار - ۱۰۴

پھریدا (فریدا) دنی و حانی وحدی نوں بیہی وجھے لال
 سوئی جیو نہ وحدا جس اللہ کردا سار - ۱۰۵

پھریدا (فریدا) دل رتا اس در سیوں دنی لہ کتے کہ
 مل (مثل) ہیکیراں (لغیراں) گا کھڑی سو ہانیے پور کرہ - ۱۰۶

.....

سبر (سبر) سچے کن اے سبر (سبر) کا لہنٹو

سر (صر) سدا بان کیناک (خالق) کہتا (حقا) نہ کرتی ۔

۱۱۵

سر (صر) اندر ساوی (صاری) تن ابوے جانیں

ہون نجیک (نردنک) کھدائے (خدائے) دے

بہت لہ کسے دین - ۱۱۶

سر (صر) ابہ سواؤ حے تو بندہ دڑ کرے

ودہ تہیوے درناؤ نوٹ لہ تہیوے واہڑا - ۱۱۷

بہرندا (فریدا) دروہسی (دروہشی) گا کھڑی چوہڑی پربت

اکسے کئے جانسے دروہساوی (دروہساوی) ریت - ۱۱۸

[گورو گرنہ صاحب شلوک فریدہ ۱۳۷۷ تا ۱۳۸۳]

شیخ فرید جی کے بیان کردہ مسرجمہ بالا کلام سے واضح ہے کہ ان کے زمانہ میں ہونے والے خانے والی زبان میں یہی عربی اور فارسی کے انداز کا استعمال رواج پڑ چکا تھا اور اس طرح اردو زبان کی بنیاد رکھی جا چکی تھی ۔

ہیک نام دیو جی کے نام سے جو کلام گورو گرنہ صاحب میں درج ہے اس میں بعض ایسے شبد ہیں جنہیں ابتدائی اردو کا نمونہ کہہ سکتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

میں اندعلے کی ٹیک تیرا نام کھوندکارہ (خوندکارہ)

میں گرس (عرب) میں مسکیں تیرا نام ہے آدھارا

کرتا رہیا (رحبا) اللہ تو گنی (غنی)

ہادرا (حاصرہ) ہدور (حضور) در بس (در بیش) تو سی (منیع

درناؤ نو دھد نو ہسار نو دھی

نو دانا نو سا میں بیچار کہا کری

ناسے جہ ساوی اکھسد (بختد) تو عری

عربی اور ہندی کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کے زمانے میں عربی اور فارسی زبان کا اثر تمام حدود و احوال میں پھیل چکا تھا اور لوگ اپنی تحریر و تقریر میں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی بکثرت استعمال کیا کرتے تھے۔

گورو گرے صاحب کے ایک اور مقام پر نام دیو جی کے نام سے ایک اور نام شد درج ہے۔ اس میں بھی ہندی کے ساتھ عربی اور فارسی کے الفاظ کا استعمال مثنیٰ سابق موجود ہے۔ فرماتے ہیں :

سلطان (سلطان) ہوچھے من بے نامہ

دیکھوں رام تنہارے کاماں

نامہ سلطانے (سلطانے) بالندہ لا

دیکھوں تیرا میں ہر پیشہ لا

بھل گؤ دیو جیوانے

لاترگردن ماروں ٹھانے

بادشاہ (بادشاہ) ابسی کیوں ہونے

بھل کیا جیوے نہ کوئے

میرا کیا کچھو نہ ہونے

کرے رام ہونے ہے مونے

بادشاہ (بادشاہ) چڑھو اہنکار

کچ ہستی دیوں جھکار

.....

کاہی (قاضی) ملاں کرنی سلام

ان ہندو میرا ملہا مان

بادشاہ (بادشاہ) ینتی سنیو

نامے سر بھر سونا لیو

مائل لیوں تو دوجک (دوزخ) ہرؤں

دس چنور دسا کو نیروں
 ہاؤں بیڑی ہالتیوں تال
 نامہ گویے کن گویاں
 کنگ جن جیوں الٹی جیے
 تو نامہ ہر کرتا رہے
 سات کھڑی جب پنی سنی
 اجہوں لہ آنو ترہیوں دہنی

.....

کہیے تو دھرنی اکوڑی کروں
 کہیے تو لے کر اوپر دھروں
 کہیے تو سون کڑ دیوں جائے
 سب کوئی دیکھیے پتائے
 نامہ پرلوسے میل میل
 کڑ دوغانی بھرا میل
 دودھ دوے جب سکی بھری
 لے بادشاہ (بادشاہ) کے آگے دھری
 بادشاہ (بادشاہ) مہل (محل) میں جائے
 اوگھٹ کی گھٹ لای آئے
 کاہی (قاصی) ملان پنتی فرمائے
 بکھسی (بخشی) ہدو میں لیری گائے
 نامہ کہیے سو بادشاہ (بادشاہ)
 ابہ بکھ پتیا بھیے دکھائے
 ابہ پتیا کا ابہ پروان
 ماح میل جاسو ملان (سمنان)

[گورو گرنٹھ صاحب پیروں نام دیو ص ۵۰۰ - ۵۰۱]

نام دیو جس کے ایک ورنامہ ہے جی ہاں اسی نتیجہ تک پہنچنے

ہی کہ اس زمانے میں ہندی الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی کے الفاظ کا استعمال جاری ہو چکا تھا۔ ایسے ہم اردو کی ابتدائی حالت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ دیکھئے :

مانے لہ ہوتی باپ لہ ہوتا کرم نہ ہوتی کاٹیا
م نہیں ہوتے نم نہیں ہوتے کون کہاں نے آیا

.....

چند لہ ہوتا سور لہ ہوتا ہانی ہون ملایا
شاست لہ ہوتا ید نہ ہوتا کرم کہاں نے آیا

[گورو گرنٹھ صاحب راگ رام کلی نام دیو ص ۹۷۳]

یعنی ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ نہ ماں تھی ، نہ باپ تھا اور نہ کسی کا کوئی عمل تھا اور نہ کسی کا جسم ہی تھا۔ ہم بھی نہیں تھے ، تم بھی نہیں تھے اور کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ اس وقت یہ چاند اور سورج بھی نہیں تھے اور ہانی اور ہوا کا بھی کوئی نام و نشان نہ تھا۔ اس وقت شاستر اور ویدوں کا بھی کوئی وجود نہ تھا۔ اس وقت کرم (اعمال) کہاں سے آ گئے تھے ۔

ہندو قوم کا یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان کی پیدائش اس کے ساتھ اعمال کا نتیجہ ہے اور جس قدر بھی جاہدار چیزیں چرندے ، پرندے ، درندے ، کیڑے مکوڑے اور سبزیاں ، ترکاریاں ہیں یہ سب پھیلے جنم میں انسان تھے اور اپنے برے اعمال کے نتیجہ میں اب کوئی ہاتھی بن گیا ہے اور کوئی شیر۔ کسی کو چوہے کا جنم مل گیا ہے اور کوئی دلی کی شکل میں پیدا ہو گیا ہے۔ کوئی مٹاثر بن گیا ہے اور کسی نے بیگم کی شکل اختیار کر لی ہے۔ ایسے لوگوں سے نہ دیو ہی نے اپنے اس شہ میں سول کیا ہے جب کہ کسی چبڑ کی حبیب بھی ہوئی تھی اس وقت یہ جاہ ، سورج اور ستارے بھی موجود ہیں تب سے اگر کسی نئی روح کی پیدائش اس کے پچھلے جنم کے اعمال کا نسخہ ہے تو اس وقت اس کے اعمال کہاں سے آ گئے اور کس نے وہ

میں آئے ہیں کیونکہ اس وقت تک آجوسی نہیں آئی۔ موموں
 سے کاٹا گیا ہے جس میں خیر و شر کا واسطہ ہے کہ ایک وقت اس
 میں کیا ہے کہ رہی صورت میں ہیں وہ بھی وہ نہ جانتے۔ سورج،
 ستارے وغیرہ بھی نہیں تھے۔

یہ دیکھ کر کہ یہ شے بھی گورو گوبند صاحب میں سورج ہے :

آؤ کلندر (لندر) کیسا

گرو ابدالی بھیسوا

اس اکاس (اکس) کلاہ سر کی کیسے (کسر) صبت پیانہ
 چر ہوس (بوس) کا مندر تیرا ابہ بدھ بے گوبالا
 چہین کوٹ کا بیہ تیرا سولہ سپہ احارہ (آزارہ)
 تیرا انچارہ مدگر تیرا سہک (سہک) سب مسارا
 دیہی مسعد (مسعد) میں مولانا سپہ نواح (نواح) گجڑے (گواڑے)
 بی بی کولان موکان (فانی) تیرا نام برنکار آکرے
 نہت کرت میرے دل چھانے کہ یہ کروں ہکارا
 ناسے کا سواہی انتر جانی بھرے سگل ے دبوا

[گورو گوبند صاحب بھیروں نام دیو ص ۱۱۷]

یہ دیکھ کر کہ اس شے میں جی ہمدی کے ساتھ ساتھ ہریں اور
 دھرم کے ساتھ سمیں کہے گئے ہیں اس لئے کہ شکاری کچھ بدل
 گئے ہیں۔ مثلاً کس کی کیسے، چرہ ہوس کو چر ہوس،
 پیر میں کو ہیں، مسعد کو مسعد اور تیر کو نواح کی جگہ دے
 دی گئی ہے۔

گورو گوبند صاحب کے علاوہ کبیر جی کا اور کلام بھی مناسبت
 اور بعض مقامات پر "کبیر بھک" وغیرہ بھی ان کی طرف منسوب
 ہے۔ گورو گوبند صاحب کے بعض ناموں میں تو کبیر جی کی
 طرف اشارہ ہے۔ گورو گوبند صاحب میں سورج نہیں ہے۔

بعض ودوانوں نے کبیر جی کو گورو نانک جی کا اور بعض نے گورو نانک جی کو کبیر جی کا گورو طاعر کیا ہے ۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ گورو نانک جی اور کبیر جی میں کبھی ملاقات کی نوبت نہیں آئی تھی ، کیونکہ گورو نانک جی حسب سارس گئے ہیں کبیر جی وفات پا چکے تھے ۔ کبیر جی کی زندگی میں گورو جی کا سارس جانا ناست نہیں ۔

شگ کبیر جی کے کلام میں بعض ایسے شبہ بھی موجود ہیں جن میں ہندی کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں جو اس زمانہ کی ریختہ کا نمونہ کہے جاسکتے ہیں جیسا کہ دیں کے شبہ سے طاعر ہے :

راجہ رام توں ایسا

زبہو توں نارن رام رائیا

جب م ہوتے تب تم ناہیں ، اب تم ہو م ناہیں

اب م تم ایک بنتے ہیں ایکے دیکھت من بتی آہی

جب بدھ ہوتے تب بل کیسا اب بدھی بل نہ کیثانی

کہ کبیر بدھ ہر لئی میری بدھ بدلی سدھ ہانی

کتھٹ نیم کر کوٹھڑی باندھی بست انوپ پیچ ہانی

کسعی کلبہ (قل) پراں کر راکھیے کرتے بار نہ لانی

اب من جاگت رہ رہے بھانی

گاہل (غائل) ہوئے کے جنم گوانبو چور مسے گہر جانی

بچ پھروآ در میں رہنے کن کا نہیں بتی آوا

کلام میں یہ الفاظ بکثرت استعمال کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ گو اس زمانے میں اردو زبان ایسی وجود میں نہیں آئی تھی تاہم اس کی داغ بیل بڑی ضرور شروع تھی اور لوگ ہندی الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی اعطاب بھی بکثرت استعمال کرنے لگے تھے ۔

اس سلسلہ میں کبیر جی کا ایک یہ شعر بھی پیش کیا جا سکتا ہے :

ایک کوٹ پنج سکدارا پنجے مانگیں حالہ (حالہ)
 جمی (زمیں) نہیں کسی کی بوٹی ایسا دین دکھالا
 ہر کے لوکا موکو لیت ڈیے ہٹواری
 اوپر بٹھا کر میں گور بہ بکریا تن ہوں لیا اباری
 نو ڈاڈی دس منصف (منصف) دھاوس رنیت (رعیت) بسن نہ دیہی
 ڈوری پوری ساپے ناہیں بہ بسٹالا لیہی
 ہتر گھر اک ہورکھ ساہا ان دبا نام لکھائی
 دھرم رائے کا دھتر (دفتر) سودھا ناک رحم (ناق رزم) نہ کافی
 [گورو گرنٹھ صاحب رگ سوہی کبیر ۹۳۔]

کبیر جی کے اس شعر میں بھی رمیں ، منصف ، رعیت ، دفتر ،
 ناق اور رزم وغیرہ اصطلاحی اور فارسی زبان کے ہیں ۔
 ایک اور مقام پر بھی کبیر جی نے ساں کیا ہے کہ :

امل (عمل) سرائو لیکھا دیا
 آئے کٹھن دوت جم لینا
 کیا ہیں کھٹیا کہاں گواہا
 چلہو مناب (شتاب) دیباں بلابا
 ہر بھرمان (فرمان) درگہ کا آیا
 کروں ارداس گاؤ کچھ باکی (باقی)
 لیو لیبر آج کی وات
 کچھ بھی کھرج (خرج) تمھارا سارون
 سبہ (صبح) لواچ (ہمز) سرائے کھارون (گر روں)
 سادھ سنگ جان کو ہر رنگ لاؤ
 دھن دھن سو من برکھ سٹھاؤ
 اہت اوت جن سدا سپیلے

[گورو گرسہ صاحب پنہروں کسر ۱۱۵۹]

۲۔ سو ملان جو من سیوں لرے

گور ابدیش نال سیوں جوے

کال پورکھ کا مردے مان

لس ملان کو سدا سلام

ھے ہور (حضور) کب دو، سدا

دندر بادھو سندر ہاؤ۔

کاچی (فاسی) سو جو کائنات

کائیاں کی اگن برہم پرچارے

...

جوگی گورکھ گورکھ کرے

ہندو رام نام اچرے

مسلمان کا ایک خدائے

کبیر کا سواسی رہیا مہائے

۳۔ ستر سے سالار ہیں جان کے

سوا لاکھ پنکھر (پنچمر) دن کے

سبکھ (سبح) جو کہنے کوٹ انہاسی

جیہن کوٹ حان کے کہیں کھلاسی (حسن خلاسی)

سو کریم (عرب) کی کو گھراوے (کراوے)

مجلس دور مہل (مح) کو پوے

لبیس کروڑی ھے ٹوس کھنہ (حل حہ)

چوراسی لکھ پھرے دیوالہ

۷۷ آدم کو کچھ ندر ستر دلہن

ان ہوی بیست (بست) گہمیری ۷۷

دل ٹوسیں حدر حل کے حدر ۷۷

چھوڑ کس کرے میناں (مہناں)

دنیا دوس (دوس) روس ہے لونی
اپنا کیا پالے سونی
تم دانتے م سدا بھکھاری
دیو خواب ہونے بھکاری (بزدلاری)
داس کبیر تیری پناہ سمانا
بھست (مست) بھست (نردیک) را کھ رہمانا (رجمن)

[گورو گرو صاحب پھروں نعت ص ۱۰۰]

م - اول اللہ اور اپنا کدرت (قدرت) کے سب بندے
ایک نور نے سب جگ اپنا کون بھلے کو مندے
لوگا بھرم نہ بھولو بھائی
کھالک کھلک (خالق خلق) کھلک (خلق) میں کھالک (خالق)
پور رہیو سرب بھائی

مائی ایک ایک اہات کر ساجی ساجن ہارے
لہ کچھ بوج مائی کے بھاندے لہ کچھ بوج کھارے
سب میں سچا ایکو سوئی نص کا سب کچھ ہوئی
ہکم (حکم) بچھانے سو ایکو جانے بندہ کھینے سوئی
اللہ الکتہ نہ جانی لکھا گور گڑ دیا بیٹھا

کبہ کبیر میری مسکا ناسی سرب ترنجن ڈیٹھا

[گورو گرنٹھ صاحب پریہانی کبیر ص ۱۳۵۰]

ہ - اللہ ایک مسیت بہت ہے اور ملک کس کبیرا

ہدیو سورت نام نواسی دوہ میں لت لہ ہیرا

اللہ رام جیوں قیرے ناڈیں

نو کر سہرامت (سہرامت) مائی

دکھیں دیس ہری کا باسا بھم اللہ مقاما

دل میں کھوج دلے دل کھوحو ابھی ٹھور مقاما

و عمر کھاس (عبادت) کرے چوپیس

کاہی ماہ رجبنا (قاضی ماہ رمضان)
 گزارہ ماس ہاس کے راکھنے ایکے ماہیں لکھانا
 کہاں اذیسے مین کیا کیا سیت سر تہیں
 دل میں کبٹ بواج (تاز) گوارہیں کیا
 ہج (حج) کائے (کعبہ) حنبی
 ایسے اورت (عورت) مردان ساحے ایہ سب زوہ کھارے
 کبیر لونگرا رام اللہ کا سب گور ہر ہمارے
 [گورو گرسہ صاحب پر پونہ شہر ۱۳۸۹]

۶۔ جب م ایک انکو کر جالما
 تب لوکا کائے دکھ مانیا
 م اپتہ اپنی بت کھوئی
 ہمیری کھوچ پرو مت کوئی
 م مندے مندے من ماہی
 مانجھ بات کاہو سیوں ناہی
 بت اپتہ لان کی نہیں لاج
 تب جانوگے حب اکھیرے گو ۶ ح
 کہ کبیر بت ہر پروان
 سرب تباگ بوج کبول نام
 [گورو گرسہ صاحب کوڑی شہر ۱۳۸۷]

۷۔ لگی پھرت دو بانہنے ہوگ
 بس کا مرگ مکت سب ہوگ
 کما لکھے کا ۷ بندھے جاہ
 جب نہیں جنس آم رام
 [گورو گرسہ صاحب کوڑی شہر ۱۳۸۷]

۸۔ کرپوس میں کل ۳۳ دی
 بروم بندھے سب الہائی

کہ دے بنت باس کت کے ہونے
 براہمن کہ کہ جنم مت کھوئے
 جو تو براہمن براہمنی جابا
 لو آن ہاٹ کاہے نہیں آیا
 تم کت براہمن م کت سود
 م کت لیو تم کت دودھ
 کہ کبیر جو پرم یچارے
 سو براہمن کہنت ہے ہمارے

[کورڈ کرسٹ صاحب راک گوڑی ص ۳۰۵]

۵ - ایسے اچرج دیکھو کبیر
 ددھ کے بھولے بھولے لیر
 ہری انگوری گدھا چرے
 نت اتھ ہایے ہینگے مرے

[کورڈ کرسٹ صاحب راک گوڑی لیر ص ۳۰۶]

۶ - جوا جمن مردن انگا
 سوئن جلیے کاٹھ کے سنگا
 اس لن دھن کی کون بڈائی
 دھن پڑے اروار نہ جانی
 رات جے سوویں دن کرس نہ
 اکہ کہیں این نہ ہر کو نہ
 ہانٹ نہ ڈور مکھ لہانڈو سور
 مرقی ہار کس بانڈھو چور
 کہت کبیر جیت دے الدھا
 مت رام جھوٹا سب دھندا

[کورڈ کرسٹ صاحب گوڑی کبیر ص ۳۰۷]

۱۱ - نس من دھن کرہ سوئپ سرور
 سوئی سوہا گن کہے کبیر

۱۱۔ گورو گریم صاحب سوئی کیر صاحب

۱۲۔ مکھ مالکت دکھ آجے آوے

سو مکھ غمہوں نہ مالکیا نہوے

[گورو گریم صاحب سوئی کیر صاحب]

۱۳۔ کون کو بوت پتا کو کا کو

کون مرے کو دے متاہو

ہر نینگ حک کو ٹہگوری لانی

ہر کے نوک کیسے جیوں مہری مانی

.....

کہ کیر نینگ سوں میں مانیا

گنی ٹہگوری نینگ چچانیا

[گورو گریم صاحب سوئی کیر صاحب]

۱۴۔ ہر جس میں نہ ہر جس گونیں

باقی ہی آسمان گراویں

آپ گئے اور ہوں کھوویں

آگ لکڑے سدھ میں سوویں

اورن ہست آپ ہیں کانے

نن کر دیکھ کیر لجائے

۱۵۔ گورو گریم صاحب سوئی کیر صاحب

۱۶۔ بھرمان (فرماں) نرا مرے اور پھر نہ کرے بھار

نہ ہی دریا نہ ہی کرنا بھے بے ستار

بدے بدگی اکھتار (اختیار)

ساعت (صاحب) روس دھروں کہ ہار

نہ نرا آدھار میرا جیوں بھول جی ہار

نہ کیر کلام (علام) گھر کا جائے بھوین مار

[گورو گرنٹھ صاحب گورڈی کبیر ص ۳۳۸]

۱۶ - جب م ہونے تم ناہی اب تم ہو م ناہی
اب م م ایکہ بننے میں انکے دیکھت من ہتی آہیں

[گورو گرنٹھ صاحب گورڈی کبیر ص ۳۳۹]

۱۷ - ترک ترنک (طرفت) جانشے ہدو وید ہوراں
م سمجھاواں کارٹ کچھواک بڑھینے گان

[گورو گرنٹھ صاحب گورڈی کبیر ص ۳۴۰]

۱۸ - لکا سا کوٹ سمند سی کھانی

نہ راواں گور کبیر (جبر) نہ ہانی

کا مانگوں کچھ نور نہ رھانی

دیکھت بن چلیو جگ جانی

اک لکھ پوت سوا لکھ نانی (ناطی)

جیت سمیت چت ہونے رہ تو لے پرگس اجی آرا

نو گھر دیکھ جو کانی تھولی بست انوپ نہ ہانی

کہت کبیر نوے گھر مو سے دسویں ت ساں

[گورو گرنٹھ صاحب ورگ گورڈی کبیر ص ۳۴۱]

گورو گرنٹھ صاحب کے ایک اور مقام پر کبیر جی کا یہ شعر

درج ہے :

وید کتب اہترا (اوترا) نہانی دل کا فکر ابھکر نہ جانے

نک دم کراری (فراری) جو کرو

ہاجر ہور کھدائے (حاضر حضور خدائے)

بندے کنوچ دل ہر روح (روز) لہ بھر ہرسانی (ہرسانی) ماعن

انہ جو دلہا سہر (سحر) سلا دستگیری ناہیں

دروگ (دروغ) ہڑہ ہڑہ کھسی (خونسی) ہونے

سے کبیر (ے حیر) باد بکھیں

ہک (حق) مع کتیانک (خالق) کینک (حلق) مہاے
سیام مورت لاہیں

اساں لہنگ دریا گیل (غسل) کردن بود
کر ہنکر (فقر) دائم لانے چسے (چشمے) جہاں نہاں موجود
اللہ پاک ہے سک (شک) کروں ہے دوسر ہونے
کیر کرم کریم کا اوہ کرے جانے سونے

[گورو گرنٹھ صاحب راگ تمگ کبیر ص ۷۰۷]

کبیر جی کے اس شد میں افترا ، دل ، فکر ، حاضر حضور ،
خدا ، بندے ، ہر روز ، پریشانی ، دنیا ، سحر ، دستگیری ، دروغ ،
خوشی ، بے خبر ، ماد ، حق ، مع ، خالق ، خدق ، دریا ، عین ،
کردن ، بود ، فقر ، دائم ، چشم ، موجود ، اللہ پاک ، شک ، کرم ،
کریم وغیرہ الفاظ عربی اور فارسی زبان کے ہیں ۔ کبیر جی کا ایسے
گورو گرنٹھ صاحب میں جن بھگتوں کے نام سے کلام درج ہے
ان میں بیگت روداس جی بھی شامل ہیں ۔

بیگت روداس جی نے اپنے کلام میں ہندی کے ساتھ فارسی اور
عربی کے افعال بھی استعمال کیے ہیں ۔ آپ کے ان شبدوں کو اس زمانے
کی ریختہ کا نمونہ کہا جاسکتا ہے جو ہندی اور اردو کی درمیان سہری
ہے اور بعد کو اردو کی مستقل شکل اختیار کر گئی ۔ آپ فرماتے
ہیں :

بے گم (بے غم) ہوزہ سہر (شہر) کو لاؤں

دوکتہ الدوہ نہیں تہ ٹھاؤں

لہ ٹوس کتراج (تشویش خراج) لہ مال

کتہونہ نہ کھتا (خوب نہ خطا) توس نہ حوال (زوال)

اب موہے کتہوب (خوب) وٹن (وطن) کہ ہانی

اوہاں کتہیر (خبر) سدا میرے بھائی

کٹم دائم (دائم دائم) سدا پانساہی (پانساہی)

دوم له سیم (سوم) ایک سو آھی

ایادان سدا مسہور (مشہور)

اوہان گنی (غنی) بسیں مامور (معمور)

تیوں تیوں میل کرسی جیوں بھاوے

مہرم مہل (محرم محل) لہ کو انکاوے

کہ روداس کھلاس (خلاص) چارا

جو م سہری (شہری) سو میت ہمارا

[گورو گرنٹھ صاحب گوڑی روداس ص ۳۵]

بھگت روداس جی کے اس شبد میں ے غم پورہ ، شہر ، تشویش ،
حراج ، مال ، خوف ، خطا ، ترس ، زوال ، خوب ، وطن ، خیر ،
قائم دائم ، ہاتشاہی ، دوم ، سیم (سوم) ، ایادان ، مشہور ، غنی ،
معمور ، محرم اور محل وغیرہ الفاظ فارسی اور عربی کے ہیں ۔ ہندی
شاعری میں ان الفاظ کا استعمال ہند میں اردو زبان کی بنیاد رکھے جانے
اور ہندی اور اردو کی درمیانی کڑی کا پتا دیتا ہے ۔

بھگت روداس جی نے اپنے کلام میں اور بھی کہیں کہیں فارسی
اور عربی کے الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ ذیل میں ہم ان کے بعض نمونے
پیش کرتے ہیں :

۱ - تم چندن م ارٹ باب رے سنگ تمہارے ہاسا
لیح روکتے آج بھنے ہیں گندھ سو گندھ لواسا

.....

تم مکھنول (غنول) سبد سینل م ہررے جس کیرا
ست سنگت مل رہنے مادھو مدھوب مکھیرا
حانی اوچھی پاتی اوچھی اوچھا جنم ہمارا
راجہ رام کی سیو لہ کینی کہ روداس چارا

[گورو گرنٹھ صاحب ص ۳۸۶]

۲۔ حب م ہونے نہ تو ناہی اب توہی مہی ناہی
اہل اکم جیسے ہرنو ددہ جل کبول حل ماہی

[گورو گرتھ صاحب سورٹھ روداس ص ۵۷۰]

۳۔ جو م ہاندھے موہ بھاس مہی م بریم بدھن تم ہاندھے
اہے چھوٹن کو جن کرو م چھوٹے تم ارادھے

[گورو گرتھ صاحب سورٹھ روداس ص ۶۵۸]

۴۔ جو تم گورو تو م مورا
جو تم چند لو م بھنے ھے چکورا
مادھو تم نہ تورو م نہیں توری
تم سیوں تورو کون سیوں جوری
جو تم دیورا تو م باقی
جو تم تیرتھ تو م جاتی
ساجی پریت م تم سیوں جوری
تم سیوں جور اور سنگ توری
جہ جہ جازن نہاں تیری سیوا
تم سوں لٹاکر اور نہ دیوا

[گورو گرتھ صاحب سورٹھ روداس ص ۵۷۰]

۵۔ مائی کو پترا کسے بھت ھے
دیکھئے دیکھے سے ہوئے دوربو بھرت ھے
حب جئے ہاؤے نہ کرک کرک ھے
مانبا گئی نہ زون بکت ھے

[گورو گرتھ صاحب سورٹھ روداس ص ۵۷۰]

۶۔ مہ (نہ) کی مہ سوہ گر جا
بچ انسان مکھ دلیان مانے

سوکھ جانے پیر پرانی
 جاں کے اندر درد نہ پائی
 نہ کچی دودھی گر دوئے ہکتے ہنی
 جس ناہ و نثر بینگ نہ کینی
 پر سلاب (ہل صراط) کا ہستہ دودھلا
 سنگ نہ مانتھی گون اکیلا
 دکھیا درد ولد در آہا
 بہت پیاس جواب نہ پایا
 کہ روداس سون پر پتہ تیری
 جوں جانو نبوں کرگت میری
 [کورو گرتے صاحب راگ سوہی روداس ص ۷۹۳]

۷۔ لاتھ کچھوآ نہ جانو
 من مایا کے ہاتھ بکانو
 تم کہنت ۵۵ حگت گور سوامی
 تم کہنت کل جگ کے کامی
 ان پنچن سرو من جو بکاربو
 ہل ہل ہر جی کے اتر ہاریو
 جت دکھبوت دکھ کی راسی
 اجیوں نہ پتائے نگم نہئے ساکشی

کہ روداس کیا کیسے کہے
 نں دکیوتے سون کا کی کہے

[راگ جیشری روداس ص ۷۱۰]

۸۔ اونچے مندر سال رسونی
 ابک گہری بین رہن نہ ہوئی

ابہ تن اب جسے گیس کی نان
 حل گبو گیس ول گبو مانی
 بھٹی بندہ کشب صہیرا
 گنیر کی تار ارے تن لائی
 اوہ تو بھوت بھوت کر بھاگی
 کہ روداس جینے جگ لوٹیا
 م تو ابک رام کہ چھوٹیا

[گورو گرتھ صاحب راک سوہن رو۔ اس ص ۷۰۰]

۹۔ ہیرا کہا کرے منسار
 مٹی ذات ہوتے دربار

[گورو گرتھ صاحب راک گوٹ رو۔ اس ص ۸۷۵]

۱۰۔ ایسی لال نجیہ بن کون کرے
 گرتھ نواح (غریب نوار) گو سائیں میرا سائیں جینر دھیرے

بچوں اوج کرے میرا گوٹہ کھوئے نہ ڈرے
 [گورو گرتھ صاحب مارو روداس ص ۱۱۰۸]

۱۱۔ پھل کاون پھولی بن رائے
 پھل لاکا تب پھول ہلانے
 [گورو گرتھ صاحب راک بھیروں رو۔ اس ص ۱۱۶۷]

۱۲۔ کہ روداس نیٹو جب لیکنو
 جونی جونی کبو سونی سونی دیکھو
 [گورو گرتھ صاحب راک ہلاول رو۔ اس ص ۱۲۹۳]

۱۳۔ ہندت سور جیتہ پت زاجہ
 ہیگت ہراسر اور نہ کوئے
 [گورو گرتھ صاحب راک ہلاول رو۔ اس ص ۱۵۸]

دہن میں ہم گورو نانک جی کے کلام سے بعض ایسے شبد
سیر کیے دیتے ہیں جن میں ہندی ، عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال
کیے گئے ہیں ۔ اسے اس زمانہ کی ریختہ کا نمونہ قرار دیا جا سکتا
ہے ۔ راگ تسک میں آپ کا یہ شبد درج ہے :

بک ارج (عرض) گہنم (گفتم) پس تو (پس تو)
در گوس (گوس) کن کرناو

شکا (حق) کبر کریم تو نے ایس (ے عیب) پرودگار (پروہگار)
دنیا مکام نیر (مقام فانی) تھیک (غشوق) دل دانی
ہر مومے ابراہیل (عزرائیل) گربینہ (گرفتہ) دل ہیچم نہ دانی
حس (دل) ہر ہمز برادراں کس نس دستگیر (دستگیر)
آخر نیستہ (سنہ) کس نہ دارد خون سود (شود) تکبیر
- س روح (سب روز) گتم (گتنہ) در ہوا
کردیم ہدی کھیال (خیال)

تھے نہ نہ کی کار کردیم ہر اس جی اشوان (احوال)
- سکتھ (سکتھ) ۴ جون لکھیل گکیل (سکتھ عائل)
۷۷ عر (۷۷ نظر) ۷۷ ہاک

- سکتھ لگوہ جس برا برے جاگیراں ہا کھیلاک (۷۷)
[گورو گروہ صاحب راگ تسک ۷۷۷]

گورو نانک جی نے اس شبد میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت
استعمال کیے ہیں ۔ مسطور کچھ سکڑ پروہسر تبعا سنگ جس سے بیان
کے ہے کہ گورو نانک جی کے اس شبد کی زمانہ ہندی ، اردو کی
درمیانی کڑی (ریختہ) ہے ۔

گورو نانک جی کے کلام میں ور بھی متعدد ایسے شبد ہیں
جس میں آپ نے ہندی ، عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کیے ہیں ۔

دیل میں ہم چہ اور نکونے پیش کیے دینے ہیں :

۱۔ جو تہہ بناوے سانی پھلی کار

تو سدا سلامت ہو کار

[گورو گرتھ صاحب ۳۰۰]

۲۔ بابا اللہ اگم اپار

ہای لانی ہاک تھانی چا پرودگار (پروردگار)

.....

پیر بیکابر (پیغمبر) سالک سادک (صادق)

سہدے (شہدے) اور سہید (شہید)

سیکنے سائنک (شیخ مشائخ) کاهی (فاضی) ملان

در درویش رسد (درویش رشید)

برکت تن کو اگلی پڑھدے رھن درود

[گورو گرتھ صاحب ۳۰۱]

۳۔ مکام (مقام) کر گھر یسا نت جلنے کی دھوکے

مکاء (مقام) تان پر حائینے حان رھے نہعل لوک

دنیا کبھی مکائی (مقامی)

کر مدک (صدق) کرن کیرج (خرچ) ہاندھو لاگ رھو نامے

ہوگی تان آس کر ہے ملان ہے مکاء (مقام)

ہذت وکھانے بوتھیاں سدھ ہیں دیو سٹیاں

سر سدھ گئی گدھرب سنی حں سکھ (شیخ) پیر سالار

در کوچ کوچا کر گئے اور پھر جلی ہار

سلطان کھان (سلطان خان) سلوک امرے (امر) گئے کر کر کوچ

گھڑی بہت کہ چلا دل سمجھ توں پھی پوج

.....

اللہ الکنہ اگم کادر (قادر) کرن ہار کریم

سب دن آون جاوون مکام (مقام) ایک رھیم (رحیم)

مکام (مقام) تس لوں آکھینے جس سس نہ ہووی لیکھ
 آسمان دھرتی چلسی مکام (مقام) اوہی ایک
 دن رو چلے نس سس چلے تازکا لکھ بلوئے
 مکام (مقام) اوہی ایک ہے لائکا سچ بگوئے

[گورو گرنٹھ صاحب سری راگ مہا ۱ ص ۶۳]

م - مہر مسیت مذک مسلا (صدق مصلے)

ہک ہلال (حق حلال) کران (کران)

سرم (شرم) منت سبل روجہ (روزہ) ہوہو مسلمان
 کرنی کاہا (کعبہ) سچ پیر کلا (کلمہ) کرم نواج (نماز)
 تسبہ (تسبیح) ساقس بھاوسی نانک رکھنے لاج

[گورو گرنٹھ صاحب وار مہاجہ مہا ۱ ص ۱۰۰]

د - مسلمان کسھاوں مسکل (مشکل) جاں ہوئے تان مسلمان کسھاوئے

اول اول دین کر منہا مسکل (مشکل) مانا مال ساوے

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم جکاوے
 رب کی رجائے (رضائے) منے سر اوپر کرتا منے آب گواوے
 تو نانک سرب جباں میں مہرست ہوئے تان مسلمان کسھاوے

[گورو گرنٹھ صاحب وار مہاجہ مہا ۱ ص ۱۴۱]

۶ - راحے رتبت (رعیت) سکدار (شکدار) کوئے نہ رعسی او

ہٹ پٹی ناچار (ہزار) ہکمی (حکمی) ڈھسی او

ہکے بنک دوار مور کہ جائے آہنے

درب بھرے بھزار رہنے اک کھنے

تاجی (تازی) رکھ تکر (غار) ہاتھی ہا کھڑے (پاحرے)

ہک (باع) ملکہ (ملک) گھر بار کھنے سے اپنے

تمو ہلنگ نوار سرائے لانی

نالک سچ داتار ساکھت (شناخت) کدرتی (قدرتی)

[گورو گرتھ صاحب وار صاحبہ، ص ۱۰۰]

۷۔ ہک (حق) پرایا نانکا اس سؤر اس گائے
گور پر ہامہ (حامہ) تان بھرے جان مردار نہ کہنے
گیں بہست (بہست) نہ جانے چھوٹے سچ کائے
مارن ہامہ (حرام) میں ہونے ہلال (حلال) نہ جانے
نانک گیں کوڑی فی کوڑا الے ہائے

ہمع نماجاں وکھت (نمازاں وقت) ہمع ہنچے ہنچاں لاؤں
پہلا سچ ہلال (حلال) دوئے تہجی کثیر کہہ دئے (جبر خدائے)
جوتی نشت راس من ہعویں بہت سانے (صفت نہائے)
کری کرا (کراہ) آکے کے تان مسلاں مدائے
[گورو گرتھ صاحب وار صاحبہ، ص ۱۰۱]

۸۔ بدبیلی گیانا کہہ (بدفعلی عائبہ خصم) نہ جانی
و کہے دیوانہ آب نہ پچانی
کہے بری منار وادے کہنے
من تاویں ویکار پیرمے پچنے
راہ دوریں اک خانے موئی تھپسی
کیر (کیر) گوکیراے (کیراے) اب جیس
سب دسا جہاں (سچاں) سچ تہنے
تہنے در دیوان آب گوانے
[گورو گرتھ صاحب وار صاحبہ، ص ۱۰۲]

۹۔ سچے کی سرکار جگہ جگہ جانے
ہکم (حکم) منے مردار در درہنے
پیرس (فرمای) شے کار کہہ (خصم) پچا
سل سج (صل بار) ہزار سہ (سہ) سہ
اک ہونے اوار اکوں س کھنی (کھنی)

اکاں بدھے بہار اکاں تا کیتی (تاختی)

[گورو گرتھ صاحب وار ماحہ بھندہ ص ۱۳۲]

۱۰ - ۴ جیر جی (زیر زمیں) دنیا پیرا مسادکا (مشائخا) وانہا
مے روہ بادساہ (بادشاہ) اینجوں کھدائے (انڑوں خدائے)
ایک توہی ایک توہی
لہ دیو دانوا نرا

لہ سدھ سادھکا دھرا
است ایک دگر کوئی
ایک توئی ایک توئی
دادے دھند آدمی

نہ سبت جیر جی (زیر زمیں)
است ایک دگر کوئی
ایک توئی ایک توئی

.....

لہ رجبک (رزق) دت آں کسے
ہما را (ہمہ را) ایک آں وے
است ایک دگر کوئی
ایک توئی ایک توئی
پولڈہ لہ گرہ جو (زور)
درکھت (درخت) آب آں کر
دھند موئی
ایک توئی ایک توئی

[گورو گرتھ صاحب وار ماحہ بھندہ ص ۱۳۳]

۱۱ - جیا تیرا حکم (حکم) گورو سوکھی حانیا
گورمنی آپ گوانے سچ بھالیا

سج تیرا دربار سد (شد) لیسانب (نشایان)

سجا سبد (شد) ویمار سج سماپا

مس مکھ سدا کوڑبار بھرم بھولاپا

وسنا اندر واس ساد نہ جانپا

ون ناویں دکھ ہانے آون جانپا

نانک ہارکھ آپ جن کھوٹا کھرا پھانپا

سپان (سپان) باجان (بازان) جرگن کوہان اپناں کھوالے گناہ

گناہو کھان تانا ماس کھوالے ابہ چلانے راہ

ندیاں وج لیے دیکھالے تھلیں کرے امکا

کیڑا تھاپ دے ہاتسامی (ہاتسامی) لکر (لکر) کرے سواہ

جینے جی جیوے لے ساغا جیوالے تاکہ اماہ

[گورو گرتھ صاحب راگ صاحب کی ڈار ص ۱۰۸]

چوہدری راجے نہیں کہے مکام (مقام)

ماہ (شاہ) مرہی منجے مابا دام

میں دھن دیجیے ہر امرت نام

ریت (رعیت) مہر مکدم (مقدم) سکدارے (شکدارے)

نہجیل کوئے نہ دے سارے

ابھربو کال کوڑ سر مارے

نہجیل ایک سجا سج سونی

جنی کر ماحی لیے سب گونی

اوہ گورموکھ جاپے نان بت ہونی

کاہی (کاہی) سیکھ (شیکھ) بھیکھ بھیکھرا (بھیکھرا)

وڈے کھاوے ہوہیں تن ہرا

کال نہ جھوڈے ترست گور کی دھیرا

[گورو گرتھ صاحب راگ گوری عمدہ ص ۲۲۷]

۔ مائیں مورت نالک لام
 کرن کتا در پهرمان (فرمان)
 گور پر مادی جانے مہان
 کان کچھ ہاوے درگہ مان

[گورو گرنٹھ صاحب راگ آسا م ۳۵۰]

۱۴۔ جے کو درگہ جتا ہولے لاؤں ہولے باجاری (بازاری)

مترخ باھی (شطرنج بازی) ہکے ناہیں کچی آوے ساری

[گورو گرنٹھ صاحب راگ آسا محلہ ۳۵۹]

۱۵۔ ہکر رجانی سا کینی (حکم رضائی ساختی) درگہ سچ کیول (قبول)

ساعت (صاحب) لیکھا منگی دلہا دیکھ لہ پھول

دل دروائی جو کرے درویشی (درویشی) دل راس

اسک بہت (عشق محبت) نالکا لیکھا کرتے پاس

[گورو گرنٹھ صاحب مارو کی وار محلہ ۱۰۹۰]

۱۶۔ کہان سو کینیل تیللا (طویلہ) گنیوڑے کہان بھیری سہائی (شہنائی)

کہن سو تیک بند (بیغ بند) گڈیڑ کہان سو لال کوانی (قبائی)

کہن سو آسان مہ بکے ایتھے دسے ناہی

ایہ جگ تیرا تو گوسائیں

اک گیزی میں تہاپ اتھاپے حر (زر) ونڈ دہوے تھائی

کہن سو گیر در مذہب مہلا (محلہ) کہان بنک سرنی

کہن سو سچ سکیالی کامنی جس ویکے نید نہ پنی

کہن سو ہاں تسولی ہرمان (حرمان) ہوبان چھائی مانی

اس جہر (زر) کارن گھنی وگوز ان جہر (زر) گھنی کینوانی (حواری)

ہاں باحنیوں ہووے ناہی موبان ساتھ لہ جانی

حسن یوں آب کیوانے کرنا کھس لیے چسگانی

کوئی ہوں بھر ورج رھانے جان میر منیا دھابا

تھان سکام (مقام) جلے یح مندر بچھ بچھ کوٹو رلاہا

کوئی نفل نہ ہوا اندھا کیسے نہ پرچا لایا
 میں پٹھانان بھنی لڑائی دن میں تیک (تیغ) وگٹی
 اوں تیکہ ناں چلائی اوں ہست چڑھائی
 جن کی چیری درگہ ہائی ناں مرنا بھائی
 اک ہندوانی اور ترکائی بھائی لہکرائی
 اکاں پیرن (پیراھن) سو کھڑبائے اکناں واس مانی
 جن کے ہتکے گھبراں نہ آیا تن کیوں دن وہائی
 آجے کرے کرائے کرتا کس لو آکھے مانیے
 دکنہ مکھ تیرے بنائے ہووے کستہیے حائے رو آئیے
 ہکمی (حکمی) حکم (حکم) جلانے وگے ناک لکھیا چائیے
 [گورو گرنٹ صاحب آسا مہرہ، ص ۱۰۰، ل ۳]

۱۷۔ ناک دلایا کیسی ہونی
 سالک مت نہ رہیو کوئی
 بھائی بندھی ہست چکایا
 دلایا کارن دین گویا
 [گورو گرنٹ صاحب وارن نے دوہک ص ۱۰۰، ل ۳]

۱۸۔ ناک آکھئے دے سا سنیے مکھ سہی
 بیکھیا رب مسکھیا بینہ کدھ وہی
 نساں (طساں) ہوس آکاں سکی (عاقباں دانی) ہنوں رہی
 احرانبل پھریستہ (عرانبیل فرستہ) ہوسی آنے تہی
 اوں جاں نہ سوچھنی پھیری گلی بھسی
 کور بکھوئے ساکا اوڑک صہ رہی
 [گورو گرنٹ صاحب راک نام کی وار مہرہ، ص ۱۰۰، ل ۳]

سونی جہد جڑے سے تارے سونی دیار تبت رہے
 سا دھرتی سو ہوں جہلاڑے حک جی کھلے تہاؤ کسے
 جیون تلپ (طلب) نواہ

ہووے پروانا کرے دھنگنا کل لکون وچار
 کتے دیس لہ آتیا منیے تیرتہ پاس لہ بیٹھا
 داتا دلن کرے تا ناہیں مہل (محل) اسار لہ بیٹھا
 جے کوست کرے سو چہیجے لب گھر لب لہ ہوئی
 جے کو ناؤں لے بدناوی (بدنامی) کل کے لکتین اپنی
 جس سکھاری تہیے کھواری (خواری) چاکر کہیے ڈرنا
 جاں سکھارے ہوئے جعبری (زنجیری) ناں چاکر ہنیوں مرنا
 آکے گنا کل آئے

۱۷۔ جگ کیرا رما باؤس (تعصب) جے گن دے تاں پائے
 کرک والی سرا (سر) نیری کاحی (قاضی) کرشنا (کرشنا) ہوا
 ہانی پرما بیہ انہرن کرنی کیرت لمبا
 بت وں ہوجا ستون سچہ حت وں کاشے جنیو
 باؤسو دھوہو ملک چڑھاوہو سچ وں سچ لہ ہوئی
 کا ہوان کتسہ کریں (قرآن)

بونئی بنٹ رے نوران
 مالک ناؤں نیہ رعمد (رحمان)
 کر کرنا ہواکو جاں
 ملک نام ملے وڈان اسوں اوپر کرم جی
 جے گنیر ہوئے ستر جانیے پیہر اولامہ ملے تھی
 [گوروگرس صاحب رام کئی محرم ۱۰۰۰]

۱۸۔ کھی سوہی توٹا آوے

کیر مکھ وچ کرے تہ پناوے
 بوہی سانت (نام) راس سلامت جوکا جم کا پناہماے

اوڑ نہ کنیے سیٹ (صفت) سمانی
 حسوں تدہ پناوے رخی رمانی (رمانی)

درگاہ پیدھے خان موعین حکم (حکم) چمچے ہاتساھا ہے ۔۔۔ (۷۱۵)
[گورو گرنٹھ صاحب مارو بھہ ۱ ص ۱۰۳۳]

۱۹۔ جمل ہسار دنیا بنی (فانی)

کالوے اکا (قالوے عقل) من گور نہ سانی
من کین کترین تو دریاؤ کھداہا (خداہا)
ابک چیم (جیز) چمچے دے اور جبر (زہر) چیم (جیز) نہ نہاہا
پراب (پوراب) درکھام (خام) کوہے (کیڑے)
ہکمت کھداہا (حکمت خداہا)
من توانا توں کدرتیں (قدرتیں) آہا
سگ نیک دیاں مستہ نت جڑھے سواہا
آس (آس) دسا کینک (حکم) نام کھداہا (خداہا)
[گورو گرنٹھ صاحب وار مسبار شوک بھہ ۱ ص ۱۰۹۱]

۲۰۔ تاک جتا مت کرو جتا تے ہی ہونے
جس میں جتا اپنیں سانی نپنی زوہی (زوری) دے
اوتیجھت نہ جینی نہ کو کرے کرے
سودا مول نہ ہووے نہ کوئے نہ دے
[گورو گرنٹھ صاحب رام کئی کی وار شوک بھہ ۲ ص ۱۰۵۵]

۸۔ نس سوں کیا بولے جسے آئے جانے حال
جیری حال کی نہ بھرے ساہب (صاحب) سو پروان
جیری جسکی چسا میر منکے سلاز
ہو تے بھاوے لاسکا سانی بھلی کار

سنہب (صفت) جپن کو نکھینے (غصے) سنی ہوئے دار
کھی جس کو دتا نیاں ملے بھڈار
[گورو گرنٹھ صاحب وار سارنگ شوک بھہ ۲ ص ۱۰۳۹]

۹۔ جستا کرے کہوے ایسا ایسی ہی حروریت (ضرورت)

ہوئے لگ جہنگ نہ ہوئے ایسی کہیں سورت (صورت)

جے اوس اچھے سو بھل ہائے تاں نانک کہیں سورت

[گورو گرنپ صاحب وارما رنگ شوک محلہ ۲ ص ۱۲۸۵]

کہہ دیا کہ جس سے ہیں رو گورو نانک جس کی تسمہ میں
ایسے تسمہ میں عسقی کے ساتھ جوں وڑ داسی زمانوں کے لئے کا
پسینہ سے تسمہ میں تسمہ اسرواح شے کہہ رو کے وجود
میں اس تسمہ میں عسقی تسمہ کے ساتھ جوں وڑ داسی کے لئے تسمہ
تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ
تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ تسمہ

کہہ ہو تسمہ جس کے جسے شوک تسمہ میں درج کیے جائے تسمہ

۱ - حوسر سانس نہ سوں سو در دیمے ڈار

نانک جس پھر میں پڑھا ہیں سو پھر لے حار

[گورو گرنپ صاحب وار سیری راگ جسدہ ص ۸۹]

۲ - سبی بیڑے سہ (شاہ) جی پورا پایا

انہیں وے پرواہ (مے پرواہ) رہی اکئے رنگ

درس (درش) روپ انیدہ وڑ لے پانے

کری تڑے پورا گورو پورا جان کا بون

نانک پورا ہو کرے کہنے ناہی تول

[گورو گرنپ صاحب وار صاحب شوک محلہ ۲ ص ۱۲۸۵]

۳ - حویس ہرے سہ (صبح) کے سرتبا اپنے جاؤ

تاں درباواں سوں دوستی من مکنی جہا ناؤ

اونہی امرت وڈنے کرمی ہوئے ہساؤ

کچر کاندل کسنے وی جڑھے جڑھے

جے ہوئے سدر سربانہ (نظر صراہ) کی بیڑ نہ ہانی ناؤ

سزین جہلی ست نیلا بہنے بیڑے بان پاس

وہیں باب بن ویدار نے کورے تہے راس
اونیے کھوئے تھے کھیرے کھے (سائن)
وں بیان اک صہ ہکا دکھ سکھ کھسم (حصہ) پاس
[گورو گرہ صاحب وار سمار شریک محکمہ - - -]

۸۔ اہ کہہ ہی آسکی حاسنی) دوہے لگے حانے
ہک تک (حاس) کھسمے سمی رتہ سنے
حکے جک کرمے مہے مہ شونے
تک (حاس) اہ آ کھنے حے لکھے ورنے موئے
[گورو گرہ صاحب وار سمار شریک محکمہ - - -]

۹۔ سلام حواب دووین کرے مہعو گھنیا حانے
ہک دووین کورے تہانے نہ کانی پنے
[گورو گرہ صاحب وار سمار شریک محکمہ - - -]

۱۰۔ جا کر لگے جا کر لگے گرب وان
گلان کرے گھیریاں کھسم (حصہ) نہ ہائے ساد
آپ گونے سبوا کرے تان کجہ پوے مان
ہک حے ہوں لکھ ملے لکھ سورتوان
[گورو گرہ صاحب وار سمار شریک محکمہ - - -]

۱۱۔ ہوں ہیکرے باتسہ (فہرے ہانشاء) موکھ پڈت ہوں
اندھے کا ناؤں باز کھو ابوے کرے گواؤ
انت (علت) کا ہوں چوہدری کورے پورے تپوں
لایک گوریکھ ہانے کل کا ابہ لیاؤں
(گورو گرہ صاحب وار سمار شریک محکمہ - - -)

گورو مگدھی پدھوی تہے اور ل کی تمام زندگی بھگت میں
عی سر ہونے - اس سے - کے کلام میں بھگت صاحب ہے - نام
ایہوں سے ہے - شریکوں میں عرو اور فرسی اساتہ سہی اساتہ

کئے ہیں جیسا کہ پنجر ، شاہ ، بے پرواہ ، صبح ، دریا ، نظر ،
 صراف ، شائش ، خصم ، عاشق ، سلام ، جواب ، چاکر ، چاکری ،
 زوری ، سودہ ، صاحب ، ملک ، سالار ، کار ، صفت ، بوئے دار ،
 ضرورت ، صورت ، فقیر اور باتشاه وغیرہ ۔

گورو ارجن جی کے نام سے جو باباں گورو گیت صاحب میں درج
 ہیں ان میں بنی بعض ایسے شبد ہیں جن میں ہندی ، عربی اور فارسی
 لفظ ہائے جاتے ہیں ، مگر چونکہ گورو ارجن جی بہت ہی
 ور ان کی تمام عمر پنجاب ہی میں گزرتی تھی اس لئے ان کے لفظوں
 سے بنی پنجابیت ظاہر ہو رہی ہے ۔ دہلی میں ہم گورو جی کے بعض
 شبد پیش کرتے ہیں :

ٹکٹ جیاں کے سدھی ستگا
 کدورت (فدورت) ورتے روپ ار رنگا
 کرھے نہ جہرے نہ من روون غارا
 اوٹاسی اوکت اگوچر سدا سلامت کھسم (خصم) ہمارا
 تیرے داسرے کوکس کی کان
 جس کی میرا واکتے ان
 جو لوڈا (لونڈا) پونہ کبا اجات
 تس لوڈے (لونڈے) کوکس کی تات
 وئے مہتاخا (بے مہناجا) وئے پرواہ (بے پرواہ)
 لاناک داس کہو گور واہ

[گورو گرنٹھ صاحب آما محلہ ۳۹-۳۰]

کپاک (خاک) نور کردنگ (کردہ) آلم (عالم) دلبائے
 آسمان جیں (رہیں) درکنٹ (درخت) آب پیدائسر کھدائے (پیدائش خدائے)
 دنا مردار کھیردن کھیل (خوردنی لحافل) ہوانے
 گساں ہموان ہرام کسنتی (غاناں حیوان ہرام کسنتی)
 مردار بکھورائے (بھورائے)

دہ کیج کچھ کادرو دوحک سے

(نہ قصہ قصہ قدر دو دوحک سزائے)

ولی سب (ولی عصب) برادر دربار ملک پہنچے (فنائے)

حب احرائس (عرائس) بستی تب جہ کڑے ندائے

ہول منور (حوں معیور) کورنگ (کردہ) ہا کہ اللہ

تو بانک اوداس پس دروہس (پس دروہس) بندہ

[گورو گرنہ صاحب رب سنگ مہندو ص ۷۰۰]

گورو ارچن جس نے اس سے کہ ایک اور شے ہے جو اس طرح

ہے کہ :

مہروان (مہرناں) صاحب (صاحب) مہروان (مہرناں)

صاحب (صاحب) میرا مہروان (مہرناں)

جیاں مکھ کو دئے دان

تو کھے ڈولے پرانیا ندے را کھیے گا سرھن ہار

جن بدائس (بدائس) تو کیا سوئی دے آدھار

جن اپنی میدنی سوئی کردا سار

گینٹ گینٹ مائک دلاں کا بھا پرودگار (پرودگار)

کدورت کیم (قدرت کیم) نہ جانے وڈا وے پرواہ (بے پرواہ)

کرنندے تو بدی حجر گینٹ میں ساہ

بوسٹرنیہ اکتہ اگوھر حو بدی بیری واس

وہ (وہ) بڑی سکے بابا صدا بانک کی اوداس

[گورو گرنہ صاحب سنگ مہندو ص ۷۰۰]

راک نہت من گورو ارچن جس کے جس اور نہت من ہی

جستی ، عرو اور دروہس کے بندہ ہوتے ہیں ، حب کہ :

۱۔ کوئے کدورتی مناک (قدرتی مناک)

دس دس ایک بڑی سب کھینک جس (جس) نے ایک

کیں میں بات ابتدا اچرے برے روپ
 کیوں حالت حسب برے اندھاارے میں دیکھ
 کیوں کیسہ کہہ سک (خود خصم خد) ہم
 اللہ میراں کہہ دئے (خدائے)

دس دن جس نے آرائے سے کیوں دو حک (دورخ ، جانے
 احیرائیل (عزرائیل) نار بندے جس تیرا آئے ہمار
 گدہ اس کے سگن آبیر (غنو) تیرے جن دیکھتے دیدار
 دنیا جیج پیرعال (حیر فی الخول) مکے مع سکے تیرا - زن
 گوز مل سک بوحینا مدا ایکس گاؤں

[گوزو گرنٹہ صاحب راگ تلنگ محلہ ۵ نمبر ۲۲]

۲ - میراں دانان دل سوچ

سہنے (محنت) اس فن سے مع ماہ (شاء) بندی سوچ
 دیدنے دندار صاحب (صاحب) کیجے ناہیں اس کا مول
 ہاک پروردگار (پروردگار) تو کیوں کیسہ (خود خصم) ڈھا مول
 دستگیری دیہ دلاور توہی توہی ایک

کرتار کدرت (قدرت) کرن کھالک (خالق) نانک تیری ٹپک
 [گوزو گرنٹہ صاحب راگ تلنگ محلہ ۵ نمبر ۲۳]

گوزو ارجر ہی چونکہ پنحاب میں پیدا ہوئے اور انہیں اپنی
 زندگی میں پنحاب سے باہر جانے کا اتنی نہیں ہوا اس لیے ان کے
 شہدوں میں حساب عرب اور فارسی کے اضافہ منے ہیں وہ ان سے
 پنجاہیت بھی ٹپک رہی ہے ۔

گوزو صاحب کے اور بنی شد ہجڑ جس میں عربی اور فارسی
 کے اضافہ بکثرت موجود ہیں چنانچہ راگ مارو میں ان کا ایک
 شہد ہوں ہے :

اتہ اگہ کپہانی (خدائی) نڈے
 حیوہ کپہال (حال) دنیا کے دھندے
 عوئے ہا کپک (پھاگ) ہیکر مسائیر (فقیر مسافر)
 ابہ دروہس کیول (دروہش قبول) درا
 سح لواح نکہی سلا (نماز یقین مصنی)
 منا مار لوارہو آما
 دبہ سبت من مولانا کم (کلمہ) کپہانی (خدائی) ہاکہ کورا
 سرا سرنیت (شرع شریعت) لے کاوہو
 تریکت (طریقت) توک کٹوچ ٹولاوہو
 مارہیت (معرفت) من مارہو ابدال
 ملہو ہکیکت (حقیقت) جت بھر نہ مرا
 کران (قرآن) کتیب دل ماہیں کماہی
 دس اورات (عورات) وکٹہو ہدراہی
 پنج مرد مدک (صدق) لے ہاندہو
 کٹیر سبوری کیول (خیر صبوری قبول) ہرا
 مکا (مکہ) مہر روجہ بے کٹہاکہ (روزہ بے خاکہ)
 بھست (بہشت) ہیر لہنج (لفظ) کائے انداجا (اندازہ)
 ہور (حور) نور مک (مشک) کپہایا (خدایا)
 ہندی اتہ آلا (اعلیٰ) ہرا (حجرہ)
 سح کاوے سوئی کاجی (قاضی)
 جو دل سودھے سوئی حاجی (حاجی)
 سو ملاں سزوں (ملعون) ہوارے سو دروہس (دروہس)
 جس مہنت (صفت) دھرا
 سنہ (سنہ) وکھت (وقت) سنیے کر وپلا
 کپالک (حلق) باد دئے میں مولا
 نسی (نسیم) باد کرہو دس مردن ست سبیل سعادن برا
 دل میں جاسو سب ہینزجانہ (فی خانہ)

کھیل کیا (حیل خانہ) رازر عموں جہانہ
 میر سک امرے بھائی (لہا) ایک مکام کیا اے سہ خدا (ابرا
 اون سبب (صفت) دوحی ساوری (صاوری)
 نبی (حلی) جوئے کیری (جبری)
 بھوں بھے اک مکام (مقام)
 اید بھ وکیت (وقت) برے ابرا
 سگی جان کرو مودنہ (موصیہ)
 لہ ایل (عمر) چھوڑ کرو ہنہ کوجا (کورہ)
 کھدائے (خدائے) ایک بوجہ دیوہو بانگ
 برکو برکیردار (برخودار) کھرا
 ہک ہلال بکپورو (حق حلال بخورو) کھانا
 دل دریا دھوہو میلانا
 بر پھانے نہتی (ہستی) سون
 اجرائیل (عزرائیل) نہ دوح (دوزخ) ٹیرا
 کٹیاں کردار اورت ہکیاں (عورت ہکیاں)
 رنگ تھامے (تھامے) مان ہکیا (حقیان)
 ناہاک ہاک ہدور ہدیا (حضور خدیا)
 سات سورت (ثلث صورت) دستار سرا
 ملان موم دل ہووے
 انر کی مل دل تے دھوے
 دہ رنگ نہ آوے سڑے حوں کسم ہاٹ گینو ہاک ہرا
 حان کو مہر مہر مہروانا (مہروانا)
 سوئی مرد مرد مردانا
 سون سکے سناک عاچی (سنج مشائخ عاچی)
 سونہ جسی نجر (نظر) نرا
 کدرب کادرب (کدرب کدرب) کدرب کدرب
 سبب سبب (سبب سبب) انیہا رہنما (رحیم)

شک شک (حق حکم) مع کھداپا (خداپا)

نودھ لالک نہ کھلاس (خلاص) نوا

[گورو گرنے صاحب راک مارو ۳۸۳-۳۰]

ک منام ہر گورو رحن ہی کا بہ شد درج ۷ :

کارن کرن کریم

سرب پرتھال رہیم (رحیم)

اللہ الکتھ اپار

کیوہ کھداے (حود خداے) وڈ بے سمار (بے شمار)

انمو بیگولت گوسائیں

کپالک (خالق) رو رہا سرب ٹھائیں

.....

سہروان (سہریان) مولا توہی ایک

پیر پیکامبر سیکھ (شیخ)

دلاں کا مالک کرے ہاک (حاق)

کران (قران) کتب تے ہاک

.....

سہر دہا کو کرنے ہار

نہکت بندگی دہہ سرجن ہار

کہ لالک گورو کیوئے نہرم

ایکو اللہ ہار برم

[گورو گرنے صاحب راک رام کی ۳۹۷-۳۰]

۲۔ دھرتی اکیتن (اکیتن) ہاتال ہے حد حور ناسی

نادساہ سد / نادساہ ساہ (امراء کد) (جان) نڈعاے ڈوے جاسی

رنگ رنگ کریم (غریب) مست سب لوک مدھاس

کامی (نامی) سکھ مسائڈاں (نسخ مسائڈاں) میرے - ۳۵

پیر بکسر (معمر) اولیاء کو تہیتہ دھاسی

(روحہ روزہ) ایک نواح (تار) کسب اور نوحے سب جاسی

لکنتہ جوڑاسی سب سے آوے جاسی

نہجہل سب کیدانے (حدائے) ایک کیدانے (حدائے) ہمدہ اسسی

[گورو ترہ صاحب راگ مارو کی وار مغلہ ۱۱۰۰ م]

۳ - ورت نہ دھوں نہ ماہ و مدانا (رشتہ)

نس سوی جو رکنتے ہدانا

ایک گوسائیں اللہ میرا

ہندو نوک دوہاں نے پیرا

مہج کائے (حج کھے) جاؤں نہ تیرتہ بوجا

ایکو سیوی اور نہ دوجا

بوجا کروں نہ نواح گجراووں (نماز گراووں)

ایک نوٹکار لے ردے نمسکاروں

نہ م ہندو نہ ملہاں

اللہ رام کے ہنڈ پران

کہ کبیر اپہ کیا وکھانا

گورو پیر مل کنہود کہسم (خود خصم) پھہانا (۱)

[گورو گرنٹھ صاحب راگ بیروں مغلہ ۱۱۳۶ م]

۴ - انگسار کیا پرنے اپنے پیری سنگے سادھے

جی پیری ہے ابہ جگ لوٹیا نے پیری لے بادھے

۱ - گورو گرنٹھ صاحب میں یہ شبد گورو ارجن جی اور کبیر

جی کے نام پر درج ہے۔ اس کے اوپر مغلہ ۵ کا عنوان دیا گیا ہے جو

اس باب کی علامت ہے کہ یہ گورو ارجن جی کا بیان کردہ ہے اور

آخر میں بطور تخصیص نانک کی بھانے کبیر کا لفظ ہے، جس سے یہ واضح

ہے کہ یہ شبد کبیر جی کا بیان کردہ ہے۔

ست گور پرمیسر میرا

ایک راج بیوگہ رس مانی ناؤں جی بیوہا تیرا
 حت نہ آوس دوجی ہاتا سراویر رکینوارا
 نے پرواہ رعت سوامی اک نام کے آدھرا
 بیوں ہونے سدو سکھدانی اوں نہ کئی ہاتا
 س سار برہ ہد باب چنوں نہ کتھوں جاتا
 رن نہ سا کیوں جیسا توھے جھے انکے اپارا
 امر بھاء ڈول سوامی نانک خصم ہمارا

[گورو گرنٹھ صاحب رام کی محبہ ۵ ص ۸۸۷]

۵۔ تو دانا تو اپیل تو می جات میری ہاتی
 تو اڈول کدے ڈولے لاہی قام کیسی تھی
 ایکے ایکے ایک تو می
 ایکے ایکے تو وائیا
 تو کرہا نے سکھ ہابا

تو ساگرم ہنس تیارے ہم میں مانک لاڈ
 تم دیوہو تل منک نہ مانوں ہم پیچہ سدا نہلا
 ہم باریک تم ہتا ہمارے تم سکھ دیوہو کبیرا
 ہم کیلپی سب لاڈ لڈاوہو تم سد گئی گہرا
 تم بیوں پور دھے سبیوں ہم سک اگینانے
 ملت ملت ملت مل رہیا سک کہی نہ جانے

[گورو گرنٹھ صاحب رام کی محبہ ۵ ص ۸۸۷]

۶۔ کیوں بنوئے رام رام کیوں کہہائے (حدائے)

کیوں سوئے گوسائک کیوں اتہ

کڑی کین کریم

کب دھار رہی (رحیم)

کوئی - دے نہ کہ کوئی عی (حج) جائے
 کوئی کرے بوجا کوئی سر نوائے
 کوئی بڑے بد کوئی کتب
 کوئی اوڑھے لیل کوئی سپید
 کوئی نسیم نرک کوئی کسے شدی
 کوئی نسیم نسیم (نسیم) کوئی سر گدو
 کوئی نسیم نسیم (حکم) عینا
 کوئی نسیم (صاحب) کس پزیدہ جانا

[آورو کرے صاحب رام کلی نسلہ ۸۸۵]

۷ - بوئے میں ہون ستانیا

جوتی میں جوت رل جانیا

مائی مائی ہوئی ایک

روون ہارے کی کون ٹیک

کون موآ رے کون موآ

برگ گبانی مل کرو یچارا ایہ تو چلت بھیا

اکلی کچہ کنہر (خبر) نہ بار

روون ہار بیہی اوٹھ سدھائی

بیرم موہ کے بالڈے بندہ

سوین بیتا بھکپلائے اندہ

ایہ تو رجن رچیا کرتا

آوب حایب شکم (حکم) ابار

لہ کو موآ نہ مرے جوگ

لہ بنے اپناسی ہوگ

جوا ایہ جانو سو ایہ لہ

جائن ہارے کو بل جاؤں

کہ نانک گور بھرم چکانیا

یہ کہیں مرے نہ آوے جانا
[کورو کورو صاحب رام کی محبت سے]

م - کروں کراون سوئی
آن نہ دیسے کوئی
لٹھا کو میرا مگھڑ بھانا
گور مکھ ملیا رنگ مانا
ابسو رے ہر وس مینا
گور مکھ کہے ور لے ڈینا
نومل جوت امرت ہر نام
بیوت امر تینے حکم
قن من سینل اکن نواری
آند روپ پر گئے سناری
کیا دیوں جا سب کچھ تیرا
سد بلہاری جاؤں لکے پیرا
قن من جیو ہنڈ دے ساچا
گور کرنا نے نہج نواحیا (نوازا)
کنبول کوارا سہل (مل) ہلایا
جسا ما قیسا دکھلایا
کہ نائک سب پڑدہ تولیا
ہوں تیرا تو میں بن وینیا

[کورو کورو صاحب رام کی محبت سے]

۱۰ - سب (ص) سائیں نیگت وزنے غزن
سے جس سینار پھر بوجھ نہ لئی ان
جسوں کا رنگ سے رنگ رہا
وہن اکو نام اندھرا کا ان بھیا
وہن بجیے جگ نیچے نہوگئی

مت گور سنگ دکنیاں حاکم (حاکم)

جن لائک سمجھے مع سماجو

[گورو گرنٹھ صاحب وار رام کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔]

۱۳۰۔ آھر سب کردا پھرے آھر اک نہ ہونے

لائک حت آھر جگ اندھے وڑا بوجھے کوئے

[گورو گرنٹھ صاحب وار رام کی سوک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔]

۱۳۱۔ وڈی ہوں وڈا ہمار تیرا مرتا (مرتہ)

رنگ پرنگ انیک نہ جاہن کرتبا (کرتہ)

جباں اندر جیڑ سب کچے جاں لا

سب کچے تیرے وس تیرا گھر نیلا

تیرے گھر آسہ ودھائی تده گھر

ماں مہنا تیج آہنا آپ جہ

سرب کالا پیرپور وے جت کتا

لائک داسن داس تده اگے بنوتا

[گورو گرنٹھ صاحب وار رام کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔]

گورو رہن جی کے جاں کردہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کے ساتھ غور وریں اسے جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پنجایت کا پتہ اترے ۔

گورو گرنٹھ صاحب کے راگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بلونڈ اور ستا ڈوم کے نام سے درج ہے ۔

راٹے سوڈ اور مت ڈوم کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۷۳۱

دوڑ کرنا کھڑا (قدر) کرے کون ہاں ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

.....

لہنے دھریوں حینر سو کر سیتی (صفتی) امرت ہوندے

گور چلے رھراس کبئی ناک سالت تہیوندے
سہ (شد) نیکہ دتوس حیوندے

جیولے سو جیت لرغنی مل تکنت (تخت) یٹھا گور ہٹے
کرے ہے گور پیرماں (فرمایا) مل جوگ الوی چلے
لگر چلے گور سد (شد) ہر لوٹ نہ آوی کھنپے
کھیرجے (خرجے) ذنی کھسم (خصم)
دی آب کھدی کھیر (خیر) دہے
ہووے سیت (صفت) کھسم (خصم) دی
لور ارسوں (عرشوں) کرسوں جھپے

سج جے گور پیرمایا (فرمایا) کیوں ایدوں بولوں ہٹے
ہتری کول (قول) نہ ہالیو کر پروں کن مرے
دل کھوٹے آئی (عاقی) بہرن نہ بہار اچانن جھپے

حن کئی سو متا کوسال جیواہ سانی
دعہ رائے مے دبوتا مے گلان کرے دلای
ست گور آکھے سجا کرے سا ہات ہووے درھالی (درھالی)
گور انگہ دی دوہی پھری سج کرتے بندہ ہالی
ناک کناں ہلک کر مل تکنت (تخت) یٹھا مے ڈالی
درسوے اس کھڑی مکھے (مصقلے) ہوئے جنگلی (زنگلی)
در دروس کھسم (دروس خصم) دے لائے جھے ہانی لالی
بیدہ کیوی لبک حن جس ہنی چھاؤ ہترالی

لنگر دولت و نذینے رس امرت کنیر گھنای

.....

بنے کول کھسم (قبول حصم) نال حال کھال مرئی گھالو.

.....

پیر وسایا پیر وآن ست گور کھاڈور

جب تب سحرم لال تده هور موج گور (غرور)

لب و لاه مانسا جیون پانی ہور

ورھے درگہ گورو کی کدرتی (قدرتی) نور

جت سو ہاتھ نہ لہنی تون اوہ نھرور

لو تده نام لدھان م تده وجے پھرور

لدہ تیری جو کرے سو ونجے چور

لڑے وے مات لوک تده سوجھے دور

پیر وسایا پیر وآن ست گور کھاڈور

سوٹکا سو یینا سوی دیان

یو دادے جیوہا ہوتا پروان

جن ہاسک نیرے گھتا کر یئی تان

جن سمند وڑولیا کر میر مدھان

جودہ رتن لکالین کبتون چانان

گھوڑا کیتو سچ دا حت کیو ہلان

دھکھ چڑھنیو ست دا جس ہدا بان

کر وج دھو اندھار ما جڑھیا وے بہان

سنو کھیت جھانو سنو جیاواں

لت رسون نیرے کیو میدا کھان

حارے کونڈان سو جیویس من میں صد (صد)

آواکون نواربو کر ندر لسان (نشان)

.....

نیک خدا حینر مر است هیران (حیران)

.....

دعای سو تیرا بنان ہے مع تیرا پس کارنا، پس کارنا،
 ناکہ تولہا سو ہے گورو امر تو و بھاربا
 گورو ڈٹھا تان منی سادھاربا

.....

آجے بٹی کھم (قلم) آپ آپ لکھیں عازا ہوآ
 سب است آون آون عازونی آجے ہی نوان نروآ
 نکیت (تحت) یتیا ارجن گورو مت گورو کا کنوے چھوآ

.....

دونی چونی کرامات چھے کا چھا ڈھوآ

[گورو گرنٹیہ صاحب وار رام کلی ستہ بلونڈ ۶۸-۶۷-۶۶]

اوزنگ زيب

بند محمد اوزنگ زيب

م. ١٣١٠



مستقیمہ تہ بہ تہ در مشفق و نہایک ہے - ۱۲۰

$\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

حق و عدل و انصاف و امانت و غیره

۱- در صورتی که یک نفر از اعضای هیئت مدیره یا مدیر عامل شرکت، به دلیل تخلفات مالی و اداری، توسط مراجع ذیصلاح مجبور شود استعفا دهد، این امر می تواند منجر به بحران اعتماد بین سهامداران و مشتریان گردد.

۱۔ صوفیوں نے

ہندو عہد اور رنگِ زریں میں

ہمیں سارے کے ساری داستانیں یاد ہے تھنا
کہ عالمگیر ہندویش تھا، غلبہ تھا، ستھر تھا

مَنْدَعَهْدُ وَرَكْزِیْنِ

از

میرزا یار جنگ سَمِیعُ الشَّهِیدِ
حَفِیْظُ حَیْرِ اَبَا ذُكْنِ مَقُولِیْهِ کَرِیْمِ

وَمِنْ

جَمَادِیِ

فہرست مضامین

| باب | مضمون | صفحہ |
|-----------|--------------------------------|------|
| باب اول | مہینہ | ۱ |
| باب دوم | تعلیمی حالت | ۵ |
| باب سوم | نہر سی روادای | ۸ |
| باب چہارم | تجارت و تول و فایع البالی | ۲۰ |
| باب پنجم | اضافہ من دمان | ۲۶ |
| باب ششم | صنعت و حرفت | ۳۱ |
| باب ہفتم | مہان نوازی | ۴۶ |
| باب ہشتم | یورپین تہا سے ادرنگ شریک ہرناؤ | ۵۲ |
| باب نہم | یوروپین تہا کی پالیسی و اخلاق | ۶۲ |

بَابِ اَوَّل

تمہید

نام یک فستگان ضائع کن تا بماند نام نیکت برقرار

ترانہ کے پانچ واپران سٹڈ کے پرچہ میں مشر جے آر کے صاحبزادے نے لکھا تھا۔ جن کا عنوان یہ تھا "ہندوستان عبد مغلیہ میں" مضمون مذکور میں چند واقعات بیان کر کے کہ یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عبد مغلیہ میں رشوت کا بازار بے حد گرم تھا۔ رعایا مغلوں کے حال تھی اور بہت افلاس و تنگدستی میں مبتلا تھی عوام کی اقتصادی و تمدنی حالت سنوارنے کی کوشش نہیں کی جاتی تھی ورنہ اس ملک نفس مردم شناس نہ تھے۔ تجارت پر ایسی تباہ کن قیود نافذ تھیں کہ جن سے اوس کی رقی و شوار تھی۔ صداقت نا بود تھی۔ ذرا بین شاہی کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اگر بیرون اور ڈچوں کو تجارت کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ ہندوستان کوئی قریبی بے تیر سے بچہ کرتے تھے۔ اندرون ملک راہزنوں کا ترزاور تھا۔ مغلوں کا ترکید بنے کا عہد فوج کا جمع تھا۔ بڑا حصہ زمین کا ویران اور خیر آباد تھا۔ کابل اور قلعہ کابل کا قائم کرنا دشوار تھا۔

مشر جے آر کے اپنے مضمون کی تائید میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کمیشنوں کے حوالہ دیا ہے جو مختلف اوقات اور زمین میں فوج کو اپنے آقاؤ و امراء کو ملے

دینے کی غرض سے لکھے تھے اور ایک فرانسیسی سیاح کی تحریر سے بھی مدد لال کیا ہے
 مٹہ ہے۔ آرٹسٹ جسٹس اس مضمون نے پہلے مجھ کو صرف یہ خیال دلایا تھا کہ
 ”مہند بھندہ اور رنگ زریب“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جائے لیکن مہند
 مسلمانوں کے آجکل کے نزاعوں سے اس اندیشہ نے کہ کہیں ایسے مضامین سے
 جن میں صحیح واقعات کا اظہار نہ ہو غلط فہمی بڑھ کر ملک کے حالات بد سے بدتر نہ
 ہو جائیں۔ میں نے خیال کو مصمم ارادہ کر دیا۔ صحیح ہے کہ یہ مضمون تکیج کی
 وقعت نہیں رکھتا ہے اور نہ اس میں مورخ کی حیثیت سے عہد اور رنگ زریب کے نام
 واقعات پر گہری تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ اس میں زیادہ تر عہد اور رنگ زریب
 کے وہ چند واقعات پیش کئے گئے ہیں جنکو عہد مغلیہ اور رنگ زریب کے متعلق اچھا
 سائنے عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان واقعات کا انتخاب کسان الگزنڈر جہلین کی
 سفر نامے سے کیا گیا ہے۔ الگزنڈر جہلین ایک انگریز سیاح و سوداگر تھا۔ یہ شخص علمی
 حیثیت سے بھی معمولی شخص نہ تھا۔ یونیورسٹی میں تعلیم پا چکا تھا تقریباً ۱۸۷۵ء میں
 جو اورنگ زریب کا زمانہ تھا یہ شخص بہت سا سوداگری مال و اسباب لیکر مع چند
 توپوں اور تھیلوں سے فوجی سپاہیوں کے ولایت سے روانہ ہوا ہے اور کادھان
 افریقہ و عرب و ایران پر تجارت کرتا ہوا بالآخر ہندوستان کے ساحل پر پہنچا ہے
 تنہا ۲۵ برس تک ہندوستان اور اس کے گرد و نواح میں اپنی زندگی بسر کی ہے
 اس شخص نے اپنا ایک سفر نامہ لکھا ہے جسکی دوسری طبع مسٹنٹ کی ہے۔ یہ سفر نامہ
 دو جلدوں پر مشتمل ہے اور اس وقت کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود
 یہ کتاب پرانی انگریزی میں لکھی گئی ہے لیکن بہت دلچسپ ہے۔ چونکہ یہ سوداگر

ایٹ انڈیا کمپنی کا ملازم تھا۔ لہذا اکثر اس نے ایٹ انڈیا کمپنی کے
 ڈائریکٹر اور ان کے ملازمین کی پولیس کی حرکات و سجات پر مفید نظر دینی
 تھا لہذا اس وقت کپتان صاحب کو ایسا خیال بھی نہ ہوا کہ ایٹ انڈیا کمپنی کی
 وہ چال بازی ان جن کو انہوں نے اپنے سفر نامے میں تقریحات سے دیکھا ہے بالکل
 ان کی قوم کی حکومت اس ملک میں قائم کر دیں گی۔ یہ اورنگ زیب کا زمانہ ہے
 جس کو بارے بعض مورخ ہونے کے مدعی سب سے زیادہ متعصب مسلمان مغل بادشاہ
 ظاہر کرتے ہیں۔ ساحل ہندوستان پر کوئی ایسا بڑا شہ نہ تھا کہ جہاں یہ مصنف لیا
 علاوہ بریں سورت احمد آباد دہلی اگرہ کلکتہ وغیرہ کی ہی اس نے سیر کی ہے
 ایک موقع پر اورنگ زیب کے روبرو بھی پیش کئے جانے کی عزت اس کو حاصل
 ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس شخص کا علم ذاتی ہے اور اس کے بیانات باوجود انظر
 بے غرض اور بے لوث معلوم ہوتے ہیں میں نے اپنے مضمون میں کپتان موصوف
 کی اسی عینی شہادت پر اسد لان کیا ہے اور جو شہادت میں پیش کرتا ہوں اگر وہ
 صحیح ہے تو ان واقعات کی بہت کچھ کذیب ہوتی ہے جن پر مٹرجے۔ آریہ
 نے اپنی رائے قائم کرنے میں مستدل کیا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ایٹ انڈیا کمپنی
 کے گماشتے یا ڈائریکٹر اس خط واقعات کیوں لکھتے ان کے متعلق ناظرین اولاً اس
 مضمون کے باب ۱۹ کو ملاحظہ کریں اس کے بعد وجوہ خود ذہن میں آ جائیے
 فرانسیسی تیاج کی بابت جسکی کتاب کا حوالہ مٹرجے۔ آریہ نے کیا ہے۔ میں
 اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ یہ امر قابل غور ہو گا کہ اس سین نے ذرا غلط
 کیا تھے۔ اس نے کس زمانہ میں اور کتنے روز تک اس ملک کو دیکھا۔ آخر خدائے

میں التجا کروں گا۔ کہ اگر اس مضمون کی کوئی عبارت خلاف مزاج ہو تو معاف فرما
 کسی کا۔ ان دو کلمات میں اگر مقصود نہیں ہے۔ اس مضمون کا اصلی مقصد یہ ہے کہ
 گذشتہ صحیح یا غلط واقعات سے ناظمی یا غلط فہمی نے منہ و مسئلہ نواب کے دونوں پر ایک
 دوسرے کے مقابل کوئی عجز پیدا کر دیا ہے تو اسے بھونسنے کی کوشش کروں اور
 اگر اس مضمون سے کسی بامعنی نسبت و ارتباط کی تعمیر کو امید بھی تقویت حاصل ہو سکے
 تو میرا اس طلب حاصل ہو جائے گا اور خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین ۛ

کتاب کا قیام کرنا ویسا ہی اسکی ریاست کے لوازمات میں سے تھا جیسا کہ گھوڑے
 ہاتھی کا پالنا ایگزٹو سب سے زیادہ فلاح کی پابندی کرنا۔ اس کتاب میں صرف
 زمین ہی کے بچے پڑھتے تھے بلکہ تمام غریب اہل محلہ کے بچے مولوی صاحب کے پاس
 پڑھنے کے لئے بٹھائے جاتے تھے۔ نقد کی صورت میں مولوی صاحب کو بہت کم
 ملتا تھا۔ مگر اسطرح بہت سے لڑکے پڑھ جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب نہ صرف
 پڑاتے تھے بلکہ ادب بھی سکھاتے تھے۔ اگر لڑکے نے ذرا سی بد ہنسی کی تو ان
 باپ بھی مولوی صاحب کے حوالے سے بچہ کو ڈراتے تھے۔ لڑکے نے یہ دستور
 کرنے میں انکو بہت دخل تھا۔ ہم اس زمانہ کے اسکول اور کالجوں کے خلاف
 نہیں ہیں لیکن ہماری رائے میں اس ملک کے واسطے ابتدائی تعلیم گاہوں کا
 کتب کی صورت میں ہونا بہترین طریقہ تھا۔ افسوس کہ رفتار زمانہ نے اس قسم کے
 مولویوں اور مدرسین کا طبقہ ہی نیست و نابود کر دیا۔ کتبوں کے تعداد کی جو
 حالت پیشتر خود میں نے چین میں اپنے چھوٹے سے قصبہ ایٹھی میں دیکھی ہے اس
 میں قیام کر سکتا ہوں کہ ایک میرا غنی مجموعی تعداد موجودہ پرائمری اسکولوں
 کے برابر ہے۔ اس قصبہ ایٹھی میں ایک وزیرانہ سنان مقام ہے جہاں کچھ غریب
 چیتہ لا سٹف صرف دیواریں کھڑی ہوئی تھیں اب تو شاید صرف بنیاد کے نشان
 باقی رہے ہیں۔ پرانے لوگ اسی کو وہ مقام بتلاتے ہیں جہاں طلباء دور
 دراز فاصلہ سے الحاق قیام کرتے تھے اور ملا جیوں مرحوم جن کو ایک زمانہ تک
 اورنگ زیب کے استاد ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا تھا دیرین دیا کرتے تھے
 یہ اس قصبہ کے ان کہنے والوں میں سے ہے جسکو ہم لوگ اہل قصبہ حسرت کی زبان

سے دیکھا کرتے ہیں۔ ہم اس کی اپنے قصب کا پرانا کالج سمجھتے ہیں! اسی قسم کے کتبوں اور کالجوں میں ہندو مسلمان لڑکے یکجا پڑھا کرتے تھے۔ یہیں پر ان لڑکوں نے اہل بیت کے بچوں میں دوستی کے وہ استوار رشتے قائم ہوتے تھے جن کو آئندہ توڑنا دشوار ہوتا تھا۔ ان کتبوں کے علاوہ جہان عام تعلیم و بجاتی تھی یہی درسگاہیں بھی تھیں۔ مثلاً ہندو پاٹشالہ یا کسی سرطنت یا حافظہ جی کا قیام گاہ۔ کپتان مہلن نے اپنے سفرنامہ میں صرف ایک مقام مذکور ہے جس میں جو چار سو کالجوں کا ذکر کیا ہے غالباً وہ ایسے ہی قصبہ مدرستہ اور کالج ہونگے جن کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اور جب کہ مدرسوں اور کالجوں کی کثرت کی یہ حالت ہو تو مشرے۔ آریہ راجہ کا یہ دعویٰ کہ اُس عہد مغلیہ میں درسگاہوں اور کالجوں کا قائم کرنا دشوار تھا۔ یا تعلیم کے ذرائع اُس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے موجود نہ تھے۔ میری رائے میں محض ثابت معلوم ہوتا ہے۔

— باب سو فر —

مذہبی واداری

مذہبی واداری کے معاملہ میں کپتان مہلن کی رائے کا پورا اندازہ کرنے کے لئے ہم کو پہلے یورپ کی سولہویں و تیرہویں صدی عیسوی کی حالت پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہئے۔ کپتان مہلن اُس ملک کے باشندہ تھے جہاں دو مذہب یعنی کٹھولک و پروٹسٹنٹ کی خانہ جنگیوں نے ہزاروں نہیں بلکہ

لاکھوں بنی نوع کا خون بہا دیا تھا۔ یہاں اس زمانہ کی رعایا اگر گورنمنٹ
 و حکومت کے مذہب سے اختلاف کرتی تھی تو رعایا کے واسطے بہت نملک
 نتائج پیدا ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء میں بادشاہ فرانس نے
 یہ حکم دیا تھا کہ پیر میں تمام پروٹسٹنٹ مذہب کی رعایا کا قتل عام کر دیا جا
 اس کا یہ فرمان قضا میں بچے ہوئے ہے۔ مرد و عورت کا کچھ استثنا اور امتیاز
 تھا۔ مثلاً وہ جسے مٹی ہوئی گردنوں سے خون کے فوارے نکلے گا نظر اچھا
 سلطان سے پیش کرنا ہے۔ طور پر دیکھا۔ اسی طرح سے جب ولایت میں
 شاہانہ مٹی میں M. جو کہ رومن کیتھولک تھیں سخت نشین ہوئی
 تو ایک نہ جان شاہانہ مٹی کی مٹی سی جو بصورت گردن پتھر پر رکھوا کر
 اس بنیاد پر لیا۔ اسی دورہ پروٹسٹنٹ ہونے کو علامہ دعویٰ کرتی تھی۔ جب
 تھا، یہاں P. نے اس جوان اور بیوی پر جس سے نہ کیا گیا۔ بلکہ اسی مذہبی
 اختلاف کی وجہ سے ان کو زندہ جلا دیا گیا۔ یورپ میں اس وقت مذہبی
 رواداری کی یہ حالت تھی۔ لہذا اپنے ان مملکت کو مہد اور مذہب کی
 مذہبی رواداری کے بعد عجیب و غریب حالت معلوم ہو۔ بہت بڑی بات جو کہ
 ان کو توجہ کرتی تھی وہ یہ تھی کہ مذہب و زبان میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد
 ہیں مگر ایک دوسرے سے اس طرح مل جل کر بسر کرتے ہیں اور وہ مذہبی
 تعصبات سے اس قدر بری ہیں کہ ان میں سوائے پوشاک کے کوئی چیز ایسی
 نہیں نظر آتی تھی جس سے ان کا امتیاز ہو سکے کہ ان کا مذہب کیا ہے یہ کہ
 اپنے سفر نامہ میں ایک مقام پر شہر ٹیڈ کے حالات بیان کرتے ہوئے ہے

”یہاں سے دوسرے مذہب سلام ہے۔ لیکن تعداد میں اگر وہ مذہبوں کو ایک سلام ہے۔
 مذہبوں کے ساتھ یہی رواداری پوری طور سے برقی جاتی ہے۔ دولہے بہت بچے
 اور تہواروں کو، کھیل سے مناتے ہیں جیسے کہ بچے، زانہ میں کرتے ہیں۔ بادشاہت خود
 مذہبوں کی تھی۔ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ لیکن انی جو یون کو اجاں نہیں
 کہ شوہر دینے کے ساتھ ہی مرے۔“
 ۱۔ جلد اول صفحہ ۱۰۰۔ ۱۰۱

ایک دوسرے کے مقابلہ پر فخر کرتے ہیں:-

”مذہب میں وہ فرقے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کھانا نہیں کھاتے
 تین زمین آئیں میں میں کر رہے ہیں۔ ہر جن میں کوئی کو اس کی ترغیب دیتے
 کہ دیوتاؤں کے واسطے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی جائیں۔“

یہی جی ہیں اور وہ اپنے مذہب نہایت دوست کے موجب کرتے ہیں۔ یہی جی
 پوری اجازت ہے کہ اپنے ایسے بائیس املا اپنے مذہب کی تبلیغ کریں۔ وہ جی
 وہ اس کا مذہب ہی موبہاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں ان کے انکار
 ہر شے کے نام لوگوں کے واسطے عام بات نہیں ہوتے ہیں۔

یہ سیاح و تاجر جب موت میں پہنچا ہے تو وہ اس کی مذہبی حالت حسب ذیل الفاظ میں
 بیان کرتا ہے:-

”اس شہر میں تین یا سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ ان میں کوئی سخت پہننے
 ان کے عقائد و عقیدے جو ان کے متعلق نہیں ہوتے۔ یہ ایک کو پورا اختیار دیتے
 چاہتے ہیں۔ یہ اپنے مذہب کی پرستش کئے۔ صرف اختلاف مذہب کی بنیاد پر کسی کو
 تعذیب نہ دیا اور ان کو اپنا پانا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا ہے۔“
 ۱۔ جلد اول صفحہ ۱۰۹

ہم ان مورخین سے جن کی کتابیں ہم کو اسکول میں پڑائی گئی تھیں یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ اخلاقی جرم نہ تھا کہ انہوں نے اس قسم کے واقعات اپنی تاریخ میں نہیں درج کئے۔ کیا وہ لاعلم تھے۔ یا ان کی نیاسی اغراض اسکی متقاضی تھیں کہ وہ تمام ہندو مسلمان بچوں کے دل میں یہ خیال قائم کریں کہ اورنگ زیب ایک متعصب مسلمان تھا جس نے ہمیشہ ہندوؤں کا گلا کاٹا۔ یہ وہی خیالات ہیں جو بعض اوقات ہمارے بعض تعلیم یافتہ ہندو برادران وطن کی دلوں میں آتش خداوت کو شعلہ کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب کی طبیعت مذہبی واقع ہوئی تھی اور وہ جن لوگوں کو لازمہ مہنی کے رات پر جاتا دیکھتا تھا ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتا تھا مثلاً جب کبھی وہ کسی مسلمان کو خلاف شیعہ کوئی فعل کرتا دیکھتا تو وہ اس کو خود اسی کی شیعہ کے مطابق سزا دینا فرض سمجھتا تھا۔ ملک کہن میں اورنگ آباد کے قریب ایک مقام دولت آباد ہے۔ وہاں کی روایت ہے کہ اس عظیم الشان محلہ فقیر مرث بادشاہ نے اپنے مقلدین سے کلام مجید لکھ کر اور یہ ہے جو حکیم وصول ہوئی تھی اس کے سرایہ سے چند گز زمین اسی مزار کے قدروں کے قریب خریدی تھی اس کے۔ دعائی بیعت تھی اور یہ وحیث کی تھی کہ اسی زمین کو اسکی نعش پر رکھا ہے۔ انہیں نہ عمارت ہو نہ مقبرہ ہو۔ بنہ گہاس کافی ہے۔ اور قبر اسی بنائی جائے کہ اس کے پیر طریقت کے مزار ہونے سے جو پانی ہے وہ اس بادشاہ کی قبر سے گذرے اس کے پاس ایک مدرسہ جو جہیں بچوں کو کلام مجید کی تعلیم دیا۔ میں نے اس مقام کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ دیکھ کر یہ معلوم ہوا تھا کہ گویا آج تک اس وصیت کی بابت ہر جو رہی ہے۔ حال میں اعلیٰ حضرت حضور نظام دکن نے ایک سنگ مرمر کا کتبہ

ہندو زمانہ کے میں انکی چوٹیوں پر اب تک ہندو پرستش گل میں موجود ہیں مسلمانوں
 نے ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد ہندوؤں کی ان عبادت گاہوں کو نیست و
 نابود نہیں کیا۔ ہندو وہاں یہ کہہ کیلئے تاج بھی جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ کو
 مسلمانوں کی مذہبی رواداری پر فخر ہوا ایک ہی اللہ کے بندے ایک ہی خدا
 کی پرستش میں عالم میں کس کس طریقہ سے کر رہے ہیں مسلمان ہندو کو اپنی تسبیح کرتے ہیں
 کہ خدا تک پہنچنے کیلئے کسی تیر کو واسطہ قرار دینے کی حد پرستش میں نہ مقرر ہے ان کی تہذیب میں
 چوتھوں کے لئے جہاں کا اگر مسلمان دینا کو اپنا وطن بنا کر رہتا ہے اس میں مسلمان ہندو کو اپنی اور شریعت سے
 تو اس میں جتنے بھی پیدا ہوئے ہیں اور ان کی ذمہ داری کا ہونا ان کے قیام نہ مقرر کیلئے لازم ہے۔
 یہ تاریخی واقعہ ہے کہ عہدِ عرب میں تبلیغ اسلام کسی نہ کو نیست و حکومت
 کی شاخ قرار دی گئی۔ یہ مغلیہ بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کو اپنی پالیسی سمجھا لیا۔ البتہ
 یہ اور بات ہے کہ مولویوں کے اثرات اور بعض خدا پرست مسلمانوں کے طرز
 زندگی سے عوام الناس کے دل متاثر ہوئے اور مذہبِ اسلام کی نادرگی
 اور اس کی تعلیم کہ خالق کی نظر میں سب انسان برابر ہیں ہندوستان کے باشندوں
 کے اس حصہ کو جو ذات پات کی بنیادوں میں گرفتار تھے ایک خوشگوار منظر معلوم
 ہوا اور خود بادشاہ کا مذہب بھی ایک خاص وقت رکھتا ہے ان وجہ سے
 مسلمانوں کی تعداد میں کچھ اضافہ ہوا مگر ہندوستان میں تبلیغ اسلام کسی
 باقاعدہ و باضابطہ طریقہ سے نہیں کی گئی جیسے کہ اس وقت مذہبِ عیسوی کی
 تبلیغ مشہور کرتے ہیں مسلمان بادشاہوں نے کبھی اس کا پیر نہیں اٹھایا۔
 خیر یہ تو جملہ مقررہ تھا۔ عہد اور رنگ زیب میں مذہبی رواداری کی بات ہے۔

رائے قائم کرنے کی غرض سے اپنے موجودہ تمدن کو ذرا گہری نظر سے دیکھتے
 اور ہندوستان کے اُن حصص میں جو مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا مرکز تھے
 کسی پرانے شہر کے پرانے محلے میں قدم نہ رکھتے خواہ وہی جو اکرہ ہو یا لکھنؤ یا
 اسی قصبے میں جاسے۔ خواہ اسیٹھی ہو یا کوئی ہویا جٹوا۔ تو کیا نظر آئیں گا
 کہ ایک ہی دیوار کے سایہ میں دو دونوں مذاہب کے لوگ امن و امان سے
 بہت باہمیشت زندگی بسر کر چکے ہیں اور اسی کا اب بھی یہ اثر ہے کہ ایک ہی
 بنیا۔ بزار۔ حمام۔ مانی۔ لوہار۔ سنسار۔ دونوں کی۔ ورنہ ضروریات
 پوری کر رہے۔ مسلمانوں نے غلطی نہ ہٹ کر کوئی سول لائسنس نہیں قائم کیا ہے
 میں خاص سے مسجد کے ہندو بچے میسرے والد کو اسی طرح سے چچا یا دادا
 کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ جیسے کہ میرا فرض تھا کہ اپنے والد سے ملنے والے
 مہندو احباب کو خطاب کروں۔ اگر قدیم سے مذہبی رواداری نہ ہوتی تو
 تمدن کے بڑے بڑے یہ آثار اس طرح سے آج کیوں کر باقی رہتے۔ اس میں شک
 نہیں کہ یہ تمدن اب سرعت سے ٹپکنا بند رہا ہے۔ جس کے اسباب پر غور کرنے
 کا یہ موقع نہیں کہ اب بھی جا بجا اُن لوگوں کی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے اس
 مذہبی رواداری کی آب و ہوا میں پوری نشوونما پائی ہے مجھ کو امید ہے کہ
 میرے منظر و فکر۔ اجہ۔ جا یاں۔ نیشنل ریشاد مہاراجہ بادشاہین السلطنت جی
 سی۔ آئی۔ اسی مجھ کو معاف فرمائیں گے۔ اگر ان کی ایک خائنی تحریر کا ذکر
 کروں سیکھنے مطابق ۱۹۲۲ء میں عید الضحیٰ کے موقع پر اپنے اہل اسلام احباب
 کو مہاراجہ جیسا موقع نے ایک مبارکباد لکھی تھی چنانچہ مجھ کو بھی کمال عنایت سے

یاد فرمایا تھا اس تسخیر کی نقل کرتا ہوں۔

هُوَ الْكَلِمَةُ الْعَلِيَّةُ

خدا کہنے پہ کہتے ہیں نہیں بناتا کہنے اگر پر اُمتا کہتا ہو کہتے ہیں خدا کہنے

میری وحد پرستی پر کسی اتنا ضعف نہیں کچھ کہتے بتا ہے اگر کہتے تو کیا کہنے

یہ جھگڑے تو چلے ہی جانے خائب و محزون نوید آمد عیسیٰ مسیح کہنے

میں اپنے جوابی ٹکریہ کے خط کے چند جگہ نقل کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اگر ہندو مسلمان ہندوستان کے دو دریا ہیں تو آپ ان کے علم میں۔ اگر ہندو

مسلمان ایک جسم کی دو آغیں ہیں تو آپ ان کا نوکس اور ذوق قطع میں جہاں

دونوں ہی بٹنی بجاتی ہے۔ انوکس: ہندوستان میں یہ نفس کو کتنے بجاتا ہے

المختصر مہاراجہ صاحب اس ملک کے قدیم ترین کے عظیم اُشان نمونہ میں کیا اُحلام

نہیب ہندو مسلمان میں گہری دوستی قائم ہونے کا کبھی مانع ہوا؟

میرزا ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ کبھی مانع نہیں ہوا۔

پیشو سہائے مرحوم لکھنؤ کے ایک محلہ عیش باغ میں رہتے تھے۔ طالب علمی کی

حالت میں انہوں نے ایک کلب قائم کیا تھا جس میں محشیہ طالب علم میں بھی

شریک ہوا۔ ہماری دوستی کے چنگ آتے بڑے کہ ایک تھ خور و نوش میں

عارضہ نہ رہا جب جون ۱۹۴۷ء میں معلوم ہوا کہ میں امتحان بی اے میں کامیاب

ہو گیا۔ اس وقت تک بابوشیو سہارل۔ یل۔ بی۔ پاس کر چکے تھے مثل ایک بڑے
 جانی کے انہوں نے مجھ کو حکم دیا کہ اسی سال نومبر کے مہینے میں مجھ کو یل۔ بی۔
 بی کے امتحان میں شریک ہونا پڑیگا۔ میرا دل بھان طبابت و ڈاکٹری
 کی طرف تھا لیکن انہوں نے قانون کیلئے مجبور کیا۔ اس زمانہ کے قواعد کے
 بموجب لاکچر میں ایف۔ اے کے ساتھ ساتھ میں نے پورے کرنے تھے پھر
 زمانہ بہت کم تھا علاوہ بریں ایر۔ اے میں بھی شریک تھا طبیعت چمکان
 تھی میں تو کاغذ ڈالے دیتا تھا۔ بابوشیو مہارے نے کہا نہیں تم کو کسی
 سال شریک ہونا پڑے گا۔ میں اپنے اس مہند دوست کی شفقت کو کبھی میں
 بھولونگا۔ دن دن بھر میرے لئے قانون کی کتابوں کے خلاصے بناتے تھے
 مجھے رات کو اکڑ پڑاتے تھے۔ بالینڈ جو پرنسپل و ڈس کل مشہور بابوشیو سہار
 کا خلاصہ جو بعد کو انہوں نے طبع کرایا اور جس سے سینکڑوں یل۔ بی۔ یل۔ بی
 کے طلباء فیضیاب ہوئے ان کی اسی زمانہ کی تعریف ہے۔ ۱۷ جولائی ۱۹۹۲ء
 کو میں نے قانون پڑھنا شروع کیا۔ ۲۶ نومبر ۱۹۹۲ء کو امتحان یل۔ بی۔ بی
 شروع ہوا جب جنوری ۱۹۹۳ء میں میرے پرنسپل مشروحاتیٹ تے الہ آباد
 یونیورسٹی کے قانونی امتحان کے اشاعت نیٹ کی کمیٹی سے واپس آکر مجھ کو بل
 سے قبل خبر سنجائی کہ میں اول درجہ (فہرٹ ڈویژن) میں کامیاب ہوا۔
 جب فیہرٹ بابوشیو سہارے کے قانون تک گئی تو ان کی مسرت کا اندازہ ہو
 میرے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ بابوشیو سہارے مرحوم مہند تھے۔ مسلمان نہ تھے
 لیکن کیا یہ اختلاف سببی دوستی کا مانع ہوا؟ ان باتوں کے لکھنے سے میرا ہضم

نہیں ہے کہ ہندوستان میں آج کے قبل ہندو مسلمانوں میں مذہبی جھگڑے کبھی نہیں
 تھے بلکہ یہ مقصد صرف قدرت کہ اس ملک کی عام خالت ہندو مسلمانوں
 میں مذہبی رواداری کی رہی ہے۔ عام طور سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان
 کے ساتھ رہتے رہتے رہے ہیں۔ یہ ہمارا اصلی تمدن اور نگزیرت زمانہ میں تھا اور
 اب بھی بہت کچھ باقی ہے جس کی نظر سے موجودہ زمانہ کے حالات مجھ کو مجبور کرتے
 ہیں کہ اصل مضمون سے کس قدر ہٹ کر عام مذہبی رواداری کے متعلق اظہار رائے
 کروں۔ اور پہلے میں اہل اسلام سے پوچھتا ہوں جو کہ اپنی زندگی میں سیکڑوں
 بلکہ ہزاروں مسجدوں کے پاس سے ہو کر گزرے ہیں کہ کیا ان مسجدوں کو
 کو دیکھ کر کبھی بھی کوئی جوش اُن کے دل میں اس قسم کا پیدا ہوا کہ وہ مندر سے
 گرنے جائیں یا اُن کی صورت اُن کی آنکھوں کو ناگوار معلوم ہوئی اور اگر
 ایسا ہوا تو لاکھوں میں سے کتنے کے دلوں میں اور ایسی طرح اُن اہل ہندو سے بھی
 پوچھتا ہوں جو ہزاروں مسجدوں کے پاس سے ہو کر روزانہ گزرے ہیں کہ کیا
 صرف اُن مسجدوں کو دیکھ کر کوئی مذہبی دلولہ اُن کے دل میں پیدا ہوا اور
 اگر ہوا تو لاکھوں میں سے کتنے کے دلوں میں؟ میرا خیال تو یہ ہے کہ ہماری حق و قد
 اذان اہل ہندو کے لئے ایک معمولی مصداق گنی ہے اسنی حق عام اہل اسلام کو، تو
 صرف ایک ایسی شے معلوم ہوتی ہے جس میں سے سانس اور ہوا کے زور سے ایک
 بلند آواز نکلتی ہے اس میں اور عیسائیوں کے طیر کے گھنٹوں میں کیا فرق ہے؟
 مسلمانوں کو نہ مندر کی عمارت سے کوئی خاص سمی ہے اور نہ انیس
 کی آواز سے کوئی خاص نفرت ہے۔ جو کچھ فرق ہے وہ خدا کے تصور میں پتھر اور نیوٹرو

کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ پھر بھی یہ وہاں باقی رہتا ہے کہ آخر مسجد و مندر و خانو
 کے جھگڑے بعض اوقات بہت ناگفتگوئی میں جا بجا کیوں پیش آجاتے ہیں
 اور ان سے وہ ناگوار اور تکلیف دہ نتائج جن کا خیال کرنا بھی نہیں چاہیے
 صلح جو دل کو رنج فرما ہوتا ہے۔ نمودار ہوتے ہیں۔ یہی داستانیں اس
 قسم کے تنازعات کی ابتدا ہیں جہاں ملی مذہبی جوش کو استفادہ حاصل ہوتا ہے
 غرض ذاتی اور نفسانیت کو ہوتا ہے جن کی جڑ جہالت و انسانی کمزوریاں ہیں
 مثلاً بعض اوقات کسی مقام کے چند سربراہ اور وہ اشخاص میں کسی خصوصیت پر
 چلی آتی ہے محض اسکی بنا پر وہ کسی مذہبی رسم کی انجام دہی کے موقع پر
 مذہب کی آئین میں کچھ اوپیش کر دیتے ہیں کہ لوگوں کو برا ٹھہرتی ہوئی
 اور اس کے بعد عام مسلمان اور مندوں کی شرکت اور پارٹی بندی نموداری
 کے اصول پر شروع ہوتی ہے اور اسوقت کسی ذاتی خصوصیت غرور و خودداری
 سے وہ تلخ نظریہ پذیر ہوتے ہیں جن کو ہم صرف مذہبی جوش پر محمول کرتے ہیں
 بعض اوقات ہرے آدمی ایسے تنازعات کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر
 اہل ہندو نے عشرہ محرم میں مسجد کے قریب باجا بجا دیا یا ماتون چوٹنگ کیا
 تو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس سے غرض ہمارے تو ہیں حتیٰ خواہ دراصل
 یہ غرض ہو یا نہ ہو شہر انفس لوگ جاگزیں ہی کرتے ہیں کہ تو ہیں کہ نہ ہیں
 تھا۔ پھر خودداری کا مادہ مثل بادھنکے اس مسئلہ کو جھکا دیتا ہے بعض اوقات
 یہ ہوتا ہے کہ جب ایک مقام پر ایک ہی وقت دونوں فرقے اپنے مذہبی رسم
 ادا کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تب چند لوگ ایسے بھی نمودار ہو جاتے ہیں جنکو

مذہبی جس کو کچھ نہیں ہوتا لیکن لائٹھی، تلوار اور ٹھوکر کی زور آزمائی میں
 لطف آتا ہے۔ یہ تو عام صورتیں ہیں کہیں کہیں شاہ زاد اور مذہبی جو شکر کو بھی
 دماغ ہو جایا کرتا ہے۔ مگر یہ عالم صورتیں ایسی نہیں ہیں کہ ان ملک میں مذہبی اور
 فاجر رکھنے کے لئے ایک غیر مذہب و ستانی قوم کا دائمی تسلط لازمی ہو۔ یہ عام صورتیں
 انسانی خلقت اور کمزوریوں کے وہ شعلے اور جھڑپاں ہیں جو ہر ملک میں
 ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں نکلا کرتی ہیں اور جب تک انسان باقی ہے نکلے گا
 ان کا انداد و بہت کچھ حکومت کی انتظامی قابلیت پر منحصر ہے اور ان کو مذہب
 اس قدر تعلق نہیں ہے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ آج ایسا کون ملک ہے جہاں
 انسانوں کے جذبات سے بغض و قات خونریزی کے نتائج نہیں پیدا ہو جاتے
 اگر مذہب و ستان میں کبھی کبھی مذہبی جھگڑے ان کے باعث ہوا کرتے ہیں تو یورپ
 کے ممالک میں آئے دن کی ہڑتال اور سیاسی امور میں اختلاف رائے اسی قسم کے
 فسادات کے موجب ہو جاتے ہیں ایسے ممالک جیسے جرمنی، یونان، اٹلی،
 فرانس، ائرلینڈ، وائٹنگٹن میں بھی وقتاً فوقتاً ان جذبات کے اظہار
 ایک دوسرے کا سر توڑنے پر لوگ آمادہ ہو جاتے ہیں جن ملک کی آبادی
 ۱۰ کروڑ ہو اس میں بھی کبھی کبھی یہ جھگڑوں کا پیش آنا کوئی تعجب خیز
 بات نہیں ہے۔

جیسا کہ ہماتما گاندھی نے بھی فرمایا ہے اس کا خوف نہ کرنا چاہیے
 اور ہندوستان میں بحالت خود مختاری ہندو مسلمانوں کو مضمر کرنا میرے یا
 ہندوؤں کے ذمہ کو نیست و نابود کر دیں گے۔ جب کہی ہو برسر کی اہل علی

یہ نکر سکی تو پھر اس صدی مسلمان کیا کریں۔ نیز خیال یہ ہے کہ ہر قسم
کے تنازعات کو مذہب سے زیادہ تعلق نہیں ہے اور ان کا انسداد کافی نظام
سے ہو سکتا ہے

اے جانیو! گزشتہ صدیوں میں اپنی انتظامی قابلیت کے تمام تر تقاضا
کا سدباب کرتے بننے اور اندوہ بھی کر سکو گے۔

اگر مجموعی حیثیت پر غور کیا جاوے تو ہندوستان کی بڑی بڑی دہشتی
ریاستوں میں نہ مہی رواداری برٹش انڈیا سے کم نہیں ہے اور اس قسم کے تنازع
کو فوج کرنے میں ان کی انتظامی قابلیت کسی طرح برٹش انڈیا کے حکم مانوال سے
کم نہیں ہے۔

اے برادران وطن! ایسے نہ ہو۔ مجموعی حیثیت سے تم میں بھی دہشتی
کا کافی مادہ اب بھی موجود ہے

باب چہارم تجارت و تمول و فاع البالی

اورنگ زیب کے زمانہ میں مہند کی تجارت و تمول و فاع البالی کی جو حالت تھی اس کا حال پڑ کر ہم کو اپنے موجودہ افلاس پر افسوس معلوم ہوتا ہے جبکہ اگرچہ ہندوستان کو سوائے ایک وقت کے دوسرے وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوا ہے اورنگ زیب کے زمانہ میں تجارت سے دو طرفہ تمول بڑھتا تھا۔ باہمی تجارت کرنے والے دونوں ملک دولت سے الامال ہوتے تھے۔ مہندوستان کا شیشا مارا روایت پر تھل، بالینڈ اور فرانس کو جایا کرتا تھا اور اسی طرح سے ان ملک کے لوگ مہندوستان کو مال بھیجتے تھے۔ ان باہمی مساوات سے اس ملک کے تجارتی خیالات تھے کہ کیا ان تملٹن ایک مقام پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبدالغفور نامی ایک سوداگر سورت میں رہتا ہے جس کا سرکاری تجارتی ایسٹ انڈیا کمپنی کی کل تجارت و سرکاری کے برابر ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ ایک سال میں مال کے تقریباً ۲۰۰ جہاز بھر کر وہ بھیجا ہے پھر ۲۰۰ جہاز سے لیکر ۳۰۰ ٹن ہوتا تھا۔ اور ہر ایک میں مرناس مال سے بھر پور اور بھجوں میں ۲۵۰۰۰ پڑتا تھا۔ اور جب یہ مال باہر روانہ ہو چکا تھا تب بھی سنس سے زیادہ مال اس کے پہلے سٹہ کے لئے باقی رہتا تھا۔

جلد اول صفحہ ۱۴۰-۱۴۱

ایک ستر مقام پر لکھا ہے کہ مہندوستانیوں کے پاس ٹپے بڑے عمدہ جہاز ہیں

ہندوستانی انگریزوں کو بڑی بڑی تجارتیں کپتان اور سیٹ
 لازم رکھتے ہیں۔ (جلد اول صفحہ ۲۰۰)

ملایا کے کنارے پر ایک قوم آباد تھی جو غالباً اب "مالا" کے نام سے
 مشہور ہے اسی نسبت لکھا ہے کہ یہ لوگ یورپ کے برعکس کو چھدیاں سمجھتے ہیں
 عام طور سے لوگ ہندوستان سے لوہا قیمتی جواہرات و چرمینے لے کر آتے تھے ایک
 قبر کا رنگ بھی عجیب تھا جسے چھینٹ ایسی خوبصورت چھپتی تھی کہ تھوڑا
 بہن و نیاں کہیں کا رنگ سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ میں نے خود بھی سور کے
 عجائب خانہ میں ہندوستان کی پرانی چھینٹ دیکھی ہے جو میں اس ملک سے
 جایا کرتا تھا اسی نسبت بھی یہاں صاحب کو ریفرم تھے یہ کہ یورپ میں اس سے
 بہتہ ذائقہ کا کہن و تیاب ہونا دشوار تھا۔

ہندوستان کا کچھ ایسا عمدہ ہوتا تھا۔ اسی ملک نہ صرف ولایت تھی
 بلکہ ایسے مقامات پر بھی تھی جیسے پلو و سٹرا وغیرہ

(جلد اول صفحہ ۲۹۹ - ۳۰۰)

جنوبی ہند کے بڑے بڑے ہندو راجہ تجارت کیا کرتے تھے۔ ساحل ہند
 کے جنوبی حصے سے جب کپتان صاحب بنڈر آتے تو ان کو ایک مقام ریغین نام
 ٹیکس راجہ صاحب کو ادا کرنا پڑا جب کپتان صاحب راجہ صاحب سے ملاقات کرنے
 گئے اور غالباً ٹیکس کی شکایت کی تو راجہ نے کہا کہ یہ تو بہت معمولی بات ہے
 ورنہ کرو کہ غیر قوم کے لوگ ولایت بغرض تجارت بنائیں تو ان سے بھی ہر
 ٹیکس لیا جانتے گنا۔ علاوہ بریں ہر لوگ تھوڑی جان و مال کی حفاظت کے

نوسر وار میں لہذا ایسا خفیہ سائیکس لینا ایک واجب بات ہے۔

(جلد اول صفحہ ۲۹۹)

شاہی ٹیکس جو تجارت کو دینا پڑتا تھا وہ بھی بہت کم تھا۔ تجارتی مال پر سٹامپ
ت ۱۰ فیصد ٹیکس لیا جاتا تھا۔ اور عیسائیوں سے (۲۰) یا (۳۰) فیصد
ایندہ مسلمانوں کو یک اور دوسرا ٹیکس بھی اپنے مال پر دینا پڑتا تھا جو وہ بھی
تھا۔ کپتان ملتان صاحب نے اسکو پال ٹیکس لکھا ہے۔ یہ پال ٹیکس عیسائیوں
پر لیا جاتا تھا۔ ان سے ظاہر ہو گا کہ مجموعی حیثیت سے ٹیکس کے معاملہ میں مسلمانوں
کے ساتھ کوئی خاص رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ سر میراں انصاری کے تجارت
پر پابندی۔ سدر اعتبار لیا جاتا تھا کہ جب وہ مال داخل مہندستان پر آتا ہے
تھے تو فوراً کوئی محصول ان سے نہیں لیا جاتا تھا۔ بلکہ آخر سال میں محصول
واقعی فروخت ہوا تھا اس پر انہیں کے خیالی عمل پر اعتبار کر کے محصول لیا جاتا
تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس معاملہ میں زیادہ دیانت
سے کام نہیں لیا جی وجہ سے وہ طریقہ اختیار کرنا پڑا جو اس وقت رائج ہے
یعنی جوں جی۔ ل۔ سرزمین مہندستان پر آتا جاتا تھا اس پر محصول لیا جاتا
تھا لیا جاتا تھا۔ ہر اینڈ وکس موقع پر اس خط و کتابت کی نقل کر کے جو ایسٹ
انڈیا کمپنی کے دفتر میں اور گورنمنٹ انڈیا کے دفتر کے گورنر کے ماتر ٹیکس کے
معاملہ میں جونی ہے اسی سلسلہ میں میر بھی پہل میسج کہ اورنگ زیب کے نائب
گورنمنٹ نے تجاویز ان کی حفاظت کی ذمہ داری بقدر اپنے ذمہ لے لی تھی کہ
اگر ان کا مال چوری جاتا تو گورنمنٹ خزانہ شاہی نقصان کی تلافی کر دیتی

اسی شک نہیں کہ اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان کی تجارت کا مقابلہ
یورپ کے بڑے بڑے ممالک بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی تجارت و مال کی مدد سے
دہرا دھار کا یہ نتیجہ تھا کہ صرف شہر سورت میں چٹائی کی آمد فی تیرہ لاکھ روپیہ سالانہ
ہوتی تھی اور احمد آباد میں ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ سالانہ چٹائی کی آمدنی تھی۔
(ملاحظہ ہو (جلداول صفحہ ۱۲۰)

بنگال میں صرف دریائے جوگلی سے (۵۰ یا ۶۰) جہاز مال سے بھرے ہوئے
سالانہ تجارت کے لئے بیرون ہندوستان بھیجے جاتے تھے ایک ایک ہزار مال
فائدہ سے یہ مال کشتیوں پر لایا جاتا تھا۔ اس میں زیادہ تر افریقہ، چچ، سواحلی
میاں کو اور کپڑا ہوتا تھا۔ (جلداول صفحہ ۲۱)

کسیان صاحب کہتے ہیں کہ تمام ساحل ہند پر ہندوستانیوں کے بڑے
بڑے جہاز تجارتی مال سے لدے ہوئے اچلتے پھرتے نظر آ رہے ہیں۔
(جلداول صفحہ ۲۵)

آج وہ ہمارے تجارتی جہاز کہاں چلے گئے۔ آج جب کونسل میں بیچو بیچ
کی جاتی ہے کہ ہندوستانیوں کو جاری بیڑہ تیار کرنے کی اجازت ہو اور یہ کہ ان
جہاز رانی سکول اچھا بنے تو دہلی زبان میں لکھنا تھا کہا جاتا ہے لیکن اس میں
ہماری گزشتہ تاریخ پر نظر نہیں ڈالی جاتی ہم صرف بھولنا ہوا سبق یاد کرنا چاہتے
ہیں اگر ہم سبق بھولنے کے وجہ بیان کرنے بیٹھیں گے تو یہ کام بہت بچہ دہ و
طال انگیز ہو گا۔

یہاں تک تو اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان کی تجارت اور توانائی

کیا گیا ہے اب اس منہ کی فلاح البانی با حوالہ سے لرا آیا، مایہ حاج کی ارزانی فر
لوگوں کی خوش حالی و فلاح البانی کی حکومت کی کامیابی کا ثبوت قرار دیا جی
ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں منہ و ستانی رعایا بہت
فلاح البانی خوشحال تھی۔

لیکن ان ملین صاحب المکتبہ سے کہ بیف گمانے ہاؤسٹ آفمن فار بک
یعنی کچھ کوڑیوں کو نصف یہ مانا تھا

(جلد اول صفحہ ۱۱۱)

ایک ٹن یعنی کئی من نمک ایک کراؤں میں فروخت ہوا تھا۔ جو کہ غانا
دو یا ڈھائی روپیہ کے برابر ہوا تھا (جلد اول صفحہ ۲۵۵)

ساحل کارو منڈل کے کنارے ساڑھے تین آنے میں ۲۰ پونڈ پھلی جو کہ
بازار میں ٹراوٹ اور سامن کے برابر موقی تھی ملتی تھی۔

(جلد اول صفحہ ۲۷۹)

ہر گنتی تین گھن ایک آنے میں ایک پونڈ یعنی نصف یہ مارا کرتا تھا۔

(جلد اول صفحہ ۳۹۲)

دوازیہ ایک سو پچھلیاں فروخت ہوتی مروج کہ اتنی اتنی بڑی ہوتی تھیں
کہ ان میں کی جہ ف و پچھلیاں ایک آدمی کا پیٹ بھرے کے لئے کافی ہوتی تھیں
شہر دارلین تیار مایہ حاج اس کثرت سے اور اس قدر رزاق تیار ہوتی تھیں
کہ اس وقت اس کا یقین کرنا مشکل معلوم ہو سکتا ہے اور ملک جمیر آباد تھا

(جلد دوم صفحہ ۲۴)

میں نے ایک ایسے قابل صبا شخص سے سنا ہے جن نے کہ سو سو مائیں دان کی
تسک ہے کہ پانچ سو سی ۵۰۰ پونڈ چاول ایک روپیہ لگتا ہے

(جدول صفحہ ۱۲۵)

نہن ابارہ لکھے امور امن کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ لوگوں کے گھروں
بلا خوف و خطر آتے ہیں۔

(جدول صفحہ ۱۲۴)

اٹھ آبادی دولت ثروت اور عظمت میں یورپ کے بڑے بڑے شہروں سے
لیجھ ہی کہ ہو گا نصف شہر سورت کی آمدنی ایک لاکھ بائیس ہزار پانچ سو ۱۲۵
ماوند ہے اور احمد آباد کی آمدنی اس سے دس گنی ہے۔ کسان مہلین محمد اور سنگا
کی بابتہ اپنی عینی شہادت دیتے ہیں کہ منہ میں یہ ترقی و ثروت تھی۔

(جدول صفحہ ۱۲۶)

کیا آج تمام یورپ کے بڑے بڑے دربار میں ترقی کے اسے نہیں کہ
گورنمنٹ کی کامیابی کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ جو خدا کے بندے اس کے زیر حکومت
ہوں وہ ننگے اور بھوکے نہ رہیں اسکی زیر حکومت بہر منہ لو اگر پیٹ بھد کھانا
پینے کو کپڑا اور سر خچیانے کو مکان مل جائے تو گورنمنٹ کی اصلی غرض حاصل
ہو جاتی ہے۔ آج اگر تہذیب و تمدن کی صرف سطح ظاہر پر نظر ڈالی جائے تو وہ
کچھ ایسا عظیم الشان اور درخشاں نظر آئے گا کہ دیکھنے والے کی نظر خیرگی کرے گی
اور ایسا دل فریب خوبصورت دیکھائی دیگا کہ دل مہوٹ ہو جائے گا۔ مزید
بہ نظر تحقیق اس کی یہ کو دیکھا جائے تو یہ یہ ملے گا کہ یہ ترقی و تہذیب اپنی بنیاد
کی صرف خورد و نوش کے انتظام میں منہمک ہے۔ ولایت میں ایسے گورنمنٹ کے انتظام

اسلام کی کثرت سے اس کا اتنا اثر ہو گیا کہ اس کی ترقی و تہذیب کا اثر
پورے ملک میں پھیل گیا ہے۔ (جدول صفحہ ۱۲۶)

کو حل کر رہی ہے۔ مجدد کو تو سال ۱۹۱۲ء کے یورپ کے سفر میں محسوس ہوا کہ آئندہ
یورپ کے باشندے روپیہ پیدا کر تکی زمین میں جس طرح وفاق کی پروا ہے
نہ واجب و نا واجب کچھ لحاظ خصوصاً وہ جب کسی اجنبی سے معاملہ کرتے ہیں۔
خیر سفر میں میری یہ فکرتوں سرسری تھی مگر لیسان تلمن کا سفر نامہ پڑھنے سے یہ فکرت
ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں مذہب کے باشندے اپنی ریت کے اسباب فراہم
کرنے میں استعداد و پریشان نہ تھے جیسا کہ آج نظر آ رہا ہے بلکہ دنیا کے اس وقت
کے حالات کے اعتبار سے ان کی تجارت، دولت، ثروت اور فراغ البالی یورپ کے
مالک سے اس زمانہ میں آریٹینی چڑی نہ تھی تو کم بھی نہ تھی۔ موجودہ افلاس کی
غیر اورنگ زیب کی خوشحالی سے مقابلہ کیجئے اور پھر لوگوں کی فراغ البالی کا
فیصلہ کریں۔

باب پنجم

انصاف امن و امان

ہر حکومت کا دار و مدار انصاف پر ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے مادی برحق
رسول خدا کا آب زر سے لکھنے کے قابل یہ ارشاد ہے کہ انصاف و انصاف کے ساتھ سلطنت
کی بقا ممکن ہے مگر ظلم و اسلام کے ساتھ وہ ہرگز باقی نہ رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ
ہر اسلامی سلطنت اپنی رعایا کے ساتھ عام ہے کہ وہ مسلمان یا غیر مسلمان کوئی ہو
کیساں انصاف کرنا بقائے سلطنت کا موجب جہتی آتی ہے اور شیخ اسلام قضا کو حکم

کہ میں وسیلہ ہوں فی فیصلہ کریں جو مقتضائے نصیحت و عدالت ہو۔ انصاف وہ
 مقدس عمل ہے عبارت ہے کہ جن کی بجا آوری میں ذات پات اور مذہب کو
 کچھ دخل نہ ہونا چاہئے۔ انصاف صرف سلاطین اور قضات ہی کا فرض نہیں ہے
 بلکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ ایک دوسرے سے انصاف کرے اور انصاف چاہے اور
 جب تک انصاف نہ ہو انسانوں کا ایک ساتھ مل جلنا ہی ممکن نہ انصاف
 ہر مومنانہ کی جان ہے۔ اگر کسی تمدن میں انسانوں کے دامن سے ایک دوسرے
 کے حقوق کی پاسداری و حفاظت کا خیال نکال دالا جائے تو وہ تمدن ایک
 دم سے دھم دھم برہم ہو جائے گا یوں تو انصاف رواداری اور حسن سلوک کی ایک
 اور قوم کو ضرورت ہے لیکن یہ تمدن میں انسانوں کے باہمی حقوق کا خیال و تصور
 مقامی عادات و رسم و رواج کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اور اس کے ساتھ انسان
 کا تصور بھی مختلف ہوتا ہے اور جب ہر قوم کے خیال کے مطابق انصاف ہوتا ہے
 تو وہ اسکو انصاف سمجھتے ہیں ورنہ ظلم۔ چلبے نامانے اپنی سمجھ میں کیا جاتی ہیں
 اور درست عمل کیا ہو۔ مثلاً دیکھئے کہ دو ہزار برس قبل مہدوزمانہ کا ایک خاص
 نوع کا تمدن تھا اس زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اس مہد کی خانہ ضرورتیں
 اس وقت کے خیالات کے تعلق سے تھیں انھوں نے پیشوں کی تقسیم کر دی تھی اور
 شاہی و غمی و معاشرت حتیٰ کہ خور و نوش کے معاملات میں ذات برادری کی مہمی
 دیواروں انسانوں کی تفسیر مختلف طبقات میں اس طرح کر دی تھی کہ اگر مہدوزمانہ
 کے کسی منصف سے یہ کہا جاتا کہ حالات کے فیصلہ کرنے میں اس خاص تمدن کا تصور
 ذہن سے مثلاً ایسے امر میں نکال ڈالے کہ اگر کوئی نامر یا چھوٹ والے شودر نے

کسی زمین کو چھو لیا ہے تو وہ کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا تو غالباً وہ منصف انصاف کے اس تصور پر مسخر کی نگاہ سے دیکھئے گا یہ مہذون کی کیفیت اُن کے ابتدائی تمدن میں تھی اس کے بعد جب مسلمانوں کا تمدن آیا اس نے مہذون کے تمدن میں کچھ نئے عنصر داخل کئے جن سے انسان نئے خیالات اور ضرورتیں بدل گئیں اور مہذون کے باشندوں میں وہ غلط طرز شروع ہو گیا جو کہ تمام انسانوں کو ایک سطح پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس نئے تمدن نے انصاف کے تصور و خیال کو بھی بدل دیا لہذا جب ہم کسی ملک کے انصاف رسائی کے طریقوں پر واجبیت یا نا واجبیت کا فتویٰ دینا چاہیں تو انصاف یہی ہے کہ ہم اُس زمانہ کے تمدن و ضرورتوں کو پیش نظر رکھیں اس لئے جو انصاف عہد اور نگ زیب میں تھا، اس کے متعلق فتویٰ دیتے وقت ہم کو بھی اُن مسائل میں نظر رکھنا چاہئے۔ یعنی وہ تمدن کونسا تھا اور اُس زمانہ کی ضروریات کیا تھیں۔

اور نگ زیب کے زمانہ میں گو کہ راک کا انتظام اس حد تک کر دیا گیا تھا کہ مہذونستان کے دور دور مقام سے نہ ہلی تک خطوط پہنچنے میں صرف آٹھ یوم ضرور ہوتے تھے۔ اور پانچ میل کے فاصلہ پر ہر کام سے بدلے جاتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۹)

پھر بھی زبانِ بقیہ آراء: تھا اس کے اس حالات میں یہ تھیں جیسی کہ آج انسان اُس حد تک غلط نہیں ہوتے جیسے کہ آج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہتاں ملنے نہ ملے تھا اُن پر جو تصویر اُن سڑاؤں کی کشمچی ہے جو کہ قانون یا

ڈالوں کو ہی جاتی تھیں وہ آج ہم کو حیثیت ناک معلوم ہو رہی ہیں گرامر نامہ
 کے حالات اور ضرورتوں کے لحاظ سے وہ کچھ بھی ناواقف ہیں۔ کیا ان مکتب
 نے اُس زمانہ کی عدالتوں کا پورا دستور العمل یا تنظیم ہم کو نہیں بتائی۔ البتہ سوریکے
 قاضی کی بات یہ تھا ہے کہ وہ راشی تھا اور اگر ڈاکٹری میں (جسے) فیصلہ
 اپنا حصہ لیتا تھا اور امیر و دولت مند غائبانہ مقابلہ میں کٹرا بیٹے جاتے تھے
 ممکن ہے کہ سورت کے قاضی کی یہی حالت ہو جن سے آج بھی دنیا خالی نہیں ہے
 گرامر کو یہ دیکھنا ہے کہ مجموعی حیثیت سے انصاف کی کیا حالت تھی انصاف رسانی
 کا پورا انتظام تھا یا نہ تھا۔ اس کا بہترین معیار یہ ہوگا کہ ملک کی اندرونی حالت
 پر نظر ڈالی جائے۔ کیا وہ نشانات و اثرات بخوبی نمودار تھے جو انصاف سے عموماً
 پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کیا اہل منہ دنیا کے کاروبار کو باطنیات تار جلاتے تھے
 اگر مذہبی رواداری اس قدر کی تھی جتنا ذکر ہو چکا ہے۔ اگر ملک میں تجارت
 و تولد و فانیغ البالی و صنعت و حرفت ویسی ہی پائی جاتی تھی جیسا بیان
 تو ہے۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ عمداً و رنگ زیب میں انصاف نہ تھا۔ یہ اثرات اور
 نتائج بلا حسن و امان و عدل انصاف کہی کسی ملک کو دیرینہ موتے نہیں
 عمداً و رنگ۔ زیب کی یہ جو کچھ حالت کہی ہے یقیناً اس عہد کے امن و امان
 عدل و انصاف کے ہی بدلت تھی۔ لیا ایک وقت میں سب پھیل رہا ہوا دیکھ
 پھر بھی یہ کہنا کہ یہ دخت سب کا نہیں ہے انصاف ہوگا؟
 کیا ان مکتب نے اپنے مفسرین کے ذریعہ بتائیں کہ انصاف کے مندرجہ
 انصاف کا چشمہ سون کے ساتھ جاری ہے اور گوکہ اس چشمہ کے صاف و شفاف

دھارے کو بعض اوقات رشوت کے خس و خاشاک کد اور گند لاکر دیتے ہیں
 مگر اُس عہد کی مجموعی حالت انصاف کا فیصلہ اس نفاذ یا خنہ پر مبنی فقرے
 سے کیا ہے۔

”لیکن یہاں عام ہندوستانیوں میں رشوت سنی امر سمجھا جاتا ہے جیسا کہ

گورے چرے والوں میں ہے“ ۱ جلد اول صفحہ ۱۰ دیا ہے

اس موقع پر گورے چرے والوں کی رشوت سنی و مٹا دینے کی کچھ حالات بیان
 کئے بغیر شاید عہدِ اونگہ زیرِ بحث کے زمانہ کی قدر اور اُس عہد کے انصاف کا
 پورا اندازہ ناظرین کو نہ ہو سکے۔ لہذا اکتان ٹیٹن کے سفر نامے سے چند اقتباس
 کرتا ہوں:۔

ایک شخص مٹہ ولدن، ملائے ملائے، نامی ایٹ انڈیا کمپنی کے
 معاملات طے کرنے کے لئے انگلستان سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کے چال
 چلن کے متعلق کپتان مہٹن صاحب لکھتے ہیں:۔

”اس کا نام گورنری بہت محترم تھا لیکن اُس میں بھی اس نے اوکوں کو ٹنگ
 کر کے بنا خزانہ نہ بنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ اُس کے مظالم کی ایک فہرست
 یہ ہے کہ“

”ایک غریب بیچ کی ایک عورت بیوی تھی جو اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں
 قسبی کسی کچھ بھڑائیوں ہی کو گزرتی تھی۔ ایک مرتبہ اس عورت نے دو آدھو
 کو اپنے پیٹن بلایا۔ ان میں اس عورت کے متعلق رقابت ہو گئی۔ شدہ شدہ“
 ”اسی خبر کو بڑے ہان تک پہنچی۔ اس نے پہلے تو ان دونوں کو طلب کر کے کچھ“

سزائش کی لیکن جب انہیں = ایک نئے گورنر کے ہاتھ میں پہنچا سو وہ پیر کر گئے
 تو ان کو بلا شرکت غیر سے اس عورت کا مالک بنا دیا اور وہ اس کو لیکر موگلی
 چین دیا۔ شخص علانیہ کہتا پتہ تھا کہ اس سوکھ میں سکو کیا بیچا را پڑا اور وہ
 اس گورنر کا بڑا راج تھا۔ جب اس عورت کا بچہ چارہ شوبہ واپس آیا تو اس کی بیوی
 کی خدمت پر مجبور ہو کر آیا۔ اس میں معلوم یہ ہوتا تھا کہ گویا اس گورنر کو شہ
 جیسے میں کچھ شہرم دامنیہ تھی یا اندیشہ نافع نہ تھا۔ اس نے یہ دیکھنا اختیار
 کیا تھا کہ جو لوگ اس قسم کے سود کے واسطے اس کے پاس یا رہتے تھے ان سے
 فدیہ لے کر آتا تھا کہ میںہ صاحب اور یا بالوگ سے بات کرو اور اس کی بیوی اور اس کی لڑکی
 نہایت عمدگی کے ساتھ بڑی بڑی قمیصیں اور دیہانہ کپڑے پہن کر آجھو
 تھے۔ پتہ چلا کہ یہ ہاں احمد نندہ وسان کے دو کمرہ مقامات پر اس قسم کی بیوی بیوی
 کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہوں مگر پڑانے جنوں کی پوسٹ کنی نہیں جاتا۔

(جلد دوم صفحہ ۱۰)

یہ عہدہ داران ایٹ انڈیا کمپنی کے انصاف کا عالم تھا۔ یہ شے آخر وار ہے
 اس قسم کے بہت سے واقعات کیساتھ ملٹن نے اپنے سفر نامہ میں لکھے ہیں۔ اب
 اورنگ زیب کا جو انتظام اس وقت امان و انصاف کے متعلق تھا اس کی بابتہ کیساتھ
 ملٹن صاحب کی رائے کو ملاحظہ فرمائے وہ لکھتے ہیں کہ :-

اُس ملک کی رعایا فرانس کا ساتھ دیندی کرتی ہے کہ ان وقتوں کی نہایت کم
 تنی جاتی ہیں۔ ایک غیہ ملک کا باشندہ اس ملک میں کہیں چلا جے کوئی یہ بھی نہیں
 پوچھتا کہ وہ کہاں جاتا ہے۔ اور کیوں جاتا ہے۔ (جلد اول صفحہ ۱۷۰)

پھر بھی کہا جاتا ہے کہ فرامین شاہی کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا اس امر کا
 امان کا مقابلہ اس بدامنی و ظلم و ستم سے کیجئے جو کہ ایٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ دار
 نے ہندوستان کے اس خطہ زمین پر پیدا کی تھی جس کو انگریز تجارت شاہی نے
 اس کو سپرد کر رکھا تھا۔ جس کا مفصل بیان باب نمبر (۹) میں کیا جائے گا۔

مشرعے۔ آری صاحب لکھتے ہیں کہ سمندر پر تو اوقات ناک میں دم
 کر رہا تھا لیکن قبل اس کے کہ اس کی ذمہ داری عہدِ مغلیہ کے انتظامہ پر عائد کی جائے
 ذرا یہ تو دیکھ لیا جاتا کہ یہ قزاق کون تھے۔ اور کیوں کر ان کو قزاقی کا موقع ملتا تھا
 حقیقت یہ ہے کہ قزاق انھوں میں ہندوستان کے ساحل کے ساتھ تھے بلکہ اس سس
 زمین میں ولایت سے لیکر ہندوستان تک و نیز دیگر مقامات کے سمندر پر چند لوگو
 نے غارت گری کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا انہیں تو پانی ریش (Pirates)
 کہتے تھے۔ کچان بھٹن نے ان کا ذکر بھی اپنے سفر نامہ میں کیا ہے اسی ایٹ
 انڈیا کمپنی کے جہازوں کے انہیں بھی بعض اوقات راہ میں قزاق بن جایا کرتے
 تھے۔ اور جو کوئی تجارتی مال راستہ میں مل جاتا لوٹ لیتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۲۳۶)

ایک گریز مسمی کپتان گریز *Captain Grey* یہ ڈونگ مارا کرتا تھا
 کہ جبکہ مختلف سامان لیکر وہ انگلستان سے روانہ ہوا تھا اس نے سرنامانی
 سے یہاں آنے کی شاید کسی شخص کی بھی بہت زیادتی ہوگی وہ بھری قزاقوں سے
 تجارت کیا کرتا تھا اور راستہ میں جو جہاز اس کو لوٹ کر وہیں
 ڈوبا بھی دیتا تھا۔ اور اسی طرح سے اپنی بسر اوقات کرتا تھا۔ (جلد اول صفحہ ۲۱۰-۲۰۹)

میں نے تجارت کے باب چہارم کے سلسلہ میں دکھایا ہے کہ اس وقت اہل ہند
یورپ تک تجارت کیا کرتے تھے لیکن یہ کہ قزاق بعض وقت راستے میں ہلکی
دیکر جہاز لوٹ لیتے ہوں جیسا کہ ملہٹن کے سفر نامہ کی جلد اول صفحہ ۲۱۵ سے
معلوم ہوتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ اورنگ زیب شہنشاہ عالمگیری کے
انداد کا انتظام نہیں کرتا تھا۔ اور ان کا انداد اس زمانے کے حالات کے نظر
صرف ہند کے سمندر پر انتظام سے نامکن تھا۔ پھر بھی بادشاہ کے فوجی جہاز
کا بیڑہ (۲۰ یا ۳۰) ہزار آدمیوں کی فوج کا دستہ رہتا تھا۔

(جلد اول صفحہ ۲۲۰)

اسلئے یہ کہنا کہ سلطنت ہند کی طرف سے انداد قزاق میں بے پروائی کی جاتی
تھی انصاف نہ ہوگا۔ یہی کامیابی و ناکامیابی وہ کہنا تک بھی اس کا فیصلہ اس
زمانہ کے حالات کی نظر سے کرنا چاہئے خصوصاً جب کہ انداد قزاق کی غرض سے
اس کا نڈر کے پاس توپیں بھی تھیں ایک مرتبہ جب ضرورت پڑی تو اسی کا نامہ
لے آنا مانا میں چار بڑی توپیں کر دی گئیں کی اس عمارت پر چڑھا دیں تھیں کہ
میں نے قلعہ سے صرف ۲۰۰ قدم کے فاصلہ پر بھی انھیں عیاں کی پوری طرح سے
حفاظت کی جاتی تھی۔ کپتان جہان نے اس پشیمانی کی سیاحت میں صرف ایک
موقع کا ذکر اپنے سفر نامہ میں کیا ہے کہ اس میں سترہ ہندو پرڈا کوڑے ان کا
مقابلہ ہو گیا تھا ایک قافلہ کے ساتھ شہر سورت کی طرف کپتان صاحب صوفی اور
ان کے ہمراہی دلازمین جا رہے تھے کہ چند قزاقوں کے گردہ نے جو کہ سرحد ہندوستان

کے باہر بلوچستان سے عموماً آیا کرتے تھے قافلہ کو روکنا چاہا۔ کپتان صاحب نے
 اُن کے ملازمین بڑی ہناری سے مقابلہ کر کے اُن کو بھگا دیا۔ قافلہ راس سجا
 کا بڑا اثر ہوا۔ یہ خبر اڑتی اڑتی شہر سورت میں بھی کپتان صاحب لکھے مگر جب
 اُن کا قافلہ سورت کے قریب پہنچا تو ابا لیاں نے بہترے مٹھائیوں اور تحفوں کے
 ساتھ اُن کا استقبال کیا اور جب کپتان جہانے کو ریز سورت سے ملاقات کر سکی
 خواہش کی تو اس نے چند ٹھوڑے زیور سے آراستہ وہ راستہ اور ایک باڈی گاڑ ڈ
 استقبال کے لئے روانہ کیا اور جب وہ قریب آئے تو انجی یہ آؤ بھگت کی کڑھان
 سمون دستور کپتان صاحب کی سواری کو اپنے خیمے تک پہنچی اجازت دینی کے
 تمام مال و اسباب کا محصول معاف کر دیا اور نفس نفیس خود فوج کا ایک تہ لکر
 اُن خزانوں کو سرحد کے لئے روانہ ہوا۔

(جلد اول صفحہ ۱۱۹)

اس قدر عالم و مہارت کی غالبانہ وجہ تھی کہ بقول کپتان صاحب بادشاہ
 اورنگ زیب کو حفظ من کا بیمہ خیال تھا اور جب کبھی کسی مقام راس قسم کے واقعات
 ہوتے تھے تو اُن کی تمام ذمہ داری صوبہ کے گورنر نے سر ہوتی تھی ایک مہر لکھ
 اورنگ زیب کو اطلاع ہوتی کہ سورت میں ڈاکہ پڑا تو بادشاہ کا حکم بدین مضمون
 شرف صہ در لایا کہ فوراً شہر کے گرد چار دیواری بنا دی جائے۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۰)

ایسے واقعات کا یہاں کبھی کبھی مش آنا تعجب خیز نہ تھا اور کیرنیا میں اور
 کیرنیا میں ایسے واقعات نہیں پیش آتے رہتے ہیں اور یہ زمانہ کپتان نے غالباً

دیکھنا یہ چاہئے کہ اس زمانہ میں ملک میں امن و امان کی حالت یہ تھی کہ یہی نتائج
 تاجرا مال و اسباب لیکر سترہ (۱۷) کھاروں کی مالکی میں سوار ساحل و وسط ہند
 میں برسوں پھرتا مارا لکھڑا سوائے ان دو واقعات کے ہندوستان میں کوئی اور
 ایسا واقعہ اس کو مشہور نہیں آیا جس کو وہ اپنے سفر نامہ میں درج کرنا ملک کی اس اعلیٰ
 حالت سے عہد اور نگ زیب میں انصاف و امن و امان کے متعلق یہ حکم کیا ہے
 میں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ عہد اور نگ زیب میں تمام عہدہ داروں کا دامن رشوت سنا
 کے دھبوں سے پاک و صاف تھا یا کبھی ڈاکہ نہیں اڑتا تھا انصاف کے معاملہ میں
 جب کبھی دولت و غربت کا مقابلہ ہوتا ہے تو یہ حضرت زین العابدینؑ کی صورتوں میں آج
 بھی بڑے بڑے گھٹے دیکھاتے ہیں جو لوگ کہ موجودہ مقدمہ بازیوں کی اندرونی
 حالت سے واقف ہیں وہی اسکا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی پرومہ
 جھوٹی شہادت کے ہیا کرنے میں اور قانون کی امداد حاصل کرنے میں ایک دوسرے
 فریق کو کہاں تک مدد دیکر قوی بنا دیتا ہے اور مضمر فریق مخالف کو کسی کچھ لاپرواہی
 اور مجبوری کا سامنا ہوتا ہے اور اس طرح سے یہ حضرت زین العابدینؑ کی کچھ انصاف
 کا خون نہیں کرتے رہتے ہیں رشوت سنانی و ڈاکہ اور چوری اب بھی بند نہیں ہے
 ہمارے بچوں کو جو بائیس مدرس میں پڑائی جاتی ہے ان میں کھلی کھلا ڈاکہ ہوتا ہے اور
 اور کہا جاتا ہے کہ کھلی کا انداد ایٹ انڈیا کمپنی کی عہد حکومت میں انیسویں
 صدی میں کیا گیا تھا اور اس کا فخر کمپنی مذکورہ کو دیا جاتا ہے، بے اثرانہ تاجروں میں
 ملک کے اس امن و امان کا ذکر نہیں کیا جاتا کہ قبضہ کمپنی کی مدت کے تھا
 اور جس کا ذکر کمپانی پبلش نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے اس سے بے شک

ملک میں ٹھکی اسوقت آئی جب کہ حکومت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا جب اس ملک کے
 باشندوں نے اپنے اکثر حاکموں سے کہا کہ غمان حکومت پھر ان کے ہاتھ آئے
 دیکھنا ہے تو بڑی شہنشاہ کے بعد ان کو ڈانی آرکی (Darchy) یعنی
 جسٹس بوجیب ملکی نظام کا ایک جزو تھا بے شدہ فیسٹ یا وزیر نے سپرد ہوا اور دوسرا
 جزو گورنمنٹ کے سپرد رہا۔ اس وقت سے حکومت کی تقسیم ہوئی اس تقسیم کے دوسری برت
 چل پانچ گنی دونوں حصوں میں اختلاف شروع ہو گیا۔ اور ہی برت میں بد امنی و
 بے اطمینانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ ڈانی آرکی "نا کام ثابت ہوئی اور سرد و ناگشت
 شہنشاہ نے لاکھ ڈانی آرکی حکومت کرنے کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ اب اس ڈانی آرکی
 پر غور کیجئے جب ہندوستان کی حکومت شاہ مغلیہ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد واد
 میں تقسیم ہوئی تھی ملک کی اسوقت کیا حالت ہو گئی جبکہ حکومت کا شیرازہ دیوانی کمپنی
 کے عہد واد میں آ گیا اور دوسرا شعبہ الگ ایسی شاہ مغلیہ کے سپرد رہا اسے
 دو متضاد عنصر کا جمع رہنا محال تھا۔ پھر ہی سارا ملک شاہ ازلیف صدی اس
 عجیب فریب ڈانی آرکی (Darchy) کے تہلکہ میں گرفتار رہا۔ ان حالات
 میں کمپنی نہ ہوتی تو کیا ہوتا جو کچھ ہوا تھا تو اٹھا لیکن جب غمان حکومت کلیتا
 اس ملک کے باشندوں کے ہاتھ میں تھی تب ایسی بد امنی یا بھگتی نہ تھی اس وقت
 انصاف تھا اور امن و امان تھا۔

چشتیت قانون پیشہ اور دف کے بہت سے رہنما و قلعہ جات کی واجب العرض
 پڑھنے کا بھی اتفاق ہوا جن میں گاؤں یا قلعہ کی گذشتہ تاریخ بھی بندوبست
 کتابت کی جاتی تھی مجھ کو اکثر یہ دیکھ کر استعجاب ہوا کہ ایک گاؤں یا قلعہ

شبہا پشت تک ایک ہی خاندان کی ملکیت و قبضہ میں برقرار رہا۔ جی دیکھئے یہاں
 کہ جس شخص نے تین سو یا چار سو برتن قبل جنگ کا کر آباد کیا تھا اسکی اولاد کے قبضہ
 میں وہ گھاؤں مشعلہ کے صدر میں بھی رہا گیا۔ اگر گزشتہ زمانہ میں انصاف و
 امن و امان نہ تھا تو اسی گھاؤں کی مسلسل پانچ اسطرح سے کہیں نہ ہوتی ان وجود
 سے جیسے موجودہ زمانہ کی بات کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجموعی حیثیت سے انصاف بہت
 یا امن و امان قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے اسی طرح سے ہمہ اورنگ زیب
 کی بات یہ کہنا کہ انصاف نہ تھا یا امن و امان قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی جاتی
 بھی انصاف نہ ہو گا۔ یہ ہمہ اورنگ زیب کے انصاف اور امن و امان کے پانچ
 تھے جو کہ ملک کی تجارت و مول و فایع البالی کے سلسلہ بیان میں نظر آئے ہیں۔

باب ششم

صنعت و حرفت

پانچ امن کی شام ہے کہ جب کسی ملک میں انصاف ہو جائے تو امن و امان
 ہوتا ہے اور جب لوگ فایع البالی و خوشحال ہوتے ہیں اور جب تلاش و معاش بہت
 وسیع ہوتی ہوگی تو تب ہی انسانی دماغ صنعت و حرفت کی جانب رجحان
 ہوتا ہے غرض کہ زمین و دنیا دونوں میں رو یاد رہتی ہے۔

الفقر سوء الوجهہ فی الدار میں یہ کن شہید

”زراگندہ روزی براگندہ ذل“ کی مثل ایک متفنن برصادق آتی ہے اسی طرح سے قوم پر بھی صادق آتی ہے اب آپ دیکھئے کہ عہدِ اوٹنگ زب میں ہندوستان کی صنعت و معرفت کی کیا حالت تھی اس سے اس ملک کی خوشحالی کا بھی اندازہ ہو سکے گا۔

کسیاں صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں عہدہ سے عہدہ کپڑا اور بکتر ایسا ملتا تھا جسکی مثال یورپ میں ملنی دشوار تھی پھر فرماتے ہیں کہ یہاں روٹی کا ایک ایسا کپڑا بنا جاتا ہے جو بہت باریک اور طام ہوتا ہے اور اس قدر پائندہ کہ دیا انہوں نے کبھی اپنی زندگی میں استعمال نہیں کیا۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۵)

غالباً یہ ڈھاکہ کی مشہور ٹیل ہوگی۔ اس کے علاوہ کھڑاب، چھینٹ اور ساو کپڑے بنانے والے اس کثرت سے پائے جاتے تھے کہ صرف ایک شہر جاکر اس کا پتہ لگائیے (۵۰۰۰۰) پچاس ہزار کپڑے بننے والے جلابے ملازم رکھ کر چھوڑتے تھے لوگ پوچھیں گے کہ پھر صنعت کہاں غائب ہو گئی۔

جن لوگوں کو اسکی جستجو ہو وہ ریش مندوت آئی۔ سی۔ ایس۔ سی۔ آئی۔ اسی مزموم کی کتاب ”ہند کی ایک انیمک ہسٹری“ ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں پھر ہندوستانی ایک زمانہ میں اریس میں بہ عہدہ کنسرمندان تھے اور پھر لندن کی یونیورسٹی کالج میں تاج ہند پر لکچرار تھے۔ انہوں نے ان سرکاری کاغذات کی مدد سے جو انکی نظر سے آئے تھے یہ دکھایا ہے کہ انگلستان کی صنعت و معرفت کو متقی دینے کے لئے اور اس خوف سے کہ شاید ہندوستان کا کپڑا انگلستان کی مٹدیوں

قبضہ کر لے لیوے ایٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ دار ہندوستان کے مذاہن کی
 صفت کو تسلیم نہ کر کے کرنے کی عرض سے مختلف قسام کی تداریک استعمال کرتے تھے
 پہلے کچھ قمر مشکی دیکر ان کو ملازم کہہ لیتے تھے اور جو چاہتے تھے وہ کام نہ
 لیتے تھے اگر کسی نے کچھ بھی خلاف معاہدہ کیا تو کٹنگلی میں باندھ کر بدولت سزا
 دیتے اور انکی انگلیوں کو مختلف قسام کی انڈیا سپچائے تھے۔ - امرامچ ۱۷۱۲
 کو ایٹ انڈیا کمپنی نے جو غلام راستیں اپنے عہدہ داروں کے لئے جاری کی تھیں
 ان کا پڑھنا بھی تکلیف دہ ہے۔ انڈوس آف کانسٹیٹ کے روبرو ۱۷۱۲ء میں جو
 شہادت تھیں منرو نے دی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کمپنی کے عہدہ داران
 مذاہن کو بیٹریوں کی طرح سے ایک مقام پر جمع کر کے کھڑا کرتے تھے اور ان پر
 پھر مقرر کر دیا جاتا تھا جب تک وہ مذاہن حسبِ نحو کمپنی معاہدہ پر دستخط نہ کر دیں
 اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پاویں۔ میسر کا کہنے شہادت دی تھی کہ اس طریقہ سے معاہدہ
 کے پابند جولاہوں کی تعداد صرف آٹھ ایک کارخانہ میں خندہ سو ۷۰۰ تھی
 کمپنی نے جو قانون سنہ ۹۲ء میں نافذ کیا تھا اور جو گولڈن ایکٹ سنہ ۹۷ء کے نام سے
 موسوم ہے اسکو ملاحظہ کیجئے اس قانون کے بموجب جن پارچہ برف نے کمپنی کے
 قمر لے لی پر اس کو یہ حق نہ تھا کہ کسی دوسرے کام میں باندھے اور اگر کوئی پارچہ
 ایک اسے زیادہ کام اپنے گھر میں کہے گا تو بڑا آبادان دینا پڑے گا۔ نوچہارتی
 مقدمہ میں یا جاوینکا عہدہ داران کمپنی کو ان کے مکانات میں عہدہ بندی داخل
 ہو جانے کا یہی اختیار دیا گیا تھا۔ ان کارروائیوں کا نتیجہ ہوا کہ سنہ ۱۷۹۲ء
 صرف (۱۵۶) نوٹ کا لکھتی کثیر اسالانہ ولایت ہندوستان کو آیا تو سنہ ۱۷۹۲ء

یعنے صرف دس برس کے بعد (۱۷۹۵ء) تائیس ہزار آٹھ سو چھتین ٹونڈ کا
مالیتی کٹر اسالانہ ہندوستان کی تن پوشی کے لئے ولایت سے لایا گیا اور شہر
میں بیسے تین برس کے بعد ایک لاکھ آٹھ ہزار آٹھ سو چوبیس (۱۰۸۲۴) ٹونڈ
کا پٹر اسالانہ لایا گیا۔ پھر وہ پارچہ باف یا ان کی منعت جو عہد اورنگ زیب
تھی اب کیسے رکھنی ہے۔ یہ تمام نوادر میں چند رت مرحوم کا جمع کیا ہوا ہے
یہ وہ زمانہ جب سلطنت غلیہ کا شیرازہ کچھ چکا تھا اور عملاً کمپنی کی حکومت قائم
ہو چکی تھی۔

عہد اورنگ زیب میں اس ملک کی منعت پارچہ بانی کو اس قدر عروج تھا کہ ہم
صرف اپنی پوری ضروریات کو ملک ہی کے کپڑے سے پورا کرتے تھے بلکہ غیر ملک کے
کچھ فروخت کر کے اپنی دولت میں اضافہ کیا کرتے تھے۔ یہ تو صرف پارچہ بانی کا ذکر
ہے اورنگ زیب میں لیپان صاحب ملتان کو بھی گئے تھے تو وہ ان کو
مقبول تیر و کامان بنانے واسطے۔ لوہا بکرت پیا حتی کہ جہازوں کے واسطے
لوہے کے ٹکڑے ہی ڈالتے جاتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۹)

کپڑا مانتہ کو لکڑے کے بیروں کا بھی ذکر کیا ہے قاعدہ کلیہ ہے کہ جب
اسی ملک سے تھان اوخرج ہوتا ہے تو اس کا عکس اس ملک کی عمارات و مکانات
ابلیسی طرح پڑتا ہے جیسا کہ ملبوسات پر عیش و عشرت کی ہی سامان میں جنہیں انسان
کی طبیعت پر ہوتا ہے کہ وہ نوادہ کرتی ہے۔ فن خیزی کے متعلق تو صرف اس قدر
کہہ دیا ہی کافی ہے کہ یہ زمانہ تھا جب کہ اہل ہند اگر وہ دہلی و لاہور کی دوشوٹا

عما میں کھل کر چکے تھے جن میں ایک عمارت کاج بی بی کا روضہ ہے جو اس وقت
 بھی عجائبات دنیا میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے عمارات بنانے والے علمائے
 میں وجود تھے اور ان کے دروغوں کی جہالت میں بہ چوٹی تھی۔ دکن میں جہاں
 اورنگ زیب قیام کچھ عرصہ تک رہا ہے اس کے قریب جواہر میں ملاحظہ ہوں
 اورنگ آباد میں اورنگ زیب کی مٹی کا مقبرہ قلعہ دولت آباد کے نیچے کی دیکھو
 وہ کہنہ اور وہ منار سے ملاحظہ ہوں جہاں اب بوبک کے سکا رکھنے لگ جائیگا
 اور جن کو دیکھ کر یہ شعر یاد آتا ہے :-

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ

آثار پدید است صنادید عجم را

خود میرے قصیدہ منجی میں ایک مقبرہ ہے جس کے قریب پچھن میں دیکھ رہے
 ہیں چنانچہ مائیس اس معنی کے چلتے ہوئے دیکھا کرتا تھا جس کا یہ اب یورپ سے نہیں
 آتے ہیں اور جو ان کی ضاعی کے نونہ ہیں جو ان کے قریب ہے کہ جسے ہم نے
 بہت زمانہ ہوا ایجاد کر کے بچ رہا تھا۔

اگر اورنگ زیب کے زمانہ کے فن انجیری کے دو سب سے شہ کا امانہ کرنا چاہتے
 تو دکن میں اورنگ آباد کے قریب واروکن کو دیکھئے۔ آج تک لوگ حیران ہیں کہ وہ
 کونسا چشمہ ہے اور وہ کونسی ترکیب ہے جن کے ذریعہ سے تین تین میں بڑے
 بڑے نالے بنا کر میٹھے پانی کی گویا ندی بنادی ہے جن نے اورنگ آباد کی آبادی
 کو صرف نیراب ہی نہیں کر دیا تھا بلکہ باغوں، نہروں، حوضوں اور قناروں سے
 بہت کاساں پیدا کر دیا تھا۔ مجھ سے خود اسٹون بیج صاحب کے جو عظمت حیدر آباد

نے داروگرین کے انجیر تھے یہ بیان کیا کہ اگر آج ہم اس سے قبر پانی کا لیوا نکالنا
چاہتے تھے تو وہ مقرر تھے کہ اوزنگ باؤ کے لئے اس سے قبر داروگرین کا انجیر
رہا اس زمانہ میں جب دشوار ہے۔ ان کو افسوس تھا کہ فن انجیری جس سے ایسے
دور ایسے بناتے تھے مذہب و تان سے اب معدوم ہے۔

بغیت سے خزانہ آب کی یہ ہے کہ ایک مقام پر صرف ایک بہت عمیق کنواں
جس سے پانی نکلتا ہے ایک چشمہ کا چھایا سوتا سا نظر آتا ہے۔ یہیں سے ایک گہرا
پتھر کا ڈبہ شروع ہوا ہے۔ جوں جوں شہر کی طرف یہ نالہ بڑھتا گیا ہے اس میں
انگاریوں پانی نمودار ہوتا جاتا ہے۔ شہر کے قریب جا کر اس میں سے پتھر نکالنا
نکالی گئی ہیں۔ ڈبائی سو برس کے بعد اب بھی اس میں پانی نکلتا
لیکن اسکی کمزورت و صفائی کرنے میں اس زمانہ کے انجیر بہت دشواری محسوس کرتے
ہیں۔ اس سے ہم نے پھر بقول داروگرین نہ صرف اوزنگ آباد میں تھے بلکہ میں نے
اس کے آثار بڑا ویدر جیسے دور دراز مقامات پر بھی دیکھے ہیں گوکہ وہاں
وہ اس طرح سے کارآمد نہیں ہیں جیسے کہ اوزنگ آباد میں ہیں۔

کپتان ٹیلر صاحب لکھتے ہیں کہ سندھ کا شہر "دریائے اندس" سے
دبیل کے فاصلہ پر ہے۔ دریائے ندیہ کی نالہ اور مہروین کے شہر و باغات
یہ آب رسانی کا انتظام لیا گیا ہے۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۱)

کیا یہ نام و اقامت اس کا ثبوت ہیں نہیں ہیں کہ اوزنگ زریکے عہد میں
صنعت و حرفت اور دوسرے فنون پورے عروج پر تھے کہ اس وقت غالباً یونپ کو

ہندوستان سے وہی رنک تھا جو کہ صنعت و حرفت کے مقابلہ میں آج ہندوستان کو یورپ سے ہے۔

۱۹۲۴ء میں ولت برطانیہ کی صنعت و حرفت کی بڑی نمائش جو لندن میں ہوئی اس کی ایک مارتا بنیاد پر صنعت و حرفت کے نمونے بھی اکٹھے کئے گئے تھے جس سے جب کسی اگر زیتے ان نمونوں کی تعریف کی تو میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اس نمائش کے ہندوستانی سیکشن میں وہ کونسی چیز ہے جس کو ہمارا ہندو سو پر قبل نہیں بنا سکتا تھا۔ ہم کو یہ دیکھنا کہ صنعت و حرفت کے میدان میں ہندوستانی و ماغون نے گزشتہ صدی میں پہلے سے زیادہ کیا ترقی کی ہے۔

..... لکھنؤ کی چکن، 'فخر آباد' کے پردے، دہلی و اگرہ کا سنگ مر مر کا کام، مراد آباد کے برتن، کشمیر کی شالین، یہ سب چیزیں جو اس وقت ہندو نمائش میں دیکھ نہ ہے میں وہ کچھ ان سے بہتر نہیں میں جو ہر سا بعد صدیوں میں بنا سکتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میرے کشمیر میں ان سے بھی بہتر رانی شالوں کے نمونے دیکھے میں جن کے فوائد و ولایت کے اخبارات میں مائٹن کی شہرت دینے کی غرض سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

دگر مالک مثل کینڈا اور اسٹیرلیا وغیرہ کا جو سیکشن ولت برطانیہ کی نمائش میں ہے اس میں اور ہندوستان کے سیکشن میں بڑا فرق ہے کہ ان نوآبادیوں کی اگر ہمیشہ میں کوئی چیز ایسی نہیں نظر آتی جس کو وہ ایسی خوبی اور عمدہ میں ان سے پیچاس برتن قبل بنا سکتے تھے۔ برخلاف اس کے ہندوستان کے سیکشن میں کوئی ایسی اگر بیٹ نہیں معلوم ہوتی جس کو ہندوستانی دماغ نے حال میں کیا ہو اور وہ

سو بہت قلیل نہ بنا سکتا ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ ہم تو بہت سی صنعتیں بھول گئے یا ہم
 ان کے بھول جانے پر مجبور ہو گئے۔ اور نگ زیب کے زمانہ میں جو ملل ہمارے مینہ
 تھی آج وہ کہاں ہے؟

وہ فولد کہاں ہے جو ہندوستان کے نام سے لندن کے بازار میں بیکار تھا
 وچھنیٹ کہاں ہے جس کا ذکر کپتان ملٹن نے کیا ہے۔ وہ زر نفٹ کہاں ہے
 جس کا خلعت لمپنی کو تو زسورت نے اور نگ زیب کا فرماں شاہی پڑھتے وقت
 حسب رواج ملک عطا کیا تھا اور جس کا ذکر دوسرے موقع پر کر دیتا ہوں۔

ہمارے مقصد یہ ہے کہ موجودہ گورنمنٹ سے ہم کو کچھ سی فائدہ نہیں پہنچا کسی
 قوم سے جو فوائد پہنچتے ہیں ان کو نظر انداز کرنا بڑا اخلاقی جرم ہے لہذا ہم آخری
 باب میں ان فوائد کا اعتراف کریں گے جو موجودہ گورنمنٹ سے ہم کو پہنچے ہیں
 لیکن اس موقع پر ہم کو عہد اور نگ زیب کی صنعت و حرفت کا بتلانا منظور ہے
 اور اس سلسلہ میں مقابلہ کرنا ضروری تھا۔

بعض لوگ شاید یہ خیال کریں کہ ہندوستان میں آج ملین چھری ہیں
 دوڑ رہی ہیں۔ جا بجا ہوائی جہاز بھی اڑتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب عہد
 اور نگ زیب میں کہاں تھا۔ کاشن۔ جھڑن ہمارے داغ کی ترقی کا ثبوت ہیں
 ہم تو ایسی ذری ذری سی چیزوں کے آج محتاج ہیں جیسے دیاسلانی بوٹ کا پتلا
 ہمارے اصلی حالت اب یہ ہے کہ مختلف اقسام کے فون و صنعت و حرفت سکینے کے
 لئے دوسری قوموں کا منہ تک نہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ فرانس جاؤ۔ کوئی
 کہتا ہے کہ جرمنی جاؤ۔ وہاں کے لوگ سکھانے میں پیش نہیں کرتے۔ کوئی کہتا ہے کہ

شاید خیاپان کو ایشیائی ہمدردی جو کوئی کہتا ہے کہ یہ رومی کا معاملہ ہے۔
 صنعت و حرفت تم کو کوئی نہیں سکھائیگا تم خود اپنا جہولہا ہوا سبق یاد کرو اور
 چرخہ کی الف۔ بے سے پھر شروع کرو۔ انگلستان کے ہم مشکو میں کہ چند زبانوں
 کے سکھانے کے واسطے اسنے اپنی بڑی بڑی یونیورسٹی کے دروازے ہی پر
 بچوں کی ایک محدود تعداد کے لئے کھول دئے ہیں مگر سابقہ ہی ساتھ ہم یہ
 کہنے کے لئے مجبور ہیں کہ ہمارے ملک کے طالب علموں کو اسکی نامہ شکایت ہے
 کہ انگلستان انکو اس صنعت و حرفت کے سکھانے میں پس و پیش کر رہا ہے جس
 ملک کی وہ دولت و تمول جو دکرے جو عہد اور نکتہ میں پائی جاتی تھی
 جب کہ صرف ایک ہندوستانی تاجر کا سرمایہ تجارت ایسٹ انڈیا کمپنی کے کل
 سرمایہ تجارت کے برابر تھا جیسا کہ کپتان ملہن صاحب کے سفر نامے سے معلوم
 ہوتا ہے اور جن کا ذکر باب چہارم میں کیا جا چکا ہے۔

بابِ ہفتم

جہان نوازی

کپتان جہان کا سفر نامہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ اورنگ زیب میں نوا
کا ایشیائی شہریت کچھ موجود تھا۔ جہاں جہان انہوں نے سفر کیا منہ و ستائشوں
کی جہان نوازی نے اس کے ان پر ایک خاص اثر پیدا کیا۔ مثلاً صوبہ بنگال میں کسی
زمین کی سرحد سے جہان کی پالکی گذرنے پر اس وقت وہ زمین تو شکار کو گئے ہوئے تھے
مگر مقام شکار ہی سے دعوت کا رقعہ بھیج دیا۔ چنانچہ کپتان صاحب لکھتے ہیں:-

”جبیت واد پھنچا وہ زمیں صاحب شکار کو گئے ہوئے تھے مجھ کو سلام کہا بھیجا“

اور یہ پیام بھیجا کہ وہ مجھے ملاقات کے متمنی ہیں۔ میں نے یہ بیان کر دیا کہ مجھے

تقریب کی شاییت ہے۔ میرے اس صدمہ کو انہوں نے جاتا مال قبول کر لیا اور

میں نے کہانے کے واسطے چڑیوں کا مرغینا بھیجا۔ اور دوسرے روز شہر کے

اکثر مغزین مجھ سے ملنے آئے اور یہ خواہش کی کہ جب تک وہاں کے رئیس شکار

واپس نہیں میں وہاں قیام کروں۔ لیکن مجھے ضروری کام تھا اسلئے مناسب الفاظ

میں ان سے تشریف دارا کر کے یہاں سے رخصت ہوا“

(جلد اول صفحہ ۲۰۰)

مغربی تمدن کے لحاظ سے بغیر اس کے کہ کوئی شناسا طرفین میں انٹر واکشن کر

بات کرنا تک جیون ہے تو وضع و مدارات تو درکنار۔ ایک دوسرے مقام پر کپتان صاحب
 لکھتے ہیں کہ جب وہ کناؤ کی سرحد میں داخل ہوئے تو صرف یہ خیال تھا کہ کناؤ کی
 وہاں کے زمین کی بیوی نے جو شانہزادی تھی اپنے ہاتھ سے پان اور شربت دیا۔
 (جلداول صفحہ ۲۹۵)

ایک دوسرے زمین کو جب کپتان صاحب نے کچھ کپڑا، قالین اور دو
 تھنگے بطور سوغات بھیجے تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے فوراً اپنی کلائی سے
 ایک زور جو جواہرات سے مزین تھا اتار کر کپتان صاحب کو پیش کیا اور یہ اجازت
 دی کہ اس کی ریاست کے حدود میں کپتان صاحب ہر جگہ بے تکلف سفر کر سکتے ہیں
 (جلداول صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳)

انصاف امن وہاں کے باب میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ جب کپتان صاحب ایک قافلہ
 کے ساتھ سورت کے قریب پہنچے تو کس طرح لوگوں نے ان کی خاطر تواضع کی اور جب وہ
 گورنر سورت سے ملنے گئے تو کس کشادہ پیشانی سے ان سے انکا استقبال کیا اور ان کی
 دعوت کرنے ایک گائے پانچ بھیریں، پانچ کیریاں، بیس مرغیاں، پچاس کبوتر
 اور بت سی مٹھائی اور پھل بھیجے۔

(جلداول صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱ و ۱۲۰)

کپتان صاحب پھر لکھتے ہیں کہ اہل منہاڑیوں کی فیلڈری کے افسر وہاں کی
 بہت عزت کرتے ہیں اور بڑا اوقاف جب زمین یا اگر زراعت کیلئے جاتے ہیں تو وہ
 محرز سند و ستانی اپنے زمینداروں اور باج بکلیے کے ساتھ ساتھ ہمراہ جاتے ہیں
 (جلداول صفحہ ۱۲۲)

یہ مہمان نوازی ایشیائی خلقت میں داخل ہے اور غالباً قدیم زمانہ میں خطہ
عرب دوسرے تمام ایشیائی ممالک سے بھی سبقت لے گیا تھا۔

اَلْمَوَاضِیْکُو لَوْ کَانَ کَافِرًا وَّ اَجْنَبِیًّا

اپنے نہان کا اکرام کرو چاہے وہ کافر ہو یا اجنبی کوئی ہو۔
عربوں کا دستور العمل رہا ہے۔ مجھے ایک واقعہ ساحل عرب کا بہت پر
معلوم ہے۔ جبکان ذکر کپتان صاحب نے اپنے سفر نامے میں کیا ہے۔ ساحل عرب کے
کبھی مقام پر جہاز میں پانی آنے لگا۔ مجبوراً کپتان صاحب کو لنگر ڈالنا پڑا دیکھا
کہ یہ گھٹان میں کچھ جنگل عرب خیمے ڈالے پڑے ہوئے ہیں گویا وہ اس جہاز کے
مستقر تھے۔ یہ عرب مد کو وسطے فوراً پہنچنے انہوں نے پہلے یہ طے کرنا چاہا کہ انکو
کیا اجازت ملے گی۔ کام یہ تھا کہ جہاز سے کل مال نکال کر ساحل پر جمع کر دیں تاکہ جہاز
ڈنکا ہو جائے اور جہاز کی مدت کے بعد اباب پہر لاو دیں۔ اور اس اثنا میں
مال کی پوری حفاظت بھی کریں۔ کپتان صاحب اول تو ڈرے کہ یہ لوگ جہاز
کا مال کہیں لوٹ نہ لیں مگر صاحب بہادر لنگر ڈالنے پر مجبور تھے ورنہ جہاز ہی
ڈوبا جاتا تھا۔ بالآخر تصفیہ سپر موارڈ کل مال دھو نہیں تقسیم کر کے ایک حصہ
امرتین دیا۔ اجابت یہ طے ہو گیا تو عربوں نے کہا کہ مزدوری کی حد تک تو
معاہدہ ختم ہو گیا۔ طراب آئندہ سے تم لوگ ہمارے نہان ہو۔ کپتان صاحب کو
ان جملی عربوں کی نہان نوازی پر تعجب معلوم ہوتا تھا۔ یہ ایشیائی مہمان نوازی
کی روایات میں۔ کپتان صاحب کو اس بھی حیرت ہوئی کہ وہ اس گھٹان میں
پہلے خیمے ڈالے کیوں پڑے تھے۔ ان سے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ

ان عہدوں کے پرنسپل سے اسکی اطلاع دیدی تھی کہ فلان مقام پر ایک جہاز
 کے مسافر مصیبت میں گرفتار ہونگے تو اُنکی مدد کرنا اور بہ معاشقہ نیکرنا معلوم
 ہوتا ہے کہ اس نیکے افریزیوں کا اعتماد جاوید پر تھا۔ کپتان صاحب نے
 اپنے سفر نامہ میں ان عہدوں کی مشن بندی جاوید پر محول کی ہے خاصہ کہ ان
 کے متعلق جو حالات کپتان صاحب نے عہد اورنگ زیب کے لکھے ہیں ان سے
 معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اہل منہ بھی مہان نوازی و مسافر نوازی میں اپنے
 ایسی ٹروسی ایشیائی ملک سے چھپے نہ تھے۔ یورپ کا موجودہ تمدن جہاں تک اچھی
 باتیں ہم کو سکھاتا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ ہمارے تہذیب و تمدن کی بعض اچھی
 باتیں ہم کو سکھاتی رہی ہیں۔ بظاہر ان چیزوں کے حوالہ منہ بھولتے جا رہے ہیں
 مہان نوازی کی عادات ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ یورپ میں مہان نوازی نہیں ہے
 لیکن ایشیا و یورپ کی مہان نوازی میں فرق ہے۔ یورپ میں کہنے اور خاندان
 کی نسبت تصور۔ افراد خاندان کے باہمی فرائض اور ذمہ داریوں کا تحمل ذاتی
 آسائش و عشرت کو حتی الامکان ترجیح دینا۔ روزانہ کی ضروریات۔ طرز
 معاشرت۔ مکان میں کہوں کی تعمیر۔ ہوٹلوں میں رہنے کی عادات۔ زمین کی
 قلت۔ آبادی کی کثرت۔ ذاتی ترقی میں بے حد انہماک۔ روحانیت کی جانب
 بے توجہی۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن کے اعتبار سے ایشیا و یورپ کے طرز معاشرت
 و تمدن میں زمین آسمان کا فرق ہے گویا ایشیا اور یورپ ایک دوسرے سے
 بالکل ہی علحدہ دو عالم ہیں۔ نیزہ خیال ہے کہ ایشیا و یورپ کی مہان نوازی
 میں جو فرق تھا وہ اب وہ اسی قسم کی غارت و فرق کی وجہ سے ہمارے جنسی طرز

میں نے اشارہ کیا مگر جوں جوں ان باتوں میں فرق کم ہوتا جاتا گیا اُنسی مناسب
 دونوں ملکوں کی عادتوں میں مشابہت ہوتی جا چکی اس سے یہ سمجھنا چاہئے
 کہ اہل یورپ میں انسانی ہمدردی کم ہے یا اُن میں نیکی کرنے کا مادہ کہ جسے عقل
 کو اتنا سمجھانے اور انکی تکلیف کو کم کرنے کے لئے یورپ میں جو ایسی ٹیوشن
 شفا خانوں اور دیگر امدادی جماعتوں کی صورت میں آج بکثرت موجود ہیں وہ
 اسکی دلیل ہیں کہ دنیا میں اسوقت اہل یورپ بنی نوع انسان کو مدد دینے میں
 بڑا حصہ لے رہے ہیں اہل یورپ کی تحقیر کرنا ہم ایک اخلاقی جرم سمجھتے ہیں یہی
 جہان نوازی کے متعلق ہمارے اور اہل یورپ کے تمدن میں ہمیشہ فرق رہا ہے
 مثلاً لندن کی حالت یہ ہے کہ اگر کسی کے مکان میں ایک کمرہ بھی خالی ہو گیا تو اسکو
 دو بھر موبخا ہے فوراً پے الگ گسٹ یعنی خرچہ ادا کرنا لے جہان کی گنجائش
 کے عنوان سے روزانہ اخبار میں اشتہار دیدیا جاتا ہے۔ وہاں ہزاروں آدمی اس
 قسم کے جہانوں کی امداد پر زندگی بسر کر رہے ہیں ایسی صورت میں اگر ایک ہاں
 اسکا کماؤ لڑکا بھی اچانک جائے تو گھر میں جگہ لڑکا دھوا رہا جاتا ہے اور اسکو
 کسی دوسرے شخص کا پے الگ گسٹ (خرچہ ادا کرنے والا جہان) بنایا جاتا ہے
 یہ قیاس نہ کرنا چاہئے کہ وہاں باپ بیٹے میں محبت نہیں ہوتی محبت بہت ہوتی
 مگر انکا تمدن انکی روزانہ ضروریات اور انکی زندگی کی کشمکش اسطرز معاشرت
 کے لئے انکو مجبور کرتی ہے۔ ایسا کاتمدن ہمیشہ اسکے خلاف رہا ہے یہاں جہان
 کو ایک قسم کے مذہبی فرض کی وقعت دید گئی ہے۔ ہماری ہوسائٹی میں دو ایک
 قصبے مشہور ہیں جنکو لوگ کبھی کبھی بے تسخر سے بیان کرتے ہیں ایک منہ دستان

جمع ہائیکورٹ تھے جنہی پوری تعلیم ولایت میں ہوئی تھی لیکن باپ نے اطلاع دی
 کہ وہ آرہے ہیں۔ جمع صاحب نے نواز اتار دیا کہ مکان میں گنجائش ہے۔ جب
 آئے کیجئے۔ جب انتظام ہو جائے تشریف لائے گا۔ یا ایک مندوستانی سرسرا
 ولایت سے تازہ وارد ہوئے۔ باپ سیشن پرینے گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سرسرا
 ہٹل کے قیام میں زیادہ سہولت سمجھ کر سیشن سے سیدھے ہوئے تشریف لائے گئے
 اور اباب وغیرہ وہاں کہہ پھر مان سے ملنے گھر گئے۔ ممکن ہے کہ ان واقعات
 میں کچھ مبالغہ ہو اور لوگوں نے حاشیہ چڑایا ہو مگر ان دونوں مثالوں سے
 میرا مقصود صرف یہ دکھانا تھا کہ تمدن بدلنے سے کسی ملک کے باشندوں کی
 جبلی عادات و اخلاق میں عظیم الشان فرق ہو جاتا مہن ہے کیا خوب تھا
 اگر ہم اپنے قدیم تمدن کی اچھی باتیں باتھ سے نہ جانے دیتے تو ہون کی
 عادتیں اسوارنے کیں بہت دیر لگتی ہے گزرنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ یہی
 قانون قدرت ہے۔

بَابِ هَاشِمِ

یورپین تجارت سے اورنگ زیب کا برتاؤ

کیا اورنگ زیب نے انگریزوں اور ڈچوں کو تجارت کرنا و شوار کروا دیا تھا؟
 اس سوال کا جواب شرعاً آریہ اسے صاحب نے اثبات میں دیا ہے۔ اپنی یہی
 کہ تائید میں جہاں کمپنیسٹ انڈیا کمپنی کے قواعد فعل پر انہوں نے استدلال
 کیا ہے اسکی نسبت ہم چند واقعات بیان کرنا چاہتے ہیں انہوں کے صدق
 مذہب پر فتویٰ دینے کے لئے ان کی نیت کا معلوم کرنا ایک ہم امر ہو اگرنا ہے
 اسی نیت کی بنیاد پر بعض وقت ایک ظاہرہ قائل ہے نہاد یہ ایجا کمپنی اور ظاہرہ
 بیگناہ شخص قتل کا مجرم قرارا تا ہے۔ لہذا اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو امر
 ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے اتحادی ڈاکٹر سٹ میں ہوا کرتی تھی اس سے گماشتوں
 کی کیا نیت تھی کیا غرض اور کیا پالیسی مضمحل تھی تو نہ راعقدہ کھل جائیگا اور
 انفاش ہو جائے گا سزاوت توجب کوئی بندوستانی رو میں چندرت کی و
 کتاب پڑتا ہے جہیں انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ داروں کی سزاوت
 سے استدلال کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان ملک کی صنعت کو کس کس طریقے سے
 کاریخروں کو انداوسے دیکر تباہ کیا گیا تھا تو اسکو حیرت ہوتی ہے لیکن اگر آج وہ
 تمام رانگی خد و ثبات جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ داروں اور ان کے

اتحاد کڑوں کے درمیان ہوا کرتی تھی مگر دینی جات تو اس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ ہمارے اہل وطن دنک ہو جائیں گے تم کو اس راز کی کچھ جھلکت
 کپتان ملین کے سفر نامے سے بھی ملتی ہے یہ منجملہ اہم مقامات کے ایک
 ہے جس سے ایٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ داروں کے صدف و کذب کا یہ جلتا
 اور اس سے انکی نیت معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ انکے اقوال و
 افعال کیا تھے اور نیت کیا تھی جس کے بعد وہ تمام شہادت مشتبہ ہو جاتی ہے
 جو عہدہ غلبہ کے نظم و نسق کے خلاف وہ گڑھا کرتے تھے۔ کپتان صاحب ایک
 مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس خط کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور خود
 پڑھا ہے جو ولایت کے ڈائریکٹروں نے بطور ہدایت نامہ یا دستور العالیہ پیش کیا
 و عہدہ داران ایٹ انڈیا کمپنی کو بھیجا تھا۔ اس خط میں حکومت غلبہ سے
 چھٹڑ چھا تا نامہ کہنے کی ایک تدبیر بتلائی تھی وہ یہ تھی کہ تم مہدی تجارت و مہدی
 اشخاص سے روپیہ قرض لو اور جب رقم کثیر ہو جائے تو کون ایسی لڑائی جھگڑا
 کی بات پیش کر دیجی وجہ سے قرضہ کا مسئلہ تو پیچھے پڑ جائے اور وہ مزاع
 آجائے۔ اس طریقہ سے قرضہ بھی مضمر ہو جائے گا اور حکومت کے خلاف لڑائی کا
 بہانہ ملتا آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک جانب تو ایٹ انڈیا کمپنی
 کے لوگوں نے شاہی فوج کے غلہ و رسد سے بھرے ہوئے جہاز بمبئی کے قریب
 سمند میں کڑلنے اور دوسری جانب اسی کمپنی کے گورنر و ایجنٹ بمبئی چالڈے نے
 ایک لمبی چوڑی شہادت دینی درخواست حکومت غلبہ کے گورنر مقیم سورت کے پاس
 بھیجی جس میں (۲) شکایتیں درج تھیں اس پوری درخواست کی نقل کپتان جہانے

اپنے سفر نامے میں کر دی ہے۔ اگر میں بھی اس کی کاپی نقل کرنے میں ہوں تو کسی صفحے
اس کی قدر ہو جائیگی اور ناظرین کا وقت ضائع ہو گا۔ اس کا اندازہ کرنے
کے لئے کہ باوجود وضع اور بناوٹ کی سخت کوشش کے کس نوعیت کی بجا سکا میں
کی تیسراں درخواست کا مختصر خلاصہ پیش کرتا ہوں یہ وہ تیسراں ترین شکایتیں
تھیں جو میرے ایک زیم میں ایسٹ انڈیا کمپنی کرتی معلوم ہوتا ہے کہ
اکوشن کرنے پر بھی اس سے زیادہ مواد و شہادت دستیاب نہ ہو سکی۔ اس کا
کی صداقت کا تصدیق کرتے وقت ناظرین اس کو کہیں نہ بھولیں کہ محض سازشی
درخواست تھی اور اس سے اصل مقصود لڑائی کا بہانہ ڈھونڈنا تھا جس کی وجہ سے
الغافلہ لڑائی میں خاک آنا نا کہنا چاہئے۔ اس درخواست کے فقرات اور
ایک منہ و ستانی سوداگر مولانا عبدالغفار کی شہادت ہے کہ اس کمپنی کے بہت
غلط انوائس اڑائیں جس سے کمپنی کا نام بدنام ہو گیا اور اعتبار بھی بجا رہا
کے جاتا رہا۔ یہ وہی عبدالغفار تاجر ہے جس کا ذکر میں باب تجارت میں
کردتا ہوں اور جن کے متعلق کیمیاں ملتان کی یہ رائے تھی کہ صرف اس ایک
مقتضی منہ و ستانی کا سرمایہ تجارتی کمپنی کے عام تجارتی سرمایہ کے برابر تھا لہذا
یہ عبدالغفار تجارت میں کمپنی کا مقابلہ کر رہا تھا۔

س
بھوت
اس

پونجی و منہ میں دو انگریز ایک شپٹ (Retail) اور دو سکرٹ
یاوچر (Boucher) کی شکایت عجیب و غریب الفاظ میں لکھنی ہے اس کے
لکھنے کے بعد کہ وہ کمپنی کے رویہ کا حساب کتاب نہیں سمجھاتے اور اب شاہی
حکومت کی پناہ میں مقام سورت محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں جو مطالبہ کمپنی کی جانب

ان انگریزوں کی بات نہ کیا گیا تھا اسکا ترجمہ یہ ہے :-

تسلیم ٹیٹو مرگیا اور جسم و اہل ہوا لیکن مشر باورچورت میں بیٹھ ہوئے

میرا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اور اسکی بیوی بیٹے اور اس کے تارکین انگریزوں

آجکلے مال و اسباب کے میرے والد کے جائیں تاکہ وہ سورت سے فرار نہ ہو سکے

یہاں تو میں اسی اقبال میں راکھا کرتا ہوں لیکن میں دوسرا اب میں دیکھا

کہ عہدہ داران کمپنی لوگوں کی بیوی بچوں کے ساتھ کب قسم کا سلوک کیا کرتے تھے

وفات ۱۸۵۷ء میں شکایت تھی کہ خال میں بغیر اشیاء پر خفیف

محصول بڑا دیا گیا ہے وہ واپس دلایا جائے ۱۸۵۷ء میں تو ٹیکس می کیا ہوا تھا

جب کہتان صاحب ٹریس پیچھے میں تو کل ٹیکس جو ان سے وصول کیا گیا ۱۸۵۷ء

شلنگ تھا جس میں ملازمین اور کھارونگی مزدوری بھی شامل تھی ۱۸۵۷ء میں

۱۸۵۷ء میں پوچھا ہوں کہ کون کون دفعہ دار تمدن ہے جو یہ کہتا تھا

ہے کہ کسی خود مختار سلطنت کو محصول میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں

دفعہ ۱۸۵۷ء قابل غور ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ پانڈی فرامین شاہی

اس ملک کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ جب کہ بی کمپنی کا کچھ مال سرقہ جاتا تھا تو

اسکی کافی خزانہ شاہی سے کر دی جاتی تھی مگر سورت کے گورنر نے اب یہ طریقہ

بند کر دیا ہے۔

(اس کے تعلق میں لڑنے والے ہیں کہ مجھے بتایا جائے کہ کیا بھٹی تاج وہ

کونسی حکومت ہے جو مال و اسباب کی حفاظت کی ذمہ داری سن نہ تاک

قبول کرتی ہے)

دفعہ (۹) میں کچھ نہ وسانی قرضداروں کی نادر ہندی کی شکایت ہے
دفعہ (۱۰) میں یہ شکایت ہے کہ شاہی ڈار الضرب میں روپیہ جلد جلد
مسکو کی نہیں ہوتا۔

دفعات (۱۱ و ۱۲) ونا زیادہ قابل غور میں اور وہ یقین کہ کمپنی کی
حسابی کتاب پر مشیہ اعتبار کیا جاتا تھا اور آخر سال پر اسکے ہی کہاتے دیکھ کر
موصول لیا جاتا تھا لیکن یہ قاعدہ جاری ہوا ہے کہ جو بی مال سر زمین ہند
پر آتا جاتا ہے موصول وصول کر لیا جاتا ہے (میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہوتا
تھا تو وہ کیا بیجا تھا۔ گورنمنٹ آف انڈیا اور تمام یورپ ہی کر رہا ہے۔)

دفعہ (۱۳) میں یہ شکایت ہے کہ گورنمنٹ سرکاری قلعہ کی دیوار یہی
کرنے کے لئے کمپنی کی کچھ راضی حاصل کر لی ہے جسکا معاوضہ ہی تک نہیں ملتا۔
دفعات ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ میں محکمہ کرور گیری نے محکمہ وصول محصول کی
جزوی شکایتیں ہیں۔

دفعہ ۱۷ میں یہ شکایت ہے کہ قرضداروں سے روپیہ وصول نہیں ہوتا
اور انکی نیت داورسی نہیں ہوتی اور اسد حاجتی کہ گورنر اس کی تلافی خزانہ
شاہی سے کر دے۔

(میں پوچھتا ہوں کہ اگر آج کوئی تاجر کسی حکومت سے ایسا مطالبہ کرے تو
اس کو کیا جواب ملے گا)

دفعہ (۱۸) میں یہ شکایت ہے کہ ان کے کارندوں کو گورنر کے روپ
حاذری کا موقع اس وقت تک نہیں ملتا جب تک کہ نوکروں کو بخشش نہیں دیا جاتی۔

دفعہ ۱۵) بین مضمون ہے کہ تجارتی گھوڑے جو ایران اور بصرہ سے آتے ہیں ان کی گردنوں پر بٹ کر دیجاتی ہے اور بغیر حصول واکٹے ہوئے نہ وہ فروخت کئے جاسکتے ہیں نہ اپنی سوانحی کی اجازت ہوتی ہے دفعہ ۱۶ میں عہدہ داروں سے قیمت وصول نہ ہونے کی شکایت ہے۔

وفات ۲۱ و ۲۲ میں قلم دردیمر کی تعین و دیگر جزئی شکایتیں دفعہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ جب کمپنی اپنے اگریڈ ملازمین کو مہدوستان کے در و دریاں پہنچانے میں سستی ہے تو وہ شاہی گورنر کی مخالفت میں سطح آفتابے میں پھان سے مطالبہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور اس موقع پر بھی *Mr. Bouchée* کی مثال پیش کی گئی ہے جن کا نوکر دفعہ ۲۴ میں آچکا ہے۔

دفعہ ۲۴ میں ایک قطعہ راضی کی بابت شکایت اور نیز جدید راضی کے وصول کی درخواست ہے

دفعہ ۲۵ کا مضمون یہ ہے کہ حسب دستور سابق محلہ بومورے وقت ان کا مال کو لے دیکھا جائے اور یہ کہ ان کے اعتبار پر عمل ہو کر ایک عجیب و غریب شکایت تھی۔ آج بھی یورپ کے مالک میں باب کہو لکر دیکھا جاتا ہے)

دفعہ ۲۶ میں بھی عہدہ داروں سے قیمت وصول نہ ہونے کی شکایت ہے دفعہ ۲۷ میں کمرانہ وصول کی شکایت ہے۔

دفعہ ۲۸ میں بارہ اسی مشرباؤچر *Mr. Bouchée* کا تفسیر پیش کیا گیا ہے جس کا ذکر وفات ۲۲ و ۲۳ میں کیا جا چکا ہے دفعہ ۲۹ میں

پھر اٹھانے کے حصول کی شکایت ہے۔

دفعہ (۲۰) میں کسی ناظم کی شکایت ہے۔

دفعہ (۲۱) میں لکھا ہے کہ ان کا لوہے کا ایک ٹکڑا میں لگ ہو گیا تھا اور مرزا ختم کے لڑکے کو ملا ہے وہ واپس دلایا جائے اور اس کے ڈھونڈنے میں جو خرچ ہو اسے واپس لیا جائے (ذرا اس جزوی شکایت کی نوعیت پر غور کیا جائے)

دفعہ (۲۲) کی شکایت کا مفہوم یہ ہے کہ جہان کا جہاز ساحل ہندوستان پر پہنچا ہے تو کرڈگیری پر ان کے آدمیوں کی روک ٹوک بہت کجباتی ہے۔ ان میں متوین ہوتی ہے دفعہ ۲۲ بھی قابل غور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنگال میں کھیتی کے لوگوں نے کچھ شاہی جہاز پر گران میں آگ لگا دی تھی اسکی بابتہ میٹر چائلڈ بطور پیش ازمرگ دایا تحریر فرماتے ہیں کہ انکا کچھ بھی لگاؤ اس محل سے نہیں ہے کہیں اس کے متعلق میٹر چائلڈ درخواست دہندہ سے باز پرس نہ کی جاے۔ (اس شکایت کو جو کوئی ٹپ ہے گا ہم نہیں جانتے کہ بحیرہ کی وارڈ ہی میں تمکا اور کیا کہیگا۔ اب اکیان پلٹن کی تحریر لے معلوم ہوا کہ خود ان حضرت کو بھی اس قسم کے افعال کرنے کی ہدایت ولایت سے ہوئی تھی اور اس شکایتی درخواست کا دینا اور سرکاری غلہ کے جہازوں کو پکڑنا اب اسی ہدایت کے بموجب تھا۔

دفعہ (۲۳) میں ہندوستانی قاتلوں کی تحویل کا مطالبہ ہے۔ اور آخری

دفعہ (۲۴) بدیں مضمون ہے کہ شام کو شہر کا دروازہ قبل از وقت بند کر دیا جائے اور جب وہ شہر کے باہر سے سیر کر کے واپس آتے ہیں تو بغیر بخش و انعام دئے اندر داخل ہونا ڈھار ہوتا ہے۔

بن اب درخواست کا مضمون ختم ہو گیا قبل اس کے کہ ان شکایتوں کے متعلق کچھ لکھوں ذرا میٹر چائلڈ صاحب کو نرائٹ انڈیا کمپنی کے کہ کٹر پر نظر ڈالئے جنہوں نے یہ شکایتی درخواست مرتب کر کے شاہ غیلہ کے گورنر سورت کے پاس بھیجی تھی۔ کیا ان مہلک اپنے سفر نامہ میں ایک نکتہ پر لکھتے ہیں کہ جب میٹر چائلڈ ایک مرتبہ کٹان تعاریف مارا جن ہو گئے تو اسی جاؤاد ضبط کرنے اور ان کو جلیا خانہ بھیجے کی غرض سے میٹر چائلڈ نے جلی دستاویزات بنائیں۔ (جلد اول صفحہ ۱۹۵)

میٹر چائلڈ جب ایک مرتبہ میٹر بوجر (M^{tr} Bouric) سے ناراض ہو گئے تو میٹر بوجر کو زہر خالی کے جو امتحانات میٹر چائلڈ نے وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ (جلد اول صفحہ ۱۹۰-۱۹۱) میٹر چائلڈ ایک مرتبہ میٹر پیٹ سے ناراض ہو گئے اور جب میٹر سمندر کے قزاقوں کے ہاتھ کر لئے گئے تو میٹر چائلڈ نے قزاقوں سے کہیا کہ میٹر پیٹ بڑا مالڈ اس سے خوب وصول کرنا۔ (جلد اول صفحہ ۱۹۰) یہ تو میٹر چائلڈ کا کٹر تھا۔ یہ واقعات نیارہ تفصیل سے باب نہم میں بیان کئے جائیں گے۔

جہاں تک شکایتی درخواست کا تعلق ہے۔ اپنا ظہرین خود سمجھ لیں گے کہ ان شکایتوں کی کیا نوعیت و اصلیت تھی۔ اگر کسی غیر ملک کا تاجراج یہی کہے گورنر کے رد وروایسی درخواست پیش کر کے دیاسی مطالعہ کرے جو اس درخواست میں کیا گیا ہے۔ تو اس کا حشر کیا ہو گا علی الخصوص جبکہ یہ معلوم

ہو جائے کہ وہ درخواست خواہ لڑائی کی چھٹھی جہاز کی غرض سے پیش کی ہو۔
 اب دیکھنا یہ ہے کہ عہد اورنگ زیب میں کیا نتیجہ کیا ہوا جب یہ درخواست
 گو ضرورت کے پاس پہنچی تو شیدی یعقوب کمانڈر افواج شاہی نے ایسٹ انڈیا
 کمپنی کے گورنر کو اول مہذبانہ طریقہ سے ایک خط لکھا جس میں کمپنی کے طرز عمل
 پر اعتراض کیا لیکن جب کمپنی کی جانب سے ممد دانہ جواب اسے تو محمود دار نے
 بالآخر یہ تحریر کر دیا کہ اگر گرفتار شدہ شاہی جہاز اور ضروری تک نہ چھوڑ دے
 جائیگے تو ۱۴ مارچ کو فلاں وقت شاہی فوج بمبئی میں داخل ہو کر ہر چیز پر
 قبضہ کر لیگی۔ مجھ کو اس مہذبانہ و سانی فوجی افسر کی یہ پابیانہ ادا بہت پسند
 آئی کہ اس نے دشمن کو پہلے سے اپنی آمد کے وقت تک کی بھی اطلاع دیدی کہ
 اگر قبضہ ہو کر سنبھل جائے تو پھر وہ مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ
 کہ ہماری سخت سے فائدہ اٹھایا اگر مٹھرا چلے پر تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈاکٹر کٹر
 کی حمایت کا نشہ سوار تھا۔ اس زمانہ میں یہ لوگ بغیر فوجی مدد کے سندھ میں سفر
 نہیں کر سکتے تھے ولایت کے راستے بحری قزاقوں کی دست برد سے محفوظ
 نہ تھے علاوہ انہیں وہ یہ عہد نہ تھا کہ کسی قوم کے ہتھیار لیکر اسکا نام و بنایا جا
 سکتا تھا۔ لہذا کمپنی کے پاس ہی فوج تھی تو میں تھیں خزانہ تھا
 اور غالباً سی غرتے پر انکو جنگ چھیننے کی جرات ہوئی ہی۔ کپتان ملٹن لکھتے
 ہیں کہ جو کچھ شیدی یعقوب شاہی فوج کے کمانڈر نے پیش کر لیا تھا بالکل اسی
 کے مطابق اس نے عمل کیا اور جو وقت اس نے مقرر کیا تھا ٹھیک اسی وقت منہ
 فوج کے پہنچا۔ (جلد اول صفحہ ۲۱۰) آخر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور

سعر میں شیدی کی فوج تلواریں اٹھ میں لیکر لیٹا کرتی ہوئی انگریزی فوج پر بجا پڑی۔

”وہ کمپنی کا کپتان میدان سے بھاگ نکلا اور بھاگنے والوں میں یہی سب سے آگے تھا۔ پرتگیزیوں کے گرجے میں پہنچ کر جب فدا اس کے حواس درست ہوئے تو انہیں نے پیچھے ٹکرائے اپنے آدمیوں کو دیکھا کہ اٹکا لیا حشر ہوا۔“

(کپتان جلیں جلد اول صفحہ ۲۰۰)

کپتان صاحب پر سب سرگزشت ممتی تھی وہ خود اسی بھنور میں گن فائر تھے اور سرسعاد کو کچھ خود کچھ سے تھے۔ از بسکہ انکی حیثیت کمپنی کے ملازم کی نہ تھی وہ ایک آزاد خولو تھا آٹا جرتھے مگر مثل دوسرے انگریزوں کے وہ بھی کمپنی کی حفاظت میں رہتے تھے وہ کمپنی کی اس ریزول حرکت پر بہت متعلق تھے اور اپنے سفر نامہ میں انہوں نے سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اگر راوی کا بیان راوی کے الفاظ میں نقل کیا جائے تو بہتر تھا۔ مگر وہ انگریزی میں ہے اس لئے ابتداء سے جو واقعات انہوں نے بیان کئے ہیں ان کا ترجمہ کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ:-

”کمپنی کے پاس یوں تو بہت سے بڑے بڑے جہاز تھے جن کو کف سے باز سمجھتے تھے لہٰذا وہ مجبور تھے لیکن ان کو کام میں لانے کے لئے چو کہ کمپنی کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا اس لئے اس نے اپنے خزانے کو اور نیز اپنے ان کا خزانوں کے عہدہ داروں کو جو ہندوستان میں تھے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے جہازات میں سے ہتھیار لے کر ہندوستانی تاجروں سے جمعہ رقم قرض حاصل کر کے جو کمپنی

مکی نذر ناری پرے میں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جو جہاز وہ اپنے
 وطن کو لے جاسکے انکو کرایہ پر بندہ دستان میں بھلا دیا جسے کسی کے گورنر کا
 ایک خط افغان میں دیکھا جس میں لکھا تھا کہ جب وہ محل شہنشاہ کی رعایا نے
 جہتہ روپیہ حاصل کر سکے ہوں گے میں تو قرضہ خواہوں جگر ان کے یک نیت آئے
 ساتھ میں دین و توف کر دین چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ کہ نہ مسئلہ و مسئلہ
 میں سوت کے بند و ستانی باجروں نے سمند کے راستے سے مغرب میں بہت بڑی
 تجارت کھا۔ ایران اور بصرہ سے قائم کر لی تھی اور شرق میں بنگال و چین اور
 نیام سے بویا پرکتے تھے وہ جنرل سب لوگوں کو انکی اسد عا پر پر داند راہ دیتی
 ویرا کرتا تھا پیر اس کے بندہ شہر کے آفرین ایک شکایت مو بہ دار سوت
 کے روبرو پیش کی اور انصاف و اطمینان کا طالب ہوا۔ اس شکایت کی ایک
 مکتوبہ کاپی میں خود لکھی ہے۔ وہ حب ذیل (۲۵) فقرات پر مشتمل تھی

(جلداول صفحہ ۱۹۹)

مفراتے میں اس جگہ پوری درخواست نقل کر رہی ہے جسکا خلاصہ یہاں
 کیا جا چکا ہے۔ انگریزی کیرکٹر کا ایک خج ہمیشہ ایسا رہا ہے جسکی تعریف و مدح
 کرنا ہر نصف مزاج کا فرض ہے۔ جب کبھی وہ ڈپلومیسی و سیاسی اخراہن سے
 بند پر داری کر جاتا ہے تب اسکی آزادانہ رائے میں ایک ایسی دلکش و لطیف
 خوبی پیدا ہو جاتی ہے جس سے دوسری قوم والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ
 سکتے۔ چنانچہ اس موقع پر کپتان ہلٹن نے بھی اسی انگریزی کیرکٹر کا ثبوت
 دیا ہے۔ آخر تمام جنوع انسان ایک ہی آفتاب کی شعاعیں ہیں اور نیکی و

وہی کی حرکات سے پر انسان کا دل کیاں متاثر ہوا کرتا ہے۔ ان شکایات
کی نسبت کپتان ملہن نے جوئے قائم کی تھی وہ انسان کی اس خلقی قیادت
پسند نہی کا نمونہ ہے۔ درخواست کی نقل کرنے کے بعد کپتان صاحب لکھتے ہیں

یہی وہ شکایتیں ہیں جن کی بنیاد پر جنرل چارڈن نے سلطنت مغلیہ کے ساتھ ایک
جنگ کی عمارت قائم کی اور اپنی شکایات بادشاہ تک پہنچانے اور نشانے بانی
معلوم کرنے کے بغیر اعلان جنگ کر دیا۔ جہاں کہیں بادشاہی رعایا کے جائزے انگو
گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ جائزہ خزانہ میں کے عطا کردہ پرمانہ جاتیہ اور
پاس رکھتے تھے شکایت مذکورہ کا فقرہ ۴۱، ایسا ہے کہ گروہ ایک عیسائی قلم
میں لکھا ہے لیکن ہر سلطان اور بت پرست بھی اسکو نفرت کی نظر سے دیکھے گا۔
فقرات نمبر ۱۰، ۲۳ و ۲۴ خلاف انصاف ہیں اور فقرات نمبر ۲۵ و ۲۶ اس
شکایت اور جنگ کے لئے بہت ہی تیز و بوجہ ہیں جبکہ وجہ سے مشر چارڈن کے
آقا اور مالکوں کے نامہ از چار لاکھ پونڈ اختتام جنگ سے قبل ہی خرچ ہو گئے
تھارہ ازیں بادشاہ اسکی رعایا کے نزدیک ان لوگوں کا اقبال راگت
بنا کر دیا جو آج تک پوری طرح مبیا کہ چاہتے قائم نہیں ہوا ہے۔ وہ کون قاعد
انہ پالیسی تھی۔ جس کے بموجب یہ توقع کیا جاسکتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بادشاہ
کے ایک محض حکومت میں تو مشر چارڈن یا سر جوزیا (مکمنہ مکر ملک)
بادشاہی رعایا کو قتل و غارت کریں اور بادشاہ موصوف اپنے دربار سے غارت
تیر کہیں کو امن و امان کیساتھ تہات کرنے کی اجازت دیں۔ نہیں معلوم یہ لوگ
کسھ اسکی بامید کہتے تھے کہ ایسے موقع پر بادشاہ غیر مانعہ ای کی صورت اختیار کریں

اس سوال کا جواب تو وہ مدبرین تھے جن کو پالیسٹری میں دل چاہتا تھا
صرف اصلی واقعات بیان کرنا چاہتا تھا ہوں

(جلد اول صفحہ ۲۱۳)

معلوم ہوتا ہے کہ سر جوزیا (سلیف، سلیف، سلیف) وہی حضرت میں جو
مختار میرا لیے افعال کے مرتکب ہو چکے تھے کہ جسی وجہ سے سر جانیلہ کو بھی
اپنی درخواست کی دفعہ ۲۲ میں پیش بندی کرنی پڑی۔ بہر حال جب خود
ایک بے غرض اور بے لوث انگریز تھے اس طرح اپنی رائے ظاہر کر دی تو سہیل
ایک اضافہ کرنا غیر ضروری ہے البتہ اس سے چند نتائج ضرور اخذ کئے جاسکتے
ہیں اول یہ کہ ایٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ سلطنت مغلیہ کی طرف سے پہلے بہت
رعایت کی جاتی تھی مگر کمپنی مذکور بجائے اس کے کہ وہ سلطنت موصوفہ کی شکوہ کرتی
اور غرض کر دیتی ہے اپنے متعلق مزید مراعات بشاہی کا مستحق بناتی اس نے
پہلے ایسے اعمال کئے کہ اس کے اعتبار میں فرق آگیا۔ دوسرے یہ کہ عہد انگریزوں
میں محصول کے متعلق زیادہ جانچ پڑتال شروع ہوئی جو کمپنی کو برا معلوم
ہوا عجب نہیں کہ اسکی ضرورت بھی خود کمپنی ہی کے اعمال کی وجہ سے سلطنت
کو ہوئی ہو۔ تیسرے یہ کہ اس زمانہ کی گورنمنٹ کو غیر مالک کے تجارت کی
جان و مال کی حفاظت کا استعد خیال تھا کہ اگر انکا کوئی مال سرقہ جاتا
تو خزانہ شاہی سے اسکی تلافی کی جاتی تھی اور اس ذمہ داری کی وجہ سے غالباً
جانچ پڑتال میں جدوجہد کی کامل ضرورت ہوتی تھی اور یہ صحیح نہیں کہ محض
وصول محصول کے لئے ایسا کیا جاتا تھا۔ محصول وصول کرنے میں جو جانچ پڑتال

کی غمی کی جاتی تھی اس کی نسبت ایک امر کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں
 وہ یہ کہ جن لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہو ان کی نگاہ سے وہ سال گزرا ہو گا
 جب کہ ایک فرانسیسی کسی اگر زیراجین مسافر کی مصیبتیں یاد دلائے۔ لکھ
 بعض وقت صرف اس خیال سے کہ محصولی مال چھپا لیا ہو اس شخص کو لٹا ہے
 کہ گویا وہ مسافر جو رہے۔ غالباً احتیاط بھی اس کی مقتضی ہے کیونکہ جو
 خود ایک یورپین نے کہا کہ ایک مرتبہ انکی لیڈی صاحبہ بہت سے سرٹ
 اپنے اندر روایتیں اندر پہنے کے کپڑوں میں چھپا کر فرانسیسی گئی تھیں
 گزشتہ سفر میں مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ پیر میں ایک خلیفہ صاحب
 اپنا اسباب گورنمنٹ کے سپرد کر کے چلے گئے اور جب محصول لینے والا آیا تو
 دریافت کیا تو گورنمنٹ صاحبہ محصولی مال کے ہونے سے صاف انکار کر گئیں
 مگر جب ایک کس بطور نمونے کے بولا گیا تو اس میں محصولی مال بآدہ ہوا
 پھر تو بہ کمین کھولا گیا جس سے سارا اسٹیشن ایک چھپا خاصہ دنیا بازار میں گیا
 خیر یہ تو جملہ مقررہ تھا جو موجودہ زمانہ کے حالات اور واقعات سے متعلق
 تھا۔ یہاں اہل عہد اور نگذیر کے ذکر ہے لیکن موجودہ واقعات کے متعلق
 ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عہد موصوفہ میں محصولی اسباب کی جانچ پڑتال میں
 مدد کاوش یا شرح محصول کی رد و بدل میں حکومت نے نیا جرم کیا تاہم
 لوگ جن کو بادشاہ نے اپنے ملک میں تجارت کی اجازت دی تھی انہیں
 عطا کی تھیں جو بادشاہ کے سایہ عاطفت میں باطمینان صرف بسر کرتے
 آ رہے تھے بلکہ تجارت کی بدولت وہ ہندوستان کی دولت سے بھی مستفید ہو رہے

آئیں لوگوں نے ایسی ناشکری اور کینہ من کی حرکت کی جس سے خود ان ہی کی قوم کا ایک فرد مقرر تھا اس وقت اورنگ زیب کی قوت مسلمہ بھی اس کو افریزی بھار کا خوف نہ تھا اس کے قلم کی ایک گردش ان کی تجارت کا خاتمہ کر چکی تھی عہد اورنگ زیب میں ایٹانڈیا کینہ من کی حالت ایک شیر خواہجہ کی تھی چنانچہ وہی لوگ جنہوں نے یہ شکایتی درخواست اس زور و شور سے سمجھی تھی اور جنگ کی تھی ان کو اپنی ناقابت اندیشی کے خیمہ میں اورنگ زیب کے حضور میں حاضر ہوئے اور معافی حاصل کرنے کی تدبیر کرنی پڑی۔ ایک وفد تیار کیا گیا جس میں کپتان پلٹن بھی شریک تھے اور جن کی امتینہ طریقہ سے یہ وفد شاہجہاں آباد میں اورنگ زیب کے حضور میں پیش کیا گیا اس سے کپتان صاحب کو کثیر تکلیف ہوئی کیونکہ وہ انکی قومی خود داری کے بہت خلاف تھا۔ کپتان صاحب لکھتے ہیں:—

وہاں میں اپنی رسانی تو ہو گئی لیکن اورنگ زیب کے حضور میں وہ اس وقت کے ساتھ پیش کئے گئے جو کسی ملک کے سفیروں کے لئے زیبائہ تھی۔ مائیتے لکھ دو دنوں کے ایک پٹے سے بازہ دئے گئے تھے اس حالت سے بادشاہ کے روبرو عیدہ پشت میں ہوس بہت میں پیش کئے گئے

(جلد اول صفحہ ۲۲۴)

یہاں تک ایٹانڈیا کینہ من کے ملازموں کی کیفیت تھی اور اب ہم کو یہ بتانا یہ ہے کہ بالآخر اورنگ زیب نے کیا طرز عمل اختیار کیا۔ اورنگ زیب کا اصلی کیرئیر جنگی ہے نہ کہ بہت نازک وقت تھا۔ یہی وہ مواقع ہوا کرتے ہیں جن پر

ایک بادشاہ کا اصلی کہہ معلوم ہوتا ہے جب ہر روز ناز سے انسانی جذبات
کا بادل چھٹ جاتا ہے اور موج کے سامنے صرف سچائی اور حقیقت کا
صاف مطلع باقی رہ جاتا ہے تب ایسے ہی وقت کے افعال میں نظر پڑتا
ہے۔ آج سواد و سوہرمن کے بعد ہمارے امر کا فیصلہ کرنے بیٹھے تھے کہ کیا
اورنگ زیب نے اگر زبوں اور ڈچوں کو تجارت کرنا دشوار کر دیا تھا؟
میری رائے میں اورنگ زیب نے جو طرز عمل ایسے موقع پر اختیار کیا
اُسی سے اس امر کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ کیا اس بادشاہ کا یہ مقصود تھا
کہ اہل یورپ ہندوستان میں تجارت نہ کرنے پائیں؟

درخت کی ایک تنی کی حرکت سے نہیں بلکہ بعض وقت ایک تنے کی
حرکت سے سینکڑوں میل کی ہوا کا رخ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح بعض
وقت انسان کے ایک فعل سے ہائی کے تمام کیرکٹر کا یہ چل جایا کرتا ہے۔
اس موقع پر مغلوں غالب کے پاس جاتا ہے۔ آغا خاں قادری کے روبرو حاضر ہوا
دیکھنا یہ ہے کہ غالب و قادری کیا کر رہے۔ کیا ان ملین لکبتے میں کہ جب یہ
وفد اورنگ زیب کے روبرو پیش ہوا تو بادشاہ پہلے تو بہت غیظ و غضب سے
معلوم ہوتا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ غصہ اتر گیا تب بادشاہ
نے دریافت کیا کہ تمہاری کیا درخواست ہے وفد نے پہلے قصوں کی معافی
مانگی اور جہد و بابرہ تجارت کرنے کی اجازت چاہی اور وقت اور قیمت
نے اپنے اصلی کیرکٹر کا اظہار کیا اور الطاف شاہی سے یہ دونوں دیئے
منفیہ کر لیں۔ وفد کو حکم ہوا کہ وہ مہینے واپس جا بعدہ فروری مبارک

بسیا جا بگا چنانچہ کچھ روز بعد فرمان شاہی اُن تمام لوازمات کے ساتھ
 شہنشاہ صہ ورنایا جو ایسے موقع پر بطور اعزاز و اکرام مبذول فرمائے
 جاتے ہیں۔ کپتان صاحب لکھتے ہیں کہ سورت میں ایک بڑا دربار
 منعقد کیا گیا۔ اس دربار میں وہ فرمان شاہی پڑھا گیا جس کا ترجمہ کتاب
 نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے اور جس کا اب اردو ترجمہ میں پیش کرتا ہوں
 لوازمات فرمان شاہی یہ تھے کہ فرمان کے ساتھ ساتھ ایک عمدہ گھوڑا
 و بیش قیمت اہلسر یا زینت کا خلعت بھی جسہ کارچونی سنہری روہی گل
 بوٹے کا شہے گئے تھے عطا ہوا۔ یہی فرمان وہ خاثر (Shahzadeh)
 و منشور خروئی تھا۔ جو اورنگ زیب کے پیشگاہ سے کمپنی کو عطا ہوا تھا اور
 جس کی سنہ پرایٹ انڈیا کمپنی نے پھر ہندوستان میں تجارت شروع
 کی تھی۔

ترجمہ فرمان شاہی اورنگ زیب بنام ایسٹ انڈیا کمپنی

تہا ہی عرض داشت برین مضمون بادولت و اقبال کے ملاحظہ میں آئی
 کہ بمقدار خدمت و فساد پیدا ہوا اسکے تصور و ارتعم جو۔ تم نے صوبہ داران
 کے خلاف شدہ شکایتیں کی ہیں جن کا ذکر بادولت نے اپنے امراء و بابر
 سنا۔ تم کو یہ شکایت تھی کہ صوبہ داران یا ماتحت صوبہ داروں نے تمہارا پتہ

یہ سلوکی کی قسم کو لازم تھا کہ شورش برپا کرنے سے قبل اپنے سب اوروں کی اطلاع تم
 تجربہ کو دیتے۔ لیکن اب چونکہ تم اپنی خطا کے معترف اور خواستگار معافی ہو چکے
 واقعات گزشتہ کو معاف کر کے صرف تمہاری درخواست ہی منظور نہیں کیا جاتی
 بلکہ تمہارے محلہ سے عاتق کو ایک فرمان بھی عطا کیا جا رہا ہے اور اسے خان
 کو مکمل دیا جاتا ہے کہ وہ بعد اتمام تفصیلات جن کی اطلاع وہ تم کو دیدیگا فرمان
 بموجب دارمورت کے پاس روانہ کر دے جس وقت یہ فرمان دفعہ ہوتم میں
 تعظیم و احترام کیا تہ وصول کرو اور اس کی عزت و شرف کا اقبال و اعتراف کرو
 جو فرمان مذکورہ صادر کر کے تم کو بخشا گیا ہے جیسے تم پیشتر تجاوت کیا کرتے تھے
 تب ہی اسی طرح حسب معمول تجاوت کرنی کی تم کو اجازت دی جاتی ہے۔ جس جرم
 کی تم شکایت کر رہے ہو تم پر واجب ہے کہ ان کے جہازات مرسان ان کے
 حوالہ کرو اور آئندہ سے اس قسم کی غلطی کہی نہ کرنا جس کے تم اس قدر تکبر
 ہمیشہ ابد ولت کی خوشنودی و رضا جوئی کے امیدوار رہو۔ اور اسکو کہیں نہ
 نہ کرو۔ اگر تم کو میرے صوبہ داروں عہدہ داروں یا میری رعایا کہیں قسم کی
 اذیت پہنچے تو اس کی اطلاع دینے میں کہیں فروگزاشت نہ کرو۔ مابعد ولت نے
 اسد خاں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ اسی کے مطابق تم پر اسے بمیں باورچی
 پناہ دہی کے متعلق تم نے شکایت کی ہے کہ سابقہ صوبہ داروں نے سکواچی
 پناہ میں لے لیا ہے اور نامبروہ پر تمہاری کئی رقم دراجب الادا میں روک رکھی
 تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے سر پر ڈال دیا جائے اس بار میں حکم دیدیا جاتا ہے کہ تم اپنا
 (عدالت میں) برکتا قانون ثابت کرو اس وقت جو تمہارا اللہ فی ہذا معین ہے

”سند جوس اورنگ زیب“

(جلد اول صفحہ ۲۲۰)

یہ فران اورنگ زیب کے کیرکٹر کی کہنی ہے۔ اس فران سے سوال
کا جواب ملتا ہے کہ کیا اورنگ زیب نے انگریزوں اور دُچوں کو تجارت کے
دشوار کر دیا تھا؟ ایسٹ انڈیا کمپنی کے رویہ کا مقابلہ اورنگ زیب کے
الطاف و کرہ سے کیجئے۔ وہ مونچ جکو اصل واقعات نہیں معلوم ہو جاتے
کہے یا کہے مگر سند میں اس انگریز کے دل پر جو اس وفد میں شریک تھا
اورنگ زیب کے رحم و کرم شامانہ کا جو اثر ہوا وہ یوں ظاہر کرتا ہے:-

”معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ انکس بیلوکی سے جو اسکی رعایا کے ساتھ کی گئی تھی
”ناظم تھا۔ بایں جو وہ جرائم اور خطاؤں کے پاداش میں کچھ سخت سزا سنائی
دینا چاہتا تھا اس نے اسے ایک دھول بادشاہ کی طرح ان لوگوں کو ان کے قصور
سے آگاہ کر دیا اور ان کو رانہندازہ نصیحت کی کہ آئندہ ایسی غلطی کے مرتکب
نہ ہوں۔ شامانہ طریق سے انکو سہارا دیا کہ وہ عنایات و عطوفات شاہی کو بغیر
تسلو و پاس و بھین اور پابندی قانون کو اپنا مسلک قرار دیں۔ غرض کہ ان کو
نئے نام انوار و افعال یہ پوری طرح سمجھی گئی تھی۔“

(جلد اول صفحہ ۲۲۹)

آج کل کے جس مقام پر فرط دلیرم قلم نہایت وہ زمین کہنے اور کہنے کو
دیتی تھی؟
کہ پان صاحب القلم ہیں کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین اورنگ زیب

کی عیاں قریب و غار گری کیا کرتے تھے۔ اور دیکھ مارا کرتے تھے لیکن ایک
 قلعہ پر اورنگ زیب نے ان غریزوں کو مغاف کر کے کمپنی کے محنت و کوشش
 میں جو زینہ خاک کو حکم دیا کہ وہ بنگال میں کوئی زمین اپنے قیام گاہ و
 مال و اسباب کی منڈی قائم کرنے کے لئے خود منتخب کر لیں تب اس محنت
 نے سلسلہ میں وہ زمین دیا جسے مگلی کے کنارے انتخاب کی جس پر آج
 قلعہ فورٹ ولیم نظر آ رہا ہے۔

(جلد دوم صفحہ)

ان واقعات کے بعد یہ کہنا کہ اورنگ زیب تجارت کا حامی و مددگار
 نہ تھا سخت بے انصافی ہوگی۔ یہاں تک ایٹ انڈیا کمپنی کی حرکات کا ذکر
 تھا کہ منہ و ستان صرف انگریزوں کا بازاری گاہ نہ تھا بلکہ دوسری یورپین
 قومیں بھی یہاں شکار کھیل رہی تھیں اور ان میں قابل ذکر روح میں جنگ
 ذکر باب نہم میں کیا جائیگا۔ یہ جو چند واقعات یہاں لکھے گئے ہیں ان کے
 اندر ہر قسم کے اندر وادے میں تاثر نہیں واقعات سے اس سوال کا
 جواب ملتا ہے کہ کیا اورنگ زیب نے انگریزوں اور ڈچوں کو تجارت کرنا
 و شوار کر دیا تھا؟ جو واقعات اس مضمون میں درج ہیں ان سے ثابت
 ہوتا ہے کہ انگریزوں اور ڈچوں نے اورنگ زیب کی حکومت میں کس طرح
 کی دشواریاں پیدا کرنی چاہیں مگر اورنگ زیب نے اپنے الطاف و شہانہ
 سے انہی خطاؤں سے چشم پوشی کی اور تجارت میں ہمیشہ ان کو مدد دی جس
 وجہ سے ان کو اور ان کے ملک کو وہ قیام و نصیب ہوا جس کا ذکر تجارت

تجارت کے باب میں کیا جا چکا ہے۔ آج ان سب باتوں کو بھول جانا سخت ناشکری ہے۔

باب ہفتم یورپین تجارت کی پالیسی و اخلاق

اس باب میں ایک کامیاب ڈپلومیسی اور بدترین اخلاق انسانی کے عجیب و غریب اجتماع کا ذکر کیا جائیگا اور دکھلایا جائیگا کہ باوجود دیگر ان ڈپلومیسی کے طالبوں کی اخلاقی حالت کسی کچھ قبذل اور دیانت سے دہریں بھی غر اس نے کیونکر ایک ہندوستانی سلطنت کو شاہراہ پورا کر دکھایا۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے جس سے ایسے عظیم الشان تغیرات ظہور پذیر ہو جایا کرتے ہیں۔ جیسے ایک سلطنت کا صفحہ ہستی اُسے بنا اور دوسری کا قائم ہو جانا۔ چونکہ اس ڈپلومیسی کی ابتداء عہد اورنگ زیب میں ہوئی لہذا اس کتاب میں اسکا ذکر نا ضروری تھا۔ شاید یہی غلطی اورنگ زیب کی دوراندیشی کے خلاف تھی کہ بادشاہ موصوف نے اپنی تمام قوت کل ہندوستان کو ایک متحدہ بڑی ایمپائر *Empire* یعنی عظیم الشان سلطنت کی صورت میں بدل کر دینے میں صرف کردی اور ان کٹر لوگوں کو نہ دیکھا جو کہ نظریہ دور رہ کر یہ میں اس بڑی سلطنت کی غمارت کی بنیاد کو کھود کھود کر مہر کر رہے تھے۔

جس کو یہ بادشاہ اس شان و شوکت کے ساتھ بنانے کی کوشش کر رہا تھا نتیجہ
 یہ ہوا کہ جب اورنگ زیب نے اس دار فانی سے رحلت کی بظاہر عظیم الشان
 عمارت تو بنکر تیار ہو گئی لیکن چونکہ بنیاد تو کمزور ہو گئی تھی ایک مندر ہوا اس کے
 جھونکنے لگا اور گرا دیا جس قدر سے یہ بنیاد کمزور کی گئی وہ ایسی موثر ہو
 ہے جس کا شانہ اس ملک میں کسی خالی نہیں گیا ہندوستان کے اس حصہ
 تاریخ سے جو سبق ملتا ہے وہ کسی قوم و ملت کو نہ بھولنا چاہئے بلکہ خوب یاد کرنا
 چاہئے کہ جو انسان اپنے گزشتہ کج تجربہ سے آئندہ کے لئے سبق نہیں حاصل کرتا
 وہ اس دنیا میں ذلیل و خوار و نامیاب رہتا ہے اسی طرح ہے جو قوم اپنی
 قومی سوانح عمری اور تاریخ سے سبق نہیں لیتی وہ ہمیشہ معرض خطر میں رہتی ہے
 بلکہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

جس ڈپلومسی کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جس سے سبق حاصل کرنا چاہتا
 وہ یہ تھی کہ دو قوتوں کو لڑا کر ایک قوت کا ہمدرد بننا اور اس سے سلطنت و
 حکومت میں کچھ حقوق حاصل کرنا پھر جب حاصل شدہ حقوق مستحکم ہو گئے تو
 اسی ڈپلومسی سے آگے قدم بڑھانا اور نئے حقوق حاصل کرنا اسی طرح ہے
 رفتہ رفتہ دونوں قوتوں کو امٹا کر خود بلا شرکت غیرے ملک کا بادشاہ بن جانا
 انسانوں کے کسی طبقہ کے عیوب بیان کرنا کوئی خوش کن کام نہیں ہے لیکن
 فلسفہ تاریخ سمجھنے کے لئے اور سبق حاصل کرنے کے لئے بعض وقت ایسے واقعات
 کا بیان کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ادبی انٹریس سے پہلے اس ڈپلومسی کی ابتداء ہندوستان میں چوتھی

کی تھی۔ ہندوستان میں ڈچوں کی ایسی کی بابت کیا صاحب نے
 مستثنیٰ میں جو خیال کیا کیا تھا وہ حسب ذیل ہے :-

۱۔ بادشاہ ایسی نے موٹے سے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا۔ اول تو وہ ہندوستانی
 زمینوں اور حکمرانوں میں لڑائی راہی اور یہ سب ہندو دیانت داری کی گنتا
 نہ تھا۔ فقہی پکڑے کے لئے خود کاشت امین بن جاتی اور ہمیشہ یہ اعدا
 ۲۔ ان کے قریب جاری درستی میں کے ملک کی پیداوار یا جس کے مال
 ایسی کے لئے نہ سے زیادہ کارآمد ہوتا تھا۔ اور یہ شیہہ کسی میں کو اس کے جنگ
 سے۔ ورتی تھی جسور و دینا پسندی کے مفید ہوتا اور جنگ ختم ہونے پر وہ
 ۳۔ یہ فصیح لی لڑائی پان نامہ مصارف کا بوجہ راستے تھے جو فانی کی نہ
 ۴۔ شہین عام ہوتے تھے۔ جب یہ سب کچھ ہو جاتا، اور عہد نامہ پر دستخط کرنے کا
 وقت آتا تو کمپنی جو دوستی کا دعوت کرتی تھی اپنے دوست کا جہیز لے لے
 معاوضہ میں لے لیتی۔ اس پر قلعہ بند کر دیتی اور چھ سو اے ڈچوں کے دھڑ
 تو اس پر باہر تجارت کی اجازت نہ دیتی اور اس کے خلاف کچھ ہوتا تو
 ایسی کی فوج شہر کسی دوست دشمن کے اعلان سے تاباں ہوتا رہتی جاتی

(جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۵)

اوپر بیان کی باتیں یہ نظر رکھ کر دیکھیں کہ اس ملک میں تھا لیکن
 میری رائے میں صرف ڈچوں کو اس غیر مستحق ایسی کا الزام نہیں دیا جاسکتا
 مگر یہ کہ اس کی بنیاد ڈچوں ہی نے ڈالی ہو مگر رقتہ رقتہ تمام یورپین
 اسی ایسی پر عمل کرتے گئے۔ من حیث الائنس انٹ

ان کوئی بڑا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ دوسروں پر نیادت و فوقیت بنانے کا خیال جیسا کہ دوسو پرن پہنچا دیا یہی اب بھی موجود ہے اس البتہ یہ ممکن ہے کہ ان کے حصول کے طریقہ بدل گئے ہوں مگر خیالات و جذبات جڑیں دہوا اور انسانی فطرت کا تقاضا آج بھی وہی ہے اس کو مذہب و قیامت سے بھی تعلق نہیں ہے مسلمان و عیسائی۔ اگر نیر و فرانسسی سب انسان ہیں ان کے شکارت بن چکے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کسٹیشن یعنی مرہین و اسیر کا اخلاقی دستور العمل مرہنہ میں ممبر پر ٹھیکر و غلط کرنے والوں سے بڑا جداگانہ ہوا کرتا ہے۔

مسئلہ کے قریب جو خط ولایت سے ایٹ انڈیا کمپنی کے عہد و اب کے پاس بدین مضمون آیا تھا کہ ہندوستانیوں سے بڑی بڑی زمینیں تخریب لیکر ہماز ولایت کو بیج دو اور پھر حکومت اور نگاری کے کسی کسی طرح سے جنگ کے وجہ پیدا کر کے روپیہ مضمون کر لو اس کا تذکرہ باب ہشتم میں کیا جا چکا ہے جس سے ثابت ہوا کہ خواہ ایٹ انڈیا کمپنی کا وہ طرز بھی اسی ایسی پر مبنی تھا جس کا اتہام کمپان صاحب نے ڈچوں پر اس وقت لگایا تھا۔

ایک مقام پر کمپان صاحب لکھتے ہیں کہ مسئلہ میں:—
 زورن کے اجڑنے کی سببی سے جنگ کی میں میرا اندیشہ یہ ہے کہ
 تھے جو راجہ زورن کا مشیر تھے جہاں آتش جنگ بھڑکانے میں مبتلا ہو گیا
 اس وقت تو ڈچوں کا قلعہ نفع آ رہا تھا لیکن یہ اندیشہ ہے اچھا ہی تھا

تہ تمام پھنپ کر دیا اور بالآخر نتیجہ میں اس بازاری خرید و فروش ہوئی
 آرمونی

(کیٹان ملٹن جدید ایل صفحہ ۷۱۲)

اسی طرح سے پیام میں جب انگریزی ایٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں کو
 یہ معلوم ہوا کہ کمپنی پر قرضہ سمیٹ ہو گیا ہے تو انہوں نے دفعہ کا رخ نہ کھنٹ
 اس لئے آگ لگا دی کہ شاہ سام کی رعایا پر اس حرکت کا الزام لگا کر شاہ سے
 آدا ان وصول کریں اور انکار کرنے پر جنگ چھیڑ دیں۔

(جلد اول صفحہ ۱۰۰)

اس قسم کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ انگریزی ایٹ انڈیا کمپنی
 کی پالیسی میں اور چونکہ پالیسی میں کچھ فرق تھا اسی طرح سے عہد اور رنگ
 کے بعد دو پہلے فرانسیسی گورنر اور کلاؤٹو انگریزی گورنر کی سرگرمی اور زور
 کی فتح اور شکست ہندوستان میں اس غرض و غایت سے تھی کہ اس وقت
 میں کون سبقت لیجا تا ہے اور بالآخر اس پالیسی میں ایٹ انڈیا کمپنی
 گوئے سبقت لے گئی اور نتیجاً انگریز اس ملک کے حکمران ہو گئے اس موقع پر
 مجھے خیال آتا ہے کہ تمدن ہند کے فتح مصنف نے اپنی کتاب میں ایک جگہ
 لکھا ہے کہ ملک گیری نظمان سے یکنوا چاہئے اس نے ہندوستان کی قبل
 پیش کر کے لکھا ہے کہ انگریزوں نے یہ ملک ہندوستانوں ہی کے خون اور
 روپیہ کی مدد سے فتح کر لیا اس ملک کے فتح کرنے میں جتنی بڑی بڑی لڑائیاں
 انگریز لڑے ان میں زیادہ تر ہندوستانی سپاہیوں کا خون بہا تھا اور

اخراجات جنگ اسی ملک کے روپیہ سے ادا کئے گئے تھے نہ انگریزوں کا
ایسا خون بیا جو بیان کے قابل ہو اور نہ لکھے ملک کا روپیہ صرف ہوا
ملک نہیں کہ اگر کسی ملک گیر کو ملک گیری کا مقصد اس طرح سے حاصل ہو سکتا
تھا تو یا جیست سے کوئی دوسرا طرز عمل اختیار کرنا اس کی بڑی حماقت
ہوتی۔ ہندوستانیوں نے اگر اس کا مقابلہ عقل سے نہ کیا تو یہ ان ہی کا
قصور تھا اور اب بھی اگر ہندوستانی اس سے سبق لے کر عقل سے کام لیں تو
انکو کوئی منع نہیں کرتا۔

یہاں تک تو کامیاب پولیسی کی نوعیت بیان کی گئی اب ان
حضرات کی اخلاقی حالت کو ملاحظہ فرمائے جو اس پولیسی کی مدد سے
ہندوستانی سلطنت کی بحال کئی کر رہے تھے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اس ملک
ہندوستانی سلطنت اس وجہ سے نہیں گئی کہ اس کے دشمنوں میں کوئی خاص
انصاف کا مادہ یا انسانی اخلاقی خوبیاں تھیں جس کے اثرات نے اس
سلطنت کو معرض زوال میں ڈال دیا تھا۔ کیا ان ہملٹن کا تمام سفرنامہ
میں اس خیال کا شام ہے۔ اس زمانہ میں جو پوچھ گچھ ہندوستان میں
تجارت کی غرض سے آتے تھے ان کی بابت کیا ان صاحب لکھتے ہیں کہ
جو شخص ان پر بیروسہ کرتا تھا اس کو دھوکہ دینے میں وہ کبھی سہجی لگتے تھے

(جلد دوم صفحہ ۷۷)

شاہ سلوئے ایک پریگنر کو اپنی فوج کا جنرل مقرر کیا تھا وہ استبداد
اور گستاخ ہو گیا تھا کہ ایک دن جب وہ اٹھی پرسوا کسی دولہن کے مکان

اُس کے والدین کو مبارکباد دینے کے لئے گیا۔ وہ لہن کو دیکھ کر ایسا مضنون اور
 ازخود رقتہ ہو گیا کہ وہ اُس ایک دن کی بیاسی عروں کو زبردستی کپڑا کر اپنے
 گھسے گیا۔ (جلد دوم صفحہ ۳۸)

نمند کے راستوں پر لوٹ مار کرنا اُن کے لئے کوئی غیر معمولی بات
 نہ تھی۔ (جلد اول صفحہ ۱۶۳)

انگریزی ایٹ انڈیا کمپنی کے دو اصل سٹرس یعنی مرکز تھے صوبہ بنکالا
 میں کلکتہ اور صوبہ سورت میں سی۔ بنگال میں سٹرخوز چاک ایٹ انڈیا کمپنی
 کا ایجنٹ تھا اس کی شہنشاہ اورنگ زیب نے اجازت دیدی تھی کہ وہ اپنی
 تجارت کی بندھی کے لئے کوئی جگہ خود منتخب کر لے چنانچہ سٹلنگ میں اُس نے
 اُس مقام کو منتخب کیا جہاں کہ اب فورٹ ولیم کا قلعہ واقع ہے کپتان ہلٹن
 نے اس سٹرخاک کے بڑے کروت اپنے سفر نامہ میں تحریر کئے ہیں۔ ایک
 مقام پر لکھا ہے کہ :-

سٹرخاک نے اپنی بی بی بنانے کے لئے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ زمین لے لی تھی اور یہاں وہ
 ایک والی ملک سے بھی بڑے خود مختاری سے بادشاہت کرتا تھا البتہ فرق تھا
 تہا سلطانین میں ہمدردی و انسانیت ہوتی ہے اور وہ اسی طرح غمزدہ تھی جب
 کہ وہی کوئی غریب یا واقعہ ہندوستانی اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرتا تو
 زور دے کر سخت سزا دے دیدی جاتی اور اس کے اس حکم کی تعمیل ہو جاتی اس وقت
 کی جاتی تھی جب وہ کہانے پر پہنچتا تھا کہ نہ لے کے پاس اس کو ہر کم
 تو یہی ہی مل سکتا تھا۔ وہ نام نہا تھا اس جگہ اس کے پاس بیٹا تھا

آباد میں اور ان میں مردہ شہر کے ساتھ برہ کا سنی ہو جانا مروج ہے غفلت
 کی جنگ سے پہلے ایک مرتبہ مشر خاں اپنے مولیٰ باڈی کا رڈ کے ساتھ ایک جوان
 بیوہ کو ہستی ہونے کی درزاگ رسم اور کرتے ہوئے دیکھا جس کے حسن و جمال پر وہ
 ایسا فریضہ ہو گیا کہ اُس نے اپنے پاپیوں کو حکم دیا کہ ان جلاوطن سے اس عورت
 کو زیر دستی چھپا لاؤ جسے تمہیں میں وہ حسینہ جمیل زبردستی اسے بن گئی ہے
 مگر جہاں وہ دونوں بہت برسوں تک محنت کیساتھ رہے اور اس عورت نے
 کئی بچے بھی ہوئے۔ آخر کار مشر خاں کے حاکم میں کونٹ پذیر ہونے کے بعد
 مر گئی۔ اس کے متعلق ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ عورت
 ہو جاتی اس عورت نے خود مشر خاں کو شہید کر لیا جس کے بعد مشر خاں
 صرف اس قدر بات تو میری عقیدے کے موافق دیکھنے میں آئی کہ اُس نے اپنی
 بیوی کو اچھی طرح دفن کر کے اسی قبر پر ایک گنبد تعمیر کرا دیا اور جب تک زندہ رہا
 بہت ہمتوں کے دستور کے مطابق سال بھر ایک مرغ اس عورت کی قبر پر پہنچ
 کر کے اسکی برسی کرتا تھا۔ یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہے اور مجھے مجتہد ذراغ سے
 اطلاع ملی ہے۔ مند اور عیسائی جو بے قاعدہ گنبد خاں کے قلعہ میں آباد تھے
 ان سب بیان تبادیہ واقعہ بالکل سچ ہے۔

(جلد دوم صفحہ ۹۰)

بنخمال میں جو گلی کے قریب جو کلاونی یا نوآبادی انڈیوں کی تھی ان
 لوگوں کی بابتہ کپتان صاحب لکھتے ہیں کہ :-
 اگرچہ کہ اس نوآبادی کے قبلہ انتظامی کے مجرمہ سے معاملہ میں نہیں آ سکتا

کیا کرتے تھے مگر ان غیر مخصوص کے سنانے میں جو ان کے تابو میں جاتے ہیں مقبوت
 اور کیدل ہو جاتے ہیں ان کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ جہاں چاہیں
 شبہ منی منافع کے ساتھ مال کی خرید و فروخت کریں بلکہ وہ مجبور ہیں کہ گورنر یا
 کونسل اپنی مرضی و موافقت سے قیمت مقرر کر دیں ہی پہنچیں دھڑی کر میں بے کے طور پر یہ ہو گیا
 کہ پشیز سے خرید و فروخت کی اجازت گورنر سے حاصل کر لیتے ہیں یہ ایک ناقابل معافی جرم
 دیا گیا ہے کہ وہ جو کچھ کرنا اکلایہ بھی دیتا کریں (جلد دوم صفحہ ۱۲۱۲)

اگر کبھی کوئی مال فروخت کرنا یا خریدنے پر رض دیتا اور پھر خاپا تباہ کر دیتا
 کرے تو بغیر دھڑا پڑھکار کے اسکی جاں بری نہیں ہوتی۔

(جلد اول صفحہ ۲۳۰)

اور یہ تو ایک بالکل معمولی بات تھی کہ فرنگی ساح ہندوستانیوں کے قرضوں
 کے جلسہ میں جب مدعو کئے جاتے تھے تو وہ وہاں جا کر تہذیب اور شرم و حیا
 کو خیر باد کہہ کر طوائف سے ہونسا کی کی خواہشات کی تکمیل آزادی سے کرتے

(جلد اول صفحہ ۲۶۴)

یہاں تک بنگال کے انگریزی تجارتی اخلاقی حالت یا لکھی ابھی
 کا حال ہے۔ بمبئی کے مجلس نظامی کا صدر نشین مسٹر جانلڈ *Mr. Chaudhary*
 نامی ایک شخص تھا جس سے اور ایک شخص مسٹر کپتان تھپسار نہرٹ
Captain Theoburn سے بگڑا تھی۔ صدر نشین مذکور نے اس کے خلاف
 جھوٹے دستاویزات اور جعلی کاغذات بنا کر اسکی سب جائداد ضبط کر لی اور
 اس کو جیل خانہ مسجد یا اس کیپان کی بیوی پیسے کو محتاج ہو گئی تھیں

دوستوں کو ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جلسائیاں کی گئیں۔

(جلد اول صفحہ ۱۹۵)

یہ مسٹر چائلڈ جو کمپنی کا جنرل سمجھا جاتا تھا ایک شخص مسٹر بیچنہلہ B سے ناراض ہو گیا اور اس نے ایک بنے کو اس پر متعین کیا کہ کسی طرح سے مسٹر بوجر کو نہرہ یا جائے۔ یہ بنیا مسٹر بوجر کے مندر ستانی باورچی سے ملا اور مسٹر چائلڈ کا مطلب حاصل کرنے کے لئے اس کو روپیہ کا التامح دیا۔ مندرہ باورچی نے بنے سے تو وعدہ کر لیا مگر سفید کیا اور روپیہ کی بجائی جو اس بنے نے اس کو دی تھی وہ اس نے اپنے مالک مسٹر بوجر کے سامنے لیجا رکھی۔

(کپتان جین جلد اول صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷)

ایک شخص مسٹر ٹیٹ (Mr. Tit) کو بھری قزاقوں نے گرفتار کر لیا تھا اور اس کا ہدیہ یعنی زر مخلصی یا خ ہزار پونڈ قرار دیا تھا۔ مسٹر ٹیٹ نے سورت میں اپنے دوستوں کو روپیہ ادا کرنے کے لئے لکھا لیکن مسٹر چائلڈ نے کسی بنے کے زبانی قزاقوں کو کہلا جینا کہ مسٹر ٹیٹ بہت مالدار آسامی ہے اس سے پچیس ہزار پونڈ لئے بغیر مت چھوڑنا اس پر قزاقوں نے زر مخلصی کی مقدار میں اضافہ کر دیا۔ یہ رقم مسٹر ٹیٹ ادا نہ کر سکا اور چھ مہینے میں یہ بھاری قزاقوں کی قید میں رہ گیا۔ یہ قزاق مسٹر چائلڈ کو گائیاں دیتے تھے کہ اس نے ان کو ایسی بری صلاح دی کہ ان کے اپنے ہزار پونڈ بھی گئے۔

(جلد اول صفحہ ۱۹۸)

یہ حضرت وہی مسٹر چائلڈ ہیں جن کا تذکرہ باب ششم میں کیا جا چکا ہے

اوجین کو ڈاکٹر ٹرنکے یہ ہدایت بھی تھی کہ منہ دستانی اجروں کو خوب روئیں
 اینٹہ کر ہمازیولایت کو روانہ کرو اور پنجاب کی چھ چھاپہ کرو۔ انہیں حضرت نے
 ۱۳۵۶ء دفعات کی شہادتیں درخواست گورنر سورت کے پاس بھیجی تھیں جن کا
 نتیجہ بھی اب ہسٹرم میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اب دوسرے گورنر صاحب کے حاکم
 جس زمانہ میں سرخان گہر (Sarkhan Ghar) بمبئی میں لیسٹ
 انڈیا کمپنی کی طرف سے گورنر تھے ان دنوں ایک شخص اپنی چار دہ سالہ
 بیوی کو بمبئی میں بھڑا کر کسی کام کے لئے چین گیا ہوا تھا۔ گورنر نے اس عورت
 کی شادی اپنے لڑکے سے کر دی اور سابقہ شادی محض اس بنا پر کالعدم قرار
 دی کہ بمبئی میں ان کے قانون نافذہ کی رو سے شادی کی توہین کے لئے
 گورنر کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے جو اس شادی میں حسب قاعدہ نہیں
 حاصل تھیں۔

(کپتان ہلٹن جلد اول صفحہ ۲۲۵)

کپتان ہلٹن کو اس گورنر کی نسبت یہ شبہ تھا کہ ایک مرتبہ اپنے
 کو اور اپنی بیوی کو عہد کسی نہ کسی طرح سے گورنر سورت کا قیدی بنایا اور
 اس عہد میں ان کی مصلحت تھی کہ سورت میں قیام کرنے کا اس کو موقع ملے
 پھر وہاں وہ اپنا ذاتی سرمایہ کسی تجارت میں اتھپی طرح لگا سکے۔

(کپتان ہلٹن جلد اول صفحہ ۲۳۶)

سرخان کے بعد یہ کولس و میٹ صاحب (Mr. Metcalf) گورنر
 گورنر متصرف تھے۔ یہ ایسا پروپیٹیشن تھا کہ خود کمپنی کے ملازمین اس کو پکڑ کر

جیت ایک قیدی کے انگلستان روانہ کر دیا۔

(کپتان جین جلد اول صفحہ ۱۰۳۹)

یہ حالت تراسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ داروں کی سرپرست منہ پر
سمندر کی بابت کپتان جہاں تحریر فرماتے ہیں کہ یہی یورپ میں تاجر بعض اوقات
دریائی ڈاکو بھی بن جاتا کرتے تھے اور بڑے بڑے ستم ڈاکو کرتے تھے سویت کے
حالات تحریر کرتے ہوئے کپتان کو صوف لکھتے ہیں :-

تقریباً ۱۸۹۹ میں کپتان ایویس ایک بحری قزاق نے اس شہر کی تجارت و من
تیں محل ڈاکو اور چار چوٹے جہازوں سے حملہ کر کے دولت منیدہ سا ایک بہانہ
تیا جس سے بہت سا سامان چاڑھی اور ایک سلطان خاتون لوٹ میں لگے گئے تھے
آئی جی اے میں پہلے کیا تجارت بجا کر و سیدہ الاسکر تحریر کر چکا ہوا اور وہ
اس شہر کی تجارت کو بہت حد سے پیچھے ہیں

(جلد اول صفحہ ۱۲۶)

عہدہ داران اسٹ انڈیا کمپنی کے عام حالات کی بابت کپتان جہاں تحریر فرماتے
ہیں کہ اس کمپنی کے عمال کے احمقوں سے ظلم و ستم ہوتا تھا کہ یہ کسی سمانی
کتاب میں اور نہ کسی انسانی قانون میں اتنی طاقت تھی کہ وہ ان لوگوں کو ان
زیادتیوں سے باز رکھتا۔

(جلد دوم صفحہ ۱۰)

جب کہ یہی رنایا منیڈیا اگر زبوں کو بڑی بڑی تحواریں پر ملازم رکھتی تھی
کے عہدہ دار یہ کہہ کر تمہاری تحواریں بہت زیادہ ہیں بلکہ ان کی مامواریں

آوھا سا بھا کر لیتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۱۲۴)

یہاں تک تو ایٹ انڈیا کمپنی کے تجارت کی تمام اخلاقی حالت بیان کی
اگر معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اخلاقی حیثیت سے پورا آوا کا آوا کر
ہوا تھا۔ جو لوگ کہ ان تاجروں کی اخلاقی حالت درست کر سکتے تھے اگر
کچھ اثر تھا وہ پادری صاحب کا طبقہ ہو سکتا تھا لیکن کیا ان میں جناب کی
اس طبقہ کی بابت یہ سچی کہ جہاں کہیں ان کے قدم پہنچتے تھے وہاں شراب کا
اور عیاشی کے اطوار بھی ساتھ ساتھ چلتے تھے اور وہ لوگ جو ابھی تک ان بابوں
سے پرہیز کیا کرتے تھے ان کو بھی ان بیعت سے بچا بہت دشوار ہو جاتا تھا۔

(جلد دوم صفحہ ۸۶۵)

بصرہ کی تو یہ حالت تھی کہ علانیہ گرجوں میں شراب فروخت کرتے
تھے اور جو رعایت گورنمنٹ ان کے ساتھ مرعی رکھتی تھی اس سے یہ بدترین
اور ذلیل ترین فائدے اُٹھاتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۸۴)

گو کہ مشنریز کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے راسی خیر سلاپی
وغیرہ بازار سے خریدے اور پادری صاحب کو دینے سے انکار کر دے۔
تو وہ اس کو مقررہ قرار دیکر ذات سے باہر کر دیتے تھے۔ اور پھر بغیر اس پٹ
نے شریک نہ کرتے۔

(جلد اول صفحہ ۲۵۱)

لوگوں کو طمع طمع کی بازیگری و افسوس گری کے کرتب کھا کر اپنا
معتقد بنالیتے تھے۔

(جلد اول صفحہ ۲۵۲)

اگر کوئی شخص گناہوں کی نجات حاصل کرنا چاہے تو وہ اسکو مبتلا
سے خرید سکتا تھا۔

(جلد اول صفحہ ۳۲۴)

منگور میں بعض ایسے بے خیالتھے کہ اگر کچھ روپیہ لٹا ہو تو مسافروں
کے واسطے عورتیں ہتیا کرنے میں بھی ان کو کچھ نہ رہتا تھا۔ امدان کا چنانچہ
پیسے کہ اگر کچھ فائدہ ہوتا ہو تو چوری۔ قتل۔ یا زنا کوئی گناہ نہیں۔

(جلد اول صفحہ ۲۸۲)

انہیں کی بابت کپتان صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا کے ریاکاروں کے
طبقہ سے ہیں۔

(جلد اول صفحہ ۲۶۴ - ۲۴۴)

ہم کو ان واقعات کے بیان کرنے میں تکلیف معلوم ہو رہی ہے لیکن ہم
اس تفصیل کیساتھ مثالیں پیش کرنے کے لئے اس لئے مجبور تھے کہ اگر صرف دو
ایک واقعات بیان کئے جاتے تو ناظرین کو شاید یہ خیال پیدا ہو سکتا
تھا کہ بد اخلاقی کی مثالیں ہر قوم اور ہر زبان میں پائی جاتی ہیں لیکن جب اس
وہ تھی کہ جس کا بیان کیا گیا تو پھر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ جو
دہلوی میں اس ملک کے فوج کرنے میں بالآخر کا سبب ثابت ہوئی اس میں

انصاف یا عمدہ اخلاق انسانی کو ابتداء میں کوئی دخل نہ تھا۔ یہ دلوں میں
 بغیر ان اوصاف کی امداد کے کامیاب ہوئی۔ یہی لفظ "ابتداء" غداً انسانیت
 کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ ان واقعات کو انگلستان
 اُن مالِ نفوس سے کوئی تعلق نہیں ہے جنہوں نے ایٹ انڈیا کمپنی کے
 ظلم و تعدی کا مسئلہ پارلیمنٹ اور اپنی قوم کے روبرو خود ہی پیش کر دیا یا
 جو ایٹ انڈیا کمپنی کے دور کے بعد جب ہندوستانی سلطنت میں چکی تھی
 اور انگریزی حکومت محکم ہو گئی تھی۔ ہندوستان کو برصِ حکومت بھیجے گئے
 اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ظلم و تعدی کے رفع کرنے میں اور انصاف کے
 قائم کرنے میں کوشش کی۔ میں ظلم و تعدی کے ان واقعات کی نقل کرتا
 لیکن کسی ملک کی تاریخ میں ایسے بڑے بڑے واقعات جن کا ذکر کیا گیا ہے
 کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ قوموں اور ان کی سلطنت کی زندگی و موت
 کے متعلق جو اصول قانون قدرتی بنائے ہیں وہ صحیح طور سے اخذ کیے
 جائیں یا یوں کہئے کہ صحیح فلسفہ تاریخ تیار کیا جاسکے اور یہ ثابت کیا جاسکے
 کہ کس طرح سے بدترین اخلاق انسانی بھی بعض صورتوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں
 گو کہ انکا انجام کچھ ہی ہو۔

بابی مسجد امام خمینی بمبئی دستاویزات

۱۸۵۶ء کی ایک مندر شہادت
حدیقہ شہدار

حقیقہ شہداء

کتاب کے مصنف ایک صاحب مرزا جان، ایک سید میر محمد دین کے نفعاء میں تھے انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذاتی معلومات و مشاہدہ پر مبنی ہے۔ لہذا اس کے صحیح اور مستند ہونے میں شک نہیں۔ ہم عمر مؤرخین کے بیانات یوں بھی قابلِ توجہ و درستی ہوتے ہیں پھر یہ کہ یہ مورخ جو خود شریکِ کار زمانہ ہوا ہو لہذا اس کی محنت اور درستی میں کسی حرج کا شک جو ہی نہیں ہو سکتا۔ اصل کتاب ۱۷ صفحات کی ہے پریس کا نام نہیں۔

- ساری کتاب میں کوئی پیرگراف نہیں ہے جس نے حسبِ ضرورت پیرے قائم کر دیے ہیں۔
- ضمنی اور ذیلی سرخیوں میری قائم کی ہوئی ہیں۔

● جس تو یہ چاہت تھا کہ منیمہ کے طور پر پوری کتاب شامل تاریخ کر دوں اب یہ چیز میں کہاں ملیں گی؟ لیکن ابھار و خصلہ نے دامن پکڑا۔ لہذا میں نے تفصیل سے کلام چلایا ہے۔ لیکن تفصیل ایسی کہ بڑھیا کچھ نہیں غیر ضروری عبارت حذف کر دی ہے کتاب ”فہوم پورا“ آگیا ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

- یہ حادثہ ۱۲۷۲ھ میں پیش آیا، اسی سال یہ کتاب لکھی گئی اور ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوئی تھی قریب بعد تاریخ بجائے خود ایک نادرہ تحفہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اسم اللہ تعالیٰ، جس کے بعد سراپا معین مزار جان کی یہ عرض ہے کہ شکر چہ درو گاہ کا ہر فرد بشر پر
درس سب جس نے کعبہ دل کو اپنا گھر بنایا اور کشت کا نقشہ امتحان کے واسطے کھینچ کے رکھا ہر چند
فیروہم دونوں میں کار سنگ سخت ہے کہیں اس کی پرستش میں دوزخ کہیں اس کی زیارت کے سہ
میں بہشت ہے۔

نعت اخت در اقصیٰ رسول، رہنمائی محمد بن عبد اللہ نور اللہ علیہ السلام و آلہ وسلم۔ انسان
کو مناسب بنے نام کے ساتھ درود پڑھنا واجب ہے کہ باعث ایجا و کونین میں صاحب شہداء و جنین
ہیں۔ ہمارے سنگ الارحمتہ علیہم السلام کی مصلحت میں، برگزیدہ آفاق راغب برائی ملی کتبہ قمری ملی رہا ہے۔

سبب تحریر اجیب مولوی امیر الدین علی قدس سرہ اعلیٰ نے جہاد کا قصد کیا یہاں کے علماء سے مشورہ کیا۔
اسب صاحبوں نے بیعت کی۔ اس جلسے میں سراپا گناہ و اراجی الی رحمۃ اللہ بھی شریک تھا۔
ہر چند ہر چہ ہر چہ ہر چہ کا اصرار کیا لیکن حضرت نے انکار کیا اور فرمایا کہ تمہارا یہیں رضا مناسب بلکہ واجب
ہے کہ اکثر حدود ہمارے یہاں کے علماء کو انیس گے تمہارے سبب سے جواب یا جواب لی جائیں گے۔ علاوہ اس
کے کہ تمام انصرام ہوں گے جو باعث تقویت مجاہدین نیک فریض ہوں گے پس عاصی نے ناچار اس خادم
رسول کی امانت قبول کی ہر گز نہیں۔ با اس دن سے جو مولوی صاحب نے بذریعہ نامہ ابلاغ فرمایا ہر
پیشہ پر لایا اور کیفیت کو ملتان میں بجز گاہ باب امیر ابو بدین نہیں اسلمین نے شریعت شہادت پر اس نے بھی
افسوس ہو کے کہہ کر دیا۔ اس کا نام "حلیۃ شہداء" رکھ دیا۔

مسجد ہنومان گڑھی کی تاریخ اب طرفہ اجرائیہ جس سے دل دو نیم، تلسہ قلع نظر اور مسجدوں کے
اندھ میں ایک ٹیلہ تھا کافروں کی پرستش کا جہد کھاراجہ رام چند نے
اس مقام پر ہنومان اپنے رفیق کو بجایا تھا بعد فتح لٹکا اس کی زنگی کا وسیلہ تھا۔ اس لیے ہنومان پرست
اس کو ہنومان چیمک کہتے تھے۔ بفضل اسی کا نام ہنومان گڑھی ہے جسب دستور وہاں بھی بوزنگ زیب

ملک، شاہ غازی نے ایک مسجد ترقی بنوادی تھی۔ ہندوؤں کو اس مسجد کے ٹٹنے میں سرشار ہوئے۔ بعد چند سے مسلمانوں کو ٹٹنے کے چاہا کہ پھر ٹٹا کر دروازہ بنا کے یوں گا رنگ بنائیں اور جس پر مورت بنوان کی سب سے بھاری سنگ جمانے لیکن قاضی محمد عاقل نے جرات کی اس مسجد کی مرمت کی اور انہی کی اجازت سے پانچ فقیر مسلمان اس میں رہتا تھا نماز پڑھتا اذان کتا تھا جب شعبان المبارک پہلے مہینہ ہو گیا تھا تو مسلمانوں کی مرمت کو اس میں تو یہ یہ مگر حاصل میں نہیں کیا بھی مستعد رہا جب فقیر کو تسخیر کر لیا رفتہ رفتہ مکان معقول تعمیر کر دیا تو آدھ بھی زیادہ ہوئی ساری قوم چہ پر آدھ ہوئی اس غرض میں نہیں کہ کوئی امتداد کیا۔ اس کے داروں نے مال مال لیا اور علیحدہ مسجد سے عقب اس ٹٹیر کے کھیر دینا مایاب پر تکبیر جہاں لیکن آئین مراعات کیے جاتے تھے حقوق فقیر دئے جاتے تھے۔ بعد چند سے یہ الگ الگ لے آیتوں کو نکالا اینٹوں کے مسجد کی منبر کو ٹٹو ڈالا۔ اس بات پر قاضی عجیب اللہ نے ہوا کی اور انرا نامہ مدم تعرض مسجد لکھوا کے اور کسی فقیر مسلمان کو اذان کے واسطے مقرر کروایا۔

یہ الگوں کی شرارت جب پچھڑ پچھڑ کا نیم درشن سنگھ برہمن ہوا مسلمانوں کی سخت دشمن ہوا۔ اس آپس اس نیو کے واسطے کچھ بھوایا لڑائی کے قابل نہ ہو یا پھر لوگ مثل مستور چہ ایک نوکر کو دوسرے پر چڑھا۔ اس کے سبب رفتہ رفتہ میراگی زور پکڑنے لگے۔ مسجد کے آگے بڑھنے لگے۔ مسلمانوں کی فضا میں ہوسے نہیں مسلمانوں کو ان کے متباد کی طاقت نہ رہی جو ہم کو خیرہ شرک باقت نہ رہی گرد اس مسجد کی حفاظت ہم کر کے ہوں۔ یہی اس کا نام رکھ۔ پرستش کا شغل میں دشمن رہا۔ مسلمان خیر کو نہیں تو کجہ دیتے رہے۔ بجز کراہ اس کی خبر لیتے رہے جب وہ درویش مسلمان مسجد کا جنت کا مدعا لایا مگر ان نے نہیں لیا۔ اس نے خدا کو اپنا گھر سمجھ کے بنوان گھر میں تو داخل کریں گئے تھے اب کچھ نشان انی نہ رکھ طعن و محاب و منبر کو بر کر کے مسجد کا گمان مانی نہ رکھا جب امتداد کو درس کا محسوس بھی تو پھر تو ادھر میں۔ نہ تو پہنچی کوئی مسکن تک اذان درگاہ کو کشتی موقوف رہی۔ حدیث اس کی بلدر بار کو ہوئی لیکن مفضل غر نہ مکر کر کو ہوئی۔

نظم حسب حال زمانہ حال

حکام کافروں کی خوشامد سے ہتے ہیں
کیا خوش ناشوالہ یہ بندہ نواز ہے
کس طرح سے اودھ میں ہو باگ اڈن بند
حاکم کو بت پرستوں سے راز و نیاز ہے
آخر نگر میں گاؤ کشی کیوں نہ بند ہو
گوسالہ پوجتا ہے جو پیش نماز ہے
سب کو تلاش زور ہے جو ہیں اہل کاریاں
ہندو کھسے غزانہ تعلی کے لیے ہیں
ولہ کہ بلا میں خیمہ جلا کہ کیا غمخوار
اسلام کی تمیز ہو کیا کافروں کو ہاتھ
خاطر سے دن کی شرع کے گھٹنے کی چوڑی
فتویٰ سے ان کے غازیوں کا خون ہوا ملاں
اے خادمہ ابتدا کر اب اس داستان سے
جس میں تمام سوز سہا ایا گداز ہے

شاہ غلام حسین کا عزم جہاد
انگریز جب بیدار ہو گئے ہنگاموں کی نوبت آئی
نہایت دکھائی کہ کافروں نے صحن مسجد میں بت خانہ بنایا اور
درواہی کی مسجد خس و خاشاک پاپاک سے بھری گئی۔ اسلام کی قدر و منزلت گھٹ گئی تب شاہ
ابو سعید و سنت محمد و عبد ملی شاہ بادشاہ و دودھ کہہ شاہ غلام حسین صاحب کہ مرو با خدا حقیقت آشاہ تھے۔
نہا کی راہ میں ہاں دی دین میں جانتے تھے اور صاحب ان کے مولوی محمد صالح احمد پاشمی صحت و تنوی
ہیں درست رہے خدا میں سنہ ایک وحیت عام با عمل نی پرستوں میں جے بدلہ دوسرا صوبوں نے ہم
مشورہ کر کے راہ خدا میں سر نہی کے کو قدم کاڑا احوال طور اٹھائی مشرکوں کی نسل پریت درست با مذہبی در
مسجد آباد اور بت خانے برباد کرنے پر مسعد ہوئے کہ بہت بہت با مذہبی جرنیل صہا حیدر آباد میں کہ گویا
کے پار ہے محمدی مجتہد ان تم لب سامان موجود تم کیا اگر سچ چنے نہ یہ۔ سید احمد صاحب مرحوم سے کہے

مسجد بابرؒ میں قیام

بعد فیض آباد سے برج اختیار کا بندو مسلمانوں کی نگہار کا بارگاہ جمہوریہ میں گہرا ملاحظہ کے بعد ناظم اور کووال کے نام پر دستخط ہوا کہ مسجد کی تحقیقات کرو اس بات کو اثبات کرو اس سہارے پر شاہ صاحب نے پھر خیر مسلمان بسر کردی، قاضی نور علی ساکن صفات اعظم گڑھ اور وہ کو بھیجا وہ مردان خدا مسجد بابرؒ میں مقیم بے خوف و بیم ہوئے۔ خدا کی شان نظر آتی ہے یہاں انسان کی فرشتے کی نفس بینی ہے کہ پڑھے لکھے والدہ جہاد سے کن را کر بس اور جاہل نفس مرنے کو گوار کریں۔ غور سے دونوں کے بعد شاہ صاحب بھی نفس نفیس تو کلت علی اللہ تعالیٰ کہہ کے دار مسجد نکھر ہوئے اور مولوی محمد صالح ان کے پاس سے دم بھر دور ہوئے۔ شب و روز اسی تصور اللہ خیالی میں رہتے تھے۔ یہ تصور تھا کہ کوئی ایسا مانا بیڑاں کر دے کہ مسجد میرا گوں کے لغت سے باہر آئے۔ اور خدا کا نعت سن کر جاتے تھے ترقی اسلام جو جنتوں کا بیڑا رام ہو۔

چہاد کی دعوت قبول کرنے سے مسلمانوں کا گریز | اسی خیال میں دو تین مہینے گزر گئے۔ شاہ صاحب شرکت کی بتوں میں اندر اندر گئے مگر کسی نے ساتھ نہ دیا اور سرخ نہ کیا بلکہ بھنے مسکن اس امر سے منع کر کے مانع بغیر مسجد و دیہ میں مشہور ہوئے بانی قلعہ ہوئے تفصیل اس کی لکھنا مناسب نہیں ہیں قاضی نہیں و سب نہیں گھڑ و عبد الحق و ولی کے عرس میں جو بزرگوار گئے تھے علی آباد میں ان سے درمودہ محمد صالح سے سلسلہ جہاد میں تقریر ہوئی وہ گوش زد برناڈ پیر ہوئی منفوں کی نظر میں حق و باطل کی نیکہ کئی خلاصہ یہ کہ مولوی محمد صالح وہ اپنے ثبوت جہاد تھے اور دوسرے صاحب ایسی باتیں کرتے تھے کہ ان کے اذعان و پند سے کسی بے خوف خدا نے ارادہ جہاد کا نہ کیا۔ نہ اور وہ فیض آباد کا نہ کیا۔ یہ سہت خدا کی راہ میں جان و مال دینا بہت شیریں کھیر ہے۔

کئی بددعویٰ جہاد پر ہر ایکوں کے ہی اندر دھڑکا رہا سنگھ اور کشن دت بانڈے حکم دار اور رحیلہ اس قرب و جوار کے جو سہا جہاں نہ کہ وہ۔ وہ نرنگوار اور ہرگی بالکار اس گڑھی میں جمع ہوئے ستقد کارہار کے دوسے گھڑ کے ٹکٹ روک سیلے کہ شاید کوئی مسکن جاہل قصد ہو کر آئے نہ پائے۔ اسی ہر ٹکٹ کر دیا ہے اور مولوی صاحب اور متاد صاحب کے ساتھ آدھی جوں گئے ان کی کیسٹ بھی

کہ گر کچھ طاقتور ہندی نہیں تو دورہ بلین نڈ کو ذرا بڑی قوت کو صحن خدا کی صراحت سے اس ٹرے
 رہے خدا کے گھر میں ڈھچکے پڑے رہے کہ تیار کچھ سلطان بھرت و حینت اہل اس پختہ جہاد شریک
 سر کر فیض آباد ہو کے کافروں کو تہ تیغ کریں اس امر خیر میں جان و مال سے نہ دریغ کریں کسی نے غم نہ لی
 آفریں ۱۲ تاریخ و لقیعہ الحرمہ ۱۲۸۵ھ جمعہ کے دن دوہن مسلمان بہ اذینہ نمازی مسجد میں بک جا
 ہوئے شاہ صاحب کو مبتلا ہوئے۔ یہ خبر ہر گویا کو ہنسی فرمت کا نیت جا مارا اس کچھ اور
 ہی تھا۔ امرکاری لوگوں کی طرف سے تو ہر گز وہ امنان تھا اس میں سے کہ بت کو دن سلمان تھا اور بعض
 جو میں پاک تھے کافروں سے زیادہ خدا کے بے خوف و خطر نڈ خدا کو بکھریا سلطان نے خود دیکھا کہ
 خواہ مخواہ گھیرے میں مرتے ہیں بیکار جان سے گذرتے ہیں ہم بھی کچھ کام کریں اس میدان میں نام کریں
 مستعد امداد سب مجاہدین یا پیادہ ہوئے۔ دانشمندی کچھ کے کو تو رکت پیادوں اور لگہ دار کے
 سواروں نے متوسط ہو کے رفع تریک۔

مجاہد کی شان | دوسرے روز شنبہ ۱۲۸۵ تاریخ اسی مہینہ کا اس کو تم میں مسرت و محبت سے کم نہ جاننے میں
 ہر حال گمراہ بھی کھنڈ سے داس فیض آباد ہو بیرو گویا کہ گردنیا دہ شاد مو اپنے تہا

اُس نے آ رہا تھا کہ وہ مسرت و محبت و صراحتی دیکھ رہا تھا۔ دونوں صاحب تشبث نے شریک
 خدا کا رہنا یہاں صاحب کی خدمت و برکت میں مکمل خبر خواہی یہ فقر و غرض کیا مسجد کے دروازے
 میں کورائیں کسی عزت کی آڑ میں مناسب ہے بلکہ واجب ہے کہ ایک جوڑی کورائی کی نام ہو جائے
 نعمت و نعمت نے نہ نے شریک صاحب غافل و غریب سے جھٹ پٹ دو مجاہدوں کو کورائے کے واسطے
 گم گم لہر کے ایک حد دور۔ میں سے بھی کسی مرد مسلمان سے بک جوڑی کوڑی بہت تھی گاڑی پر لدا کے
 دونوں مجاہدوں کے ساتھ روانہ کی گاڑی کھانگے بڑھی تھی کہ ہر گویا نے خبر لی نہ جانے اس میں فرماں
 لوح کا نہ۔ وہی کوئی ہر کار تھا کہ دفعہ و عزت کی حد تھی کہ تہیہ ہر دینے فائدہ نہ۔ اس کے
 دونوں کو باپ تنگ تھے اس کے ساتھ دونوں کو خرمونی رسم علی حوالہ دربار علی حوالہ دونوں
 دوہن نیز کھانہ دربار دربار اور کچھ بہ حیرت و شگفتہ دربار کے کس۔ بیکار رہا اس وقت

غذوں سے کیا، جسوقت کہ اس کو روں کھان کے بخاطر مع امی سجدہ میں رہو دستہ دیں۔ دسے جہز۔
 کتبہ پیرہ ہوئے گا وہ ان کے تلوں پر عم، وکر کے منقوش ہوا ہوئے ہو نہ موت یہ دسے کہ ذاتی
 حق۔ دونوں انگ پر علی علی و در میں اٹ کو تو ال باجم کہیہ لیل و قیام کے پے نمبروں و اور
 ہر سو کو کے مع ہر عرب تو یہ سجدہ سے دوری کے شہر سے۔ خدا ہی کو جس کے اس میں بہت
 صاف فوج ہر کاری کے کتبہ جو ہے ہی ہزار دو ہزار سران لکھیں کو رہو صوبہ میں خواہ مور میں۔ فن خا
 خند و گھیر لیا۔ یہ جو فوج شری اور عربوں بہ انفس کے ہر ہی تھے غفلت نے ملامت سے بھریہ
 تو کافروں نے جب علی شاہ کے کوٹھے پر چڑھ کے جو لوگ صدی رہ میں مسجد کے بہر میں کے سجدہ رن
 کا گویوں سے خراب کیا مسجد کی حرمت کو غیر جس۔ رہ نہیں مسجد۔ ہر کوں خواہ وہ جس سے بھی اور بہت
 کو بہت رحمت لیا جان کے درجہ کو۔ یہ تھا تو ان کے چھپرے سے وہ وہاں شائے ان میں
 عزت کی داد دی۔ جب یہ سنائی تو گئی موقوف رٹا برکتی۔

مجدد اس طرح ذبح کیے گئے جیسے قصائی گائے کو ذبح کرتا ہے

نہ دو نہیں سگو گنولہ
 بیر کو بکے مددگار

ہم صابو اور ہر ہر کرتے مسجد کے اندر بے خوف و خطر آئے اور جیسے قصائی گائے کو ذبح کرتا ہے
 نذیر کو جو اس وقت تک زندہ تھے شہید کیا جس کو کڑے کڑے کر کے کاہر پیر کیا پانی کی طرح مسجد
 کے چہری سے خون بہا تھا اور ہر غازی ہم باز یس اللہ کبر کرتا تھا مولوی محمد صالح بھی اسی وقت
 شہید ہوئے غلہ سے نزدیک دنیا سے بعد جوئے یسین میں شوق میں جگہ مہدال و فلال میں اسی قرب و
 حرب کے حال میں غازیوں نے شاہ صاحب سے گذارش کی کہ ہم اپنے غلوں میں گھرے ہیں کہ بھلا معلوم
 اور بے حد ہونے پہنچ کر ہمیں گرسے ہیں کہ ہمیں معلوم۔ خدا خواستہ آپ کی زندگی میں اگر فصل آئے
 گلوں میں جسے حاصل مراد ہو کہ ہم و شان ڈوب جائے گا کوئی ہر نام نہ نہ لے گا لے گا جوں کا
 اعتماد نہ ہے گا آپ کے جینے میں نہ تو کا سہارا ہے جہاں کی امید دور رہے اس میں بہت جہاز سب
 سے جہاز رہے و حرب بہموری مسلمان ہیں ان کے کسی تک کو جسے گئے اور مجاہد شہید آئے

عجمیت سے دے گئے جب کہ یزیدوں نے مجاہدوں کا کام تمام کیا پھر یہ مرا بھام کیا کیا کہ قرآنوں کو یعنی
سب اردوں کو ہزار ہا دیکھ کر دوا ایک کو مجاہد دیا یہ بلا دیکھتے کس پر پڑتی ہے آج تک کہ ایک مہینہ سادوں
کا دورہ روز مجاہدوں کے گڈے پانی نہیں برسا ہے یہ قہر نازل ہوا ہے چاروں طرف شور و غلش ہے
گرمی کی شدت سے ہر شخص کو غش ہے اور دباؤ کی وہ شدت ہے کہ ہزاروں آدمی بیہوش سے مرتے

جس
مسجد توڑی لاشیں کھیں دیں | اور من مسجد میں کھڑا تو تفریقیت کی روشنی اور خدا کی مسجد کے
واسطے حد تھا اس کو توڑا جندقی کی گولیوں سے مسجد کے ستونوں

کو بہت تھوڑا پھر مسجد سے نکل کے لاشیں کھل کے گنواروں نے گھری راہ لی۔ مسیتوں نے گڑھی میں
جندہ لاشیں شہیدوں کی بے گور و کفن چادر نہ پر بن سڑیوں پر ہی پیش دیکھا کس کھڑی رہیں
کوئی ایسا بھی نہ ہو کہ ان کی خبریت دو گور کفن دے کے دفن کر دیتا۔ دوسرے روز نماز حسین نامی
کو قتل بداندل نے اسی مسجد کے دروازے پر گڑھا کھدوا کے توپ دیا کسی نے، ریخ ان مظلوموں کی
کی غمی مصرغ ایسے بیخ الیٰ بکمالہ۔

مقابلہ شہدائی بے حرمتی | میں تو کہ ہندو ہیں مرد میں مسلمان مجرم گنہگار ہر مرد میں ایسی زیادتی
ہندوؤں کی مسلمان دیکھیں جے ہوئے اوراق قرآن دیکھیں اور پھر حیات

کفار ہو ایسی رعایت پر خدا کی، رجو جانے ہر ت ہے تمام حیرت ہے نہ کسی کو شرم ہے نہ غیرت
بے خا ہر میں تو مسلمان کے شمشاد ہیں: من میں یزید مید اللعن کے بھات ہیں بعد اس حعر کہ کے بیراگیوں نے
من مسجد میں آگے بروم کیا سنگجی یا دیں جو بن بھگک ہوا کہتے تھے ہنواں جی نے کرپا کی جھوٹے پاک
کیا غرض کوئی بے ادب نہ رکھیں۔ اسلام کی توتیر ذرا رکھی اس کی تفسیل لکھنے سے کچھ حاصل نہیں
لکھنے کے قابل نہیں۔ تمس اسی مسجد کے یک ٹیڈ تھا۔ مسلمان کی دعا کا وسیع تھا خواجہ مٹی اس کا نام تھا مگر
شہادہ کا مقام تھا قبر کو کھود کے نیست و نابود کر لیا اور ایک بت دہاں بھی دھروا لیا کہتے ہیں کہ
بیراگیوں کی کباعتقت تھی یہ جو افعال صادر ہوئے سب مان سنگھ کے لوگوں سے نہ دھوئے مگر ہم دم بخود

ہیں نہ انہیں نہیں سکتے۔ ان کا نام اب پر نہیں سکتے۔ کس واسطے کہ وہ سرکار کے زعم میں خیر اندیش ہیں،
سب سے زیادہ وفا کیش ہیں۔

بیگم پورہ میں مسلمانوں کی درگت | اب حال بیگم پورہ والوں کا بیٹے اعلیٰ شتی کے حکم سے منادی
نے مذاک جوسون اس کا شریک ہو گا جان سے مارا جائے گا۔ گھر

لے گا مرانا راجست گلیہ سن کے وہ چلے ڈر کے ماسے شاہ صاحب کے شریک نہ منے اس پر نہ کر وہ
گناہات میں پھنسے بعد فراغت کے قتل سداڑوں سے میرا گویوں نے چار حصے ان کے مکانوں پر کیے۔ بہت
زور دکھایا مگر خدا کے فضل سے دخل نہ پایا چنانچہ انفس بیگ نامی ایک شخص دلوں کا رہنے والا ان کے
ہاتھ سے زخمی ہو کے اب تک صاحب فراش ہے۔ مدد رحمت شاہ پاشا ہے۔ جب ان بچاڑوں نے دیکھا کہ
وہ بہت ہیں اور ہم تو شے میں بچاڑ گھر چھوٹے فیض آباد میں آ رہے۔

واجہد علی شاہ کا حکم | مدد چار دن پیشتر اس محرک کے حکام مرکار سے جب

کچھ نہیں آئی تب یہ بات ٹھہرائی کہ مولوی نذیر الدین صاحب اودھ میں جا کر نذیر علی صاحب اور مولوی
حقیقت اللہ صاحب دار فہم عدالت العالیہ دیوانی اس باب خاص میں ساکنان اودھ اور فیض آباد سے استفسار
کریں بلکہ تم بند اللہ رکریں بعد تحقیقات میں فیض آباد سے روایت کیفیت واقعی بارگاہِ دہلی میں حاضر کریں۔
اور اگر نشان مسجد کو دیکھیں شاہد اپنا ظاہر کریں چنانچہ ۱۶ ذی قعد الحرام ۱۲۸۵ھ قادی کو یہاں سے روانہ
ہوئے دو منزل پہنچے کہ سافید ہو گیا مگر احتشال لا مرد اللہ صغیے منٹام شخصیات اور تحریر افہامات روڑے
مولوی صاحبین محمد حسین اور میر سید علی صاحب احمد فیض آباد کٹر بیسوں نے دیکھا مسجد کا اور جنوں نے
اس میں نذر پڑنا ظاہر کیا اور قاضی یار علی خرو قاضی عیوب اللہ نے کئی محضرت بق کے دکھائے کہ ان سے
صاف مسجد، بت لفظی اور طرفہ کہ کئی منداؤں نے بھی مسجد پر گواہی دی سکڑوں کو رو بی دی۔ چنانچہ
ان دو تین صاحبوں نے کیفیت رست براست بے کم و کاست کہ لیندہ مقنون اس کا موافق تحریر عامی کے
ہے بارگاہِ دہلی بند پڑ ہی میں ارسال کی صبر ضرورت تعمیل مہر گواہی مندرجہ کیفیت بذاتہم جاتی
ہے۔

تحقیقاتی رپورٹ کا خلاصہ | نتوان ہمدگوچی مندرجہ کیفیت مسئلہ مولوی حفیظ اللہ صاحب
مولوی نبال الدین صاحب مرقوم ذیل بعد ۱۳۷۱ھ

| ابراہیم بیگ | سید بخش علی جعفری | حسین علی | مرزا جان |
|--------------------------|----------------------------|----------------------------------|--|
| ساکن نمبر ۵۵ باغیچہ آباد | زمیندار محلہ بیرپور صنعت | زمیندار محلہ انبیاء یکے زاداد | علاقہ دھام محلہ مسجد |
| مسور ملتان واقعی است | ادوہ جیلان واقعی است | مسور ملتان مسجد کشیم خود دیدہ ام | ہزاراں محلہ کشیم خود دیدہ ام |
| سید باقی علی | عبد البر حسین مرزا | آغا علی | علی مرزا |
| مسجد کشیم خود دیدہ ام | لا ریب فیہ | لا ریب فیہ | بیان واقعی است و بدون مسجد ہرگز محلی شک نیست |
| گولہ بند جدیدی بن | قوم بتولی اللہ خود دیدہ ام | کہ بارہ مسجد ہرگز محلی شک نیست | گولہ بند |

محمد روشن خاں ساکن ادوہ مسجد واقع ہونہاں گڑھی کشیم خود دیدہ ام و بیات علی بخونی زمین نشین دارم فقط

| | |
|---|--|
| گولہ بند۔ محل خاں ساکن ادوہ خاں بزرگ مسجد چار سال مسجد واقع گڑھی کشیم خود دیدہ ام | فقط |
| احمد علی | ساکن فیض آباد سوزخون مسجد برٹیا ہزاراں گڑھی کشیم خود دیدہ ام و بیات و مقام دست آل بخونے یاد دارم و بر محراب آل ام یا اللہ نقش بودہ است۔ |
| تیرہ علی | مرثیہ خوان ساکن فیض آباد مسجد قاتی کہ برٹیا ہزاراں گڑھی خود کشیم خود دیدہ ام |
| مرزا علی | ساکن ادوہ مسجد واقع ہزاراں گڑھی کشیم خود دیدہ ام و بیات آل بخونی یاد دارم |
| اللہ ربی شہید چہرہ امی است فیض آباد۔ برائے قرقی سب المکرمہ کردہ محمد نیابت منتظم لہولہ حکیم | |

مدی علی نائب بہادر ہونہاں گڑھی رشتہ بودم مسجد واقع ہونہاں گڑھی کشیم خود دیدہ ام فقط

خدا فراموش نہا حق کوش | بس یہ کیفیت بارگاہ ہندوستان پناہ میں آئی ورتھوئے درباروں نے غلط
فرمانی لوہ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ حضور عالم یہ کیفیت جو دونوں
مردوں کو دھمکے ہے اس کی ایک بات رکب طرفی ہے اس پر تعمیر مسجد کا حکم لگانا اور پتی رعایا کو سزا و ضعف
بلکہ رشتہ آزاری ہے آپ نائب سلطان جس آپ کے نزدیک بزرگ ہندو اور مسلمان ہیں انھیں

یہ جانتا ہے کہ راجہ بن سنگھ اور آغا علی بن خانم کو ارشد و موردِ بیجا کے ویکھیں اسی امر کو خوب چھانیں گو راجہ صاحب مدعی علیہ میں میکن یہ بیان کو مقدمہ سے۔ نواب صاحب کو خود یہ منظور تھا نیت میں فخر تھا کسبیت کی جب منب نیل کی کیا دل دیا مگر ان سنگھ بے ایمان اور آغا بنی ٹنگ خاندان کو رانہ تیب۔ وہ دروغ خدا فرستوں ناحق بولیں جس وقت اردو میں پہنچے مسلمانوں کو دھمکایا ہندوؤں کو میر چڑھایا کہ مسلمان جیسا ہے بقول تختہ فہر درویش بکن درویش صبح پر رھنی ہوئے آخر آغا بن سنگھ نے ایک آواز نہ اور صوفیہ منتیں سے لکھوا کے رکھ کر یہ صحیح دیا کہ اب کسی طرح کیاں نہ دہند اور مسلمانوں میں لگاتی نہیں ہے۔

لکھنؤ کے مسلمانوں میں اضطراب | جب آرا نامہ اور صبح نہ نواب نے ملاحظہ کیا اسے خوشی کے منس دیا اور کہا الحمد للہ جو مولانا صاحب کو یہ فخر یہ فخر دیا۔
نرم ایسی جنسوت برقی نواب کے نزدیک جو خون مسلمانوں کا خون تھا اس کے متعاقب نہ دردت ہوئی تب اندر میں دیکھو دیکھو ہو کھڑے موت ان کے ساتھ کچھ مسلمان کھڑے ہوئے ہمہ دیگر یہ کھڑے ہو گیا کہ یہاں کے حکام نے اسلام کو سلام کیا آج ہندوؤں نے ہومان گڑھی کی مسجد کو دسی ہے گرا ایسے ہی مسلمان بولے میں تو کل لکھنؤ میں مل کر سگے بھائی نہ تھیں ایک ایک بت دھریں گے۔

مولانا عید الزقاق فرنگی محل و مولانا تہد امیر علی آخر میں باب فرنگی محل سے مولوی عبد الرزاق صاحب کو

عادت میں حق رابست میں مستقر تب بیدار تہد بندہ راہ مولوی امیر علی صاحب ساقی تہد امیر علی
کہ امیر مذکور میں برات بڑھے موٹے میں راس کو آسودہ ہو کے کھاتے ہیں نہ رات کو آرام سے پاؤں پھلکے
ہوتے ہیں دونوں صاحب بجز ہم جہاد مستعد ہوئے در مولوی نواب علی اور مولوی مراد الحق اور مولوی
ممد علی رحمہ سے مشورہ ہوا۔ سب نے فرضیت جہاد کا افر کیا اور کہا کہ جب تک ہندو سے عقاب نہ ہوا
خدا اور مسجد باہری میں مقدمہ نہ ہو تا تب تک فرض کفایہ تہد اب بے خبر فرض میں ہے ہمارے نزدیک
اب جہاد غیر عام ہے۔

شہ امیر علی کے ہاتھ پر جو ادا کی بیعت | ان غرض جب یہ پانچوں رکن یکین دین متین باطل شرع
میں خادم پنج تن وارث مسند رسول ذوالین ایک

دل اوسا یک زبان ہوئے۔ تب یہ خیال آیا کہ انھیں پانچوں میں ایک کو امام ٹھہرائیے اس کے حکم کو بجا مائیے
آخرش باوجود انکار سب صاحبوں نے مولوی میرالدین علی صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اپنا نام کیا ادا کیا
کہ بالفضل آپ اور مولوی عبدلرزاق صاحب روانہ ہوں سائنٹ اللہ تعالیٰ سائن سفر کر کے ہم بھی دو ہی چار دن
میں حاضر خدمت ترکیک رنج و راحت ہوتے ہیں پس سلطان امیر دین اور مولوی عبدلرزاق صاحب نے حسب
تجویز ان سب صاحبوں کے یہ بات ٹھہرنی بخشید کہ بیمار سے کوچ کر کے ایک دو مقام ایٹھ میں بیٹھیں اور
بعد اجماع اور سامان جہد فیس آباد میں چل کے انتقام بیٹھیں۔

فرنگی محل میں طبل | دوسرے مشورہ ہوا دھر چید شنبہ کی کو شیطان کے کان بے سے کیس سن بھاگا اللہ
ان صاحب کو خبر پہنچائی جن کے نزدیک شہید کرنا مسدودوں کا اور جہلان قرآن کا کچھ اصل
نہ رکھتا تھا انھوں نے طرہ حرکت کی شام ہے یہ شہرت کی کہ عزم مولوی عبدلرزاق کا چپا نہیں ہا ہر ہے
برکن دناکس اس سے ماہر ہے کہ زوال نے سنا ہی ہو گا کسی نہ کسی نے کہا ہی ہو گا ظن غالب بہتیں ہے کہ دو
گھڑی میں دوڑ آئی اور فرنگی محل بے جرم و گناہ امیر دام بلا موعائے ایسی لغو حرکت کرنا اپنے ساتھ سب
کو نصیحت کرنا ہے ایسی ہی ہیں کہیں کہ سائے فرنگی محل میں ہیں کیا کہیں ہیں پڑ گئے مرام کی صورت بگر گئی
ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا ہو گا انجام اس کا برا ہو گا یا بخیر ہو گا وہ حسین و ندی باخیر راستی نہیں
دیکھیں کہ پیش آنے کو حکم یہ روزیر کرے کیا بڑے دن دکھائے گا۔

مولانا عبدلرزاق فرنگی محل کا عزم مردانہ | غرض ایسا کچھ منتر پڑھا کہ انھیں کا عزمیہ نہ لگے جہود
بڑا مولوی عبدلرزاق صاحب بر زبان عدل کھولنے لگے جن
تک شرم و غصہ نہ بکھر پڑا ہو اگر یہ خود دوست فرما سکتے تھے کہ یہ سب سامان فتنہ میرے رفعت کے واسطے
ہوا ہے وہ دشمن نہیں میں خواہ فوہ ہوں گا کافروں کو جہنم میں سنبھالوں گا میرے نزدیک دودھ و راتوب
بہت تر ہے جین حبیب و نوب ہے۔ ہاں میں ایک اگر میں نے قیام کیا پھر جانا دشوار ہو گا محمد مجاہد دست کو نیر

ہم گاہ یہ سپر کر کے بینی دو گوش نقطہ ایک تیر بر پیش لکھی کنسے پر عرصے میری ہاتھ میں زمین نہ رہے۔
 ساتھ میں غلہ نرمی کو روانہ ہوئے امیر ملی بدین وہں اترے تھے آدمی رات گزری ان کے پاس پہنچے
 وہ تو ان سے زیادہ چنے کے لیے آئے تھے گو سواری نہ تھی پیادہ تھے جس دم ارکید آئے سپر جوئے ان
 بزرگوں کا دیکھنے مشرق سے نکل آیا ہیں مگر مندی ہونے لگی خدا کی راہ جس قدم بڑھایا۔ ان عید رک
 سواری کا بیان قلم کی فاقہ زبان کی قدرت سے یہ ہر ہے۔

قافلہ مجاہدین کی روانگی | بیچ میں دونوں خود شہید ماہ خدا کے پیائے ایک میں یہ حصار دوسرے
 کی راہ تلے راہوار نیلیوں کی قطار خدا کی قدرت نظر تھی قحطی

کی تربیت سے جان باقی تھی سب کہتے تھے اس فوج محمدی کی ایسی شان ہے کہ عقل حیرن ہے
 ایک ایک ان میں ہزار پر بھاری ہے۔ چروں پر نور برستا ہے جوان سے لڑے لگے وہ نہری ہے۔
 اسی شان و شوکت خاص جہد کی نیت سے بحر مواج کی طرح ہراتے ہوئے وہ بہ منزل میٹھی مبارک
 میں داخل ہوئے سبحان اللہ وکبدہ خدا اگر ایمان لے تو ان لوگوں کے قدموں پر انسان جانے لے
 نہ کہ یہ مینادی کوئی فیض آباد و اوراد و دعا کہ حرم نہ کرے بے فائدہ رزم نہ کرے محزون اللہ دونوں کو نہ کسی
 فداوی سے غرض غادر و دھوپ سے کام نہ لے فقط خدا و رسول کی خوشنودی سے طبیعت کو چین دل کو آرام تھا۔

محمدی جہاد | ایک طرٹ ممدن جہاد اکھڑا ایک جانب لشکر تیس بارعب و بال پڑا، ستارہ چرخ دم
 چہ پڑتی تھی سب سے برہمن کی لڑائی کو پڑھتی تھی غازیوں کا جو دسہ گری کا بناؤ
 کوئی نہ لڑتا تھا کوئی نہ تم کو میرا لڑنا تھا۔

یہ تھے مجاہد اسلام | خواہ یہ کہ جس جہد میں ایک کبر نوبان اور کیا یہ شیش راہ و شوکت و شان تھا
 مولوی عبد الرحمن صاحب کرائے فانیین، وہ رکھے سب کے سرور تھے ہم
 صفت معصومین و دجرا میں محروم میں مبراہ ان کے محمد خورشید حسین مجاہدان بدر و حسین کے ہم پسو بود
 خوشنودی ہرے صدم، لقی مودی نور الحق صاحب مرحوم و غفور کے پستے ہیں نام سے تادی عیاں ہے۔
 تیسرے صدم ان مودی برہمن حق کے فرزند و بلند جن کی پیشانی سے شہادت کا نور نیک ہے ہر دم مبرا

شیر مار کا منہ لگنے کے بعد ہاتھ پیدوں اور ہمو کی عزت دوسرے کو جانوں چوتھے محمد بن سرفراز احمد کی چراغ
خان و داغ لاکھری کے دستے کے بنائے گئے۔ پانچویں عبدغفار مولوی بعد از مع کے نوران جا سیدہ سادات
کو دار جون صالح، جرہ درہ سون کے اسی طرح کے گئے ہی جو ان داور روزگار بد وقت تھے۔

علی نقی خاں کی برہمی | اب بھلا کمال تھے۔ دھرتیاب امیر محمد بن اور مولوی عبدلرزاق کا بھنا دھن
ساتے لکھنؤ میں قیامت کا تہا ہر مسلمان نے جہاد پر کمر باندھ کر کشتی پر بیٹھ رہا۔

باندھ جس کو دیکھئے۔ یہی ہے ورم نورانی ہے جب یہ خبر نواب علی نقی خاں کو پہنچی کہ علی، فرنگی محل میں جہاد پر
آدھ ہونے بہ سنتے ہی بہت بے حد سے بڑھ ہوئے اور مولوی مفتی حمید مسطف کو جو ان کے استفسار کے فرنگی
محل میں کنکس کا حصہ بنے۔ نساواں تھے، ہم تو اس زمانہ کو بہت مانتے ہیں۔ برے خدا اور رسول
بعد میں نے غفہ خیرہ نہ تو لکائیے سنگامہ کو مائیے شیب و فرزانہ کی کے ایلٹھی سے پھیر لائیے وہ جو لنگ
محل میں تھے اور غیفہ و غضب نواب کی بڑائیے پھر تو مولوی عبدلرزاق نے کھر پڑتی تھی یہ تھی
اور واس کے کہ علی غنی ہستی۔ حسب بھی نہ تھی مگر ان کی نہ تھی ایس کی بہت درجہ و شان تھی۔ وہ تو
ادب و ہوشی کے اپنے گھر میں مٹی کو تشریف لے گئے۔

نفسا نفسی کا عالم | اب دوسرے صاحب کا محل ہو گیا دشمنوں کے داغ میں نفل ہو آدھی رات تک
ادھر کی خبر گرم رہی۔ دربار کے حکیم سب کی تقریری اور مولوی عبدلرزاق کے بل د

جہاں لوگ لکھنؤ کی عزت بوجہ کے اٹھ گھر لے گئے مکان میں قتل سے گئے بہر شخص بہت مہ رات میں مولوی
عبدلرزاق نے ڈاکہ مارا تھا۔ سب کا طلب حال تھا اچھا حال تھا اور اچھا گھر پہنچا تو نصف رات میں۔ ہ
اور یہی چھپنے کا اند کرتے تھے۔ وہ لوگ پر ہمت و ہمت تھے۔ ان کے ہاتھ کھر میں نہ تھے۔ یہیں
آدھ سے چاہا ہمارے شرجی لڑاؤ کے کوئی حصہ سے لقا تھا کیا تم بھی جہاد کو جانو گے؟ اسے کو آدھ میں قتل
بیش خوف و ہراس نہ تھے۔ انہی پناہ پر ہر رات لکھنؤ کی نہ سوار آئے یہ مایہ نظر آئے۔

شہابی پیر میا مہر | نوے کے سب انکم نواب فقیر اللہ رفیق شرف اللہ علامہ صاحب سندھی لاصل بن نفس و
میر سید علی تلامذہ سید سید علی میاں کو مدافہ ہوتے تھوٹ نہ مہوئے دیکھنے والے کہتے

تھے۔ مجاہدین کو پھر نہ ہاتھ ہیں دیکھتے کس سے لاتے ہیں لیکن اتنی خیر نڈر سی کہ دونوں مہاجرین نے کچھ
 ہی نہ کیے۔ دخل نہ یہ کہ بدل دینی نقطہ بدیع حکم سر ہو گیا کہ حضور ع کا ارشاد ہوں ہے کہ تم کو اضطراب
 کیوں ہے؟ پتہ نہ کہ اس کا تم پر واجب ہے اگر خدا نخواستہ ہم اس امر دیکھیں یہ تیرے چوتھے کریں اس
 وقت نہ تو سب سے امر یہی ہوتا ہے جس کی بدل لے لے۔ سب وقت کے جواب دیا آخر
 کوئی نہ لے نہ لیا۔ انہوں نے سب سے زیادہ سب سے زیادہ پیار فرج محمدی سے پیدا کسی بارغ میں قیام کیا۔

کارہی سبیل اللہ نسوا۔ بچہ چند فقرے ہیں کہ سن پانچویں سے دسویں یا پانچویں سے کہ بعض
 موروں نے میدان نئی پاک کے لاپ کے پاس جا کے سائے عالم کو بڑا
 اور آپ کو بھلنے کے سبب مرد کو جہد فرض لگایا ہے کتب فقہ میں ہوں ہی یہ ہے جو فرض میں کہنا ہے خطا
 پر سے نہ یہ نقل بند کان خدا نا حق یہ نظر سے بلکہ یہ معرکہ جو او دھ میں گندہ سے محض جہد نہیں وہاں تو رہنا
 جی نہ واسے وہاں تو جہد کی شرط نہیں پڑتی جاتی وہ ظالم لاپ کب ہے یہ اگر کوئی سوچے تو صی کے صلیع الاسلام
 میں جس کا حق کیا ہے ہم سے گفتگو کر کے مناظرہ آپ کے رو برد کرے آپ ان تردید و حق و حق میں کیوں
 کھاتے ہیں اگر سرکار تہک فلت اور زور و دے کے فیض آباد کو نہ نہ کہے ابھی علی آباد میں جا کے رہتے ہیں ایسا
 دھمکتے ہیں کہ جو مٹ جاتا ہے یہ شخص وہاں نظر نہیں آتا ہے غرض ایسا کچھ ترقی پڑاں باتوں سے بزم باغ
 دکھایا کہ وہاں نے دشا اور وہاں کوئی میں پیس روپیہ کا سنگا کے اسی وقت اڑھایا اور سو روپیہ نقد چلنے کی
 زبان ر لا دی۔ یہ تو صنعت ہیں کہ ایسے خوش ہونے کی مصلحت ملی بڑی دولت ملی۔

اصحاب فیل | یہ تمام قرآن ہے کاغذ کا سیدھا پٹا جانا ہے کہینت لیکن دوسرے دن کا دہار سے
 تک وہ گھ کی طرف چلنا دم بھر میں سائے شمر میں خبر منتشر ہوئی دنیا پر وزیر ہوئی۔
 آیت نہانی ہوئی۔ اشعار جو بر ملا ہوئے گئے جو جس کے دہ میں آتا تھا بے تکلف زبان پر ملا تھا بعض
 ماہرین مغز و سحر سے بنا کر یزید کا لہر نہوا ابھی تعینات ہوا اصحاب فیل بنے عقل پر پتھر پڑے موطر
 ہیں بنے۔ حباب سے صحت موئی ہایت کے اہانت ہوئی۔ ہر روز یہ ہفتی پر چڑھ کے جانے لگے۔

مولانا عبدلرزاق فرنگی محل کی واپسی | وہاں میٹھی میں بعد فیصلہ و قتل ایک دور وزیر مفسد علی اور پٹھے نے کئے تمام مولوی محمد فاضل نے یہ نوشتہ

لکھ دیا اور نالی جو محض انوار کی کہ اگر مسجد ثابت ہو گئی تو اب صاحب بہادر اسی وقت بخواب گئے اور یہ بیویوں سے بے دیوب کا انتقام بھی لیں گے اور اگر ثابت نہ ہوئی مجبوری ہے یہ لڑکیوں کی بے قصوری ہے تاکہ بیت نہ کیجے نہ کاتب نہ ہم چہرہ نہ لینے گا اس عہد پر دشتی کر کے مولوی عبدلرزاق مع اعوان و انصار سے "عز کو آئے" مگر امیر مجاہدین فخر اللہ نے لائے۔ مولوی عبدلرزاق نے سب لطلب تو اب صاحب سے حالات کو اور ہم سب مستفسار حرف و حکایت کی لیکن وہی توجہ وہی جہد فرض عین زمان پر رہا ایسی تقریر دل پذیر کی کہ غرق وجہ سلطان پر ہو۔

مولانا عبدلرزاق کا شاہی خلعت قبول کرنے سے انکار | خلاصہ یہ ہے کہ خلعت دینے میں نواب نے بہت اصرار کیا مولوی

۱۔ نے انکار یہ رشتہ موکے مکان پر آئے کھلت حرمت و افسوس زبان پر گئے وہ ایک بار اور دہرایا گئے مجبور ہو کر پہلے نواب فقیر مسجد میں جیسا جنسی کرنے گئے تب اپنے آنے پر خود نفرت کرنے لگے جی چاہا کہ پھر غم نہ کریں سامان رزم کریں لیکن مرصفت شہر سے نکلتا دشوار تھا کہ لوہے کے پل ان نکالت پر بہت سخت مگر کرتھا۔

امیر المجاہدین سے واجد علی شاہ کی ملاقات | جب مولوی عبدلرزاق کے پھر آنے پر بھی اہل کاران مگر کاری کا طینان نہ ہو، کو منشی

امیر سید بشیر الدین ہندو خوجہ مراد آباد کی کہ ایک کچھ نشیب و فراز دکھاؤ کہ مولوی میرزا دین علی صاحب کو پھر لاؤ چنانچہ صاحب اکرم امیر حیدر نے میٹھی میں جا کے جناب مدوح سے عہد دیا۔ مولوی صاحب نے بھی امرت آباد کی کہنٹو کا ارادہ کیا خلاصہ یہ کہ دو تین دن کے بعد امیر المجاہدین منشی امیر حیدر کے ساتھ ناکے تک پہنچے اور وہاں سے بشیر الدین ہندو کے ساتھ کہ وہ استقبال کو گئے تھے تشریف لائے اسی آن بان سے مع میرزا بشیر الدین مجاہدین کو ساتھ لیے ہوئے نواب صاحب کو اس آنے تو اب صاحب کی مروت اور اخلاق یہاں نہیں ہے وہ نادر داری کی کہ تینے مختار محس تھے رنگ ہو گئے سب کے زور رنگ ہو گئے۔

امیر المومنین کا بھی وہ غضب چھپا کہ سارا سامان بھرتا ہوا۔

امیر المومنین اور واجد علی شاہ کی گفتگو
ہے کشتی خلعت کا مکان اور اس کے سرخمرہ خوب
کی تھیں اور درگتوں پر آفتاب و آفتاب کے دروازے پر

کا آغا ہوا زاب نے فریاد سرکار تھمت غم و غم سے ہم تن خدا کی راہ میں جان دینے کو موجود ہو۔
ست زمانہ ہے نہایت غمزدہ ہے کار مردار کرتے ہو خدا کی راہ میں قدم و حرکت تو نعمت پہنچے رو یہ
یہ ہے خدا سے ہر کچھ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بشرط بقوت تعمیر خانہ خدا ہو جائے گا جسوں کو منزل جنت
گئی امیر مومنین نے ہم لوگ خدا کی راہ میں جان پر ہٹا ہوتے ہیں مستحق جہنم ہیں جس میں موت اور
انسان سے کیا کام ہے اس خلعت کا باندھی ہوئے ہیں کے دل نہیں چکے ہمارے یہی صاحب نہیں ہو سکتا۔
انہیں خلعت ملے کے کیا کریں آپ کی دروں کی عزت کیلئے رکھیں یہ خلعت اور تو ہم نہیں یہاں فرشتے
ہے دنیا کے بیت دین جو ختم پوشی ہے ہر خلعت یہ ہے کہ خلعت جہاد ہو۔ اجازت سفر نہیں آتا ہو
کہ ہر گزیر سے استفادہ خون ہر فرد مسلمان اور بے ادبی ہٹے قرآن لیں۔ نوبت ہے جہاں جہنم سے
مناظرہ کیا کہ جہاد نہیں۔

دربار واجد علی شاہ میں امیر المومنین سے مناظرہ
تھوڑی رو و تدرج ہوئی تھی کہ کہاں
دی صاحب کہ اس بات کا دعوت پہنچے

ہوئے بیٹھے تھے، اشارہ حضور دور سے نزدیک آئے، درمیانہ کو مخصوص زبان پر لائے کہ واقعی فرشتے ہیں
ہو، جہاد کا کتبہ نہیں دیکھیں نہیں فسوس بندوں کی زندگی کا تھکا ہے میں مولوی صاحب نے...
سبحان اللہ آپ کو باری شرت و تقدیر کی بھی خبر میں ہیں۔ یہ عجیب و غریب حیرت انگیز بات ہے
کس لڑتے ہیں کہ بہادری نہیں اس میں کہ بہادری چنے ہوئے آخر کو بند ہوئے دیکھتے ہیں۔ ان کے
اندر بھی ہو غمزدہ امت ہے کہ دن میں سکھ قرآن کی بات ہے۔ یہ محمد ہیں نے ہر مذہب کا
یوں میں لڑتے کہ جہاد کو کوئی نہیں کس دیکھتے کہ ہاں فرشتے۔ ان کی یہ باتیں صوفی کی بات
تھ کہ یہ صاحب موجود ہیں۔ سے ہی دونوں صاحب کے ہاتھ میں ہوئے مولوی صاحب نے

ہوئے جفت کتے جس کہ مروی فدا مہمدا ص نے یہ کہا کہ فریخت جہاد سے ہم کو انکار نہیں بلکہ ہم نے
 ہی تو آپ سے عدت کرتی۔ بندہ بھی عزم ہے کہ جی آدری حکم حاکم کی لازم ہے تھوڑے دن دیکھئے اگر
 آسانی تعمیر خانہ نہ ہو تو سرسین کو۔ ایہوں کو بڑوں چید کے گھر میں سوئیے۔

نواب بھی رضا دیا کہ آپ اتنی جلدی — کیوں کرتے ہیں ہم کو آپ سے زیادہ نہیں
 سے ولہ غار کی زیادتیوں کا بڑا فال ہے مگر یہاں کیوں نہیں صاحب کلاں سے مجال گفتگو نہیں۔ جب
 سے کلام اللہ کے بیٹے کو سنا سے دل کلب ہو گیا ہے بکیر جفتا ہے لیکن آپ کو شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا
 کلام یاد نہیں: یہ تیرہ دست آبد آپ تھوڑے ہی دن تال کر بی روانگی میں تساہل کریں ہم مکت عملی سے
 مسند بھی نوازیں گئے اور انتقام بھی لے لے ادبوں کا لے لیں گے۔ اس بات پر امیر المہاجرین باوجود اندر ضلعت
 وغیرہ سے انکار کر کے نواب کو سلام کر کے مسجد مجاہدین المجد علی شاہ میں با انتظار حکم نواب ٹھہرے۔

امیر المہاجرین کا جوش جہاد لیکن امیر المہاجرین کو عجب طرح کا جوش تھا اور ہر نہا بھی شے اشواق
 جہاد سے مدہوش تھ ہر دم یہی پتہ تھے کہ جس عرت مو آپ کو خلیف
 آباد اور دوسرے میں پٹیں، خدا کی راہ میں جو شہادت و جہاد دی دیکھ نہیں۔

شیخ عبدی امیر المہاجرین کے ساتھ تھے حاجت شیر اللہ بادشاہ: اس جہاد کے سبب تہ سبزی رکت
 تھے دن بھر میں دس گیارہ مرتبہ مزاروں بانوئے تھے۔
 آٹھ پہ انہی کی فدا داری میں بہت تھے اور اکثر یہ کہتے تھے کہ خدا اس دم کی آبرو اور دین کی دھرم چاہے کہ
 اس فدا و دست کی بہت بوجھ نہ تو ہے۔ وہ اس خیر بیا نہیں حامی خدا کے سوا اور مہر انہیں کو کیا ہوگا۔ اس
 بزرگ کے واسطے جہاں بکھد ہو کر خود شرف لاتے تھے اور مروی نہا حسب کی تسبیح فرماتے تھے۔ ہر
 جانب تھا کہ تھ میں ہفتہ دین نے ان مروی میں ساتھ دیکھئے کہ چار و ناچار مسجد تھ جاتے تھے۔
 ایسا مال خدا کو کچھ بیتہ تھے نہ ساتے تھے دنیا کے کام سے منہ چہرہ تھا۔ اس حال سے انکس میں مذہب
 تھا و دو پہر اسی کا چہرہ رہا تھا۔ سلطان عالم سے ہی موقع پر ذکر آجاتا تھا لیکن رب کے نوب سے

نہن دیا جاتا تھا جیسا یہ ایک ہے اگر دو جا رہی اور ہوتے تو کا ہے کو مسکن مسجد کو رتے۔

عبرت انگیز واقعہ دہمزدی و شہادتِ تقدسی کو شہرِ مولوی خادم احمد صاحب کی منت نہ

احاطہ نہ وہ لا خواہتا مردوں اور دوشادہ خواہ دم بدھم غش پڑتا تھا وہ

چر تھا تھا گدگد میں شیش فیم تھا۔ آتش خویشِ راقی نے دوڑ دوپ میں کیا کیا نہیں بسین جس موت

کی دو نہیں غلاب کو مہ آئے زرد یہ سپہ ہمت جو کچھ کیا تھا سنے وہ کام یہ ۱۲۰ برس چمکے وقت

جب جل کو لبیک کہ کے سب کے سامنے حمد پڑتے جوئے بید سے جنتِ خدا کی رادلی موردِ رحمت

الحی موت کسہ رہیں بہ نہ ہی ہوئے سب کھیر پڑا گیا جبرت کے قدم میں کوئی مٹیہ کوئی کھارہ گیا اس

مرگ نہ کہنی سے سب کو ہائی موتِ غیرت کی نشانی ہئی آخر جزا نہ کے بے سیرک ۱۲۰ سالہ یاد آیا پڑا

ساتھ تھا کوئی نہ وہ نہ کہ نہ کسی کی نہ یہ نہ بہت تھا ہند و مسلمان رہا تھا کہیں وہ بھی ذکر تو تھا۔

ناپارہ نماز پڑھ سکے یونہی نہیں کیا۔

امیر المجاہدین کی دوبارہ روانگی جب امیر المجاہدین کو مسجد میں بہت دن بسر ہوئے تعمیر مسجد کیسی

غلاب کو کبھی جھوٹ بھی دھیان نہ آیا کہ کسی کو ٹھہرایا ہے کیا

وعدہ فرمایا ہے اور مجاہدین کا تھا فاش شدہ ہوا جماعتِ قدیم کے سوا اور بھی بت اہل اسلام بہت جہاد

آئے کئے گئے ہم ایسے جھوٹے وعدوں سے بہت گھبرے اب مناسب ہے کہ پہلے اس منحوس شہر سے

نیکیئے۔ ناپا مولوی صاحب نے خدمت کے بہ میں امر کیا۔ اب یہاں ٹھہرا جائے سو ہے۔ دیندار سی

کارگزاروں سے مفتوح وہ مسجد کے نہ ہونے کا بیک گمان ہے کیفیت اور محسنِ سرمد مولوی نبال الدین و

مولوی حفیظ اللہ خاں سے بشیر الدولہ نے بھی کہا تعمیر مسجد لائقوں کے ہاتھ سے دشوار ہے جیلہ انگریزی

ان کا شمار ہے بیسے انشا اللہ تعالیٰ ہم جی تے ہیں بلکہ دینت الدولہ مدد کو ساتھ لائے ہیں گھڑی بھر

میں گڑھی کو سخت و نازک کریں گے۔

مولوی مسیح الزماں کا اہتمام تہ مختصر و مدہ و غیر من مذکور کو مولوی امیر الدین علی صاحب نے اسی

شاہ و سوکت جاہ و خدمت سے نصرین اللہ فتح القریب پڑھ کر کوچ

کہا وہ مولوی کی زبان ۔ ابان صاحب ان کا رخ ۔ نہ نہ لکے لکے دینا ہے دوس سے نہ موٹر
 کہ ہر تہہ سے ہر کھار کا ۔ نہ بنیہ وہی نہ ہی سب سے بیعت کر کے ہزار ہوئے ۔ ان
 کا خون میں دریاں ہاں سے ہر تہہ سے ہر کھار کا ۔ نہ بنیہ وہی نہ ہی سب سے بیعت کر کے ہزار ہوئے ۔ ان
 وہی ترک افقہ سے ہر تہہ سے ہر کھار کا ۔ نہ بنیہ وہی نہ ہی سب سے بیعت کر کے ہزار ہوئے ۔ ان
 تب کے سبب ۔ ایک محل سے ہر کھار کا ۔ نہ بنیہ وہی نہ ہی سب سے بیعت کر کے ہزار ہوئے ۔ ان

حکامہ نقشاۃ

۱

۱۲۷۱ء کی خوشخبر سے پہلے اس ملک کی حکومت علی گڑھ اور مولوی پیر الدین علی صاحب کو دیا گیا تھا۔ پانچویں سو سال کی عمر میں حضرت علی گڑھ سے راہ ہیں۔ ان کو بننے والے مدرسہ میں ان کا نائب دربار میں پہنچا۔ حضرت علی گڑھ صاحب اور محمد نور علی صاحب اور پیر محمد حسین بنیادی سرکار اور پیر حسین علی گڑھ صاحب علی خاں محمد آباد اس ملک کے پروردگار تھے۔

[illegible]

کافی تڑکھ میں نور سے... کی زبان سے۔

نئی پانچ پانچ

انھوں نے کہا کہ... کے دل میں...
 وہاں سے... کے دل میں...
 تاہم ان کے دل میں... کے دل میں...
 بڑی بڑی... کے دل میں...
 یہ وہی ہے... کے دل میں...
 بدلتا ہے... کے دل میں...
 حال تو... کے دل میں...
 جب سے... کے دل میں...
 محبت میں... کے دل میں...
 رونی... کے دل میں...
 تنہا... کے دل میں...
 اپنے... کے دل میں...

راجہ مان سنگھ کے پاس میں ایک روز بھی گیا تھا۔

وہاں سے... کے دل میں...
 وہاں سے... کے دل میں...
 وہاں سے... کے دل میں...
 وہاں سے... کے دل میں...
 وہاں سے... کے دل میں...

مسح الزمان کی بے وفائی اس کی ہر عود کی مسرت از سرانجام بعد از وقت ایمان رکھ کر سب سہالی ہی گئے

افسوس فیسر و بہشت میں کب غیب حیات و کربانیت میں پہنچے نہ ہر جس
 نے طے میں عافیت سے لگے۔ مجاہدین کو بھگانے لگے لہذا قی کی بات کرنے لگے۔ اپنا کردہ ایک جہاں لیکن وہ
 وہ بہشت میں بہشتیہ ہو گئے۔ آخر جب ان کو بالکل بہشتیہ ہو گیا تو یہ مشورہ ظہر ان کے سر اسلام
 سے نہ آج کر پھر ان کا نام نہ لو اب اس منہ سے آئے۔ سبحان اللہ و کبدہ سبحان الزمان کا وہ آغاز تھا کہ ہر دم
 شکر و سحر ہوئے۔ ان کا یہ شکر ان کو لگ لگ کر کرتے تھے۔ یہ بھی ملک حرام مشہور ہوئے۔

مولوی تراز علی و مولوی عبدالرزاق اس بے رحمی کی بھڑکی کی جہر مولوی تراز علی صاحب در

مولوی عبدالرزاق صاحب کو پہنچی کہ یہ سی بیت سے صدیکو
 تشہد سے گئے۔ گو ابھی تک زمان درست نہ خوا تھا لیکن سید سے سہلی کو روئے ہوئے پھر توجہ دین کو
 برائی تقویت ہوئی بہت قوت ہوئی اور اکثر مسلمان ان صاحبوں کے باعث شریک شکر اسلام ہوئے جو کوئی
 خدا تھا کہ ہم سے مشاواں نے حکم غیر ملامد ہے۔ در بقصد اوست سہالی میں متعارف کیا ہے چلنے کا سامان کرا تھا اور
 جو کوئی جانے سے معذور تھا گر نہ در صاحب معذور تھا وہ صلاح و خیر و اسباب حرب حاضر کرتا تھا۔ لیکن فوط
 کرتا تھا جس وقت یہ صبر عودہ میں ہر دو ہی ایک دن کو باقی زمانہ رہ گیا۔ جب الحیہ دین نے مولوی تراز علی اور مولوی
 بہمان الحق وغیرہ سے کہ ان کو اہل ان ربوبہ کو اب کی قدر باقی مار دیتے ہیں خود ان کو ایسے نکالتے ہیں۔ ہر ماہ
 ٹھنڈی ہوا ہے۔ صاحب چھوٹے سم تد کرتے ہیں ان لوگوں کو منہ نہ بنا بعد از غصے سب کے سب لہجے کے ساتھ ہی
 تیار تھے۔ تاریخ دان کی مقرر ہوئی جاری نہ کیلئے پکڑ مونی۔

مفضل تسلیاں سب نے کوڑ ستارہ۔ فی ہر چہاں کے حکم کو مضطر نہوا امیر محمد دین کے توقع میں اصرار

نوا اپنے اصرار میں کہہ گئے کہ ان کو فیض آباد دے کر غنہ رواں کہ ملے جائے مسجد نواؤں اور اگر
 کچھ مسجد کی انہماک میں شبہ ہو تو ہفت کو در دستہ رہا رہی کہ۔ مٹے لاؤ غصہ۔ فی محنت ہوئے بعد
 کی ہر دم و ایک دوسرا درالست ہری صفا کے اور حیدر ام نے بھی جی میں کہ بلو صفت جس گھا۔
 انسان کو مضطر نہوا فی ہر بہت و صفت نہ کی سب کی گزراں۔ تو ایک در صفت کہ بھی ساہ دیا

یہ کہہ سکتے ہیں ان لوگوں کے دل کی پھول گئی۔ علما، کونڈا کی کتاب بغیر اسلام کی حدیث بھول گئی۔ کتابیں روایت فیض کے لیے، ورق اٹھنے لگے، جناب مولوی سعد اللہ صاحب اور جناب مفتی محمد یوسف صاحب مدظلہما تک خوار سر کر رہے ہیں۔ چند قرعی بھی بھولے حکم کے ساتھ تیار تھے مگر ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کسی طرح کا تحقق ہو کر سے نہ تھا نہ زیادہ ان سے امرانہ تھا۔ صلطان الہامی بن سے موت کا پتہ یہ کہ صاحب المطلب دونوں مفتی صاحبین اور مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی ابوالحسن صاحب لشکر ہمدرد ہیں رونق فروز ہوئے اور ملازمت، میرالہامی بن کو نذر دی اور زبان شاد و مسرت میں کھولی کہ یہ تو یہ ہے کہ آپ نے اس زمانہ آخر میں اسلام رکھ لیا وین محمدی کا نام رکھ لیا۔ اب صاحب ہفت اربعہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی وجہ باتیں شاہ کے مطلق مذکور یہ کہ یہ کام کیا کہ ہم کو آنے کی غایت یہ تھی مطلق حکم کی رعایت یہ تھی لیکن بقول شیخ سعدی شیرازی عید الرحمن

اگرینم کہ نہینا وچہ است

اگر غامضی منخیم گاہ است

حکم مراد ہے فرمائیے ہر کار کی پناہ ہے اور یہ بھی میں ہے کہ فوج صاحب آپ سے زادہ است و سرور ہے۔ غریب توپنیاں بگولندہ مستعد ہوئیں۔ آپ کی طرف توئی چھوٹی دوپ بند تھیں تو کبھی نہیں من و ان میں واجب بلکہ فرض ہے کہ دوتہ گد جاہیے میں عزیمت فرمائیے اور اگر فرخ خواہ مسجد کی طرح کریں گے وہ نہ ہی فرخ کر رہا ہے ورنہ مرنے لگے۔ اس صورت میں جواب کہہ سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اس کا خیال ہے کہ ہم درویشی میں مستعد ہوں سرکار کی پناہ بند واری جس مولوی ابوالحسن صاحب درویشی میں احمد صاحب کی طرف سے سرکار سے مراد نہیں کہتے ہیں۔ دوتہ دنیا بد نہیں کہتے ہیں۔ دنیا سے نافرمانی میں دونوں صاحب مزاج ہیں۔ وہ سے انہی میں جیسے بھونڈا مطلق کیجئے وہ دونوں صاحب بھی مستحق ہوئے میرالہامی بن نے اپنے صاحب دوتہ کے جواب میں کہہ دیا کہ بعد محبت ہر منہ ہوئے۔

جو ہر چیز میں اس سرمد میں کچھ صبر نہ ہوئی بلکہ جو فی سہرا نام ہے
یہاں پہاڑ کے رموں کے پاس نے علم کی صاف آواز کی غلغلہ یہ غلغلہ کی زبیروں پاؤں

مرنے کی حالت میں ہر ہفتہ تیری ہے اور اب پر یہ کلمہ جاری ہے کہ جب میں شکر نے یہ باب دار
کوئی کی فوج شری کا فی حرج ہٹ جائے گی۔ ایک کنا سے ہٹ جائے گی۔ شکر اسلام موحی
مارا امر آج چاہے کوئی کی چوٹ پر برل جائے گا اور اگر فوج شاہی رٹے گی تو قاتل میں
ہڑے گی۔ غرض جو شیت ایزدی میں ہوگا و قورخ میں آئے گا بے کم۔ سن لکھ جائے گا۔
ان اللہ قریب من الحسین۔

کوچ کا فیصلہ | ۲۰ ستمبر ۱۲۶۲ء روزہ پنجشنبہ معلوم ہوا کہ شب کو نووی امیر الدین
علی صاحب نے فرمایا کہ علی الصبح بعد از فجر جانب ردولی کوچ ہے۔
شکر اسلام میں تباری مولے کی تہذیب بار برداری ہونے لگی۔ یہ خبر جو افسران شب ہی کو پہنچی گھبرا
گئے۔ امیرالحج بدین کی خدمت میں حاضر ہو کے عذر کیا کہ ابھی کوچ و جب نہیں غوث رائے حکم
مناسب بہرہ چننے اور آمل کیجئے تھوڑا دن سابل کیجئے۔ عذر مذکور نے فرمایا یہ حکم سنئے سنئے
کئی نہیں نذر گئے۔ اب تم رکھنے کے نہیں رہے بھی گرامین رکھتے ہو تو مجھے ہاتھیں ہاتھ دو
کا مٹیک ہے میرا ہاتھ دو ہمارے ہمارے ورمان بھی عہد و چین تم بلکہ قرآن در بیان تھا
اگر میں پیسے عہد پر مستقیم نہیں تو جو حکم تم سے حکم کا ہو بھی ماؤ تو میں سرور بدوقیں سرور شکر اسلام
کے خون ریزی پر متوق سے آدہ ہو۔

امیرالحج بدین کا تعزیر | جب صبح نو ذار ہوئی اور فوج محمدی چپے کو تیار ہوئی امیر محمد بدین
بعد فراغت نماز فجر پڑھا، سفس سے ایک خرو سدا کبر کا کیا
آپ صاحب بر شکر و کبر ہو تو حال تھا کہ نام شکر نہ تھا کیا شکر سے فریاد کرتے ہیں ہم
برہم جن میں محمد برہم جنی بہر کرتے ہیں۔

امیرالحج بدین کی شکر الہیہ | شکر شکر اسلام روزہ پورا۔ شکر انسانی نے ہزار منت
اور عذر خواہی و درین دن کی رست چھی خصوصاً
تو قاتل بہر نے خدمت سرور اذوت میں عذر کیا کہ وہم کو بہر اس شکر اسلام منظور

ہے اور آپ کو دودھ جانا ضرور ہے کوئی صورت ایسی فرمائیے کہ سانپ مرے نہ نہ بھی ٹوٹے۔ کسی طرح جن عذاب سے چھوٹے۔ مخدوم الانام نے کہا کہ آپ ہی تصور کیجئے کہ میرا بے جا سوال نہیں جس طلب سے وہ دل نہیں اتنا جانتا ہوں کہ ایک آدمی نواب کا اور ایک اس خادم رسالت نواب کا ہونا ان طرح میں چلا جائے۔ مسجد قدیم پر فقط ایک مسجد کا خط طبع کر اذان کہہ کے نہ پڑھ آئے پھر نہ کو دعویٰ نہ رہے گا۔ یہ شیخ اصلاً نہ ہے گا اور اگر نواب کو یہ بھی منظور ہو تو وہ جب تک کہیں کے ہم یہاں رہیں گے مگر اعداد و مضامین یہ وہ اس امر میں نہ کوتاہی ہو اور اگر یہ بھی خلاف ہو تو کہا کہ ہم اپنے لشکر کے ساتھ سیش باغ میں مقیم رہیں گے دو مہینے اور خلداری لشکر اسلام کریں گے۔ اس مدت میں ایسی تدبیر ہو کہ مسجد تعمیر ہو جب مسجد بن جائے گی ہم جدھر میں گئے چلے جائیں گے۔ ان کے ملک میں بھی نہ آئیں گے۔

بادشاہ کی لیے پروا کی
 اندر جن مولوی صاحب کے کلامنیک انجمن سن کے بہت خوش ہوئے۔ ابھی جا رہے ہیں اور نواب کو سمجھا رہے ہیں۔ غرض دو تین دن بعد ذکر کے یہ سنا۔ ہر چند جانا کہ نواب صاحب متوجہ ہو گئے نہ نہیں در کوئی صورت نہ میں میں خون فاقی سے مست تھا یہی باتوں کا خیال کب تھا۔ وہ بیچارے دودھ پیرا ہی تھیں وہاں سے نواب صاحب مست اپنے دل میں رہے۔ نوبت ملاقات کی بھی نہ آئی اور اگر اجاڑا ملاقات ہوئی تو بے سبب نہ توجہ نہ فرمائی۔ آخر نہ بھی خون جگر نہ کے خاموش ہوئے۔ ہر مدت سے روپوش ہوئے۔ اسی مقام میں در فزوں نے وزیر عظم و حاضرات کی کہ مہدی وہاں پر حکم فطری کہی جانے کہ ہر قدمی بجائے نہ۔

حکومت کی چال
 پیسے یہ حکمت کی کہ نور شاہی میں جہاں اہل اسلام تھے شل پیش کی خواہ اور اپنی مسکری وغیرہ انھیں درخواست کر لیا فضا کفر و کفر کے واسطے چھوڑ دیا کہ مبادا مسلمانوں کو عزت آجائے۔ مگر وہ مسلمان جو ہندوؤں سے بدتر تھے خواہ یہ دے تھے خواہ انہ تھے انھیں بدستور رکھا چنانچہ شیخ حسین علی جوہر نے اس فوج سم کے کلکٹر تھے اور

ندوں کے رہبر تھے اور جب خان شہر کائنات گلابی پیش کے زبردست سردار محمد بخش
یادگار اور فرزند علی امین علی داروغہ قہر خانہ کے خوشنما رہنے کے وہیں رہے اور بارہوا طریقہ کو
میں سے، مور کیا خوب خدا دل سے مدد کیا۔

وزیر اعظم کا حکم نامہ | جب یہ سب مقدم ہو گیا تو یہ مرتبہ جو بیکتب محبوب غرضی
افسران یہاں سے وہ حکم جاری کیا جس کے مستحق تھے جن

نے عام کو مشغول کیا کہ وزارت کی کہ مولوی صاحب نے باوجود فہمائش ہمارا اکتانہ ماننا اور کو مصلحت
جنا خون یزدی پر تیز سپراندھی۔ اب جس وقت کو چکا تھا کہ یہ ایک بھی قدم آگے نہ بڑھیں تو
بے تحاشہ توپ سے اڑا دینا۔ اس خیر خواہی کے عوض انعام و نفع ملے گا۔

بے وفائی سردار ہمسایہ امیر المہاجرین | جب اس طرح کا حکم قطعی آیا بے غیروں نے
شرم کو پردہ اٹھایا افسران فوج شہر ہی کمال

ویر ہوئے خصوصاً بارہ انگریز اور شیخ حسین علی گڑگاہان دیدہ اس خون بے گناہ پر نہایت شیر
ہوئے لیکن بیت شہر اسلام دیکھ کے فوج کو تھلیر دیا تا تب ان مکاروں کے دل میں خیال آیا کہ تفریق
جو علت فی تہمیر کیجئے۔ اپنے ساتھ مولوی محبوب علی اور مولوی محمد شاہ کو لیا ان فی موں نے سب سے
برہ کریم کیا ایسا دام گرہ کیا۔ دانا مجاہدین کو بہکانیا کہ لوگ اس بھڑے سے بچنے لگے مگر اس سے
قدم پیٹے گئے جس کو منس پایا یہ کامیاب دے کے مرنے یا جس کی حیثیت بھری درست پادشاه
پر طبیعت سست پائی اس پر نسل و فرزند کی گرفتاری تھوڑی غلب سرکاری کا زور ڈالا اور جس پر
بہ دونوں زہر نہ چلے اس پر یہ توڑ جوڑ ہے کہ جو نامیست بنا کے قدم رسوا کی کہیں لکھ کے کسی سے
مہیا کیا نہ اس شخص نے یہی نصبت کرتے تھے بلکہ سنت ملامت کرتے تھے۔ سننے والوں کو غصہ آیا اگر نہ لگے۔
میں نے اس نصبت کی کہ اس میں لڑنے لگے۔ آخر اسی غصہ و غضب میں شہر اسلام سے چل نکلے
کسی کو بڑا اپنا کہہ کر رکھ لیا۔ سب مصافحہ اس کا اپنے سر پر رکھ لیا۔ چنانچہ حاجی مرتضیٰ
موجودہ یہ جہاز پیدا ہوا جب مرحوم بھیلہ تیاری سروانی اختر نگر میں داخل ہوئے۔ ہر اسی

ن کے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور میر عباس صاحب فغانہ دار کو قتل لشکر دیندار نہیں
 فساد کے جہت ڈیڑھ سو ہزار کوٹے کے عیندہ مرا میں مقیم ہوئے گویت میں فساد نہ تھا
 عوام ہمہ امتزاج ہمارے ہی، لیکن بغفل باعث قتل لشکر عظیم ہوئے۔ اسی طرح بہت لوگ اپنے
 قور و اقارب سے قتل کئے۔ جب وقت جان دینے کا آیا بدلی گئے۔

میدانِ کربلا کا سماں ان افسروں نے دوسری بیتھیر کی اطراف کے ہندو زمینداروں کو

یہ بات تحریر کی کہ عنقریب ہم لشکر مسلم کو بلایا جاتے ہیں بے گناہوں کو قتل کیا جائے گا تم بھی ہوشیار رہنا
 توپ کی وار سے خبردار رہنا اور ان کے ساتھ ہی تیر کی طرح آنا گولیاں لگانا جب سب طرف سے نشانہ ہو
 جائیں گے چہرہ دم شکر سوم ایک دم میں دم کو روانہ ہو جائیں گے۔

غرض یہ کہ جماعت میں یہی فعل ہے اور ایک دن میں بھی بل ہے۔ ۲۵۔ صفر ۱۱۸۵
 شنبہ کی صبح سے۔ بل رسید ہندو کی چاروں طرف آواز بلند کر دی کہ کہیں سے رسد پہنچنے نہ پائے۔
 باقی تک سکڑا ہوا ہے نہ آئے جو کہ قور میں گشت کر کے نہ گشتار ہوگا۔ مزار کا مزار ہوگا کا دوس
 نے اس نام کو میدانِ کربلا بنا دیا سب وہی سہاں دکھ دیا۔ اہل اسلام کو تمام رت اور دن بے داند
 اب رکھا اور میں پر یہ لڑاؤ کہ افسوس کے شام سے گنوار معدن کئی بار بعد میں شجوں کے غاروں
 نے لفظ زینا لیا۔ سے نہ پائے۔ لشکر اسلام کھ گھڑا ہوا ہوا ہوا ہوا نے جو چاہا پختہ اس کا ترنہ ہو۔
 نبی و محمد ہیں۔ یہ ہندو بڑوں کی سورت عین فی پرست۔ ہر چند بڑوں کو رکت میں نہیں رکھا
 سے جس سے نہ ہو۔ سے۔ تا کہ بے گناہ بد انجام نہیں۔ و زمین علیہ السلام نہیں باقی سب
 میں۔ سے۔ حرمِ نبوی ہی میدانِ نبوی ہے وہی اسلام و تاب و داند ہے جو درجہ کا بلایا۔
 وہی وہی کہ داند ہے۔ وہی دین کی مٹی ہے وہی فوج کی چڑھائی ہے۔ وہی وہی ہے۔
 وہی جو نہ۔ تو تم نے جو حسین علیہ السلام پر گھڑا تھا وہی تم عین ہے۔ تو بدتم یہ قاتلوں
 بہ فرزند آتا ہے کہ وہ نام تختے یہ ظلام اس میں وہ پیشوئے دین تھے۔ یہ اسلام میں یہ مذہم میں۔

شہداء و مصائب و شہادت امیر المہاجرین

۲۱ صفحہ المغفرۃ روز چہار شنبہ

کے بغیر مقصود کا رستہ لیا لیکن میر المہاجرین نے ہنگام روانگی میں شکر آراستہ کیا کہ جب دونوں کے چرخوں کے ایک غول کو آگے بڑھنے کی اجازت دی ایک فرسنگ کے فرق سے دوسرے کو جست دو تیسرے غول کو لے کے آپ تشریف فرما ہوئے۔ طریق خدا میں ہم فرما ہوئے چوتھے غول کو ارشاد کیا کہ جب ہم ایک فرسنگ کے انداز پر نکل جائیں تم چلنا اس سے پہلے نہ نظر۔ وقت نہفت زیاں فیض ترجمان سے بے ساختہ یہ مصرعہ جس کو الہام غیبی یا الفاظے لاری می کہنے کو نکلا کہ مصرع

میر علی گفن بردوش دایم

اب بیان قدرت خدا کیے اسکی شہادت کا جو کہنے کے فوج شاہ کو باوجود موثری قوم غفلت سے یہی نکتہ مٹا کو مطلق نہ خبر ہوئی جب امیر المہاجرین کا غول کچھ دور پہنچا۔ دو خوب غشت سے جوتہ کو چکر فرستے ہی ہوتے جاتے رہے۔ جو اس باختر بتوار دانے ساحتہ شہادۃ شرح حسین علی سے کہ یہی وقت مبارک و کارگزاری کا ہے۔ غافل کیوں جو ہنگام ہوشیار ہو گیا ہے۔ شریعہ شہادۃ پر پہنچا تو سمجھ کر دست و دہ پینچا پھر اگر مگر محو ہوسکی فوج جمع کر دے تو یہی نہ ہوگا کہ فیض نہ کر سکو گے۔ برتے خدا سے اتر دھوٹے پر چڑھو لیکن بعد آگے بڑھ کر حکمت عملی سے نقد مولوی صاحب کے غول کو مقدم زد پر پھڑکا۔ ان کو باتوں میں لگانا پھر ہمہ مجاہدین کے۔ ایک دم کی فرصت آگے بڑھنے کی صلت زدین کے جب سرور کو رہا کسی کا قدم مہمان میں۔ جسے ہا۔ سب کے سب ہا۔ کھجیس گے کوئی نہ تھے نہ تھا رہا۔ وہر مووی صاحب کا اختتام دے یہ کام مقبوس ہے بن بڑے۔ شیعہ بھی اس وقت بڑی جزا کر کے باغی ہوئے سر سے زیادہ صرطت کر کے شیعہ دونوں میں حواریا اور اگر پہنچا وہ شہر گنج کے جس پر امیر المہاجرین کے غول کو ٹھہرا۔ یہاں تک ہی رہا تو سبھی مدد سے خانہ آ۔ حسین علی امیر المہاجرین سے باتیں بنانے کے اور دہرہ دہرہ کا ہر گونا گونا موقع سے تو جس وقت علی حسین کی مکاری و عیاری

ہمارا کہنا نہیں اور ردولی میں تشریف فرما کے دو تین دن مقام کریں تو بے جنگ و جدال مسجد بن جائے گی اور بندگانِ خدا پر آنجنے نہ آئے گی۔ یہ کبھی بڑا بے کار ہے۔ بندہ ذمہ دار ہے۔ خدا کو مانیتے مجھ کو جیوٹانا جانے کیسی نرم نرم مٹھ مٹھ باتیں کہیں کہ مولوی صاحب کے دل میں اثر کر گئیں۔

۱۱۔ امر انگریز نے اسی راہ پر ایک اونچی ٹیکرا کچھ کر تو میں لگا دین فنگل کی صفیں جما دیں۔

۱۲۔ اور سلطان المجاہدین تاج العارفین اس دعا باز کی چرب زبانی سے رضا مند ہو کے ردولی کو روانہ ہوئے اور ادھر شیخ صاحب اپنا کام تمام کر چکے تھے موضع پھلہر کو چلے گئے فقط اس واسطے تپید ہوئے کہ بائے نکار باقی رہے کہ بندہ جا چکا تھا تب لوگ شہید ہوئے راہ لگا، اس واسطے تھا کہ تک حرامی نہ ہو اور چلا جانا اس واسطے تھا کہ بدنامی نہ ہو لیکن اس کی خبر نہ تھی کہ جس نے یہ کلام سنا ہوگا کہ چیتہ وقت نگریز سے کہہ گئے کہ میں اپنا کام تمام کر چکا تم کو اختیار ہے۔

قصائے دار لشکر اسلام جہاد امام حسب رہنمائی حسین علی اس ٹیکرے کے برابر پہنچا وہیں قابض رہے کہ حکم خالق اکبر پہنچ کر مسندوں کو گلستانِ ایم دکھاؤ۔ رضوان اور مالک دونوں شہید ہوئے۔ اپنے عہدے سے خبردار ہوئے۔ موت کی گرم بازاری ہونے لگی۔ جان کے لین دین ٹھہرا سر کی مردہٗت غریبہ رہی ہونے لگی وہ دن روزِ رستاخیز سے کیا کم تھا۔ زمین و آسمان درہم برہم تھیں مگر آسمان امان کتنے تھے یگانہ ہوں نہ ہوتے رہیں کہ فرشتے "کل یوم ہونے شن" کہتے تھے دیش ویرا میں میدان کی قیامت کا گمان کرتے تھے۔ اقرب الناس حساسم و ہم فی غفلۃ معرضون کا دھیان کرتے تھے، شجر کو بار غم سے زندہ کیا بار تھی جس دم حسرت سے فرماتے تھے زبان پر یہ سہرہ ملتے تھے۔

سر میدان کفنِ رد و شش دارم

عرش سے آواز آتی تھی۔

بیا مظلوم انہوں در کنارم

یعنی وقتِ شہادت

تقسیم کی طرف

آخری دہائی کی دست و پیرت —
خبرستند — شیخ محمد جاں



تقریر - -

ہندستان سماں کے نیچے ایک اسور -

یہ تقریر جیسے نہ پہنچے نہ آئے نہ آپ صرف زندہ حوالہ است فرید ان کے معاد کی حوالہ
یہ جیم رملہ اور خطوں میں تقریر کا کیا

تقریر میں ہندو مت میں اس کا شہرت ہے کہ نہ مت ہے انکی دستاویزات سے کہ
ہندو مت میں اس کی باتیں نظر مطبوعہ مستحق المیہ سے یہ ہر برائی سے بچ رہا ہے
ہندو مت کے کلموں میں ہیں۔

تقسیم کی طرف

آخری دہائی کی دست ویزات

(۱۹۲۷ء تا ۱۹۴۷ء)

مرے لئے افسانہ نویس باغیاں سے خوش
شجر میں اپنی دوزخ و آسمان کھنڈت پہنچے

۱۹۳۶ء میں جب ستر جناح نے بنگال میں آل انڈیا مسلم لیگ کی از سر نو
 تقسیم کی ہے میں نے بلا پس و پیش اُن کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اور تمام
 ممکن ذرائع سے بنگال میں مسلم لیگ کی امداد کی اور اس کے موافق زبردست رائے
 عامہ پیدا کرنے کیسے جو کام کیا گیا۔ اس میں بیٹے اپنا پورا حصہ ادا کیا۔ اسی کے
 ساتھ ستر مسلمانوں کے دوسرے تمام مخلص خیر خواہوں کی طرح ایما نڈاری کے
 ساتھ میرا عقیدہ ہندو مسلم اتنی دیر بھی راسخ ہے۔ اور میں نے اس مقصد کو حاصل
 کرنے کیلئے انتہائی دشواریوں کے باوجود حتی الامکان زیادہ سے زیادہ سعی کی ہے
 میری رائے یہ ہے کہ اگر ہم ہندوؤں کے ساتھ جہاں کہیں وہ اقلیت میں ہیں،
 مجالس منفذہ کی چند نشستوں کے متعلق مراعات کر دیں بشرطیکہ اس سے ہماری
 اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے تو اس طریقہ سے ہم اکثریت والی قوم کا
 اعتماد اور دوستی حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اہم حالات جن سے ہمارا خاص مفاد
 وابستہ ہے اسی صورت میں بطریق احسن محفوظ رہ سکتے ہیں کہ جہاں کہیں ممکن ہو
 ہم ایک دوسرے کے ساتھ مراعات کی اسپرٹ پیدا کریں اور اسے ترقی دیں۔ اگر ہم
 ایسی نقصانیں کام کریں جو ایک دوسرے کیساتھ دوستانہ مراعات کی اسپرٹ سے
 پیدا ہوتی ہے تو ہم ایسے بہت سے مسائل حل کر سکتے ہیں جن کا نتیجہ آج تک
 سوائے غیر ضروری تیزی و تندہی اور تباہ کن نفرت و مخالفت کے اور کچھ نہیں
 نکلا۔ اور ہمیں سے ملک کی ترقی کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔ وہ ترقی
 جس میں ہمارا حصہ بھی ہماری ضروریات کے مطابق یقیناً شامل ہے۔ میری خواہش
 یہ ہے کہ جداگانہ انتخاب کا طریقہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ مہم
 طریقہ ہے جس نے موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے
 تعلقات کشیدہ کر دیئے ہیں۔ اس طریقہ سے مسلمانوں نے ماضی میں خواہ کتنا ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اسلام!

اپنی اور مجلسِ مستقبلہ کی جانب سے میں اُن تمام دوستوں کا پر جوش خیر مقدم کرتا ہوں جو ہندوستان کے مختلف گوشوں سے دور و دراز کا سفر کر کے یہاں جمع ہوئے ہیں اور جن کا مقصد اجتماع یہ ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سکون و اطمینان اور حزم و احتیاط کے ساتھ اُس بین الاقوامی صورتِ حالات پر غور کریں جس سے نہایت دور رس نتائج و اثرات برآمد ہونے والے ہیں۔ بالخصوص مسلمانانِ ہند کے مختلف نقطہ ہائے نگاہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس امر کا فیصلہ کیا جائے کہ اقوامِ عالم کی مجلس میں ہندوستان کے لئے ایک باوقار جگہ حاصل کرنے اور، وروطن کی ترقی میں مسلمانانِ ہند کو واجبِ حصہ دلائیکے لئے ہیں اسوقت کیا عمل کرنا ہے۔

میں آلِ انڈیا مسلم لیگ کا بحیثیت ایک جماعت کے زبردست حامی رہ چکا ہوں کیونکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ بہت سے صوبوں اور مرکز میں مسلمانوں کی اقلیت کے باعث اس امر کی ضرورت ہے کہ ان کا ایک مضبوط سیاسی نظام ہو جو عظیم الشان اسلامی کلچر اور دیرینہ اسلامی روایات کے بقا و قیام کا نگراں رہے میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کا وجود بحیثیت ایک ممتاز ملت کے باقی نہ رہے اور وہ اکثریت و قوم کے ساتھ مدغم ہو کر اپنی جداگانہ حیثیت کو ضائع کر دے جو ایک عظیم مذہب کے چرہ ہونے کی صورت میں ناہنیں حاصل ہے

۱۹۳۶ء میں جب سٹر جناح نے بنگال میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ازمنہ نو
 تنظیم کی ہے میں نے بنگال میں پیش، اُن کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ ہور تمام
 ممکن ذرائع سے بنگال میں مسلم لیگ کی امداد کی اور اس کے موافق زبردست رائے
 عامہ پیدا کرنے کیلئے جو کام کیا گیا۔ اس میں بیٹے اپنا پورا حصہ ادا کیا۔ اسی کے
 ساتھ ستر مسلمانوں کے دوسرے تمام مخصوص خیر خواہوں کی طرح ایاندار کی
 ساتھ میرا عقیدہ ہندو مسلم اتنی دیر بھی راسخ ہے۔ اور میں نے اس مقصد کو حصل
 کرنے کیسے انتہائی دشواریوں کے باوجود حتی الامکان زیادہ سے زیادہ سعی کی ہے
 میری رائے یہ ہے کہ اگر ہم ہندوؤں کے ساتھ چوں کہیں وہ اقلیت میں ہیں،
 مجاہد متفہن کی چند نشستوں کے متعلق مراعات کرویں بشرطیکہ اس سے ہماری
 اکثریت اقلیت میں تبدیل نہ ہو جائے تو اس طریقہ سے ہم اکثریت والی قوم کا
 اعتماد اور دوستی حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اہم معاملات جن سے ہمارا خاص معنا و
 وابستہ ہے اسی صورت میں بطریق احسن محفوظ رہ سکتے ہیں کہ جہاں کہیں ممکن ہو
 ہم ایک دوسرے کے ساتھ مراعات کی اسپرٹ پیدا کریں اور اسے ترقی دیں۔ اگر ہم
 ایسی فیصلہ میں کام کریں جو ایک دوسرے کیساتھ دوستانہ مراعات کی اسپرٹ سے
 پیدا ہوئی ہے تو ہم ایسے بہت سے مسائل حل کر سکتے ہیں جن کا نتیجہ آج تک
 سوائے غیر ضروری تیزی و تندی اور تباہ کن نفرت و مخالفت کے اور کچھ نہیں
 نکلا۔ اور ہمیں سے ملک کی ترقی کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔ وہ ترقی
 جس میں ہمارا حصہ بھی ہماری ضروریات کے مطابق یقیناً شامل ہے۔ میری خواہش
 یہ ہے کہ جد گنا انتخاب کا طریقہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ سبب
 طریقہ ہے جس نے موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے
 تعلقات کشیدہ کر دیئے ہیں۔ اس طریقہ سے مسلمانوں نے ماضی میں خواہ مخواہ

بڑا فائدہ کیوں نہ حاصل کیا ہو، یہ حقیقت ہے کہ آج اس طریق انتخاب کا مفید پہلو بالکل ختم ہو چکا ہے اور وہ کسی طرح مناسب حال نہیں ہے، اب سب بڑی بات یہ ہے کہ اس نے ہمارے بہت سے مخلص رہنماؤں کے، خدق پست کر دئے ہیں اور ان میں کم مہمتی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ جداگانہ انتخاب ہی کا کرشمہ ہے کہ انتخابات کے وقت اور دوسرے ایسے ہی مواقع پر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو خوب دل بھر کر گالی دیتے ہیں اور جس قدر ایک اسیدوار گالیاں زیادہ دیتا ہے اسی قدر دوسرے میونسپلیٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، صوبائی مجالس مقننہ اور مرکزی مجلس مقننہ کے لئے منتخب ہونے کا موقع زیادہ ملتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر کی وقت دونوں قومیں صرف اُن ہی اسیدواروں کو منتخب کرانے میں کامیاب ہو جائیں جن کی انتخابی بنیاد باہمی نفرت اور سب و شتم پر قائم ہو تو اس وقت ہمارے لئے ہر لمحہ خانہ جنگی کا خطرہ یقینی ہو جائے گا۔ دیدہ یسی صورت حالات ہے جس کا تصور مخلص ہندو اور مخلص مسلمان کسی طرح بھی سکون قلب کے ساتھ نہیں کر سکتے۔

دسمبر ۱۹۳۷ء میں جبکہ سٹر جناح کلکتہ ہی میں مشریت رکھتے تھے میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اُن سے یہ کہا کہ وہ ہر خیال اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کی ایک نمائندہ کانفرنس طلب کریں اور جہاں تک ممکن ہو معقول اور متفقہ مطالبات مسلمانان ہند کی طرف سے مرتب کر کے اُن کی بنیاد پر کانگریس سے سمجھوتہ کی گفتگو شنید کریں۔ وہ ان مطالبات کو ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی میں داخل کریں مگر انہوں نے مجھ سے کہا کہ ابھی اس قسم کی کانفرنس کا وقت نہیں آیا ہے اور جب وقت آئے گا تو میں ضرور دیا ہی کروں گا۔ بد قسمتی سے گزشتہ دو سال کے دوران میں سٹر جناح نے بہت سے مخلص اور فتنہ دار مسلمانوں کی انتہائی سعی کے باوجود اس کو مناسب خیال نہیں کیا کہ وہ کسی دوسرے مختلف الحیال مسلمان سے خواہ

وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کسی قسم کا شوقہ کریں یا اسے اپنے اعتماد کا اہل سمجھیں۔
 حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اُن تمام مخلص مسلم کارکنوں کو جو اُن کے ساتھ متفق الہا
 نہیں ہیں قطعاً نظر انداز کر دیا ہے۔ اور نہ انہوں نے کبھی اسکی وضاحت کی ہے
 کہ مسلمانوں کے لئے تصفیہ حقوق کی کون سی نسیری اسکیم سب سے بہتر ہے اور وہ کون سی
 ٹھوس شرائط ایسی ہیں جو اُن کو مطمئن کر دیں گی اور جن سے مسلمانوں کے حقوق محفوظ
 ہو جائیں گے۔ اسلئے ایک طویل و شدید انتظار کے بعد دوسرے خیر خواہان اسلام
 اور آل انڈیا مسلم جماعتوں نے جن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کانفرنس
 طاب کی ہے اصاب آپ حضرات ہی کا یہ کام ہے کہ آپ فیصلے کریں اور بتائیں کہ
 ملکی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے اور مشترکہ باور وطن کے باغزت فرزند ہونے کی حیثیت
 سے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانے کی غرض سے مسلمانان ہند کو
 کیا کرنا چاہیے۔

مجھے مجبوراً یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ گذشتہ تیس سال کے عرصہ میں نسیمی دائرہ کے
 اندر بالخصوص ابتدائی و دانشوئی تعلیم میں مسلمانوں نے خواہ کتنی ہی ترقی کیوں کی ہو
 مگر یہ حقیقت ہے کہ اقتصادی حیثیت میں ہم نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے اور ہماری
 قوم کی ہی حالت اس سطح سے بہت زیادہ پست ہو گئی ہے جس پر ہم ایک نسل پہلے
 کھڑے ہوئے تھے۔ بہت سی جاؤادیں اور وسیع زمینداریاں جو کسی زمانہ میں ہماری
 مملکت تھیں آج ہمارے ہاتھوں سے کل چکی ہیں۔ ہم ابھی تک اپنے افلاس کے اسباب
 معبود کرنے میں لگے رہے ہیں۔ ان اسباب میں سب سے نمایاں سبب میری حقیرانہ
 میں یہ ہے کہ ہماری معاشرت کا معیار بہت بلند ہے اور ہم بہت زیادہ سراف
 میں مبتلا ہیں۔ بنیاد افوس کی بات ہے کہ ہماری زندگی کا معیار ہندوستان کی
 دوسری قوموں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بلند ہے۔ جو ہم سے زیادہ متول ہیں

اور جنہیں ملک کی تجارت کا بڑا حصہ ملا ہوا ہے۔ ہم میں بہت سے ایسے غریب ہیں جو کھدر سے صرف اس لئے نفرت کرتے ہیں کہ کانگریس نے اسے اختیار کر لیا ہے حالانکہ ان کی اقتصادی حالت انہیں ہرگز اسکی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایک دن کے لئے بھی کھدر کے سوا کوئی کپڑا استعمال کریں۔ بعض مسلم رہنماؤں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہندوؤں کے خلاف نفرت و حقارت کے شعلے اس طرح بھڑکانے ہیں کہ محض مسلمانی واقعات کو جو روزانہ کی زندگی میں بہترین احوال کے اندر بھی پیش آتے رہتے ہیں مبالغہ کے ساتھ خوفناک بنا کر سات صوبوں میں کانگریس کے مظالم کی فرضی دست نین وضع کر لی ہیں، اور نہیں شہرت دے رہے ہیں جس کا نتیجہ سراسر کے اور کچھ نہیں ہے کہ قوم کی تمام تعمیری سرگرمیوں میں ہمارا حصہ صفر کی برابر ہے اور ہم سب زیادہ نقصان برداشت کر رہے ہیں۔ ذاکر حسین کیٹی کی تعلیمی اسکیم کو ان ہندوؤں نے رد کر دیا ہے جو سب سے زیادہ اس کے ضرور تسند ہیں اور وجہ یہ قرار دی ہے کہ اس میں مذہبی تعلیم کا بندوبست نہیں ہے حالانکہ اس اسکیم کے اندر عمداً یہ صورت رکھی گئی ہے کہ برٹش اپنی مذہبی تعلیم کے لئے خود آزاد ہے اور اس میں حکومت دخل نہ دے۔ ہم ہندوستانی کے متعلق نہایت زور شور کی بحثیں سنتے رہے ہیں کیونکہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں جہاں اردو بولی نہیں جاتی، ہندی کے الفاظ کا غلبہ ہے۔ بعض جہانات مستطوبہ پر بحلیف وہ اور پریشان کن ہیں مگر ان کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ آپس میں فساد بگڑے شریعہ کو دسے جائیں۔ ہم نے دیباچی صلاح کے کام میں محض اس لئے حصہ نہیں لیا ہے کہ اس سے کانگریس کا پرستیج بڑھے گا۔ جس کا مقابلہ کرنا ہمارا فرض تو یہ ہے کہ نئے بند کی تجویز محدود درجوں میں لگائی جائے گی۔ ہمیں گوار نہیں ہے کیونکہ مسلم لیگ کے ایک بہت بڑے لیڈر کے قول کے مطابق یہ تجویز ابھی قبل از وقت ہے اور ملک کے اقتصادی حالات اسکی اجازت نہیں دیتے۔

صحیح ہے کہ بہت سے سمان فرقہ دارانہ مسئلہ کے حل میں کانگریس کی
 "بیت دلیل" والی پالیسی سے پریشان ہو گئے ہیں اور اس اہم اور مشکل ترین مسئلہ کو
 پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ ہاتھ میں لینے سے کانگریس کے سربراہ اور وہ ہٹاؤں
 کی پہلو ہٹانے بے اطمینانی پیدا کر دی ہے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ گزشتہ
 دو سال کے حصہ میں گاندھی جی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے ہندو مسلم
 تعلقات کو خوشگوار بنانے اور دونوں قوموں کو ایک مشترک سطح پر لانے کیلئے
 سنجیدگی اور اخلاص مندی کے ساتھ مسلسل کوششیں کی گئی ہیں جن کی نظیر پہلے
 کبھی نہیں ملتی۔ اس مقصد کے لئے ان اعلیٰ ترین سرجنح سے براہ راست خط و کتابت
 بھی کی ہے اور خود ان ہی کی شرائط پر ان سے خود جا کر ملے بھی ہیں۔ اگر سرجنح
 نے ان پر خاص اقدامات کا جواب صحیح اسرٹ میں دیا ہوتا تو آج سے بہت قبل ہندو
 اور مسلمان ایک دوسرے کے دشمن بدوش منزں آزادی کی طرف گامزن ہو چکے ہوتے،
 اور مکمل درجہ نوابا دیات آج ہم سے بہت قریب تر ہوتا اور سبکی حیثیت محض ایک اردو
 کی نہ ہوتی جس کی تکمیل کے لئے مستقبل کا کوئی زمانہ متعین ہی نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ہم ہندوؤں کے ساتھ اپنے اختلافات کو باغزت
 طریقہ پر ختم کرنے کیلئے اس سہری موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جبکہ خوش قسمتی
 سے کانگریس کو ہندوؤں کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہے اور گاندھی جی جو عسلاً
 کانگریس کے ڈکٹیٹر ہیں اس مسئلہ کو ہمیشہ کیلئے حل کرنے کا ہتھ کر چکے ہیں یہ ہم
 نضر فریب الفاظ اور خالی خالی جملوں کے ظہور میں مبتلا ہو کر نہ صرف اپنے ملک کی
 ترقی کو روکنا بلکہ خود اپنے آپ کو انتہائی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہم آئندہ
 نبوں کو یہ کہنے کا موقع دینا نہیں چاہتے کہ "اگر ہمارے آباء اجداد نے غیر نشہ
 سے کام نہ لیا ہوتا تو آج سے بہت قبل ہندوستان آباد ہو چکا ہوتا۔ اور

ہندوستانی مسلمانوں کو آزاد ہندوستان میں باوقار جگہ حاصل ہیں۔

مجھے یقین کامل ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کے تمدن پر دست انفلطاحت برپا ہونے والے ہیں جن سے ہندوستان بھی ضرور متاثر ہوگا۔ آج کل کا ہندوستان ایک جامد ملک بن کر نہیں رہے گا۔ وہ اپنی حکومت پر قانع نہیں رہ سکتا۔ کیا مسلمانوں کو آئینہ انفلطاحت میں اپنا واجب حصہ نہیں لینا چاہیے۔ کیا ان کے لئے یہ طرز عمل باعزت ہوگا کہ وہ اس وقت تو کچھ نکریں اور جب دوسرے جنگ لڑ کر فوجیا بن جائیں تو وہ مال غنیمت میں برابر کا حصہ بٹانیکے لئے مستعد ہوں؟ مجھے اُمید ہے کہ انگریزوں نے صرف مسلمانان ہند کے جائز حقوق و مطالبات کا تحفظ کرنے کے لئے ایک مشترک فارمولہ تلاش کر لیا بلکہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل بھی تیار کر لیا جس کے ماتحت وہ اپنے ملک کو آزاد کرانے کیلئے اپنی عظیم الشان قومی خصوصیات کے لائق قربانیاں پیش کر سکیں۔

میں صرف ایک بات اور کہوں گا اور اس کے بعد ختم کر دوں گا۔ ہندوستان کو ہندو دنیا اور مسلم انڈیا میں تقسیم کرنے یا جداگانہ ہندو اور مسلم ریاستیں قائم کرنے کی تمام گفتگوں صرف نامعقول بلکہ ناقابل عمل بھی ہے کیونکہ ان ہیکسوں میں سے کوئی ایکیم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور کروڑوں مسلمان اور ہندو دور و دراز سے صوبوں سے ہجرت کر کے ہندو مسلم آزاد علاقوں میں نہیں جا سکتے۔ ان تجاویز کو صرف وہی دماغ پیدا کر سکتا ہے جو غصہ کی وجہ سے ماؤٹ ہو چکا ہو۔

جہاں تک کہ اس اُمید موموم کا تعلق ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کے جداگانہ فیڈرل مسلم حکومت کے ماتحت آجائے ہندوستان میں امر قائم ہو جائے گا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ اس کے عکس، وفیڈرل صوموتوں کے درمیان جن کی سرحدوں کو صرف نفوذ و اخت

صرف یہی اختیار ہے کہ جذبات ایک دوسرے جدا کریں گے سخت جنگ و جدال کا
 اعلان ہو جائے گا۔ ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ جب تک اکثریت
 وائے صوبوں میں مسلم لیگ مسلمہ کے نام پر اللہ اسلام خطرہ میں ہے، کانٹہ لگا کر
 انتہک پروگنڈہ کرنے کے بعد بھی نیکی حکومتیں قائم نہ کر سکی تو ان "اسلامی" اور
 "آزاد" حکومتوں کی حقیقت جنہیں لیگ پیدا کرنا چاہتی ہے سوائے پانی کے خالی
 جیلوں کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ میری حقیرانہ رائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہمیشہ
 ہندوستان میں ساتھ رہنا ہے اور انہیں ایک ایسی نئی تہذیب کے بنانے میں اپنا اپنا
 بہترین حصہ ادا کرنا ہے جو ترقی کرے گی اور پھلے پھولے گی اور شاید ایک دن تمام دنیا کی
 رہنمائی کرے گی۔

اس سے قبل کہ میں ختم کروں آپ حضرات سے اُن کو تاہوں کیلئے معافی
 چاہتا ہوں جو مجلس استقبالیہ کے انتظامات میں آپ کو محسوس ہوئی ہوں اور
 اس کے لئے میرے پاس صرف ایک ہی عذر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ انتظامات جس
 مدت میں کئے گئے ہیں وہ چند یوم سے زائد کی مدت نہیں تھی۔
 میں ایک مرتبہ پھر اس شہر میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں جو قیام ہمارا کہ
 اُن شاندار گھنڈروں سے بھرا ہوا ہے جن کا سلسلہ ہمیں زمانہ لمبے ماقبل تاریخ
 تکے جاتا ہے۔ اور دوبارہ کہتا ہوں کہ آپ نہایت فیاضی کے ساتھ ہماری کوتاہیوں
 کو معاف کر دیں گے۔

(خان بہادر شیخ محمد جان
 ایم۔ ایل سی بنگال)

ماہر القلاری مرحوم کا

ماہنامہ

فاران

جن

تقریباً پچھپچاس برس علمی ادبی اور مذہبی مضامین

کے ذریعہ

اردو کی خدمات انجام دے رہا ہے
اب

اسماعیل احمدیانی

کی ادارت میں ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے

یہ: ماہنامہ فاران ڈی ۳۵ بک نمبر ۶ گلشن اقبال کراچی نمبر ۴۴

شرقی کتاب خانے

• ترکی کا ایک غیر معمولی متنوع سرکاری
 • استقبالیہ کے لئے
 • بزرگ کے لئے

ترکی کا ایک غیر معروف کتب خانہ

فہرستوں الاصولیہ کے ان شہروں میں سے ہے جو زمانہ قدیم سے اہم تمدنی مرکز رہے ہیں۔ یہاں مدرسوں اور خانقاہوں سے متعلق بہت سے کتب خانے تھے۔ ان مقامات کے بند ہو جانے کے بعد ان کی کتابیں ایک عرصہ تک مختلف جگہوں پر پڑی رہیں اور آخر میں فہرستوں کے کتب خانہ عمومیہ کی عمارت میں محفوظ کر دی گئیں۔ کتب خانہ کا مارجنہ دسویہ نبی خانقاہوں تالادیہ، مولوی خانہ اور شعبان ولی، بارہ مدرسوں اور ایک ارمی گرجا کے کتب خانوں سے حاصل شدہ کتابوں پر مشتمل ہے۔ یہاں مخطوطات کی مجموعی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔ یہ کتابیں موضوع کے اعتبار سے زیادہ تر ان علوم سے متعلق ہیں جنکی تعلیم عام طور پر مدارس میں دی جاتی تھی۔ ان میں ادبیات سے متعلق بہت کم کتابیں ہیں اور جو ہیں وہ زیادہ تر غیر اہم۔ ذیل کی سطور میں بعض منتخب کتابوں کا ذکر کیا جائے گا جو قدیم، مادر اور بیہ مثال ہیں۔ کتابوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے ان کو موضوع کے لحاظ سے الگ الگ تقسیم کرنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور اس لیے ان کی فہرست تصنیف کی تاریخ وفات کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہے۔

(۱) مجموعہ۔

اوراق ۲۷۰، سطور ۱۷، خط نسخ، مکتوبہ یوس من عثمانیہ
تاریخ کتابت: ۲۵ شعبان ۹۱۵ ہجری۔
[فہرستوں ۲۷۱۲]

(١) كتاب الخلوة والنقل في العبادة و درجات العابدين

(ورق ١ - ٥٧) مصنفه أبو عديته الخارث بن أسد المعاسي^١ (م ٢٤٢ / ٨٢٧)

اس كتاب کا ذکر GAL میں نہیں ملتا ہے

آغاز: بسمہ۔ الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى . باب الإجماع والخلوة و قصر الأمل وغير ذلك .

فللإمام أبو عبد الله الخارث بن أسد المعاسي رضي الله عنه . أعلم وحمد الله أن أهل صدقة الله قدموا بين يدي الأعمال ...

اختتام: ... قال احفظ لسانك ولا تقول إلا حقاً و اسكت ما لك اذا فمكت ذلك أدخلك في أصناف الخير و الحمد لله وحده وصلی ...

گوشہ میں: بلغ مقابلة بحمد الله .

(١) كتاب الصفات (ورق ٥٧-٦٢) مؤلفه أبو سعيد أحمد بن عيسى

الخرّاز^٢ (م ٢٨٦ ، ٨٩٩) . اس کتاب کا ذکر GAL میں نہیں ہے .

آغاز: قال أبو سعيد الخراز وحمدة الله

حمد لله الذي خلق الخلق حين أراد كما أراد فأحسن خلقهم و تمت مشيئة فيهم ثم دعاهم إلى انهم ... فأثر آقوام الدنيا ... فحجب الله قلوبهم عن الآخرة ...

اختتام: ... ان هذا العلم هوف (؟) لأن كثيراً من العارفين يحبون الله لأنفسهم و يذكروه بأنفسهم و يريدونه لأنفسهم .

(iii) كتاب الضياء (ورق ٦٢-٦٤) به تصنيف بهی الخراز =

مسيب ہے . اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ اب تک معلوم نہ ہو سکا ہے .

آغاز: الحمد لله المحتجب من الأمام بخلوة المنفرد عن الأنعام مرته .
يبلغ ما نكه الصدود ...

^١ - ١. Dieckmann, Geschichte der Arabischen Literatur I 213
Suppl. I, 351

^٢ - ٢. Dieckmann, GAL I, 214. Suppl. I, 354

(۱۱) کتاب الکشف والبیان (ورق ۶۴-۷۰) یہ رسالہ بھی

الحرار سے منسوب ہے جس کے کسی دوسرے نسخے کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ہے۔ علما میں جو طویل بحثیں ہوئی تھیں کہ انشاء کا مقام لحد ہے یا اولیاء کا اسی مسئلہ پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا ہے۔

آغاز: بسمہ رب یر قال اوسید... الخالق الر الصادق... وآثار الصامح... بالآلیاء الذی اصطفی... اما بعد فان قوماً من اهل التصوف غلطوا فی التسمیر بین مقام لآلیاء والاولیاء فعملوا مقام الاولیاء ارفع من مقام الالیاء وانما ذلك سب حماهم عن الحقیقة...

(۷) کتاب الفراغ (ورق ۷۱-۷۸) یہ نادر نسخہ ہے۔

آغاز: قال الشیخ اوسید... اعلم ان الحق لو اشتغلوا باسمهم فی ذکر المولیٰ لفرغوا عن دوہم ولوجودوا فی ذکر ربهم عیة عن ذکر مدوہ۔

احتام: ... فان لم یقدر ان یرح من عیوبہ فلا یحضر عن معرفۃ عیوبہ متأسفا وبإشہ التوفیق والعون۔

(۱۱) کتاب الحقائق (ورق ۷۸-۸۷) الحرار نے اس رسالے میں

جو ایک نادر تصنیف ہے بعض متعل تعمیروں کی وضاحت صوفیوں کے نقطہ نظر سے کی ہے عقل، خنیت، تواضع، عدل، طاعت وغیرہ جیسے الفاظ کا اکتساب کیا ہے اور صوفیوں کے نقطہ نظر سے ان کے معانی سمجھائے ہیں جس کے احتام پر وضاحت شدہ الفاظ کی ایک فہرست بھی مندرج ہے۔

آغاز: قال اوسید... الحمد لله حمد مقلب بقلیہ فی رباس مہ و متزہ بروحہ نعت اشعار کرمہ... اما بعد قد حمت فی کتابی ہذا مسائل عن طریق الحکمة علی ریان الشریعة بلان اهل المعرفۃ علی الایدار والاختصار... واتاحت دیک کتاب العقل... قال سور فی انقبیدی النفس ال اصول العمل...

(۱۱۱) کتاب معیار التصوف وما حقیقته (دور ۸۸-۱۳۳) مصنف
ابوسعبد الخریز دایو. یعقوب (۹) و سبل بن عبدالبہ التشری (م ۲۷۲ ۸۸۶
یا ۸۹۶/۲۸۳

آغازیہ بیسٹہ۔ ذکر جامعۃ التصوف۔ نقولہ عروسل انا اجلسام
بخالصۃ ذکرہ۔ الدار۔۔۔ وفیل ہم اما المذنبۃ وارباب المذنبۃ قل
حمد الصديق المسافر هو محمد مرعدانہ والصوفی ابو بکر الصديق لقولہ من
كان بعد محمد فان محمدا فبعثنا

(۱۱۲) کتاب معیفة الاسرار (ورق ۱۳۳-۱۴۹ اور ۲۰۹-۲۳۰)
مؤلفہ ابوعدائہ محمد بن علی الحکیم الترمسی (م ۸۶۸.۲۵۵) اس کتاب
کے کسی دوسرے۔۔۔ کے وجود کی اطلاع نہیں
ر آغاز الحمد لله الذي مررت في ارضك و تتوحد في ديموت اسم اما
شرحا الاحوال والاسماء التي قد خفي على بعض الناس... ان صف
الظاهرية على طريق الصفا ويدل على اخلاق المكارم والوفاء... فضل في
صفة اسرار الله... في طبقات اهل الارادة... في حصة... المريد المحدث
في فضل. فاما تمرير الباب في السماع..

احتتام: ... كدلك كونه يكون هائيا و علم الله باتيا وبانه التوفيق
تم كتاب معیفة الاسرار... من كلام الشيخ... ابي عدالا
البرجندی.

(۱۱۳) کتاب شکایة اهل السنه بحکایة ما بالهم من المعنہ
(ورق ۱۶۵-۱۷۹) مؤلفہ ابو القاسم عبدالکرم بن۔۔۔ حواری القشیری
(۲۷۳ ۴۶۵ ۹۸۶-۱۰۷۲) دولت سلطانیہ کی تشکیل کئے ایضاً دور میں
میں ورپر عبدالعزیز الکبیری کی طرح ابداری اور العنبری امام الحرمین

۳۱۲ ۱ ۲۰۱ ۳۱۲ ۱ ۳۳۳

۱۱۲ ۱ ۲ ۶ Suppl 1 1 3 H R 1 ۲. Philog 13 ۱۰. Origines p 325

اور ترصہ حدیث ۱۶۹ (اسمجل ۱۲۸۹)

۱۱۲ ۱ ۳۳۳ Suppl 1 ۲۰۱ H Ruter, Origines III. p 36

اور انکی طبع کے دوسرے لوگند کی ادبی بحثیں مشہور ہیں جو اصول
طوریہ اندری تھے اور جو علماء اہل سنت کے وجہ سے مکہ
محرک کر کے تھے^۱۔ انشیری کے اس شکایت نامے کو حوقیہ مکہ
کے دوران میں بدھاگ تھا۔ پہلے یہ اس کتاب طیف اشعۃ الکبریٰ
میں شامل کر لیا ہے^۲۔

۱۔ اسماء فان الأندلس انشیری الحمد لله أجمعین فی مدینہ

(۱۲) تفسیر فاتحۃ الکثر العریز (ورق ۱۸۰-۲۰۸) ۵۔ کے
دور کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مصنف لی محمد
مدالحلیل بن موسیٰ الأندلسی^۳ میں جس کے حالات کا صحیح حیرت
ظن نہیں ہے صرف ایک کتاب میں اس کے متعلق ۱۲۰۵-۱۲۰۶
سے قبل رتدہ رہا تھا کہ ہے : یہ کتاب سورۃ وجہ کی بحث میں
تخیر ہے ۔

اعل : بسم الله اعلم ان الله ببارک وبنی یسری باسمه برحمه الرحیم
العباده لیجذبهم الیه برسله و کتبہ ...

احتم : وتبری من المومن بالمخلوقات فانهم قهراً اتفقوا یا کم سے ...

(۱۸) صفة القلوب (ورق ۲۲۰-۲۲۶) یہ حکیم ترمذی کی
ایک مختصر کتاب ہے جسکا کوئی دوسرا نسخہ اب تک معلوم نہیں
ہو سکا ہے اس میں الدقی بین الصدر والقلب والعضاد واللب کی وضاحت
کی گئی ہے

۱۔ اسماء : کتاب صفة القلوب قال الشیخ ابو عیاض الترمذی
رحمته الله العضاد اول عذیبة من مدائن البور والدر صبح مدائن اوله العضاد
ثم الصمیر ثم الملاف ثم القلب ثم الشفاف ثم الحفة ثم اللب .

۱۔ دیکھو : *Journal of Islamic Studies*, 1984, vol. 1, no. 1, p. 101. ^۱

۲۔ اسکی صفحہ ۲۷۶ (۲۸۸)

۳۔ دیکھو GIL Suppl. I, 607

۴۔ دیکھو GIL I, 213, no. 20

(xii) کتاب السماع (ورق ۲۲۶-۲۳۲) مصنفه القشیری . نسخته
محصر بہ فرد . اس رسالے میں سماع اور اسکے احکام وغیرہ کا ذکر ہے .
آغاز : الحمد للہ خالق الأرواح لكشف ... هذه فصول يخبر عن حقیقة
السماع و أحكامه و امارات صحته و اعلامه ذكرنا على حد الاحتصار ...

(xiii) کتاب أدب المرید (ورق ۲۳۲-۲۷۰) مصنفه ابو القاسم
الحسين بن جعفر بن محمد الواعظ الوزان جو پانچویں/یہودی صدی کے
صفیوں میں سے ایک تھے . اس تصنیف کا ایک نسخہ استبدل میں
ایا صوفیہ کے کتب خانے میں موجود ہے .
آغاز : قال الحمد لله الذي خلقنا فاكمل خلقنا و أدبا فاحسن تأديا ...

(۲) کتاب الہیۃ مصنفه ابو علی الحسن بن الحسن بن الہیثم
(م ۱۰۳۸ ۴۳۰) اس کتاب کا ایک نسخہ اڈیا آفس کے کتب خانے
میں موجود ہے . لیکن وہ ظاہرا ناقص ہے . ترکی کا یہ نسخہ بھی
نہیں کہ تمام ہے بلکہ مکمل ہے .

ترقیمہ : تم لقول و الحمد لله .. و کتب هذا الكتاب من السعة التي
نسخ (۱) من سعة الشيخ أبي تقاسم السيماطي بخطه ذكر انه نقلها من نسخة
خط مصنف الكتاب الشيخ أبي علي الحسن بن الحسن بن الہیثم و قابل عیہا من
أولها إلى آخرها في رحب من ستة ست و سبعين وأرماية .

سرورق پر : والسعة المذكورة هذه السعة عود من هذه السعة لأصل
المذكور وهم خط الشيخ أبي علي بن الحسن بن الحسن بن الہیثم و صحیح والحمد لله و کتب في رحب
من السعة المذكورة .

آغاز : بسم الله . . قول الشيخ "عاصل أبي علي ... اس الہیثم و ہنہ
العلم لم یزل کثیر من اصحاب التلخیص من أنهم الطر فی علم الہیۃ ... یجرون

۱۰- دیکھو GAL 1, 357

۱۱- دیکھو GAL 1, 617; Suppl. 1, 851

۱۲- دیکھو O. Lat. A. 1299 of Arabic Manuscripts in the India Office (London, 1879), p. 213.

قولاً مرسلًا... وحقن قاتلون فی ہینۃ العالم قولاً شمل بہا ظل علی کلمات
المعانی اتی إلہا اتین ادراک للاحثین علی حقائق العلوم العظمیۃ .

اوراق ۴۴ ، مطور ۱۷ ، خط نسخ حلی [فطامونی : ۲۳۹۸]

(۳) کتاب الفرائد و الفوائد عم طور سے یہ ادبی کتاب
ابوالحسن محمد بن الحسن (ماحق) الأهواری سے منسوب کی جاتی ہے
جو چوتھی / دسویں صدی میں رہا ہے۔ اس شخصیات اس کو ائمہ اہل
اور بعض رشید الدین و موطر سے ہی منسوب کرتے ہیں ، موجودہ نسخہ
صفحہ کے بیٹے ابو حنین محمد بن محمد بن الحسن الأهواری کا لکھا ہوا
بتایا جاتا ہے ۔

آثار : احمد بن علی الکثیر اقوی التذیر اعظم الخیر المجمع الصیر ۔
مکتوبہ علی بن حمیر بن اسد بن عی الخوہری الکتاب ۔ دمشق

رجب سنہ ۵۶۴ھ

اوراق ۷۸ ، مطور ۱۰ ، خط نسخ مشکوٰۃ [تلمیسی : ۱۶۱۵]

(۴) کتاب أسماء ائمہ و صفاتہ منہ ابو بکر احمد بن حسن
الزہبیؒ (م ۱۰۶۶ ۱۵۸) یہ کتاب قرن ، حدیث اور اجماع امت کے
مطابق رکھنے والی ہے کہ اس کے ساتھ حصہ در حدیث کے بارے میں اس
کے ہیں ۔ اس کتاب کے نسخے گمیاہ ہیں یہ کتاب سنہ ۵۳۱ھ میں
تہ آماد سے اور سنہ ۱۳۴۸ھ میں دہرہ سے محمد رفیع کونری کے منہ
اور محمد حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے

موجودہ نسخہ سنہ ۵۵۶ھ میں لکھا گیا ہے کتاب کے سرورق
پر حواشی کی تحریرات ہیں اس کے ساتھ یہ نسخہ حدیث و اجماع
من الحسن بن ہبہ بن الشافعی بعض منہور مدرج و محدث کی روایت ہے
محقق حمدی کا یہ نسخہ ہوا ہوا ہے کہ اس کی وہ ۱۰۶۱ھ

(۶) کتاب التمجید فی معرفت التجوید اس تصنیف کے مؤلف
 یونس بن الحسن بن احمد بن الحسن بن احمد بن محمد الطائر الہمدانی^{۲۱}
 (م ۱۱۷۳/۵۶۹) ہیں جو عراق میں اپنے وقت کے تجوید کے عالموں
 میں سب سے بڑے خیال کیے جاتے تھے۔ ابن الجری کے
 بقول^{۲۲} "الطائر الہمدانی کا مرتبہ اہل مشرق کے لیے وہی ہے جو کہ
 مغرب والوں کے لیے علم تجوید کے میدان میں الدانی کا ہے۔ اس
 دور سے ہر مصنف کے ہاتھ کی تحریر کردہ ایک سند موجود ہے۔
 اس کتاب کا ذکر ابن الجری نے "التجوید" کے نام سے کیا ہے^{۲۳}۔
 اس سے ابتدائی عہد کے کچھ فراء کے متعلق اہم معلومات حاصل
 ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ آخر کتاب التمجید... و فرغ من اتساعه من أصل مصنفه
 المکتوب بخط محمد بن ابراہیم بن الحسن بن محمد داد الخربادقانی یوم الاثنين
 ۱۷ رمضان من شهر سنة ۵۲۷ حامداً لله...

اس کے نیچے ایک سماع کی عادت ثبت ہے جس پر کسی
 نے سیاہ روشنائی پھیر دی ہے : بلغ من أول هذا الكتاب سماعاً بقرآنه على
 صاحبه الشيخ... كتبه الحسن بن أحمد بن أحمد [بن أحمد بن] بن الحسين...
 الطائر شرأه الأسم رجب من سنة اثنين وخمسين [وحسن مائة].
 أمدد الحمد لله... أمدد فابك سألني أسدك الله بطاعته أن أدكر لك
 حملاً في تحقيق القراءة وتربيتها و تعويد النلاوة وتربيتها على ماورد عن
 الحسن و صحته... والتسمي... فسالك على ماأما عليه من تفهم
 فيكون مؤلف العموم... حارباً على النافوس من نوحى رصك... وسلكت
 في يوم من هذه...

اوراق ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳

(۷) عوارف المعارف مصنفہ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد
البروردی (م ۶۳۲ / ۱۲۳۴)۔ اس کتب خانے میں "عوارف" کے تین
نسخے موجود ہیں:

(۱) مکتوبہ: ابو الفتح سعید بن سعید الاصفہانی، صحوۃ یوم الخمیس
۱۵ رمضان ۶۲۷ھ، مکہ۔

سرورق پر دوسری روشنائی اور غالباً دوسرے قلم سے: امشکہ
المغیر، کجلی (۴) بن کمر القطبی أحد اصحاب الأئیر، شمس الدیر...
"عوارف" کے مدیم نسخوں میں اس نسخے کا بھی شمار ہو سکتا ہے۔
اوراق ۱۶۳، سطور ۲۱، خط معمول نح [قطمونی: ۱۵۶۳]

(۲) مکتوبہ: ۶۱۵ھ (یا ۷۱۵ھ)

اوراق ۳۰۳، سطور ۱۹، خط نسخ حلی [قطمونی: ۹۰۴]
(۱۱) مکتوبہ: محمد بن امام ۱۵۰ حفر ۷۴۸ھ، حقاء البیاطیہ دمشق
اوراق ۳۰۲، سطور ۱۹، خط نسخ مشکوٰۃ [قطمونی: ۱۶۴۱]

(۸) مجموعہ

اوراق ۱۷۵، سطور ۱۹، خط نسخ حلی [قطمونی: ۶۰۴]

(۱) مقدمة عوارف المعارف (ورق ۱-۳)

(۲) تفسیر خطبہ عوارف المعارف (ورق ۴-۱۶) کتب پر

صنف کا نام بقوی دیا ہوا ہے۔

آغاز: قولہ الحمد لله ای الشاءه والتکرله، قولہ العظیم شأه العظیم الزبده،

(۳) اعلام الہدیٰ و عقیدۃ أرباب التقی^{۲۵} (ورق ۱۷-۳۵)

مکتوبہ، علی بن محمد بن ابی بکر الباقی المعروف بالشریری، یوم الثلاثاء،

۲۲ محرم ۷۰۷ھ، دمشق۔

آخر الحمد لله الذي رفع غداوة العمة عن جابر أهل الوداد...
التوامع الغيبية (ورق ۳۵-۳۶) معنہ سہروردی. روح کے
مصدق ابی محضر رسالہ^{۲۶}

۱. (ورق ۲۷-۴۱) سہروردی کے منتخب اقوال پر مشتمل ابی
رسالہ. ہر قول لفظ "صبح" سے شروع ہوتا ہے

(ورق ۴۱-۴۴) حراساں کے بعض صویدیوں سے استفسارات
کے جواب میں^{۲۷} سہروردی کا رسالہ
آخر وقر سالت رحمك لہ وایا، هذه الأسئلة وأما... اجیب
میں بعضہا...^{۲۸}

۲. ورق (۴۵-۴۵) روح حیرامی کے متعلق سہروردی کے کچھ اقوال^{۲۹}
آخر فہ روح الحیوانی المعنوی المستعنی فہا حیث تجسیر یروود
ایروح الہی...^{۳۰}

رسالۃ اسیر و الطیر (ورق ۴۵-۴۷) یہ بھی سہروردی
کے "تنبیہ" ہے

آخر فہ رسالہ... سیر و اسبق المفردوں میں من المفردوں

وصیت و مختصر اقوال (ورق ۴۷-۷۱)

مکتوبہ: ۲۶ صفر ۷۰۷ ہجری

(x) ذکر أقطار تدور بین الطوائف الصوفیة (ورق ۷۲-۷۹)

تصنیف کی اس میں مضامین کا محضر ذکر.

(۵) اس میں... کا حصہ مشہور حیرالدین رازی (م ۶۰۶ ۱۲۰۹)

کی "۴۶" لہذا... وریاۃ الاعمارہ مافی تصنیف پر مشتمل ہے^{۳۱}

مکتوبہ... ۱۴۰۱ ہجری ۷۰۷ ہجری

GIL no. 25

GIL I, 370, no. 11

GIL S I, 750, no. 20.

I. R. R. no. 52 GIL no. 1

GIL Suppl. I, 924, no. 32.

مدرسة اشرفیہ میں حدیث کے شیخ ہو گئے۔ ان کی وفات ۶۴۳ ۱۲۴۳ء میں شام میں ہوئی^{۳۶}۔

اس کتاب کا ایک بیت خوبصورت قلمی نسخہ استول میں موجود ہے^{۳۷}۔ پیش نظر نسخہ مصنف کی زندگی میں ان کے پڑھے ہوئے ایک نسخے سے محمد بن سلیمان المقدسی نے نقل کیا ہے۔

ترقیہ فرغ من نسخہ من اصل مصحح متقن مصبوط مسجوع علی شیعہ الامم ... صدر الخفایہ من الشام تقی الدین ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان المعروف ابن الصلاح ... فی عشرين من شهر المحرم سنة احدى واربعين و ستماية و كتب العبد ... محمد بن سليمان المقدسی

اوراق ۱۰۴، خط ترکی نسخ [فصلی ۲۰۰]

(۱۲) شرح الوافیہ منہ اوامع^{۳۸} (م ۷۳۲ / ۱۳۳۱) کتاب الکافیہ

مصنف اس صاحب^{۳۹} (م ۶۴۶ ۱۲۴۹ء) بن ابو کی مشہور کتاب ہے، ص ۲ اس کی لیے اسے غم کا جامہ پہایا گیا تاکہ ابو مائل حفظ کرے میں ابھی آسانی ہو۔ اس کا نام "وافیہ" رکھا گیا۔ اس کا نسخہ نسخہ سنکوریس کے کتب خانے میں محفوظ ہے^{۴۰}۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کی شرح ہے۔

... حمدتہ من علم ... و بعد فاسی لما وحب متبوعہ الشیخ ... من ابی عمرو بن الخاحب فی الذہو المسماة الذیة من اصل اواخر سنة ... و شرحاً توفیق عرصی اثر ان اعق علیہ مرحلاً علیاً روضہ ثل فراع مؤلفہ لعمد الفقیر ... اسمعیل بن عمر بن محمود

۳۶. دیکھو GAL I 440: Suppl., 610

۳۷. دیکھو *Die Handschriften zur Geschichte der Traditionen in der Islamischen Literatur*, X, (Istanbul 1937) no 6

۳۸. دیکھو GAL, IV, 55; Islam Anzlopedisi, Ebu'l Fida marifesi

۳۹. دیکھو GAL I, 307: Suppl. I, 551

۴۰. دیکھو Escorial, no. 146, GAL I, 370

بن محمد بن عمر ابن شہزادہ بن ایوب من تعالیقہ فی یوم الأحد سابع عشر شعبان المکرم سنہ ۷۲۳ حاملاً نہ

مکتوبہ بخط مصنف

اوراق ۱۴۳، سطور ۲۱، خط نسخ [قسط نمبر ۰ : ۲۹۹۲]

(۱۳) کتاب الفصول مصنفه قراطہ، یہ کتب حبیب بن اسحاق

کی کتاب کا ترجمہ ہے^{۳۱}۔

مکتوبہ ۷۰۳ مصری [قسط نمبر ۰ : ۱۰۴۵]

(۱۴) المتقی فی الأحکام عن خیر الأئام مصنفہ عبداللہ بن

عبدلہ بن تميم الخراسانی^{۳۲} (م ۶۵۲ / ۱۲۵۴)۔

مکتوبہ ۶۵۱ مصری [قسط نمبر ۰ : ۸۸۰]

(۱۵) معانی الاحبار منہ محمد بن اسحاق "کتابہ" (م ۳۸۰ / ۴۹۰)

مکتوبہ ۷۸۵ عبری [قسط نمبر ۰ : ۱۳۹۸]

(۱۶) شرح الصدور بشرح حال الموتی فی القبور منہ

جلال الدین السيوطی^{۳۳}۔

مکتوبہ بخط مصنف ۱۵ جمادی الآخر ۸۸۳ھ [قسط نمبر ۰ : ۱۱۴۴]

(۱۷) کتاب التوحید مصنفہ ابوکر محمد بن اسحاق بن حنفہ

البساوری^{۳۴} (م ۳۱۱ / ۹۲۳)۔ [قسط نمبر ۰ : ۳۰۲۵]

(۱۸) تاریخ مصر مصنفہ علی بن احمد السعدی، یہ مصر کی مختصر

تاریخ ہے جس میں ۸۰۹ھ سے ۸۸۷ھ تک کیے گئے واقعات پر مشتمل ہے۔

۲۹ نمبر GAL 1, 236

۱۰ نمبر GAL 1, 194

۱۱ نمبر GAL 1 217, Suppl. 1, 360

۱۲ نمبر GAL 11, 182, no. 30

۱۲ نمبر GAL 1, 206

خط طبع اسلامی (۱)

أغار . ذكر ساسة الملك الناصر فرج ابن برقوق الكدية لما جلس الملك
الناصر فرج على تخت الملك ثانی مرة استعد أمره واحتسب بأمر الملك ...
الحوادث فی سنة ٨٠٩

احتام . . . وقع النزاع من حسمه علی يد كاتبه علی بن أحمد السخاوی
سباً الخضر مذهباً فی لیدة بصر صبا حها عن يوم الجمعة الثامر عشر من المعرم
سنة سبع ثمانین ثمانمائة بئوه إن شاء الله أول سلطنة الأشرف قايتباي .
مكتوبه بخط مصنف

اوراق ٦٧ - ١٩ سطوب مصری نسخ⁺ [قطنونی : ١٢٩]

[°

]

استبُول کے کُتب خانے

مگر شہر میں تینوں میں مشرق میں کی ہیں وادی کا محرم کا بانیوں اور اس مشرق میں
 اس میں شہر کے مسجد میں مشرق میں کی ہیں چار مینوں کے سفر کا وقت چل گیا
 کا گھر میں ختم ہوئے کے بعد ترکی کے شہروں اور قصبوں میں کتب خانوں میں کتب خانوں میں
 کی مینوں کو رکھنے کے سے تین مینوں کا اور کیا گیا اور بروئے ہاکی سر، قیب، نیوٹ، قزاق، رجب
 اکی شہر قزاق، مدافعہ میں قلمی و مسجد کتب خانوں کے سند و سرکاری اور غیر سرکاری کی ذخیرہ کیے
 زنی سے واپس ہونے کو طلب بیروت دمشق بیت المقدس و رہنما دین مہرستوں

ہونی دیشیوں اور ملی اور لون کے کتب خانوں اور عجائب خانوں کو بھی دیکھنے کا موقع ملا، ہر جگہ
کتب فروشوں کی چھوٹی ٹریڈ کاغذیں بھی دیکھیں

ترکی اور دوسرے مقاموں کے ذمہ داروں نے کتابوں کی تنظیم، فرستوں کی ترتیب اور
دوسرے نظم و نسق کے خلق معنویات ہم سچانے کا بڑی کوشش کی اور علاقہ کے ساتھ انتظام کیا۔
اس سفر میں جو مصروفیات حاصل ہوئیں، ان میں دوسرے ذوق آشناؤں کو بھی شریک کرنا
ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کو مغربوں کی شکل میں ناظرین محارفات کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔
اس مغربین عورت استنبول کے کتب خانوں کا ذکر کیا جاتا ہے، وراثت، قد دوسرے مقامات کے کتب خانوں
اور دوسرے علمی و ادبی ماحولیات کو دوسرے مغربین میں قلم بند کیا جاتا ہے گاؤں اور انوار،
ستونوں کے کتب خانہ دارانہ قدیم سے مشہور ہیں، اور دور دور تک ان کی شہرت ہے۔ یہ کتب خانے
ترکوں کے علمی و ادبی ذوق و خدمت طلبی کی شہادت ہیں، جس کی تردید ممکن نہیں۔
ترکوں کے شہزادوں و نصیبوں میں جہاں جاسے مرگہ ترکوں کی تعمیر کی تھی، بیت اور تعلیمی نیت کا نظارہ
نہایت ترکوں کی قوم میں قائم ہے، کچھ کر کے دیکھنے کا شوق میں کی ترکی خصوصیت ہے، یہ خصوصیت کتب خانوں
کے دیکھنے سے بھی ظاہر ہوتی ہے،

صدیق قبل سے استنبول کو چھوڑ کر چھوٹے شہرین و نصیبوں تک کے لوگ کتابیں جمع
کرتے ہیں کی حفاظت کے مشاغل کے شائق رہتے ہیں، وہاں جب کہ کتابوں کو قرضی اور قرض
دیا جاتا ہے، ان کی قیمت و قیمت سے دقت ہوتی ہے، وہ خوش خوشی اپنے بزرگوں کی بھی
ادارہ گاہیں سرکاری کتب خانوں میں محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں، ترکوں کا ایسا پیش
قیمت زنجیرہ بہترین نشانی ہے کہ وہ ہم مشافہہ کے لئے مہیا ہوتا جا رہا ہے جس کے اثرات ملکی
دنیا میں جاہت گہرے ہوں گے،

استنبول میں آؤ لا مسجدوں اور دوسری مذہبی عمارتوں میں کتابوں کی فراہمی شروع ہوئی تھی
پھر ان کے اطراف میں مخصوص جگہ تعمیر کر کے ان میں کتابوں کو جمع کرنا شروع کیا گیا تھا، پھر جب
نیا کتب خانوں کے لئے مستقل عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

پہلی دو قسم کے کتب خانوں کے لئے کتابوں کی فراہمی سدان محمد فاتح نے شروع کی تھی اور
مسجد ایوب میں اس کی ابتدا ہوئی۔ گویا پیشہ پیشہ میں استنبول کے نفع ہوتے ہی مسجد ایوب میں
کتابیں بھی فراہم ہونے لگیں۔

مسجدوں سے لگ سب سے پہلا مستقل کتب خانہ استنبول میں قائم ہوا جو کہ پڑھ لکھنے والے کتب خانہ تھا
ہے، پیشہ پیشہ میں یہ کتب خانہ قائم ہوا، اس کتب خانہ کی بندوبست بالانفیس اور شاہدار عمارت کے ساتھ ان کی
کتابیں بھی مشہور عالم ہیں،

یوں تو ہر عالم کے ہاں کارآمد اور ضروری کتابوں کا ذخیرہ ہوتا تھا، لیکن آگے چل کر کتابوں
کو عام استفادہ کے لئے وقف کرنے کا رواج شون کی حد تک پہنچ گیا، چنانچہ کتب خانوں کے قیام
دوست پانچون نے جو خود بھی بڑے عالم و فاضل ہوتے تھے، انہوں نے صرف کتابیں وقف کیں، بعد ان کے
دیکھ کر کھانا اور اعلیٰ درجہ کے انتظام و اہتمام کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں بھی وقف کیں
وقت : ان میں کتب خانہ کے ملازمین کے تعین و فیر کے علاوہ کتب خانہ کے رد و رکھنے

اور بند ہونے کے ذمہ داری کی مراعات ہوتی تھی
ترکی کے طول و عرض میں جو بے شمار کتب خانے قائم ہوئے، ان کی عمارتوں اور کتابوں
ذخیرہ کو لگ اندر لاکھوں سے بھی بہت نقصان پہنچا، ایسے واقعات جو سلسلہ غنائم کے تحت

غلوں اور ملازموں میں قائم کئے گئے تھے سبھی جنگ و غلبہ کے بعد ان سے ہوا تھا، عمارتیں
اس سے سبک کے بعد یہ کوشش شروع کی گئی کہ کتب خانوں میں ضروریات جمع ہوتی رہیں۔

• موزون عمارتوں میں جمع کی جائیں، لکھتے قانون کی عام خاص خصوصیتیں بھی برقرار رکھی جائیں، اور

اناطین و شائین کو بھی زیادہ سے زیادہ سہولت و آسانی حاصل ہو

چنانچہ اس وقت سارے استنبول کے (۱۵) لکھ قانون کو (۱۱) لکھ قانون میں ضم کر دیا گیا ہے۔

استنبول درمختہ ترکیہ میں جو کتب خانے موجود ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،
(۱) ایسے کتب خانے جن کے اخراجات سررشتہ تہیات کی دسالت سے مرکزی حکومت برداشت کرتی ہے، ترکی حکومت میں ۴۹ ہیں، جن میں ۴ شہر استنبول میں ہیں،

ان کتب خانوں میں وہ کتب خانے شامل نہیں ہیں جن کے اخراجات حکومت ہی یا واسطہ یا بلاد، سہ برداشت کرتی ہے، لیکن جریو نیورسیون یا دوسرے سرکاری اداروں سے متعلق ہیں،
مجاہد قانون سے ملنے والی کتب خانے بھی جدا ہیں،

(۲) وہ کتب خانے جن کے اخراجات اخلاص کی حکومت برداشت کرتی ہے، اور وہ سررشتہ تہیات کی عام نگرانی میں ہیں،

(۳) وہ کتب خانے اور ادارے جو پبلک کے خرچ سے اور ان کے نظام کے تحت چلتے جاتے ہیں، (۲۰۸) ہیں،

(۴) ایسے کتب خانے جو خاگی، نمبروں یا ٹیم دست افزانے توئم کے ہیں، ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، چنانچہ امیر (سمن) کا قومی کتب خانہ اسی نوعیت کا ہے،

(۵) علمی اداروں کے کتب خانے جن کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے، مثلاً لسانی ادارہ اور ادب انجمن تدریج کے کتب خانے،

اس وقت استنبول میں جو کتب خانے موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں،

قلمی کتابیں بھی کچھ ذرا کچھ موجود ہیں۔ جیسے بدیع الکاتب خانہ، اس کتب خانہ میں (۵۲۶۶) کتابیں جمع ہیں لیکن قلمی کتابیں صرف (۱۲۲) ہیں۔

بعض کتب خانوں میں اصلی ذخیرہ قلمی کتابوں کا ہے، لیکن مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں مثلاً کتب خانہ اعرابیہ میں (۴۹۵) مخطوطات کا ذخیرہ ہے لیکن مطبوعہ کتابوں کی کل تعداد صرف (۳۳) ہے۔

بعض کتب خانوں میں مطبوعہ اور مخطوط دونوں قسم کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ ہے مثلاً پرنسٹون عثماني کتب خانہ میں (۶۹۴) مخطوطات اور (۹۱۳۱۱) مطبوعہ کتابیں ہیں، اسی طرح یونیورسٹی کے کتب خانہ میں (۱۳۵۵۶) مطبوعہ کتابیں، (۱۱۴۴) مخطوطات ہیں۔

غرض استنبول کے موجودہ کتب خانوں میں (۱۷۳۴۳) مخطوطات، استفادہ عام کے لئے ہر کتاب علم کی دست دہن میں بیچا، اور ابھی نئی کتب خانوں اور کتابوں کو حکومت یا کتب خانوں کے سپرد کر دینے کا سلسلہ جاری ہے۔

فہرست ابراہیم حایم جو کتب خانے شامل کئے گئے ہیں، ان میں حسب کو غلطی، غلطی و کردار میں رکھا گیا ہے۔

ان تمام کتب خانوں میں حسب ضرورت ذخیرہ دوسرے مذہبی سامان اور خوش احاطہ و عمدہ موجود ہے، مثلاً ایسا ہے، جیسا سے شان و شوکت کا بھی اظہار ہوتا ہے، مثلاً اور پاکیزگی و نیک نامی، اس کا مشاہدہ سرنگہ ہوتا ہے۔ ہر کتب خانہ میں کارڈ کینڈلک کر دیا جا رہا ہے، قلمی کتابوں کی فہرستیں رجسٹرڈ ہیں،

صرف ایک شہر میں، ایک لاکھ سے زیادہ قلمی کتابوں کا بہترین انتظام کے ساتھ استفادہ

کے لئے دنیا جو نامی دنیا کے لئے ایک غیر معمولی بات ہے،

یہ ساری قلمی کتابیں عربی، ترکی اور فارسی کی ہیں، مگر زیادہ تعداد عربی کتابوں کی ہے،

فیصل آباد اور دوسرے محکمات کے بڑے بڑے کتب خانوں میں صرف چند غیر معمولی اور فارسی اور ترکی قلمی کتابیں

ہیں، لیکن چونکہ ان کی تفصیلی فہرستیں بڑی محنت و قیامت اور بڑی جاسوسی سے مرتب کر گئی ہیں، بڑے

اہتمام سے چھاپی گئی ہیں، اور آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں، اسی لئے ان کی نام نہ صرف ہو گئی، لیکن استنبول

کے اس مفہم انسان ذخیرہ پر جب کہ اصحاب علم، سنی عربی صرف کر دیں گے، اس وقت اس کی اہمیت

اور مدت کا نام اندازہ ہو سکے گا، خوشی کی بات ہے کہ اس کا اہتمام ہو رہا ہے، چنانچہ وزارت تعلیمات کے

تحت کتب خانوں کے ڈائریکٹر کی نگرانی میں ایک خاص کمیشن، استنبول کے کتب خانوں کی فہرستیں مرتب

کرنے کے لئے امداد ہوا ہے،

اس معنون میں ہر کتب خانہ کے ملک، ملک، حالات اور خصوصیات بیان کرنے کا نچو پش و خواہ ہے،

اس نے صرف استنبول یونیورسٹی و لبریری کے مشتق کچھ وضاحتیں بیان کی جاتی ہے،

اس کتب خانہ کا، خاندان سلطنت میں ہوا، اس کی تین منزلیں عمارت یونیورسٹی کی مرکزی عمارت سے علو

لیکن اسی کے قریب واقع ہے، استنبول کی موجودہ یونیورسٹی کے قیام سے پہلے جو دار لغزین قائم تھا، اس کے

میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند کتب خانوں کا کتابوں کے احاد کا بیان ذکر کر دیا جائے، اس کی تفصیل کے لئے

خود ایک مشتق معنون کی ضرورت ہے،

پہلے استاد کے ساتھ احادیث بیان کرنا مشغول ہوا، اس نے کراچی وقت تک اس کا مستند و مبتدئ

فریم ہو سکا ہوا، احاد مطہر ہیں، وہ ۱۰۰ سال تک ۱۰۰ سال قبل کے ہیں، آج ہم عربی نذرانہ کے لئے

یہ احاد کافی ہیں،

برٹش میوزیم میں محفوظات فارسی کی تعداد ۱۹۰۰ ہے،

اس کتب خانہ کے مقرر فنون کی فرست جو نام کتب خانہ می بہم نے ترتیب کی ہے، بڑے اہم
سے چہرے جس تشبیہ و تمثیل سے جوئی ہے۔

ترکی زبان کے رسالے اور خطے جو اس کتب خانہ میں آتے ہیں، ان کی تعداد (۱۳۳) اصحابیات کی
(۱۳۳) ہے۔

چونکہ کتب خانہ کی عادت تنگ ہے اس لئے اس سے استفادہ بھی محدود رکھا گیا ہے اور صرف
مستادہ اور اعلیٰ جہاتوں کے طلبہ کو استفادہ کی اجازت ہے، البتہ کتب خانہ میں ایک ایسا کمرہ بھی ہے جہاں
طلبہ خود اپنی ذہنی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں، یہ دارالعلوم روزانہ صبح کے سات بجے سے سات بجے
تک کھلا رہتا ہے۔

دارالعلوم تحقیقی کام کرنے والوں کو خاص اجازت سے استفادہ کی سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس
نسبہ خانہ کے ایک نئی فزول عمارت کی تعمیر زیرِ تہ تیغ ہے، اس کی تعمیر کے بعد کتب خانہ سے استفادہ
کا دائرہ بھی وسیع ہو جائے گا۔

اس لائبریری میں دو قسم کی عام فہرستیں ہیں، ایک ڈکشنری سسٹم پر اور دوسری اخباری حلیہ کی
تقسیم علوم کی فہرست، عربی اور فارسی مطبوعات کی فہرستیں ان کے رسم، معانی، علم و علم و مرتب
وہ میاں میں قلمی کن ہوں کی فہرست علم و ہے۔

اس کتب خانہ کی مختلف نشریات کی تعداد (۱۳۳) ہے، ایک ہی جگہ ان میں سے دو مطبوعہ
فہرستیں نئے طرز پر رقم کو بھی اصل ہونے میں ایک کتب خانہ کی فارسی مطبوعات کی فہرست ہے
جو (۱۳۳) میں طبع ہوئی ہے، اس کے مرتبہ می (۱۳۳) میں یہ فہرست علوم اور معارف کے نام کے ساتھ

ابتداء میں (۱۳۳) مطبوعہ و رکھی برقی ہونے کو دیکھنے کی آری تک جائے، اور کتب خانہ میں ہوں۔

میں ان اصحاب سے ترکی کی عام تعلیمی و علمی ترقی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

سے حروفِ تہجی کی ترتیب پر مرتب کی گئی ہے، اور استنبول میں نہایت خوبصورت طبع ہوئی ہے، ایران اور ایرانیات پر دوسری زبانوں کی جو کتابیں کتب خانہ میں محفوظ ہیں، وہ بھی اس فہرست میں شامل کر دی گئی ہیں،

دوسری فہرست عربی کی قحی کن بون کی ہے، اس کے مرتب بھی شیخی ادہم ہیں، یہ نشر عربی مخطوطات کی فہرست کی پہلی جلد کا پہلا حصہ ہے، اس حصہ میں قرآن مجید اور سن سے منقطع علوم کے (۶۳۷) مخطوطات کا ذکر ہے، ان میں سے (۲۵۰) قرآن مجید میں ادبانی تجزیہ و تفسیر و فہم و فہم کے قحی نسخے دس نمونہ بھی اس نشر میں ہیں، اٹھ تصویروں میں قرآن شریف کے مختلف نسخوں کے ایک ایک صفحہ کی اور دسویں جلد بندی کے نمونوں کی ہیں

یہ فہرست گوتھیلی فہرست مجاری کے جاریہ طریقہ پر مرتب کی گئی ہے، لیکن اختصار پیش نظر رکھا گیا، اہم کوئی غرضی بات چھوڑی نہیں پائی ہے، اس فہرست میں مختلف اشعار، ادب کا آراء و دین بھی بڑا بڑا کتاب کا نام اور اس جلد فی عبارت عربی رسم الخط میں تحریر ہے،

یہ تو ان کتب خانوں کے فہرستیں ہیں، ان کی کتابوں اور مخطوطات پر مختصر تفسیر کے لیے بھی استنبول میں کافی قیام کی مراد، بلکہ ساری عمر کا کام ہے، اس بارہ میں کوئی کیا دیکھ سکتا جو ادب و نشر و انیسویں کے ساتھ داپس چھوڑا گیا ہے،

اس موقع پر بے محل نہ ہو گا، اگر استنبول کی ان نمائشوں کا ذکر کر دیا جائے تو کمال گریس کے سلسلہ میں قحی کن بون کی نمائش کے لئے منصفہ کی گئی تھیں،

۱۔ مخطوطات اور بھر دکن بون کی نمائشوں کے علاوہ دوسری نمائشیں جو تھیں، وہ یہ ہیں،

۱۔ ترک کی یادگار ہمارے تون کے نقشوں کی نمائش، استنبول کی مکمل و غیر مکمل ہیں،

۲۔ ترکش فنی ٹیٹو ہار گرس نے عربی کی نمائش کی تھی،

مندرجہ ذیل دہتہ مرتبہ میں کسی کتاب کی نمائشوں کا انتظام کیا گیا تھا،

۱۔ اسٹینڈل یونیورسٹی کے کتب خانہ میں،

۲۔ فیت لائبریری میں،

۳۔ کتب خانہ راجپاشا میں،

۴۔ قویہ پوسٹ آفس کے کتب خانہ میں،

۵۔ خود اسٹینڈل یونیورسٹی کی مرکزی عمارت میں،

ملفوظات کی ان نمائشوں کے علاوہ یونیورسٹی کی عمارت میں ایک مطبوعہ کتابوں کی بھی نمائش ہوتی تھی،

مطبوعہ کتابوں میں زیادہ تر جدید ترکیبیات تھیں، لہذا قدیم رسم الخط کی کتابیں بھی تھیں، یونیورسٹی کے کتابخانوں میں بھی کتابوں کی نمائشیں ہوتی تھیں، ان میں جدید باد کے دائرۃ المعارف کی مطبوعات بھی تھیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی، فردوسی، سنہائش کے جدید اپنی نشریات کو شہر کرنے کی، جیت کرشمہ کی، احاطہ ترکیبیات کا موضوع ایک ملفوظہ مضمون کا تقاضا ہی ہے،

یہ تمام نمائشیں بڑی خوش نغمی و حسن اہتمام سے منعقد ہوتی تھیں،

(بقیہ حاشیہ ص ۹۱) ۱۔ قدیم سرکاری دفاتر کے ہم لاءات کی نمائش حکومت کے لاءات قدیم کے دفتر میں

۲۔ مفتی دہشت ترشی کی گہری،

۳۔ مفتی ترک پشپ کی ہوش یہ بھی یونیورسٹی کی عمارت میں تھی،

۴۔ ترکی دورے کے بارے کی نمائش،

۵۔ تقدیر کثیرت تصور، داخلی، اور دوسری، شب سے فزین لیلی کی نمائش اس نمائش کا مختصر

نہ کہ مرتبہ کیا گیا تھا

۶۔ جب کہ ایک کتاب، اس کتاب کی نمائش کے ساتھ علم کی جو فہمیت کی جو ملک پرانی تھی، زمین پر اس کے

استنبول یونیورسٹی کی محلات میں محفوظ کی جو نائیش جوئی تھی، اس کے لئے خاص طور سے
 بڑا ہتھم کیا گیا تھا، ایک وسیع مربع ہال میں جس کی دست مند و ست فی یونیورسٹیوں کی کتابوں
 میں کم دیکھنے میں آتی ہے، اشیاء کے صندوقوں میں یا بیرون پر رکھی گئی ہیں سارے اس میں پتھر
 سے ترتیب دی گئی تھیں، ہر کتاب پر اس کا مختصر حال مکتوب و مکتوبہ ذکر و ذکر پر لکھی ہوئی تھیں یا نہائیش
 گیر، دونوں کے درمیان سے شام کے چھ بجے تک مسلسل رہی۔

اس نائیش میں استنبول کے تمام کتب خانوں سے کتابیں فرمیں کی گئی تھیں جن کا ہر
 کتاب نائیش کی گئی، ان کی ایک فہرست بھی چھاپ کر تقسیم کی گئی تھی، اس فہرست کے ساتھ ۱۹۱۱ء
 عربی فارسی و ترکی زبانوں کی کتابیں اس نائیش میں موجود تھیں سب سے زیادہ خوبصورت
 کتب خانہ کی کتابیں (۱۹۰۰ء) کی تعداد میں تھیں۔

نائیش میں رکھی جانے والی کتابوں کی جو فہرست چھاپ کر تقسیم کی گئی تھی، اس میں ہر کتاب
 کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں تحریر تھیں:

۱۔ نام کتاب (۲) کتابت یا سند تالیف (۳) مؤلف کا نام (۴) وقت یا سن و جگہ
 (۵) زبان (۶) عربی، فارسی یا ترکی (۷) ایک خانہ کا نمبر

فرامی مسودات کے دو دفتر نائیش میں قائم کئے گئے تھے، ایک ان کتابوں کے متعلق جو
 نائیش میں رکھی گئی تھیں، دوسرے استنبول کے کتب خانوں کے متعلق، اور یہ اندازہ کیا گیا تھا کہ ترکی
 جرمن عربی اور فارسی زبانوں میں یہ مسودات بہم پہنچائی گئیں اور صرف نئی مسودات بہم پہنچانے کا
 بھی انتظام تھا، اس ترتیب کے مسودات بھی زبانوں و ترکی، انگریزی، عربی اور فارسی میں

(بقیہ ملاحظہ) اس صواب علم سے واقف ہوتی تھی اور ضرور اس ادارہ کا کاروبار کرتی تھی اور
 اس ادارہ کے محکمہ کے کام کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

فراہم کئے جاسکتے تھے۔

چونکہ نمائش کے بڑے اہل میں کتاب کو الٹ پٹ کر دیکھنے کی عادت تھی، اس لئے نمائش میں ہی ایک دار تھا جس پر نظم کروایا گیا تھا، کہ اگر کوئی چاہے تو جن کتابوں کی نمائش کی گئی تھی ان میں سے کوئی کتاب پڑھی اور اس کے لئے لیسکر ضروری معومات حاصل کر سکے، جو لوگ اپنے خراجات سے تحریر یا نظم بن چاہتے تھے، ان کے لئے بھی معقول انتظامات کئے گئے تھے،

دل چاہت ہے کہ نمائش میں جو کتابیں دیکھی تھیں ان کا مفصل ذکر کیا جائے لیکن بھاری موجودہ پرکھیں نہیں، اس لئے صرف چند کتابوں کا ذکر مختصر طور سے کیا جاتا ہے

۱۔ اختلافات الاشیاء، شمس الدین اللاذجندی (المتوفی ۵۸۵ھ) کی ایفٹ مائٹ آفندی کے کتب خانہ سے، آئی تھی، زبان عربی، نمبر ۲۰، جہاں تک علم ہے یہ کتاب ہمیں ہی طبع نہیں ہوئی ہے

۲۔ التذکرۃ الھمدویہ فی توفیق حبیب بن علی بن ابوبکر الھمدوی (المتوفی ۵۸۵ھ)

جیل الحویتہ } کی ایفٹ کتب خانہ کا یہ نسخہ مرقف کی زندگی میں

۵۸۵ھ میں لکھا گیا تھا، اصل غیر مطبوع ہے، مائٹ آفندی کے کتب خانہ سے یہ نسخہ آیا تھا، نمبر

(۲۰۱۱)، زبان عربی، شمس الدین اللاذجندی، در علی بن ابوبکر الھمدوی کی کوئی دوسری کتاب

بھی ابھی طبع نہ ہوئی ہے،

۳۔ المصنّف، ابن مرقف بن ابی نعیم بن جعفر (المتوفی ۵۸۵ھ) کی ایفٹ مائٹ

میں لکھی ہوئی نسخہ زبان عربی، مائٹ آفندی کے کتب خانہ کی نمبر ۲۰۳۹، بن جعفر کی دوسری کتاب بنیہ مرقف بن ابی نعیم کی کتاب کی جگہ صحت کا حال معلوم نہیں،

۴۔ مفقود، ابن خلدون (المتوفی ۵۸۵ھ) کا یہ نسخہ مرقف مائٹ مین ایفٹ ۵۸۵ھ

شاید یہ کتاب کی صحت کوئی باقی سے کہہ کرے کتب خانہ متحدہ لاہور، دہ

فقرہ اسی سال کا مکتوب ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کتب خانہ کا نمبر ۱۱۹۳۔

۵۔ ادلة الومحیة فی ... الحربیة - فنون حرب پر عربی زبان میں مودبہ نسخہ کی مایلف، مشتمل میں یہ کتاب ایف جوائی، نابا یہ فقرہ اسی سنہ کا مولف کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے، اب مونیہ کے کتب خانہ میں یہ کتاب پائے گئے ہیں، نمبر ۲۰۲۳۔ کتاب کی بابت کئی کئی حال معلوم نہیں ہے۔

۶۔ اربعین فی ارشاد الشالکین، ابو نعیم محمد حلی کی، ایف مشتمل میں کئی مودبہ نسخہ، عربی زبان میں مدیث، دوسو کے مودبہ پر مکتوب ہے۔ اب مونیہ کے کتب خانہ کا نمبر ۱۱۹۴۔ اس کتاب کے چھپنے کے حال سے کوئی آگاہی نہیں ہے۔

۷۔ اغراض الشیاسیة فی علم الایات، منتخب ستر قندی کی فارسی زبان میں، ایف اب مونیہ کے کتب خانہ کا نمبر ۲۰۲۴۔ کتاب کا تاج، حال غیر مشہور ہے۔

۸۔ کتاب الاقایم کا رضیہ، ابوالحسن الامیری الشافعی مشتمل کی، ایف عربی علی المصالح الاسلامیہ، زبان میں جغزیہ کے مودبہ پر، امیری کی دوسری دو کتب میں صور الاقایم و مسائل الممالک چھپ چکی ہیں، لیکن یہ ایف نابا بھی نہیں، اب مونیہ کے کتب خانہ کا نمبر ۱۱۹۵۔

۹۔ اعیان العصر و آذون النشر - عربی زبان میں اپنے ہم معرفت میر جلیل شافعی مشتمل کی، ایف نابا مودبہ کا خود پائے گئے ہیں، اب مونیہ نمبر ۱۱۹۶۔ مکتوب معلوم ہے۔

۱۰۔ اظہار رضعۃ الحق نقیوہ، قرآن میں بن بنی کی، ایف عربی زبان فی ترتیب بلاد الفیوہ، بن نابا مکتوب، اب مونیہ نمبر ۱۱۹۷۔

۱۰۔ اکلا مشرف علی معرفتہ الاطراف : ابن عساکر التوفیق رحمۃ اللہ علیہ کی حوالہ زبان
 میں حدیث کے مرفوعہ پر، بیعت نامہ کو فی اندکس ہے، عام طباعت غیر معصوم ٹرانسموٹیا نمبر ۵۴۱۰
 پرنٹنگ کی دوسری جلد پرنٹ ہے،

۱۱۔ سیر ابن سحاق کی فی رسی ترجمہ رحمۃ اللہ علیہ میں کئی مرفوعہ پر ۳۵۵۵، مرقع
 زوہد کے پر کتاب بن مشرک تریب دی ہوئی یہت بن حق کا ترجمہ ہے، یہ اصل کتاب کا اگر
 اصل کتاب کا ترجمہ ہے تو مسو دین کے ٹیکٹ، یاب تھ ہے

۱۲۔ جغرافیہ کی کتاب الیاب کا ترکی ترجمہ : مترجمہ مصطفیٰ سروری، التوفیق رحمۃ اللہ علیہ، نمبر
 ابوموفیہ نمبر ۵۹۵۵

۱۳۔ الصالک و الطالح کو تہذیبی ترجمہ کا نام ابوزید محمد لسانی ہے، نمبر
 ابوموفیہ نمبر ۵۹۵۵

۱۴۔ کتاب و تہذیب کے دستہ عربی زبان میں ایک سے زیادہ کتب ہیں کھو گئی ہیں، مثلاً ابن خرداد
 و التوفیق رحمۃ اللہ علیہ کی، بیعت، مصغری بنہ رحمۃ اللہ علیہ کی، بیعت و ابن حوقل التوفیق رحمۃ اللہ علیہ
 کی، بیعت بنیور کتاب دی فریہ و غیرہ نشر قیس نے یہ کتاب سے جمع و شائع کی ہیں، اس بات کی
 تحقیق ہو سکتی ہے، موقوفہ کے کتب خانہ میں مغلہ ساک و ادویہ کا ترجمہ فارسی کس حق کا ترجمہ ہے
 ۱۵۔ التکمیلہ لوفیات النقا، دوسری، دسویں جلد الترغیب، تریب کے
 عزت ذکی زین ان زری التوفیق رحمۃ اللہ علیہ کی، بیعت، عربی زبان میں تاریخ و تذکرہ کے مرفوعہ
 پر پرنٹنگ ہوئی ہو، نمبر ۵۹۵۵، مغلہ تہذیبی غیر معصوم ٹرانسموٹیا نمبر ۵۹۵۵

۱۶۔ الخلیفہ احمد خروحات : یہ کتاب عربی زبان میں پرنٹ ہوئی ہے، مغلہ تہذیبی
 بہت موقوف ہو، دوسری زبان میں مغلہ تہذیبی کتب کے کئی مرفوعہ پر، مغلہ تہذیبی

۱۰۔ تہ تیغ اسد و جنت امثالہ و لادہم تھیں۔ یہ بھی اوستوفی مہرکے نمبر ۲۰۲

اب صوفیہ نمبر ۱۲۰۰

۱۱۔ تہ تیغ لاجورد جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۲۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۳۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۴۔ دو صفات الاولیاء فی تہ تیغ الی کا جو کلائیاب، تہ تیغ جہن میں سعد

۱۵۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۶۔ شرح شکوک تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۷۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۸۔ ظفر نامہ امیر خسرو دہلوی، تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۱۹۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۲۰۔ کتاب المسائل و لوکایات، عربی باب میں ابو عبد اللہ محمد بن یوسف

کتاب میں یوسف بن یوسف کی کتاب، تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۲۱۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۲۲۔ معارف مودری فی معرفت الجواهر کوئی مکتوب میں کہ تہ تیغ جہن میں سعد

۲۳۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۲۴۔ تہ تیغ جہن میں سعد خدائیں۔ ہون تہ ابستی سونی، تہ تیغ رات

۲۴۔ معرفۃ انواع علمہ الحدیث ۱ یہ رسالہ مقدمہ میں ص ۱۱۱ کے نام سے منسوب ہے
ترغیب کی ذہن نشینی میں برائی اور یہ سنو سنو کا لکھا ہوا ہے، (نسخہ ابامریا نمبر ۲۴)

۲۵۔ معرفۃ اصول الحدیث : محدث مکرم مینا پوری (التوفیق سنہ ۱۳۱۵ء کی تصنیف)
سنہ ۱۳۱۵ء میں لکھا ہوا نسخہ (ابامریا نمبر ۲۵)

یہ چند کن بن جو نشے نونہ از خمار کوگی معذوق بن، ہر ایک ایک کتاب کے لئے کئی کئی صفحے
درکار ہیں، در کوئی دس ہیں کتاہیں نہیں ہیں، بلکہ ہزاروں نامیاب اور نادر نسخے ہیں، جن کا نام شمار کرنا
بھی دشوار ہے،

کاتبوں کے ضمن میں جو دوسری مختلف تالیفیں برائی تھیں، ان سب کا تذکرہ باعثِ حیات
ہوگا، صرف خطِ علی کی تالیف کے متعلق سرسری کا شمار کیا جاتا ہے۔

خطِ علی کی تالیف نونہ نصیف کے شعبہ کا خود تھی، پوری تالیف میں موجودہ حد کے نوٹوں کے لئے گئے
تھے، اس ہل بن جو چیز سب پر چھائی ہوئی تھی، وہ نجم الدین خطا کا لکھے ہوئے تھے تھے، ان قلموں
کو دیکھ کر خطِ علی بن نجم الدین کے کمال پر تالیف میں شخص کی زبان سے بے اختیار تالیف اور تحسین کا اظہار
ہوتا تھا، نجم الدین اپنے پیشرو یا کمال ترک استاد ان خطِ علی کے قول پر تالیف ہیں،

خطِ علی کا یہ کمال نے دوسری دم، پچھلے پیدائشیں جو سکنا تھا، یہ تو عربی دم، پچھلے لکھے ہوئے
تھے، جو نوب کے میں ہیں سال قبل کے لکھے ہوئے نہیں، بلکہ سنہ ۱۳۱۵ء کے لکھے ہوئے یعنی تالیف
مرتب کچھ عرصہ قبل تحریر کئے ہوئے نادر ہزارہ نوٹوں کے معذوق بن، پھر ان قلموں کے مطابق زمانہ ان
سے کم درجہ کے تالیف ہیں، بلکہ تالیف اسلامیاتی یعنی آیات قرآنی، حدیثیں، تاریخ، العقیدہ، علماء کے قول و غیر

قدیم شرقی، اور اسلامی روایات و شہاد سے ترکوں کی بیسیگی، اور اہلناز عقیدت، غیر شرعی
قوی، قرعہ اور لکھنا، بلکہ ان تالیف سے یہ تجربے اور مشاہدے ایک عمدہ ہنر، جس میں نفس کے

ادبِ مرحوم نے عربی اور فارسی زبانوں کی نادر و نایاب کتابوں کو شرقی و اسی کے حلقہ و
ایرون سے نکال کر مغربی کتب خانوں اور جامعات کے راقون کی زیر نگرانی و نگرانی کس مسرت و
سے ذمہ داری کی تھی کہ

مگر وہ علم کے موتی کنہین بنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو عربی و فارسی پار
انھوں نے اپنے دل کی قاش فروشی غنی کتبیری کے سونے کو نقش کر کے بھی نمایاں کی ہو کہ
غنی روز سیاہ پیر کشتان رہا تاش کن
کہ نور دیدہ و اشرفین کنہ چشمہ زیہ را
لیکن بھلا شہ بخور و قوت اب اس یاس و اندر کی ضرورت نہیں ہر طرف امتیاز کی کرنیں
پھوٹ رہی ہیں دراب توں نرزمہ کا وقت تاش کن
مجھ امید کہ بہ مقصد پردہ غیب
گر بردن آئے کہ کار شب آرا خوشہ

دقیقہ حیاتیتہ متغیر می بین مدولگی تار (۱) میرکت خانہ اسے استبول، قیصر ڈیش، بلیف
خضر گاہ نام، کینڈہ (۲) انیسویں یونیورسٹی (۳) بھوکیشین، نڈکی،

نور و مؤلف کے نسخے سے پانچ سال بعد کا نقل کیا جاسکتا ہے اس لحاظ سے اہم اور نادر ہے۔

دیوان جلال الدین رومی :- پبلک لائبریری نمبر ۹۰۳۹۰، ایوان ۱۵۵۱۷۵۱۳۰۶۰

اولیٰ ورق ۱۰۴، سطور ۲۳، عمدہ خوش خط تعلیق۔

یہ نسخہ محمد قندت ابن اہم مرام ابی بکر افندی انشیدہ نقیض زادہ ۷۵۵ وقف کیا ہوا ہے۔ پہلے دو ورق خدیب سے

ابتدا: ای دیں چاندی بیدہ دوعہ - بن آقصیر

انقسام: نذر رخ سمروان زان نہ یادیا - پرور سر شدہ نگوں پانی

عریات: - ۲۹۹ الف

قرمیاات: ۱۔ ۲۹۹ حیات در صاتیہ: - ۲۹۹ الف - ۲۹۹ الف

۲۔ ۲۹۹ حیات: - ای دیں چاندی بیدہ دوعہ: - ۲۹۹ الف - ۲۹۹ الف

مزید رعایات: ۳۹۹ بے - ۳۹۹ الف، صمیمات: - ۳۹۹ بے - ۴۰۱ الف

توقیعہ: (تجربات کے آخر میں) تم الکتابہ... بید چہد مسویں سنوں میں - فی یوم لایموت

شعر ہی لایں سہل ارج و نکاتین و نکاتین بیت العجریہ۔

... ۱۔ ۲۹۹ حیات: - ۲۹۹ الف، صمیمات: - ۲۹۹ بے - ۴۰۱ الف

میں شائع رہی ہے۔ پر و نیر و بیچ زمان فروری ۱۳۱۱ قمریٰ اس کا تعلیق ہی چوبیس تا تیرہ ہے۔ رہے ہیں۔

دیوان خسرو :- خراج پی ادلی لائبریری نمبر ۹۰۳۹۰، ایوان ۱۵۵۱۷۵۱۳۰۶۰

سطور ۱۱۹، خط تعلیق۔

پہلا ورق خدیب ہے ورق ۱۰۴، پر "نذر و نقیض زادہ ۷۵۵ وقف کیا ہوا ہے" کے کلموں میں مسز و چوبی کا دیوان

لکھا ہے "دیوان خسرو کی ابتدا میں بیت سے جوق ہے:

وقت گشت خوش کن بادہ چون گلاب ز

مقام ہم کہ مسکوی کفر گشتا یہ کم

سہ ۱۰۰۰ لایں سہل ارج و نکاتین و نکاتین بیت العجریہ۔

مجموعہ رسائل :- پبلک لائبریری نمبر ۹۰۳۹۰، ایوان ۱۵۵۱۷۵۱۳۰۶۰، ورق ۱۰۴، سطور ۲۳

خط نسخہ - یہ مجموعہ برقیں سال بعد نسخوں میں جمعیت شریعہ نقیض زادہ ۷۵۵ وقف کیا ہوا ہے۔

کتابخانه خدا بخش

فقه بخش و مستشرقین و غیره



۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

تصحیح و اضافہ

نور بخش قہر برست مخطوطات سابقہ و آئندہ کے تراجم

تاریخ و تذکرہ

کہ حدیث میں اس کے ساتھ مخطوطات ہیں جن میں
 نسخہ مرآۃ العیون کے صحیفہ و اضافہ کی تصدیق
 قسماً ہے جو یہ ہے کہ یہ نسخہ مخطوطات کا حدیث
 ہے جس میں اس کے ساتھ و ان کی تصدیق جو
 ۱۰۰ نسخہ یہ ہے جو اس کے ساتھ ہیں حدیث
 کو اس سے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق
 کی تصدیق ہے جو اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ
 وہ نسخہ ہے جو اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ
 اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق
 کہ اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق
 کہ اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق
 کہ اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق
 کہ اس کے ساتھ ہے کہ یہ نسخہ اس نسخہ کی تصدیق

ڈاکٹر افتخار احمد مدنی
 خدائے پاک سے دعا ہے کہ

[illegible]

ترجمہ دیوبند النسخ: میں کہتا ہوں کہ یہ قوم جو کہ اپنے آپ کو "میرزا" کہتے ہیں، ان کے لئے جو کہ ان کے لئے ہے۔
میں مصالحت کے ماحول میں کہتا ہوں کہ یہ قوم جو کہ ان کے لئے ہے۔

489. در حق ائمه در باب ساکب... و در باب ائمه در باب ائمه...
... و در باب ائمه در باب ائمه...
... و در باب ائمه در باب ائمه...
... و در باب ائمه در باب ائمه...

ولد آغا عبد الکریم درج ہے۔

HL. 41
49

معروف نبوت کے لئے: "معاذ حقیت فی ہر حق خلیفہ" نے جو کچھ میرے پاس تھا، وہ سب دے دیا۔

نیمہ مندرجہ قیمت : ورق ۴ - ۱۲۰ - نمبر ۲۰۳۔

روقتہ الہیہ کی بات کہ دربارِ اقدس میں اس کی ساری باتیں سب سے پہلے
 کہیں، یہ بھی جیسا کہ مذکور ہے۔ اور میرا یہ بھی ستر گز ہے کہ اس کی باتیں
 کے سلسلے میں تفصیل دینی چاہیے۔

روئے الراجب : ورق ۳۳۵ - ۳۳۶

فوتون این مشعرات با هم میزنند و به یکدیگر میزنند و به یکدیگر میزنند.

...and the ...

1. 1950-1951

برای سنجش میزان آلودگی هوا در مناطق مختلف شهر تهران، از ایستگاه‌های اندازه‌گیری استفاده می‌شود. این ایستگاه‌ها در نقاط مختلف شهر قرار دارند و به کمک دستگاه‌های اندازه‌گیری، میزان آلودگی هوا را اندازه‌گیری می‌کنند. این داده‌ها برای سنجش میزان آلودگی هوا در مناطق مختلف شهر تهران، استفاده می‌شود.

[illegible]

(Faint handwritten notes at the bottom of the page)

عنه خلق من بعد من يبعث الله رسولا من بينكم

روضۃ الشہداء: اس کے کاتب خود بکلی لکشی میں اور یہ نہ صرف اہل بیت کے حالات پر ہے بلکہ اس

میں بعض انبیاء اور خود حضورِ صلعم کے حالات بھی درج ہیں اس کے مصنف کا پورا نام کمال الدین محمد
کاشفی ہے توفیقی یثرب میں کتاب کے مندرجات اور مصنف کے نام کے سلسلے میں تفصیل موجود ہے۔

روضۃ الشہداء: اوراق ۳۸۸ ذکر ۳۴۸ روضۃ الشہداء کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری کتاب روایات

معائب سیدہ مذکور ہے یہ ۳۲۰ اوراق پر ناقص الآخر ہے اس کے علاوہ دو ورق پر حضرت علی کے
بائے میں تباہی گشت اور توحی دو ورق پر قصیدہ انوری ہے۔ توفیقی یثرب میں ۳۲۰ اوراق

مذکور ہے کتاب کے مندرجات کی تفصیل بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں قصیدہ انوری کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

روضۃ الشہداء: کتاب کا پورا نام ریاض الشہداء فی ذکر معائب السادۃ ہے اور یہ کتاب

کا عدد درج ہے۔ توفیقی یثرب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

نمایۃ الہدی فی ذکر الصیۃ والاثر: اوراق ۳۳۵ ذکر ۲۵۶ نیز اس میں ایک دوسرا سالہ "بصرۃ

فی احادیث الاثر" مصنف محمد عظیم بک فی رہنمائی بھی ہے جو ۹۰ اوراق پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کتاب مصنف کے پاس رہی ہے اس رسالے کے خاتمہ کے بعد ایک ورق پر یہ مصنف نے

اپنے قلم سے اور دیکھے ہیں اور ورنہ اس کے خاتمہ پر اپنا نام بھی ان کی تعظیم کی خاطر لکھا ہے جو بڑا

تایخ و صاف کتاب کا اہل نام بھی جو تجزیۃ الاعصار و مزجۃ الاعصار ہے کیفیت کے

خانے کے بجائے نام کے خانے میں دیا جانا چاہیے۔

ظفر نامہ: تعداد و مظهر ۹، ذکر ۸۱، نسخہ کے آخری ۲۰ اوراق پر ۲۲ سطریں ہیں۔

مطلع السعدین: کتاب کا پورا نام "مطلع السعدین و بکین بحرین" ہے۔

ملفوظات تیمور: یہ کتاب تہذیبی ہے۔

ملفوظات تیمور: یہ تذکرہ تیموری ہے اور اس میں مرثعات سحرانہ کم ہیں نسخہ کے آخر میں کتاب

نے لکھا ہے کہ جس نسخہ میں نقل کیا گیا ہے اس کے حراب ہونے کی وجہ سے اس حصہ کو نقل

کیا گیا اسکا ہر سٹ میں بعض تاخیر لکھنے کے ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کوئی جاتی تو اچھا ہوتا

کتاب المعجز فی شہادۃ ملک العجم: یہ قصہ لاول ہے توفیقی یثرب میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

نامہ مخ ہا ہر واحد ذکر کے نام کا ام کے دریا میں ذکر ہیں کیا گیا ہے البتہ کتاب کے پہلے ورق پر

میں جو نسخہ ہر وجہ سے کورس جو کتاب کی کچھ جو معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ عالم آبادی عباسی: نسخہ میں درج ان کے دو اوراق سادہ اور غیر فوری میں سے ہے۔
کئی میں شامل نہیں کیا جلتے گا، اور اس طرح کتاب کے ۲۶۴ اوراق ہی ہوں گے نہ کہ ۲۶۶۔

تاریخ عالم آبادی عباسی: ۳۶۳ اوراق نہ کہ ۳۵۳۔

تاریخ جهانگشت ای: سزگشت، ۲۲ نہ کہ ۲۳ خط شکستہ در خط شکستہ ہونے کا ذکر فرمائی
کینڈرگ میں بھی موجود ہے۔

تاریخ زندریہ: کتاب کا یہ نسخہ میں نہیں دیا گیا ہے اس کے بند ۸ ورق کا خط شکستہ ہے
ورق کے بعد کے اوراق شکستہ خط میں ہیں۔

تاریخ محمدی: مصنف کے نام کی ترتیب سے عربی حوالی سے یہ نسخہ محمدی میں محمدی ساری
میں سے ہیں محمدی ساری میں فتح شدہ اور محمدی میں کتاب میں محمدی ساری میں فتح شدہ۔

تاریخ عالم آبادی: مصنف کے نام کی ترتیب سے محمدی ساری میں فتح شدہ۔

امیر نامہ: مصنف کا نام دونوں میں مختلف شاذ ان میں سے کچھ سے کچھ سے کچھ سے کچھ سے
میں مسکری نامی نہ کورس ہے اس کے مصنف کا نام درج ہے ۵۰-۵۰۔

تاریخ عالم آبادی: مصنف کے نام کی ترتیب سے محمدی ساری میں فتح شدہ۔
مشت بہشت: کتاب کا ایک مسودہ ہے جس میں "الطعام النوری" جو "عقود الخیر" ہے۔

مشت بہشت: ورق ۱۸۲ نہ کہ ۱۸۔

مشت بہشت: ورق ۳۱۸ نہ کہ ۳۱۶۔

بحر المتواج: ورق ۶۴۳۲ نہ کہ ۶۴۳۶۔

بحر المتواج: ورق ۱۶۸ نہ کہ ۱۶۸۔

تاریخ فرشتہ: کتاب کا اصل نام "کلیس" ہے۔

تاریخ فرشتہ: ورق ۲۲ نہ کہ ۲۲۔

چہار بخش: اس کے متن چند جگہوں پر محسوس ہے۔ یہ سن ۱۰۰۰ کے بعد ہے۔
میں کچھ بھی درج ہے تو بھی کچھ نہیں ہے۔

حقیقت پر ایمان نہ رکھنا : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 خلاصۃ التواریخ : تجدید سطور ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔

طبقات اکبری : کتاب ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 سے بھی دو درجہ : ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 و کتاب ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 سے بھی دو درجہ : ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔

تذکرۃ واقعات : کتاب ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 آئین اکبری : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 قس نامہ چنگیزی : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 قبل نامہ چنگیزی : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔

تجلیغ نامہ : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 عمل صالح : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔

تجلیغ نامہ : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔

تجلیغ نامہ : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔
 مختصر : ورق ۱۰۰۹۔ ۲۸۰۰ تجدید سطور ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۲۔

۲۱۴ "حبیب السیر: کتاب کا پورا نام "حبیب السیر فی اخبار افراد البشر" ہے یہ نسخہ جلد دوم کے جزء دوم

ہی ہے، مکن نہیں، اوراق ۴۱۹ نمبر ۴۲۸ کرم خوردہ ہینڈلسٹ نامہ کتاب کے خان میں پیدا سمیں
درج ہے جو غلط ہے کتاب کا نام نسخہ میں لکھا تھا قیاس یہ ہے کہ اسے ٹاکراس کی جگہ یاسمعیل
نے بنی حقیت کا ذکر کیسے نسخہ کے آخری ورق پر پیدا سمعیل علی خاں کی مہر بھی ثبت ہے۔

۱۶۵ "حملہ سکندری: مصنف کے نام کے آخر میں عظیم آبادی کا اضافہ مناسب ہوگا "ملازمتی"
نماص مدنی لکھی گئے سکندر نامہ کا ترجمہ ہے جو ۲۸۰ میا گیا گیا۔

۲۱۵ "روضۃ الصفا: کتاب کا پورا نام "روضۃ الصفا فی سیرۃ، انبیا، والہکوک والخلفا" ہے مصنف کا

پورا نام سید محمد بن باب الدین حافظ شاہ بن کمال الدین محمود معروف بہ میر خاوند ہے، اوراق
۶۲۷ نمبر ۶۱۹ ابتدائی اور آخری ورق بعد کے لکھے ہوئے ہیں یہ کتاب سات جلدوں میں
ہے جبکہ یہ نسخہ صرف تین جلدوں میں ہے۔

۳۵۵ "روضۃ الصفا: کتاب از مصنف کے نام کے لیے ہینڈلسٹ نمبر ۲۷۹ دیکھیں اس کے کاتب محمد
بخاری ہیں کرم خوردہ اوراق ۲۳۳ نمبر ۲۳۱۔

۳۶۷ "سارستان چہار چمن: اوراق ۶۵۸ نمبر ۵۵۸ اس میں ورق کے ایک طرف ہی تحریر ہے۔
دوسرا حصہ سادہ ہے تعداد سطور ۱۵-۲۵ نمبر ۱۶-۱۵۔

۴۱۲ "کتاب (محبوبی الاسم) مصنف کو نام لکھ کے ورق ۵ پر محمد علی لکھ کر ہے اور کتاب کا نام اوراق ۴۳

الف ب میں لکھا ہے۔ نمبر ۱۸۱ کتاب میں لکھا ہے اور یہ حالات پر تعداد سطور ۴۳-۱۷ نمبر ۱۲

۳۶۸ "مرآۃ العالم: نامی الاول نمبر ۱۷۱، قصی طریقین و مرآۃ العالم کے نامش بہم اور اس کے بعد کے حصے میں
ہے پتہ کا حصہ نہیں یہ کتاب آرائش نیم نمبر ۱۷۱ ہے فہرست مشترکہ میں احمد سرودی نے لکھا ہے کہ
یہ کتاب سات راستوں میں ہے اشعوبی اور نویں آرائش درج ذیل ہے۔

"شہرہم : "دریا کرلا بخارا زورای از منہ ساجد و عہد سعادت مہدیاو شاہ دینی پور و علمائے
کرامت مہر قدیو سعادت شہر مکتوبی بردو پیر شہر۔"

"اس حصہ: "دریا کرلا بخارا زورای از منہ ساجد و عہد سعادت مہدیاو شاہ دینی پور و علمائے
کرامت مہر قدیو سعادت شہر مکتوبی بردو پیر شہر۔"

نہ نہ دیکھ کر سخی میں یہ پکچر شہین ہے۔

میری نامہ : اور ورق ۱۸۳ نہ کر ۸۵۔

نئے رستمان : ورق ۱۹۰ نہ کر ۱۰۰۔

بیگم : نفاذ : یک ورق نہ کر ۲۰۰ قفسہ ۲۰۰۔

ترجمہ الارسلان : میرے مصنف کا نام نہ نہ محمد بن عبد بنی ہے نہ کہ کمال : یہ ورق ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

روح الدار الغریبی بیان میرے مصنف کا نام نہ نہ محمد بن عبد بنی ہے نہ کہ کمال : یہ ورق ۲۰۰۔

میرے مصنف کا نام نہ نہ محمد بن عبد بنی ہے نہ کہ کمال : یہ ورق ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

اوراق ۲۲۵ چوتھے ہیں۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

نہ کر ۲۶۱۔ قفسہ ۲۰۰ کرم خور ۲۰۰۔

آخری ۳۰ ورق پر انتخاب لفظیات سیرات خیرین ہے۔

۳۶۷۹ شاہنامہ منور کلام: اس کے مصنف شیخ اسلم گھڑی ہیں نہ کہ منور کلام ورق ۶۹ نہ کہ ۷۰۔

۳۶۸۰ عبرت الدار: ناقص الاخر معلوم ہو تا ہے کہ اس کتابت میں مکمل نہ ہو سکی۔

۳۶۸۱ عبرت مقول مع عبرت نامہ: ۱۰ ورق ۱۳۱ نہ کہ ۱۳۲ ابتدائی دو ورق پر فہرست خدین

ہے اور تیسرے ورق پر کاغذ نوٹ بہ تشریح نستعلیق مکتوبہ

فی فضل القوافین: اس نمبر کے تحت فیاض الامنا ہے جس کے مصنف محمود بن قاسم محمد بن

ہیں یہ کتاب تمام النسا اور اس کے قواعد خواجہ ابو پر ہے۔ ناقص الاخر۔

۳۶۸۲ مرآت سکندر می: ۱۰ ورق ۸۹ نہ کہ ۸۵ ناقص الاول امین دست میں کیفیت کے خدے ہیں سب سے

نزد کے سے شمارہ نمبر ۳۰ دیا گیا ہے جو غلط ہے اس نمبر کے تحت تھوڑے سے جو غلطیوں

اور اس کے نام اور احوال کے حالات میں ہے دو نمبر نسخہ کا شمار ۳۰ سے۔

۳۶۸۳ منتخب متواتر نسخہ: ۱۰ ورق ۲۳۰ نہ کہ ۲۲۹ قدر سے تب ذکر فرمادہ۔

۳۶۹۰ نسخہ و کتب: ۱۳۲ ورق اگر ابتدائی ایک ورق جو درجہ سے ہے اسے بھی شامل کر لیا جائے تو ۱۳۳ ہو گا نہ کہ ۱۳۲۔

۳۶۹۱ واقعات کشمیر: ۱۰ ورق ۱۰۸ نہ کہ ۱۰۶۔

۳۶۹۲ واقعات جنگ شاہ عالم بہ دشاہ ثانی: اس کے مصنف یحییٰ راس میں ۱۰ ورق ۳۴۰ نہ کہ ۳۴۱

میں ۱۱۹۳ء سے ۱۲۰۰ء تک کے مختلف واقعات مذکور ہیں جس میں واقعات جنگ ۱۲۰۰ء بھی

ہے اور ۱۵۸۹ء نہ کہ ۵۹۰۹ء ناقص الطریقین خط نستعلیق کا نسخہ۔

۳۶۹۳ تحریق القلوب: یہ دو من "ستاد" ہے اور ایک مصدقہ اور تالیف یہ ہے۔ ناقص میں ہے۔

موجودہ نسخہ فصل دوم ہے فی الشارح کے تحت ہو گا کہ اس میں یہ ایک ناقص الاخر ۱۵۰ ورق نہ کہ

۲۸ تعداد بطور ۱۴۰ نہ کہ ۹۰ خطیہ ہو سکتے۔

۳۶۹۴ واقعات عالمگیری: اس کے مصنف اقلیہ خان تخلص براضی بہ خط نستعلیق۔ قدر سے نسخہ

بہ خط نستعلیق۔

• رسالہ دہم اوراق ۲ ورق • رسالہ دہم مخطوطات و نسخی ۲ اوراق • اشعار فارسی تیز مرل اورق
اس کے بعد ۴ اوراق پر مباحث ہے جو مابین رسالہ کھید نایکا در عبد الرحیم خاں و موثق تصدی کے
بھالکے اشعار میں موثق کی کتاب برہا و لیلیٰ کا انتخاب ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور موقوف وہ
ذکر شریعی ہندی الاصل ہے زبان سہاکا کن گویند وغیرہ ہے مذکورہ بالا رسالہ یعنی اشعار فارسی تیز
مرل کے بعد کے لیے رسالوں کا ترتیب کیلئے یہ نہیں ہے بلکہ صرف some verses ذکر ہے
تشریح: (منتخب) خلاصۃ الکمل: اوراق ۸۰ ذکر ۷۹۔

۱۰۰۰ ۶۵۶
۱۰۰۰ ۶۵۶
ریاض الشعراء: اوراق ۳۸۷۲ ذکر ۳۸۸۸ آخری ایک ورق پر تھوڑے حصے میں حمد عربی
مذکورہ فز نہ عامرہ سے نقل ہے جو سلطان اختر حسن علی خان ہے۔

۱۱۰۰ ۶۵۶
۱۱۰۰ ۶۵۶
سفینۂ خوشگو: اوراق ۲۱۵۳ ذکر ۲۱۶۲ آزاد ملکہ امی نے اس نسخے سے استفادہ کیا ہے۔
ابتدائی وقت پر "فقر زاد" کی مہر سے علاوہ یہ تحریر بھی موجود ہے "فقر زاد و بگڑی اسٹک ب
نمودہ ۸۲" ورق کے علاوہ بقیہ باتوں کا ذکر توضیح کیلئے کیا گیا ہے۔

۱۱۰۰ ۶۵۶
۱۱۰۰ ۶۵۶
صحف ابراہیم: اوراق ۲۵۲ ذکر ۲۵۶ "اورق پر جو فہرست ہے وہ کتاب کے کاتب
کی تحریر نہیں بلکہ بعد کا اضافہ معلوم ہو سکتا ہے۔

۱۱۰۰ ۶۵۶
۱۱۰۰ ۶۵۶
عرفات العاشقین: کتاب کا پورا نام اس کے دیباچہ میں، اس طرح مذکور ہے "عرفات غرائب
عاشقین و عرصات و عارضات و رقیں" اور اس کے مصنف کا نام تقی بن عین لدین جوین
سعد الدین محمد ہے۔ بیڈسٹیل میں "عین الدین محمد کا" غلط لکھنے سے لگایا گیا اورق ۴۳۰ ذکر ۴۳۰۔
عقد شریا: اس کے کاتب کا نام مودہر ہندت عرف نکو ہے۔

۱۱۰۰ ۶۵۶
۱۱۰۰ ۶۵۶
کلمات شعرا: کتاب کا نام "کلمات الشعراء" ہے تو بھی کیشاد میں نام بھیج مذکور ہے۔
گلہ ستہ: اس کے مصنف عبد الوہاب علی گری ولد سید منصور خاں ہیں نہ تقی بن عین الدین جوین

۱۱۰۰ ۶۵۶
۱۱۰۰ ۶۵۶
الاولیٰ اور یہ میر تقی الدین جیسی کی کتاب عرفات لعاشقین کے انتخاب "کتاب عرفان"
سے انتخاب ہے اورق ۱۷۲ ذکر ۲۳۷ کتاب کے خاتمہ کے بعد ۱۹ اوراق پر مباحثہ عجیب
ہے اس کے بعد ۶۷ اوراق پر مختلف عوامات کے تحت حروف تہجی کے اعتبار سے اشعار کا
انتخاب ہے جس کے اوراق بے ترتیب ہیں اور یہ ناقص الاولیٰ ہے جو بھی کیلئے اس کتاب

۱۲۶۶ ۱۲۱: **بستان المحدثین**: ہیڈ ٹائٹل میں کیفیت کے خانے میں درج ہے کہ "بؤدلی صفحہ و درمیان کتاب محمد نواک صادق ۱۱۸۸ء موجود است" لیکن نسخہ پر ایک بھی مہر وجود نہیں نیز ہیڈ ٹائٹل کے ہجری کیفیت کے خانے میں درج ہے کہ "اندراں غری تہ جہ شدہ" لیکن میری معلومات کے مطابق یہ کتاب فارسی زبان میں ہی لکھی گئی ہے الا علام میں بھی اس کتاب کا ذکر آگیا ہے لیکن یہ اسی کے ذریعہ بہت لگا کر کو یہ معلوم ہوا جو کیفیت کے خانے میں تاریخ ہجری میں موجود اس کے دو سب سے آخری مہر پر لکھا ہے وہ بھی مطابق ہیڈ ٹائٹل نمبر ۲۰۵ کے تحت سناہ عبدالمزید دہلوی کی حوالہ دیت "فقد مرّ عمالہ واحد" ہے البتہ آقا العلوم خلد اول کے ہیڈ ٹائٹل نمبر ۱۷ کے تحت اس کتاب کا دوسرا نسخہ موجود ہے کرم خورہ۔

۱۲۶۷ ۱۲۱: **بحر الانساب**: طائپ اور ترمیم کی غلطی سے کتاب نمبر کی جگہ ۳۰۰ کی جگہ ہے یہ دراصل ۲۹۲ ہے اور سلسلہ وار نمبر ۲۲۴ کے بجائے ۲۲۳ ہے نسخہ میں مصنف کے نام کی جگہ محمد جعفر حسینی کی مذکور ہے۔ کہ خیرہ جعفر حسینی ہیں: سنہ ۱۱۸۸ء میں یہ اضافہ سمجھا جاتا ہے کہ محمد جعفر حسینی کی بیٹی والدہ کی غرضی تصنیف بحر انساب کا دوسرا نسخہ کیلئے دستاویز غرضی ہیڈ ٹائٹل میں کتابت کی جگہ سن ۱۱۸۸ء میں عالمگیریہ کو ہے اس کی جگہ سن ۱۱۸۸ء میں عالمگیریہ کی جگہ ہو گیا ہوگا۔

۱۲۶۸ ۱۲۱: **بحر الانساب**: کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں ہیڈ ٹائٹل نمبر ۲۹۱ دیکھیے اس کا سرکٹ ۱۱۳۵ء ہے مذکور ۱۱۸۸ء نسخہ میں جہاں ہجری مذکور ہے وہ قدرے کرم خورہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی سن جلیوں محمد شہ کی مذکور ہے جو ۱۲۷۰ء ہے ایسی صورت میں اس کی کتابت ۱۱۳۵ء تقیہ سیم کی جگہ تاریخ احوال اسلام خاں: نسخہ کے دیاچ میں اس کا نام "نسب امام جعفر شجرۃ آنا عشر" مذکور ہے اور اس کے مصنف سید حیدر حسین خاں بن میر محمد حسین خاں شاہجہاں آبادی ہیں اوراق ۵۴۲ ذک ۱۵۹ ابتدائی ۵ اوراق برواق کے دونوں طرف لکھا گیا ہے اس کے بعد کے اوراق پر صرف ایک طرف تاریخ ہیڈ ٹائٹل میں عدد دہائی کے خانے میں ۱۷۰۰ کی جگہ ہے ۱۷۰۰ لکھا جاتا ہے۔ تاریخ تصنیف کی ذکر ہر شدہ: اس کے کتاب کا نام محمد تقی الدین نعمانی ہے ذکر محمد تقی نعمانی نسخہ میں سن کتابت مذکور ہجری کے ساتھ ساتھ ۱۲۷۰ء ہے تعداد دستور ۲۲۲ ذک ۱۲۔

مل 4089 تذکرہ: اوراق ۵۳ ذکر ۱۰۲۔ رسد کتابت ۱۱۸۵ھ ہے ذکر ۱۱۵۸ھ یہ رسالہ اولیٰ و عرفان کے نکات کے

بیان میں ہے۔ ساریے سے تذکرہ میں نہیں رکھا جاسکتا، نسخہ میں اس کے علاوہ دوسرے ذیل عنوانات کے تحت بھی رسالے موجود ہیں۔

• حد بیان خطوات آقا • اوراق • در بیان حروف • • • • • ورق • آقا محمد
اشعار و مفہوم ۴۴۴ ورق • اوراق • ان تینوں رسالوں کی رسد کتابت بھی ۱۱۸۵ھ ہی ہوگی۔

چراغ پنجاب: ۳۹۶۔ قصہ الاول و کرم خورشید کتاب کا نام "چراغ نبی" نہیں بلکہ "رسد" حسب نام

بہ دراصل کے مصنف کا نام "یار گیش" یا اس قانون گول بگرات ہے۔ کہ "یار گیش" اس قبیلہ جی اس کے کتاب میں مینا و بحر الدین ہیں بلکہ چراغ الدین مرید علی ہیں نیز یہ کتابت "مرید" نہیں بلکہ "یار گیش" ہے۔
۱۰۲۳۔ حال مرزا احمد اللہ کرمانشاہی: کتاب کا یہ نام غلط ہے بہرست انداز کہ کتابت کے تحریر اس مرتبہ

"ایک کتاب از مال حقیر احمد اللہ ولد حاجی مہدی" سے غلط فہمی ہوئی احمد اس سے مار کو جس پر وہ کتاب کا نام نسخہ میں کہیں بھی مذکور نہیں یہ مختلف قسم کے خطوط و دست و نیرات وغیرہ پر مشتمل ہے اس لیے اس کا نام "مختصات" دیا جاسکتا ہے اور ایسی ہی صورت میں یہ تذکرہ میں نہیں بلا سکتا ہیں ہوگی۔

۱۰۲۴۔ حالات حضرت امام حسین و ابوالقاسم: اس میں دسج دیں رسدے ہیں مذکورہ تمام کوئی رسالہ نہیں۔

• ذکر کے متعلق چند سوالات اور اس کے جوابات: ۳۱ اوراق • امام حسین کی شہادت کے بعد بزرگ

کا مدینہ پر حملہ اس کی بے حرمتی اور مختار کی جانشینی کے بعد ان لوگوں کو سزا جو کہ میں شریک نہ تھے

پھر فرقی رکھا، تمام ۴۴۴ ورق • مختلف قسم کی دعائیں پلے ورق • تاریخ ہدایت "دقائق حدیث" /

دعائی نام "ماہران" تعداد اولاد حضور صلعم، خلفای راشدین حضرت فاطمہ حسین و اہل و عیال و دیگرہ مدد

• نماز برای طلب حاجات: ورق یہ اردو زبان میں ہے • نسب نامہ شیخ علی الدین عبدالقادر

حیاتی و خواجہ حسین الدینی چستی پلے ورق تعداد وسطیہ ۲ - ۱۵ ذکر ۱۵۔

۱۰۲۵۔ حلیۃ الشیوخ: اوراق۔ ۳۸۲ ذکر ۳۸۸۔

۱۰۳۰۔ دوازده مجلس: ہر مجلس میں کتاب کا نام محمد عسکری حسینی بلگرامی مذکور ہے جس نسخہ میں کتابت

اسم موجود نہیں کتاب کا نام بھی نسخہ میں مذکور نہیں اس کتاب میں صرف سیارہ مجلس ہے ۴ مجلس کتابت

میں ترکیب بند مفاہیم کشی ہے اور اس کے بعد مجلس یک بار صریح ترکیب بند کے حدیث کا عنوان

یہ ہمیشہ ہمارے ویسے بکتاب تذکرہ ہمیشہ چار کے نام سے جانی جاتی ہے۔

ریاض الشرا: جلد ۲۵ ذکر ۲۳۔

ریاض الشرا: اوراق ۳۹۰ ذکر ۳۵۹ بقدرے کرم خورد۔

سفینہ خوشگوار: نقض الآخر، اوراق ۱۲۵ ذکر ۱۲۳۔

سوانح جہانگیر: تہذیب معلومہ ۹۔ لکھ ۱۱۔

سوانح مرزا اوزیر علی نواب لکھنؤ: اس کا عنوان سوانح مرزا دین علی خاں بہادر۔ ہوگا۔

سیرۃ مشائخین و صحابہ کرام: کرم خورد، نقض اول، نقض دوم، نقض تیسریں بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ۔

کتب مکمل ہیں اگر کتاب نے تکمیل نہ کی ہو ۱۲ اوراق ۲۲۵ ذکر ۲۳۱۔

شہستان اقامت: کتاب کا نام شہستان اقامت ہے ہندوستان میں کیا کیفیت کے خانے میں

نہر ہے شہستان اول تا شہستان چہارم مشتمل بر حالات آنحضرت معلوم: مدت ۱۰۰۰۰

اس میں اضافہ سمجھا جائے کہ شہستان یا نہر دھم در حال حیات مہدی زید علیہ السلام خورد

آخر حال: جال: یعنی یا نہر شہستان و یک عالم شہستان۔

شجرۃ طیبہ بلگرام: کتاب کا نام شجرۃ طیبہ ہے ہندوستان میں بلگرام کا اضافہ غیر ضروری ہے

اس کتاب میں سید رضی کے کتاب کے مصنف سید غلام علی آزاد بگرامی کے بعد مختلف لوگوں کے

نام کا اضافہ کیا ہے اور یہ اضافہ ۱۲۵۲ء تک کا ہے۔ ۱۰۰۰ اوراق پر کتاب تکمیل ہو جاتی ہے ۱۱۱۱

ورق سے ۱۲۵۲ء تا ۱۲۵۴ء کے مختلف لوگوں کی تاریخ پیدائش وفات شادی وغیرہ کا ذکر

ہے جو ۱۲۵۴ء میں ہے تقریباً کی عبارت ورق ۱۱۰ پر ہے۔

بعض، و بعض شاذ باتا ہم رسید از قدم شستہ رقم مدد خدا سید رضا تارخ غرہ حاد الاول لکھنؤ

دو صد و پنجاہ و دو ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نسخہ کے پہلے ورق پر میر سید رضا ۱۲۳۰ء کے علاوہ یہ عبارت بھی درج ہے: ہذا نسخہ شجرۃ طیبہ

مصفیہ میر غلام علی آزاد ملکی، است کتبہ خندہ قزوین محمد ملکی، لکھ ۱۱۱۱، اس عبارت کے چوتھے ورق

اور پوری کتاب کے کوئی کنڈا یہ ہے کہ خندہ علی حضرت میر جبارت کے جی کا کتاب میں اصل

کتب کے کتاب سید رضا لکھی ہو سکتے ہیں۔ قدرے کرم خورد۔

شجرۂ طیبہ بلگرام: بکس کا نام تجرہ طیبہ ہے اوراق ۶۱ ذکر ۱۲۰ اس کے کاتب یوسف تریخہ بلگرامی تھے۔

شجرۂ طیبہ بلگرام: اس کا نام بھی تجرہ طیبہ ہی ہے اور یہ ہیڈ لسٹ نمبر ۳۵۳۲ سے نقل کیا گیا ہے۔

سہ کتابت ۱۲۸۲ھ ہے ورنہ کاتب سید محمد تقی و سید مصطفیٰ علی ٹکڑی ورق ۵۱ ذکر ۳۹

آخر کے ۴ ورق پر وہ صافے بھی ہیں حکماء کے ہیڈ لسٹ نمبر ۳۵۳۲ کے تحت کیا گیا۔

۳۸۶۔ صیغہ شریف: اوراق ۲۱۵ ذکر ۲۳۔

۳۹۰۔ طرب القلوب: تہذیب و شعور ۱۶ ذکر ۱۷۔

۳۹۱۔ غمنا و سوادات: اس کا نام غمنا و السوادات ہے اور اس کے مصنف کا نام ویب میں غمنا علی غفری

بن سید نمہ کن جہاں مذکور ہے کہ غمنا علی رضا غفری سے کتابت ۱۲۵۲ھ ہے ذکر ۱۳۵۴۔

۳۹۲۔ فوائج القلوب: نقص و خروم خود ۱۰ ورق ۵۵۳-۵۵۴ ذکر ۵۵۳۔

۳۹۳۔ کلمات الشعراء: کرم خود ۵۰۔

۳۹۴۔ کبریا و حال: اس کے درجہ میں مصنف سے بیابان ہواں و شخص وئی لکھ ہے کہ غفری لعل

وراق ۱۰۰ ذکر ۱۰۰ قدر سے کرم خود ۵۰ یہ ہندی کتاب پر نوویہ چند و دی نکت کافی رسی کر خود ہے

نیز یہ کہ یہ نگارہ نہیں ملے دستاویز ہے جو تصوفی۔ مڈس ملٹی گئی ہے۔

۳۸۹۔ گلشن ابرار: کتابت کا یہ نگارہ گلشن ابرار تھیں مڈس میں شفیق نے۔

۳۶۷۱۔ مجالس الاحزان: اس کے مصنف کا نام ویب میں سید علی صفحہاں مذکور ہے کہ کرم علی

اکبر خان اوراق ۲۲۵ ذکر ۲۲۴۔

۳۹۵۔ مجمع انفس: ۱۰۰ ورق ۳۲۵-۳۲۶ ذکر ۳۲۶ اوراق پر فہرست ہے جس میں درمیان کے اوراق مادیہ۔

۳۹۶۔ مجموعہ در اتواں ولادت و شہادت: مصنف نے باضابطہ طور پر کتابت کا کوئی نام نہیں

دیا ہے مگر یہ یہ دیکھتے ہیں۔

۳۹۷۔ میں رسالہ بہت در یکونگی احوالات حضرت احمد المعصومین... اس لیے اس کا نام

رسالہ در احوال احمد المعصومین دیا جاسکتا ہے مجموعہ در احوال ولادت و شہادت کے نگارہ کی ساریاں۔

۳۹۸۔ مرآت الابار: نسخ کے برابر میں اس کا نام مرآت ابرار مذکور ہے ناقص الی خروم خود

اس کے پیچہ ورق پر میر غلام احمد خان بہادر کی ممبر ثبت ہے۔

وقائع آئندرام مخاں: وراق ۹۵، ذکر ۸۴، کتابت اصلی اور رسد کتابت ۱۹۵۱ء

اس سچ میں روایات اشخاص کی کتابت معلوم ہوتی ہے جیسا ہے کہ آخری "اوداق کے کتابت" کا
شخص بھی سو کی کتابت میں آئندرام مجلس حصہ دوم ناگور ہے اس لیے مہینہ لسٹ میں
کیفیت کے ذخیرے میں حصہ دوم کا اضافہ کیا گیا ہے کہ اسے تذکرہ کے کتابت میں رکھا جائے
ہفت اقلیم: وراق ۳۰۰، ذکر ۳۰۹، قفس الاول: ذکر بعض قفس جو بھی قیمت تک اس کا ابتدائی صفحہ
نہیں ہے اس کے بعد کا ہے۔

ضمیمہ:

اسٹی شہدائی کرنا: سہ ماہ اس مونس سے منعت رکھنے والا اس میں کوئی رسالہ نہیں۔

حالات معین الدین چشتی: اس کے کتابت بھی عدالتا ہی ہوں گے کیوں کہ مجموعہ میں اس سے قبل

ناگور کتابت کے کتابت بھی ہیں۔ دونوں کی تحریر درسیانہ بھی یکساں ہے۔

شجرہ چشتیہ: مہینہ لسٹ میں اس کے کتابت کا مہینہ رت میں ناگور ہے یہ کتابت میں مکتبہ رت

حسین دایہ شجرہ سے نقل ہے۔ اس طرح اس کی کتابت بھی ۲۰۰ نہیں ہوگی۔

رسالہ مناقب امام احمد مع اسامی حسنی: اس نمبر کے تحت جو نسخہ ہے وہ گنج لکھنؤ میں معین

مولانا حسین نوتہ توحید ہے۔ دوسرے کوئی رسالہ اس میں نہیں۔

گلزار صابری: مہینہ لسٹ میں کیفیت کے خانے میں مذکور ہے "دو زبان، دو حوالہ حضرت

عزت اعظم" لیکن اس میں غوث الاحمک حالات نہیں بلکہ غوث اعظم کی مہینہ رت میں

روز قیں کا ایک واقعہ ہے جو شاکی ولدہ کے ساتھ پیش آیا اور یہ واقعہ گلزار صابری کے

صفحہ ۴ سے منقول ہے۔ اس لیے اسے "منقول از گلزار صابری" کہا جاسکتا ہے۔

نسب نامہ حضرت علی: اس نام یا اس سے مطابقت رکھنے والا اس میں کوئی رسالہ نہیں۔

وفاء نامہ حضرت شیخ شرف الدین عجیبی میٹری: اس کے مصنف زین بدر علی ہیں مگر فوہ

اوداق ۱۱، ذکر ۱۳۔

For this purpose he persecuted the Nurbukhahiya, whom he regarded as heretics, and banned all Sufi orders, because the sufis led immoral lives, ate and drank forbidden things and spent their time interpreting dreams and prostrating themselves before one another. But Mirza Hader's rule did not last long. The Kashmiris rebelled against him on account of his narrow-mindedness and fanaticism and killed him.

Three more names deserve to be mentioned in order to complete the list of those who carried on the struggle on behalf of orthodoxy. These are Shaikh Hamza Makhdum, his disciple, Baba Daud Khaki and Shaikh Yaqub Sarfi. But their definition of un-Islamic beliefs and usages was very wide. They not only regarded Hindu beliefs and practices as un-Islamic, but also the *Shi'ite* beliefs and usages. Thus it came to pass that in opposing *Shi'ism*, which had been lately gaining ground in the Valley, they came into conflict with the chak rulers who were Shi'ites. Therefore, they approached Akbar and requested him to send Mughal troops for the conquest of Kashmir. That appeared to them the only way to restore orthodoxy.

Now, what was the result of struggle which the *Ulema* waged for over two centuries. The result was no doubt a substantial gain for orthodoxy. At the same time it should not be forgotten that customs, beliefs and practices were too deeply embedded in the life of the people to be completely uprooted and replaced. The Kashmiris, no doubt, accepted the new values, but they did not forget the old. The result was a synthesis between the two. The legal system was replaced by the *Shari'a*, but the customary law continued to exist side by side. Caste and untouchability disappeared but it reappeared in a new garb. Idol worship was abolished, but the Hindu image gave place to the tomb of a Muslim saint, and the old places of worship still retained their sanctity for the Muslims. Thus the Islam which emerged in the Valley was not the same which had been introduced by the followers of the great Sufi orders. It had comprised itself and had thus become considerably transformed.

principles. Sayyid Ali was shocked to see these things and advised the Sultan to change his and his peoples' way of life. Qutubuddin accepted some of the saint's suggestions, but ignored others which were likely to antagonise his subjects. Sayyid Ali's son, Mohammad Hamadani, who also visited Kashmir, continued the work of his father, and it was under his influence that Sikandar tried to enforce the *Shari'a*, imposed *Jizya*, introduced prohibition, banned *sati* and the playing of musical instruments. Under Zainul-Abidin a number of Sufi and learned *Ulema* entered the Valley, but although the Sultan respected them he did not give up what they regarded as un-Islamic practices, Zainul-Abidin was inclined to be in favour of a more liberal interpretation of Islam.

During the later Shah Mir period there were two persons who deserve to be mentioned as revivalists. These were Mir Shamsuddin, the founder of the Nurbakhshiya sect, and Mirza Haider Dughlat. Under Zainul-Abidin and his successors many of the un-Islamic practices, which had been discontinued by the Muslims under Sikandar, came to be revived. Mir Shihabuddin, who had arrived from Iraq in the spring of 1502, was anxious to wean the people away from such practices. He soon won over some influential nobles, among whom was Musa Raina the prime minister of Sultan Mohammad Shah, and under his patronage he began his crusade. Once while the Hindus were celebrating the spring festival on the Koh-i-Maran, Shamsuddin proceeded there and put a stop to these festivities on the ground that Muslims were participating in them and every one, including women, were drinking wine and behaving indecently. Shamsuddin even belaboured some of the persons who opposed him. When the next morning the Hindus complained to Mohammad Shah about Shamsuddin's high handed behaviour he was so angry that he wanted to put him to death, but was dissuaded by his counsellors.

Mirza Haider Dughlat, who ruled Kashmir from 1540 to 1551, was an able ruler. But he was a great fanatic and a champion of Islamic orthodoxy, which he was anxious to revive at all costs.

Sadhus They, in fact, represented a compromise between Hinduism and Islam. The *Rishis* were Muslims but, like the Hindu ascetics, and unlike the Sufi saints, they preferred a life of retirement, living in caves and jungles, away from human habitations, to pray and meditate. Like the Hindu ascetics they renounced the world, leaving their wife and children, inflicting bodily sufferings upon themselves, and regarding the world as an illusion.

The impact of Hinduism and Islam on each other led eventually to a synthesis. This, of course, does not mean that there had been no difficulties in the way, and that the process had been an easy one. Actually the first resistance that was offered was by the Hindu society itself which felt itself on the defensive. But its resistance proved to be futile. The statements of Jonaraja and Srivara, already quoted, reveal their agony and suffering at the complete failure of Hindu Society to set up a dam against the advancing tide of Islamic beliefs and practices. But as these defences weakened and Islam began to achieve success, it found that it was itself on the defensive. For the new converts refused to break their links with the past, and carried with them their old beliefs and practices. The result was that from the 14th to 16th centuries there was a constant conflict between those who wanted to keep to their old customs and usages and those who were insistent upon introducing the Perso-Islamic way of life. The champions of the latter were the Turks and Persians, who had settled in the country in large numbers, and the *Ulamas* and *Sufis*, both Kashmiri and foreign.

In the course of his visits to Kashmir at the end of the 14th century the great Afghan and Sayyid Abul Hamid found that there was nothing to distinguish Muslims from non-Muslims in dress, manners and customs. At *Varanapura* in *Prinagar* there was a temple which was visited every morning both by the *Sufis* and Muslims of the town. To avert further *Shirabadin* performed the *Yagna* and distributed gifts to the Brahmins. Moreover, he had two wives, who were sisters, a clear violation of Islamic

Although their religion was opposed to caste system, they continued to observe caste distinctions. Caste names were kept, marriages were arranged on caste basis and caste functions were not given up. The Sultans also, like their Muslim subjects, adopted Hindu practices. They participated in Hindu festivals, visited Hindu temples to beseech the aid of the gods, and in order to avert calamities they performed sacrifices and bestowed grants on the Brahmins. They also performed the *Homa* ceremony at the time of the coronation. The only difference was that instead of a Brahmin priest and the chief minister, the *Shahkhal Islam* applied the *tikka* to the ruler's forehead and made offerings of gold and flowers.

The mutual influences which the Hindus and Muslims exercised on each other was not confined to manners and customs, but also extended to the realm of ideas and religious beliefs. The ideas of Lalla Did, for example, were greatly influenced by Sayyid Ali Hamadani and Nuruddin Rishi. Lalla Did, who lived in the 14th century, was greatly dissatisfied with the Saivite beliefs and practices. Under the influence of Islamic ideas, which she came to know through her contact with these saints, she denounced the caste system and criticised idol worship as silly and useless. She looked upon the world as an illusion, yet she also stated that it was not necessary for a man to become a hermit in order to achieve the absorption of the individual soul into the Supreme but that even a householder could obtain Ultimate Release. In this there is evidence of the influence of Sayyid Ali Hamadani, who believed that in order to be a good Son it was not necessary to renounce the world. In fact, he denounced celibacy and asceticism. Lalla also learnt from the Sufis to use words in an esoteric sense. From them also she imbibed the idea of the Divine Love, and like them she employed the word 'Beloved' to denote the Godhead.

Just as Lalla Did came under Islamic influence, so did Nuruddin Rishi and his followers accept the ideas of Hinduism. The Rishis of Kashmir stood midway between the Sufis and Hindu

influence. A rigid caste system acts as a strong cohesive force, and thus serves as a powerful defence mechanism against the infiltration of foreign ideas. But in Kashmir, under the Buddhist influence, there had been a relaxation of caste rules and, as a result, the Hindu Society's power of resistance had been undermined. Islam, therefore, did not have to face the same degree of opposition in Kashmir as it did in other parts of this sub continent where the caste rules continued to be rigid and the society was able to set up barriers against external influences. These facts go to explain why Islam's success in Kashmir was much more rapid and complete than in any other part of this sub continent.

THE IMPACT OF ISLAM

That the impact of Islam on Kashmir was profound and far-reaching is evident from the statement of Jonaraja who complains that "as the wind destroys the trees and locusts the shahi crop, so did the *Yavanax* destroy the usages of Kashmira" and that "the kingdom of Kashmira was polluted by the evil practices of the *mlecchas*." Similarly Srivara, writing in the second half of the 15th century, says that Hindus had adopted blamable practices and given up preference for prescribed ceremonies. Now what were the blameable practices which the Kashmiris began to adopt and the usages which the foreigners began to destroy. These practices were that caste rules became relaxed, foreign dress, manners and customs began to be adopted, strange dishes began to be relished and what was most shocking was that even beef began to be liked by some Hindus.

It is necessary to point out here that while Kashmir was subject to foreign influences and was assimilating strange practices and usages, she herself was not slow in converting others to her own way of life. Thus many Muslims, while they celebrated their religious festivals, also participated in the Hindu festivals of Gana-chakra, Snpan-hams and others. They regarded the Hindu places of worship as sacred and sometimes they even worshiped idols.

successors. The conversion of Kashmiris to Islam, therefore, cannot be limited to any specific period, it was a long-drawn process extending to about 300 years. The only definite thing that can be said about it is that not until the early part of the 16th century were the great bulk of the people converted to Islam.

I have given so far a brief history of the spread of Islam in the Valley but this does not fully explain the problem of how this was accomplished. Actually rulers of Kashmir were, for the most part, indifferent to the missionary activities of Sufis and the *Ulema*. In fact, there is evidence to suggest that they discouraged these activities. The only ruler who actively took interest in them was Sikandar, but much of his work was undone by his son and successor, Zainul-Abidin. Thus it is not the Sultans but the Sufis who were mainly responsible for introducing and spreading Islam. But for this they did not use compulsion, because they were neither capable of employing it, nor did they have the sanction of the State behind them. Their methods were persuasion, discussion and discourse. And they won over the hearts of the people on account of their simplicity, sincerity, piety and devotion. But we must remember that despite all these qualities, the Sufis would not have been able to make much headway, had they not been helped by certain objective conditions. Since about the 12th century society in Kashmir was in the process of social, political, and religious disintegration, caste rules had been relaxed, Brahmans had become arrogant, sectarianism was prevalent, the priests were uneducated, true spiritual values were lacking and religion consisted in nothing more than belief in superstitions and the performance of certain prescribed ceremonies. Buddhism also had become decadent and could not offer spiritual satisfaction to the people. It was these conditions which had driven Rinchanan into the fold of Islam and had provoked Lalla Did to protest against the Savite beliefs and practices.

I should mention one more cause which helped the spread of Islam. This was the laxity of caste rules resulting from Buddhist

Hindus and Buddhists, and appointed them to positions of responsibility.

The next person who carried on intensive missionary activity was Mir Shamsuddin. As a result of the liberal policies pursued by Zainul-Abidin and his successors, the Hindus had recovered some of their former position and strength. In a communal riot, which took place during the reign of Haider Shah, they caused damage to the *Khanqah-i-Mulia*. This provoked a reaction and Shamsuddin, protected and encouraged by some nobles, began his missionary work and achieved considerable success not only in the Kashmir valley but also in Baltistan. Those who played an important part in continuing his work after his death were Shaikh Makhdum Hamza, Baba Daud Khaki and Jamaluddin Bukhari.

Now the question arises as to when did a majority of the inhabitants of Kashmir become Muslim. There is evidence to show that in the time of the chak rulers the dominant religion of the Valley was Islam. But just as it is difficult to say with certainty as to when Islam was first introduced in the Valley, so it is not possible to specify any definite period when the process of conversion was completed. Stein's view that the adoption of Islam by the great mass of the population had become an accomplished fact during the second half of the 14th century is not borne out by facts. When Sayyid Ali Hamadani visited the Valley at the end of the 14th century, he found the Muslims in a minority. Sikandar ascended the throne in 1359 and ruled till 1413. It is impossible to believe that in the course of 24 years he could have converted the whole Valley to Islam, particularly, when we remember that in the early years of his reign he was a minor, and power was exercised by his mother, who acted as Regent. Moreover most of the work of proselitisation accomplished by him was undone by his son and successor, Zainul-Abidin who completely reversed his religious policy. And from the accounts of Jonaraja and Srivara it is clear that there were still a large number of Hindus in the Valley and they had regained their position under Zainul-Abidin and his

meant to ameliorate the condition of all his subjects. On the other hand, Sikander introduced certain other measures whose object was certainly to secure converts. For example, he imposed the *Jizya* upon non-Muslims, and due to the economic pressure many must have become Muslims. Those who did not want to pay left the Valley. But we must remember that Sikander never compelled any one to become Muslim, if he paid the *Jizya*.

As regards the destruction of temples, Jonaraja accuses Sikander that there was no village or town left where temples were not razed to the ground. There is no doubt that Sikander destroyed temples, but not to the extent mentioned by Jonaraja or the Persian chroniclers. This is clear from the fact that Mirza Haidar, writing after 150 years of Sikandar's death, testified that "first and foremost among the wonders of Kashmir stand her idol temples. In the rest of the world there is not to be seen, or heard of, one building like this. How wonderful that there should be 180 of them." Abul Fazl and Jahangir also mention of the lofty temples in a state of perfect preservation. In reality many of the temples whose destruction has been attributed to Sikandar were destroyed by earthquakes. Some suffered due neglect, and some had already been destroyed during the pre-Sultanate period by the Rajas of Kashmir, namely, Jayapida, Sankaravarman, Adamanya II and Harsha.

When Zainul-Abidin ascended the throne he completely reversed his father's religious policy. He allowed every one full freedom of belief and worship. He recalled those Brahmans who had left the country under his father, and permitted others who had embraced Islam to return to their former faith. He banned cow-slaughter, and gave Hindus the right to perform their customs. He allowed them to repair and rebuild temples and in some cases, he himself had them rebuilt. He practically abolished the *Jizya* and other taxes which specially fell upon the non-Muslims. He participated in Hindu festivals, enjoyed the society of learned

was the best religion, Rinchanā decided to accept the faith of the first person he saw in the morning. And since the first person he saw from his palace was Bulbul Shah, a Muslim, he embraced Islam. But this is too naive an explanation to be believed, for people do not change their religion in such a way. What actually must have happened is that Rinchanā, who was spiritually restless and inquisitive and hankered after truth, failed to get any satisfaction either from Buddhism, the faith in which he was born, or from Hinduism, the faith of his subjects. It was at this time that he came into contact with Bulbul Shah who explained to him the teachings of Islam. Rinchanā was impressed by these teachings, which were simple and free from caste rules, priesthood, superstition and narrow formalism, and therefore, accepted the Islamic faith. The conversion of Rinchanā was a landmark in the history of Islam in Kashmir, because the example set by him was followed by a number of nobles, and according to a tradition by 100,000 people. After Rinchanā's death a number of sufis visited Kashmir among them Sayyid Ali Hamadani, who belonged to the Kubraviya order of Sufis, was the most prominent. He is said to have made 37,000 converts. These figures should not be taken too literally because both the Sufi accounts and the chronicles have a tendency to exaggerate. What these figures do indicate is simply this, that both Bulbul Shah and Sayyid Ali Hamadani made a number of converts. Sayyid Muhammad Hamadani, the son of Sayyid Ali Hamadani, who also visited Kashmir and stayed there for 12 years, continued the work of his father. But the next large scale conversions that took place were the result of the efforts of Sultan Sikander (1389-1413) and his minister Suhabhatta, who had become a Muslim under the influence of Muhammad Hamadani.

While studying Sultan Sikandar's religious policy there are two things to be kept in view. First, he tried to introduce a number of social reforms like the abolition of *Sati*, the banning of gambling and the prohibition of wine and other intoxicants. These measures were not intended to persecute any community, but were

It was during the Sultanate period that Islam became the religion of the majority of the people of Kashmir and since this had profound and far-reaching results, we must try to understand how it was introduced and it spread.

The earliest reference to Muslims in Kashmir is in Kalhana's *Rajatarangini*, where it is mentioned that Lalitaditya's son and successor Vajraditya, who ruled in the early part of the 8th century, 'sold many men to the *mlecchas*, and introduced into the country practices which befitted the *mlecchas*'. These *mlecchas* were, probably, Muslims and the men whom they purchased must have been later converted to Islam. These appear to have been the first converts to Islam in the Valley. Later, Harsha employed Turkish soldiers and was influenced by Muslim fashions in dress and ornament. In the early part of the 12th century again we find a Kashmiri ruler employing Muslims in his army. From the travels of Marco Polo, it appears that by the end of the 13th century there was a colony of Muslims in the Valley, for he says that its inhabitants the Kashmiris, do not kill animals but that if they want to eat meat they buy it from the Saracens. These Saracens were, most probably, Kashmiris who had become converts to Islam.

The first specific reference in the chronicles to conversion is that of Rinchana a Buddhist ruler of Kashmir which was brought about by the efforts of Sayyid Sharafuddin commonly known as Babul Shah, who was a sun saint of the Suhrawardiyah order. The chronicles and the Sufi *Tazkiras* represent this event as the outcome of a miracle. They say that unable to make up his mind as to which

**Introduction and spread
of
Islam in Kashmir**

- 19 Mohibbul Hasan, op cit , p 360.
- 20 Ibid., p. 374.
21. Ibid , p. 276.
22. Ibid., p. 334.
- 23 Original Records, No. 16, *Tipu to Azam* (National Archives of India).
- 24 Mackenzie, *A Sketch of the war with Tipu Sultan*, vol II, pp. 72-3
- 25 Mohibbul Hasan, op cit , Appendices C & D.

REFERENCES

1. Valentia, *Travels*, vol. i, p. 417.
2. Sinha, *Haidar Ali* (2nd ed.), pp. 255-56.
3. *Ibid.*, p. 254.
4. *Mysore Archaeological Report*, 1914 and 1917.
5. *Epigraphica Carnatica*, vol. ix, p. 27, Khare, *Itibas Sangraha*, vol. viii, No. 3286.
6. Henderson, *The Coins of Haidar Ali & Tipu Sultan*, Mysore and Coorg, vol. i, Appendix.
7. Logan, *Malabar*, p. 50.
8. Sinha *op. cit.* pp. 158-59, p. 254, 256.
9. *Ibid.*, p. 251.
10. *Ibid.* p. 254.
11. See for details Mohibbul Hasan, *History of Tipu Sultan* (2nd ed.), Calcutta, 1971, pp. 355-55.
12. *Ibid.*, p. 357-58.
13. Khare, *op. cit.*, vol. viii No. 3286.
14. *Mysore Archaeological Report*, 1916 pp. 10-1, 73-6.
15. *Ibid.* 1912, pp. 23-40, 1917, p. 58-60, 1940, p. 26. See also *Epigraphica Carnatica*, vol. iii, Nr. 77.
16. Baramahal Records, section xu p. 9, *Local Records* vol. iv p. 280, cited in *Report of the Indian Historical Records Commission*, 1934, p. 417.
17. Mohibbul Hasan, *op. cit.*, p. 373.
18. India office Mss. Eur. C. 10, p. 206, Beatson, *A view of the origin and Conduct of the war with the Tipu Sultan*, p. 317; also Kormani, *Nishan-i-Haidari*, p. 394.

officers by admonishing them and sometimes by inflicting upon them deterrent punishments.¹⁴

There is no evidence to suggest that Tipu tried to establish an Islamic State, for like his father, he too knew that such a thing was impossible. However from some of his actions it appears that he wanted to play the role of a Muslim ruler. Thus, he called his state *Saltanat-ikhudadat* (God-given State). He instituted a new calendar called it *Mawuth*, dating it from the spiritual birth of the Prophet instead of from his flight (*Hijrat*). And he named some of the months after the Prophet and Ali. The same Islamic bias is evident in the names he gave to the new coins he introduced. The gold and silver coins were called after the Prophet, the first two Caliphs and the twelve *Shi'a Imams*. The copper coins, with the exception of the double paise, which is called after the third Caliph, bear the Arabic and Persian names of stars.¹⁵ It seems that Tipu made these innovations as a concession to Muslim orthodoxy and also to satisfy his own conscience. However this did not imply any basic change in and departure from his policy of toleration.



he tried to excite his religious sentiments by dwelling on the atrocities which the English were committing on the Muslims in India. While these religious appeals were ineffective, as in the case of the French, he made appeals to their self-interest, stressing the danger to which they were all exposed by the British designs of aggrandisement. The same appeal he made to the Marathas but in addition, he tried to arouse their patriotic feelings ²⁰

There are, however, some instances in which Tipu, persecuted unlike his father, the *Mahdavis* a Muslim sect founded by Sayyid Muhammad of Jaunpur at the end of the 15th century. Tipu imposed a ban on their religious practices, and when despite this, they ignored his orders, he exiled them from his kingdom ²¹ It was a strange contradiction in his character that while he himself held superstitious beliefs and indulged in un-Islamic practices, he refused to countenance the same in some of his Muslim subjects

It was his religious beliefs and ideals that determined the attitude towards certain social practices and customs and religious ceremonies. For example, he banned many practices during the time of *Muharram* because he regarded them as un-Islamic. He forbade prostitution, and tried to put a stop to polyandry in Malabar and Coorg. In some parts of Malabar women did not cover their bodies above the waist, so Tipu decreed that no woman should go out of her house without being properly dressed. He abolished the custom of human sacrifice which was practised in the temple of Kali Devi near Mysore city. He also banned the use of liquor and other intoxicants in his kingdom ²²

Tipu was anxious to give a moral basis to his government, for he had a high sense of duty to his office and believed that his subjects constituted a unique trust held for God, the real master ²³ He therefore, spared no pains to promote the welfare of his people and was busy from morning till evening with state affairs. He personally supervised every department of the Government and endeavoured to check the laxity, peculation and oppression of his

Brahmins he gave a black bullock, a milch she-buffalo, a male-buffalo, a black she-goat, a jacket of coarse black cloth, a cap of the same material, ninety rupees and an iron pot filled with oil, and previous to the delivery of these articles he held his head over the pot in order to see the reflection of his face and thereby avert misfortune.¹⁴

To a man who possessed such eclectic beliefs and was so catholic in his outlook, it would be a mistake to attribute either religious fanaticism or even religious motives. If he crushed the Hindu Coorgs and Nayars he did not spare the Muslim Moplahs. His forcible conversion of Coorgs and Nayars to Islam was not due to religious but political motives. He had warned them several times that they should remain peaceful. But they ignored his warnings and repeatedly rebelled. He, therefore, converted them as a punishment. However the conversions were on a much smaller scale and not as large as mentioned in some of the accounts. Besides some of the conversions were voluntary.¹⁵

In his relations with Indian or foreign powers also, Tipu like his father was not influenced by religious considerations. He sent embassies to Persia, Afghanistan and Oman to obtain military help or promote commercial relations. He sent a mission to Constantinople for military and commercial reasons as well as to legalize his position as ruler of Mysore, because he had failed to secure confirmation of the title from the Mughal Emperor due to English intrigues. He made war on the Muslim rulers of Savanur, Kurnool, Adoni, Hyderabad and the Carnatic just as he fought against the Marathas and the Raja of Travancore. However although religious considerations did not influence his State policy, Tipu unlike his father did not hesitate to exploit religion if it served his purpose. In his efforts to win over the Nizam against the English he appealed to his religion pointing out that for the good of Muslims they should forget their past differences and unite against the common enemy. Similarly to obtain the support of the Ottoman Sultan

Despite all this, Tipu was very strict in the performance of his obligatory prayers and keeping the *Ramazan* fasts, and throughout the day he carried a rosary in his hand. He had great reverence for Ali, the cousin and son-in-law of the Prophet, and inscribed on his weapons the words '*Asadullah al-Ghalib*' one of Ali's title. He also revered the other Shi'a *Imams* and named many of the coins after them. The manuscripts of his library had the names of Fatima, Hasan and Husain stamped on them. The ambassadors he sent to Constantinople were instructed to lay offerings on his behalf at the tombs of 'Ali and Husain at Najaf and Karbala, and they were to ask the Caliph's permission for constructing a canal from the Euphrates to Najaf, where there was a great shortage of water.¹⁷ Tipu was greatly interested in Sufism, and under his patronage a number of books were written on it. Like his father, he revered Muslim saints and conferred grants for the up-keep of their tombs, he also held Hindu *sadhus*, saints and gods in high respect. Further, like his father, he was extremely superstitious, and believed that the performance of certain ceremonies could avert misfortune. Everyday he consulted the astrologers attached to his court about his stars. He fed Brahmins and bore the expenses of Hindu religious ceremonies performed to invoke success for his arms. On every Saturday without fail, according to the advice of the astrologers, he made an offering to the Seven Stars of seven different kinds of grain, of an iron pot full of sesame oil of a blue cap and coat and one black sheep and some money. All these articles were distributed among the Brahmins and the poor. On the morning of 4th May, 1799, before Seringapatam was captured by the English, Tipu had been warned by both Hindu and Muslim astrologers that, since it was an inauspicious day for him, he should remain with the army till the evening, and in order to avert disaster he should give alms. After his bath therefore he distributed money and cloth among the poor who had gathered there. To the chief priest of Chennapatna he presented an elephant, a bag of oil seeds and two hundred rupees. To the other

the title of an independent ruler might have created diplomatic problems. It would have had also no meaning unless confirmed by the Mughal Emperor, but this confirmation was not an easy thing to secure.

Tipu Sultan, for the most part, followed in the footsteps of his father. He appointed Hindus to high offices of State¹¹. He not only continued the *Inam* grants of the previous reigns to Brahmins and temples but gave fresh grants¹². In the course of the Third Anglo-Mysore War when he visited Conjeevaram, he gave 10,000 *Puns* towards the construction of the Gopur temple whose foundations had been laid by his father¹³ and like his father wrote letters to the Jagatguru of Sringeri Math couched in respectful and polite language. In 1791 some Maratha horsemen plundered the monastery of its valuable property and displaced the sacred image of the goddess Sarada. When Tipu came to know of this he sent the Math money, grain and other articles for the consecration of the goddess¹⁴. In Nanjundesvara temple at Nanjangud a jadeite *linga* was installed by Tipu's orders. Tipu also gave elephants, jewels, silver and gold vessels to various other temples in the kingdom.¹⁵

Tipu like his father allowed the Hindus complete freedom of worship. The magnificent temple of Sri Ranganatha is situated within the fort of Srirangapatam about one hundred yards west of the palace from where the Sultan heard daily the ringing of temple bells and the hymns chanted by Brahmin priests. Yet he never interfered with these. The Narasimha and the Gangadhara-svara are the other two big temples inside the fort and near the palace. But neither in these nor in the thousands of other temples scattered throughout his kingdom, did Tipu ever prevent Hindus from offering worship. On the contrary he often made grants to the Brahmins to perform their religious ceremonies in the temples. He also distributed money for the performance of religious ceremonies among the Muslims.¹⁶

cising them and recruiting the Nayar boys into his *chela* battalion, which he had formed on the lines of the Janissaries of the Ottoman Empire. He also converted some of his European prisoners from motives which had nothing to do with religion. Since he needed Europeans as artificers, engineers and officers for his army, he hoped to persuade them to enter his service."

Haider Ali was very much influenced by his Hindu environment. This is evident from his belief in the efficacy of certain ceremonies. Thus, he ordered the performance of *Japam* in Hindu temples before setting out on a campaign. Similarly, buffaloes were sacrificed on the occasion in accordance with the Hindu tradition, and he usually marched against the enemy only after the Brahmins had declared that the hour and day were auspicious.¹⁰

It has been maintained that Haider did not set aside the Raja of Mysore and himself assume the title of a king in deference to Hindu sentiments, and that is why eve y year at the annual *Dasahra* festival, he allowed the Raja to come out of his palace and show himself to his people. But the fact is that if after he had consolidated his position, Haider had deposed the Raja there would have been no resistance, for, on account of his benevolent rule he was extremely popular both with his Hindu officers and Hindu subjects. Later, when Tipu, his son and successor, did eventually put an end to the rule of the Wodeyars and declared himself Sultan, there was no opposition. It seems, therefore, more probable that the reason why Haider did not think it necessary to assume the title of an independent king was first that he possessed in practice full sovereign powers. He struck coins in his own name, received envoys of Indian and foreign powers and sent his own to them and made war and concluded peace. Secondly, he might have been influenced by the examples of the Peshwa, the Nizam the Nawabs of Oudh, the Carnatic and Bengal none of whom were *de jure* rulers, although in practice enjoying sovereign powers. That is why Haider Ali also remained content with the position he occupied and did not desire for any change. Besides, the assumption of

Haidar appointed Hindus to high position in his government. At the time of his death, out of five officers in charge of different departments, three were Hindus, namely, Krishna Rao, Purniya and Shama. In addition, his revenue officers and diplomatic agents were mostly Hindus.¹ Haidar continued the *Inam* grants of the time of the Rajas to Brahmins and temples.² He presented various articles to the temples in Mysore for example a *Sankh* to the temple in Devanhulli, and some vessels to Sri Ranganatha temple in Seringapatam.³ Although this was against the *Shari'a* he did not care. In fact, he went much further in violation of it. When the temple of Sri Ranganatha was damaged as the result of fire, he had it rebuilt in one month. He also laid the foundations of Gopur temple in Conjeevaram during his invasion of the Carnatic in 1780, but it could not be completed owing to his war with the English.⁴

In the matter of coinage also he followed a policy which though un-Islamic took into account Hindu sentiments. He allowed the retention of gold coins which had the figure of the Hindu god Siva and his consort on the obverse. Similarly, the half *pagoda* had on the reverse a figure of Vishnu with a discus in the right and a conch in the left hand and the Ganapati *pagoda* had on its obverse the figure of an elephant with an uplifted tail.⁵

Haidar's attitude towards the Christians of Malabar was also very liberal. He granted the Catholic church in Calicut 2,420 *Inams* yearly and allowed the Catholics complete freedom of worship. Later however this grant to the church was cancelled along with the trade privileges which the Portuguese had until then enjoyed in the Mysore kingdom because, in 1768, when the English attacked Mangalore the Portuguese gave them help in its conquest.⁶

Similarly, Haidar Ali's harsh treatment of Hindus in Malabar was not due to religious but to political considerations. The Nayars had again and again rebelled, so Haidar punished them by circum-

According to Valentia, once a *pirzada* complained to Haider Ali that some Hindus of Seringapatam had beaten up his followers, who had attacked a Hindu procession, and demanded redress from him as head of a Muslim government. Haider Ali replied angrily : "Who told you that this was a Muslim government ?" These words very vividly sum up Haider Ali's concept of government and his attitude to the relationship between religion and politics. They show that he regarded religion as a purely personal matter having no connection with public affairs, and believed that in a territory mainly inhabited by non-Muslims, it would be foolish to think of establishing an Muslim State.

Haider's concept of government was the product of several factors. First, there was his family background. His forefathers had been *Sufis* attached to the shrine of Jamal-ud-Din Husaini commonly known as Gisu Daraz. Although himself not a *Sufi*, Haider revered the *Sufis* and paid visits to their tombs. Secondly, he was influenced by the tradition of religious toleration that existed both in the Muslim and Hindu States of the Deccan and South India. Thirdly, as a *pragmatic* and a statesman possessed of great *foresight* he realised that, ruling as he did an overwhelmingly large non-Muslim population, it would be suicidal to think of establishing a Muslim State. Throughout his career, therefore, he did two things. First, he did his best to win over the goodwill of Hindus, and secondly, he kept religion and politics apart, never permitting his personal beliefs to influence the latter.

KHUDA BAKSHI EXTENSION LECTURES, 1988

PROF MOHIBBUL HASAN was educated at Lucknow and London. Worked as lecturer in Islamic History and Culture in Calcutta University (1943-1956), Reader in History in Aligarh Muslim University (1956-1963), Professor and Head Department of History Jamia Millia Islamia New Delhi (1963-1970), Senior Professor and Head Department of History in University of Kashmir Srinagar, member of the Executive Committee of the Regional Records Survey Committee, West Bengal (1947-1955), the Archival Legislation Committee (Government of India 1959-60), Vice-President of the Iran Society Calcutta (1952-54). Presided over the Medieval Section of the Indian History Congress in 1957 and 1967.

His well known works include History of Tipu Sultan, Kashmir under the Sultans, Historians of Medieval India, Babur : Founder of the Mughal empire in India, Readings in Democracy Messages by Freedom, Introduction and annotation to the Babur Nama (Part III) translated by Baeque-Grammont (Paris 1981) and Waqar-i-Manazil-i-Rumi (Diary of an Indian Embassy to Constantinople).

Besides he contributed a number of articles to various Indian and foreign Journals including the Encyclopaedia of Islam. Presently he is settled at Aligarh.

1

Religion and Politics
under
Haider Ali and Tipu Sultan

By

Prof. Mohibbul Hasan
Aligarh

Islam & Hinduism

Some Common Teachings of
Islam and Hinduism

Monazir Ahsan Gilani 657

Sikhism

Guru Gurmukh Sahib and Urdu

Ibadullah Ghani 675

Aurangzeb

India in the 17th Century

Sarmad Ali Beg 737

Babri Masjid Ram Janam Dham

Documents of 15th-16th Century

Mirza Asad Khan 749

Towards Partition

A Presidential Address of 1940

Shah Waliullah Khan 867

Oriental Libraries

An Unknown Library of Turkey

Prof. Ahmad Ali 881

The Library of Istanbul

Dr. Muhammad Ali 881

Rare Manuscripts of the

Libraries of Istanbul

Dr. Syed Nayeemuddin 917

Khuda Bakhsh Library

Corrections and addition of

the Hand-List of Persian

Manuscripts

Dr. Iftikhar Ahmad Madni 925

Printer

Liberty Art Press, 1528, Pataudi House, New Delhi 2

Publisher

Mustafa Kamal Hashmi for Khuda Bakhsh Library
Patna Phone 50109 Telex 22-430 KBL IN

Editor

Dr. A.R. Bedar

Annual Subscription

Rs. 300 (India) US \$ 60 (Asian Countries)
US \$ 120 (Other Countries) Rs. 25/- Per Copy
Price (this issue) Rs. 150/-

Daryabadi

Abdul Majid Daryabadi
disowns his book

Prof. Hamdani

370

Zakir Husain

Zakir Husain Reminiscences

Zillur Rahman Khan

373

Qazi Abdul Wadood

Armaghan-i-Bihar with an
Introduction

Ali Haider Nayyar

391

Notes & jottings

Qazi Abdul Wadood

411

Re-claimed

The first Short Story of
Rajendra Singh Bedi:
Farishta (Angel)

Bedi

441

Middle East: As seen by Indian Travellers

Iraq, Iran & Turkey

Hasan Askari,
(Dy. Collector)

445

Muslims & Science

Contribution of Muslims to
Islamic Sciences

Fawad Siezgin

529

Contribution of Muslims to
Astronomy

Fawad Siezgin

551

Influence of Arab Astronomy
on Europe

Fawad Siezgin

569

Contribution of Muslims to
the History of Meteorology

Fawad Siezgin

585

Quranica

Translations of Quran in India
Chinese words in the Quran

Dr. Mohammad Ansarulrah
Dr. Mehdi Hasan

605

613

Shi'ism

Greatness of Ali as
described by Abu Bakr

Zamakhshari
Ehsanul Hasan
Kandhalwi (Tr.)

621

Greatness of Abu Bakr as
described by Ali

CONTENTS

| | |
|--|----------------------------|
| Tipu & Haider | |
| Religion and Politics under Haider Ali and Tipu Sultan | Prof. Mohibbul Hasan 1-12 |
| Kashmir | |
| Introduction and spread of Islam in Kashmir | Prof. Mohibbul Hasan 13-24 |
| Urdu/Persian Section | |
| <u>Rare Printed Books</u> | |
| Tawarikh Nadirul Asr- A History of Awadh | Munshi Nawal Kishore 1 |
| Problem Facing Urdu | |
| Are Muslims alone to struggle for Urdu? | Dr. Saroop Singh 177 |
| Urdu Literature | |
| Whither Urdu Literature | Dr. S.M.Aqeel 183 |
| Intellectual Thinking in Urdu | |
| Mr. Saliyd Hamid | 205 |
| Dr. Mohammad Hasan | 211 |
| Contemporary Intellectual Thinking | |
| A Poem | Ahmad Nadeem Qasmi 215 |
| A Poem | M. alhmoor Sayeedi 216 |
| The Role of Literature in the Contemporary Era | Muzaffar Ali Syed 217 |
| Intellectual Poets | |
| Hasan Nayeem | 235 |
| Iqba Rizvi | 252 |
| Iqbal | |
| Writings of Iqbal in his own handwriting | Sir Mohammad Iqbal 265 |
| Abul Kalam Azad | |
| Azad's letters to Zakariya Bhagalpur - in Azad's own handwriting | Mautana Azad 271 |

Khuda Bakhsh Library

JOURNAL



57—62

JANUARY-JUNE 91

Khuda Bakhsh Library

Acc. No. 75468

**Khuda Bakhsh Oriental Public Library
PATNA**

K137
Khuda Bakhsh Library

JOURNAL



57—62

JANUARY • JUNE 91

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
PATNA